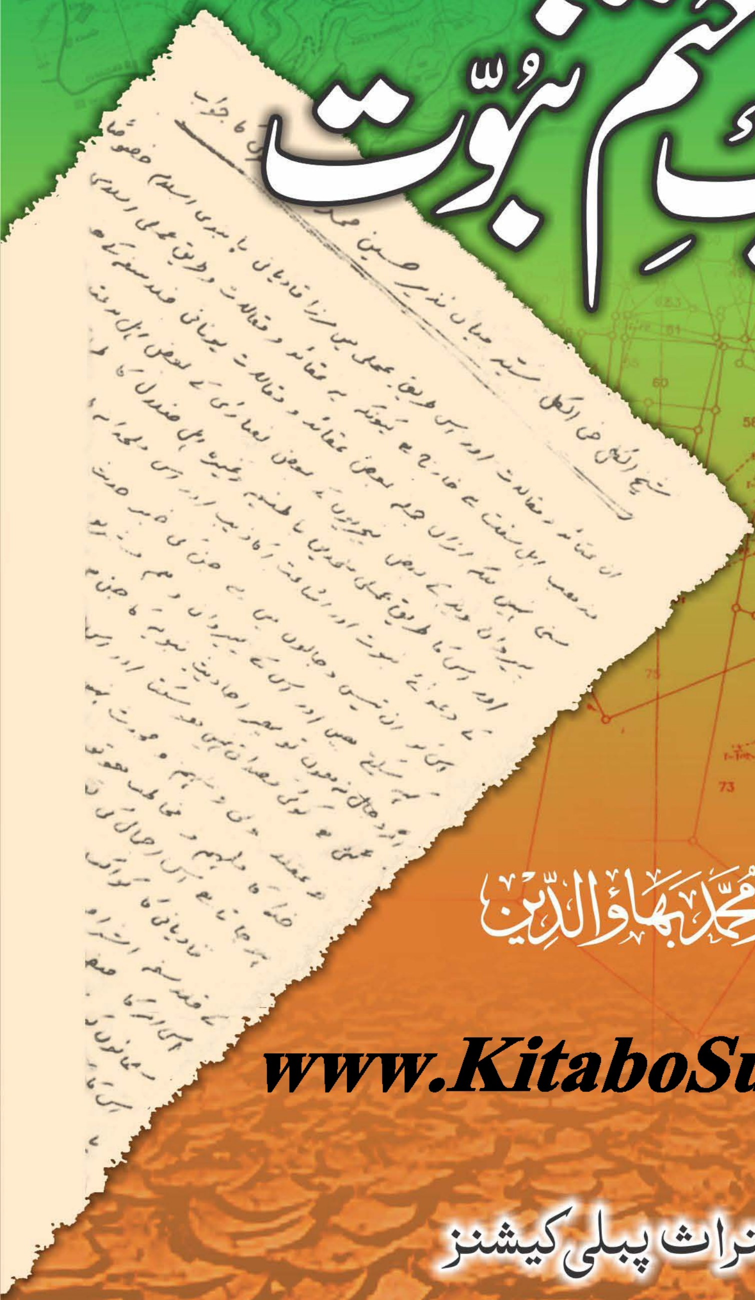
تحریکِ ختمِ نبوّت



ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

تحریک ختم نبوت

حصہ پنجاہ و دوم (۵۲)

قادیانی مشن (۱۵)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ پنجاہ و دوم (۵۲)
	قادیانی مشن (۱۵)
مولف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ
صفحات	۴۷۳
سال اشاعت	۲۰۱۴ء
زیراہتمام	**احیاء التراث پبلی کیشنز**

فہرست عناوین

فاتحۃ الکتاب

الحمد لله و الصلوۃ و السلام علی سید الانبیاء۔ اما بعد

سلسلہ تحریک ختم نبوت کی جلد باون (اور قادیانی مشن کی پندرھویں جلد) قارئین کی نذر کی جارہی ہے جس میں ۱۴ مارچ ۱۹۴۱ء تا ۲۷۔اگست ۱۹۴۳ء کے دورانیہ کے اخبار اہل حدیث امرتسر کے دست یاب شماروں میں شائع ہونے والی شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری کی تحریروں کے علاوہ منشی محمد حسین صابری، مولانا محمد ابراہیم میر، منشی محمد عبد اللہ معمار امرتسری، مولانا رضاء اللہ ثنائی ،قاری عبد العزیز مدرسہ اشاعت العلوم بریلی، حضرت مولانا اعزاز علی دار العلوم دیو بند، حضرت مولانا عبد اللطیف مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور، حضرت مولانا عبید اللہ رحمانی دہلی ،حضرت مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی وغیرھم کی نگارشات بھی نقل ہوئی ہیں۔اس کے علاوہ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کے دو رسائل: ہندوستان کے دو ریفارمر اور نا قابل مصنف مرزا بھی شامل اشاعت ہیں۔کہیں کہیں بائیبل سے انگریزی عبارات کا اضافہ میں نے خود کیا ہے۔

کمپوزنگ کے ساتھ ساتھ تصحیح، تخریج، تسہیل اور تنقید وغیرہ کا انحصار بھی چونکہ فرد واحد پر رہا ہے، اسلئے قارئین سے درخواست ہے کہ غلطیوں سے درگذر فرمائیں اور تاریخ تحفظ ختم نبوت کے ۱۹۴۱ء تا ۱۹۴۳ء کے کارکنوں کی نگارشات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اس فقیر کے لئے دعائے خیر بھی فرماتے رہیں۔ ممنون ہونگا۔

والسلام　　　　فقیر بارگاہ صمدی　　　　**محمد بہاء الدین**

انه من سليما ن و انه بسم الله الرحمن الر حيم

قیامت کی حقیقت اور بہائی عقیدہ

بابو محمد حسین صابری صاحب، بریلی سے لکھتے ہیں:

گذشتہ ایام میں جناب محترم مدیر اہل حدیث امرتسر (حضرت مولانا ثناء اللہ) نے رسالہ بہائی، اور پیامبر، کے جواب میں مسئلہ قیامت کے متعلق لکھنا شروع کیا تھا۔ میں جو مذہبی مضامین پڑھنے کا شائق ہوں، طرفین کے دلائل کو بغور دیکھ رہا تھا۔ لیکن مدیر محترم نے کچھ دنوں سے بالکل خاموشی ہی اختیار کر لی اور مسئلہ زیر بحث ادھورہ سا رہ گیا۔

کئی سال ہوئے ایک بہائی نے رسالہ بہائی میگزین میں اسی مسئلہ قیامت کے متعلق ایک سوال کیا تھا جس میں علماء دیو بند، بریلی، اور مونگیر، نیز مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور، مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان اور محترم مدیر صاحب اہل حدیث کو مخاطب کیا گیا تھا۔ میرے نزدیک دیو بندی علماء ہوں یا بریلوی اور مونگیری اس مسئلہ قیامت کے متعلق کچھ بہتر نہیں لکھ سکتے کیونکہ ان کو ان مناظرات سے دلچسپی نہیں ہے۔ البتہ امیر جماعت احمدیہ لاہور (مولوی محمد علی) اور خلیفہ صاحب قادیان (مرزا محمود احمد) کو ضرور دعوی ہے کہ وہ دنیا کے تمام مذاہب پر ریویو کر سکتے ہیں۔ نیز قرآن دانی میں بھی اپنے آپ کو باقی فرقہ ہائے اسلام سے اعلی پائے پر خیال کرتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے ان کے راستے میں ایک بہت بڑا پتھر حائل ہے جسے ہٹا دینا ان کی طاقت سے باہر ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مدعی مسیحیت نے خود اپنی کتاب میں قیامت کی آیات کو اپنے اور اپنے زمانے پر چسپاں کیا ہے۔ اور پھر لطف یہ کہ کسی جگہ یہ بھی تحریر فرما گئے ہیں کہ قیامت کی آیات دونوں طرف کام میں لائی جا سکتی ہیں۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

و نفخ فی الصور فصعق من فی السما وا ت و من فی ا لارض الّا ما (قرآن میں ما کا لفظ نہیں بلکہ اس کی جگہ من ہے۔ صابری) ثم نفخ فیه اخری فا ذا هم قیا م ینظرو ن ۔ یہ آیتیں ذوالوجوہ ہیں قیامت سے بھی تعلق رکھتی ہیں اور اس عالم سے بھی (شہادۃ القرآن از مرزا طبع چہارم ص ۲۵)

ظاہر ہے کہ جب ان کے پیر و مرشد (مرزا غلام احمد قادیانی) نے اس اہم مسئلہ میں دو کشتیوں میں پاؤں رکھا ہوا ہے، تو مرید بیچارے کیا کر سکتے ہیں ۔ اور ان کا ذاتی علم یہاں کس کام آسکتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ قادیانی اور لاہوری اصحاب اہل بہاء سے اصولی بحث نہیں کر سکتے ۔ میں یہ الفاظ علی وجہ البصیرت کہہ رہا ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ ڈاکٹر بشارت احمد، مولوی عمر الدین شملوی، مولوی اللہ دتا جالندھری، مولوی فضل الدین وغیرھم نے وقتاً فوقتاً کیا لکھا ہے اور کیا لکھتے رہتے ہیں ۔ گویا وہ بہائیت پر اعتراض تو کر سکتے ہیں لیکن اصولاً اپنے عقاید کو ان کے مقابل صحیح ثابت نہیں کر سکتے ۔ انصاف سے دیکھئے تو یہ بات کس قدر افسوس ناک ہے ۔

الغرض لے دے حضرت مولانا مدیر اہل حدیث (ثناء اللہ امرتسری) کی ذات گرامی پر بھروسہ تھا بقول شخصے

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

چنانچہ آپ نے جواب دیا اور بحث میں وقتاً فوقتاً حصہ لینے لگے لیکن آخرکار نامکمل چھوڑ دیا ۔ (مولانا ثناء اللہ امرتسری حاشیہ میں لکھتے ہیں : اہل حدیث امرتسر کا مخاطب صرف ایک گروہ نہیں ہے ۔ آپ کو معلوم ہے کہ متعدد گروہ ہیں ۔ اس لئے بحکم ائت کل ذی حق حقه (ہر ایک کا حق ادا کرنا واجب ہے) اسی بنا پر کبھی اہل بہاء کے خطاب میں ناغہ ہو جاتا ہے ۔ کیوں ؟

معشوق ما بمذہب ہر کس برابر است با ما شراب خورد و بزاہد نماز کرد ۔) یہاں تک کہ پیامبر بابت فروری ۱۹۴۱ء میں بایں الفاظ ایک مضمون بعنوان ، قیامت اسی دنیا میں ، نکلا جس کی ابتدائی سطور درج ذیل ہیں ۔

ہم نے مختلف دلائل سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ فنائے عالم کا نام قیامت نہیں ہے ۔ نہ اس کرہ کے فنا کے بعد قیامت ہے ۔ بلکہ قیامت اسی دنیا میں ہوتی

ہے۔ ہر صاحب شریعت پیغمبر کی آمد سے گزشتہ امت کا حساب و کتاب لیا جاتا ہے۔ انہیں جزا، سزا، ترقی و ہلاکت ملتی ہے۔ ایک نئی امت برپا ہوتی ہے عالم انسانی کا ایک نیا قیام ہوتا ہے۔ قیامت کی حقیقت یہی ہے۔ کائنات ہستی کے فنا اور معدوم ہو جانے کا نام قیامت نہیں ہے (ص ۲۲)

سچ بات یہ ہے کہ اب تک کی بحث کا تو یہی نتیجہ صحیح ہے جو، پیامبر، نے لکھا ہے۔ آئندہ خدا بہتر جانتا ہے کہ کب وہ آیات قرآن مجید سے پیش ہوں گی جو اہل اسلام کے متفقہ عقیدہ قیامت کو ثابت کرتی ہوں گی۔

میں ان سطور کے ذریعہ سے حضرت مولانا (مدیر اہل حدیث) صاحب کے علاوہ دیگر محقق علماء کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ وہ قیامت کے متعلق بہائی عقیدہ معلوم کرنے کے بعد اسلامی عقیدے کو قرآن مجید سے ضرور ثابت کرنے کی کوشش فرماویں (ان اعتراضات بہائیہ جواب اہل حدیث امرتسر ۱۷ مئی، ۵۔۱۲ جولائی، ۳۰۔ اگست اور یکم نومبر ۱۹۴۰ء میں مفصل دیا گیا ہے جو آپ کے ملاحظہ سے گذرے ہوں گے۔ اگر نہیں گذرے تو ملاحظہ کر لیجئے۔ جوابات کی مزید ضرورت ہو، تو یار زندہ صحبت باقی۔ ثناء اللہ امرتسری) کیونکہ تقلیداً کسی بات کو ماننا تو درست نہیں۔ ایمان کی بنیاد تحقیق پر ہونا چاہیے۔

علاوہ اس کے یہ بات بھی سوچنے کی ہے کہ جب مرزا صاحب قادیانی جیسے شخص کے پیچھے ہندوستان اور پنجاب کے ہزاروں مسلمان محض مسئلہ وفات مسیح کی وجہ سے لگ گئے ہیں حالانکہ حیات و ممات مسیح نہ تو جزو ایمان ہے، نہ ہی مرزا صاحب نے اسے اپنے الہام سے منکشف کیا ہے، تو جب مسئلہ قیامت کی بہائیت کے عقیدے کے مطابق اشاعت ہو جائے گی اور علماء کرام مسکت جواب نہ دے سکیں گے، تو اہل اسلام کا کیا حال ہوگا۔ حالانکہ یہ مسئلہ قیامت مسلمانوں کا جزو ایمان ہے۔ اور قرآن مجید میں توحید باری تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ اسی کا بیان ہوا ہے۔ نیز یہ کہ اس کا انکشاف بھی بہائی پیشواؤں نے کیا۔ باقی سب تفاسیر قریباً اس کے خلاف ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ مارچ ۱۹۴۱ء مطابق ۱۵ صفر ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۱۱ ص ۱۱۔۱۲)

مرزائیت سے توبہ

میں کچھ دنوں سے مرزائی ہوگیا تھا مگر مولوی محمد یعقوب صاحب مبلغ اسلام کے سمجھانے سے مرزا صاحب قادیانی کوان کے دعووں میں سچا نہ جان کر تائب ہوتا ہوں۔ مستری فضل الدین۔ فجو پورہ متصل دھاریوال۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ مارچ ۱۹۴۱ء مطابق ۱۵ صفر ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۱۱ ص ۱۴)

مرزا کے آخری فیصلہ پر سیال کا سیلان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین آگاہ ہوں گے کہ مرزا صاحب کا آخری فیصلہ کیا چیز ہے۔ حق تو یہ ہے کہ آپ کا آخری فیصلہ قادیانی جدال کے لئے واقعی آخری فیصلہ ہے۔ جس طرح عربی میں ایک کہاوت مشہور ہے آخر الحیل سیف (آخری تدبیر تلوار ہے) مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اہل حدیث کے مواخذات سے تنگ آ کر چیختے چلاتے ہوئے ایک مضمون شائع کیا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

> مولوی ثناء اللہ نے ہم کو بہت تنگ کر رکھا ہے۔ وہ ہمارے بنائے ہوئے قلعے کو گرانا چاہتا ہے اس لئے ہم دعا کرتے ہیں کہ اے خدا ہم دونوں (مرزا قادیانی وثناء اللہ امرتسری) میں سے جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مر جائے۔

کوئی وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی کے منہ سے نکلی ہوئی بات فوراً قبول ہوجاتی ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب قادیانی کی یہ دعا قبول ہوگئی جسے دنیا نے دیکھ لیا۔

آخر آپ ایک اچھے آدمی تھے اور کسی مرتبہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ خدا نے منہ مانگی چیز دے دی۔ اس پر اعتراض کیا؟

چاہیے تو یہ تھا کہ قادیانی اور لاہوری جماعتوں کے مرزائی افراد مرزا صاحب قادیانی کی موت کو اس دعا کا مصداق قرار دے کر جھگڑا چکا دیتے، مگر وہ خواہ مخواہ پسے ہوئے کو پیس رہے ہیں اور پانی بلو رہے ہیں جس پر ہمیں بھی کچھ کہنا پڑتا ہے اسی لئے ہمارے ہی مخلص دوست مولوی ظفر علی خان جیسے ادیب بظاہر ہمیں پر عتاب کا اظہار

کرتے ہوئے کہتے ہیں

خدا شرمائے اس ظالم ثناء اللہ کو جس نے
نہ چھوڑا قبر میں بھی قادیانیت کے بانی کو

باوجودیکہ آخری فیصلہ صحیح معنوں میں آخری فیصلہ ہے، تاہم جن لوگوں کے دلوں میں جمود و استکبار بھرا ہوا ہے، وہ انکار ہی کئے جاتے ہیں۔ ان متکبر منکرین میں سے ایک صاحب چوہدری فتح محمد سیال قادیانی بھی ہیں، جنہوں نے لانسلّم کہتے ہوئے اس مضمون پر کئی بار قلم اٹھایا، اور مدلل جواب پا کر بھی ان کی تسلی نہ ہوئی، اور متواتر مزید تقاضا کرتے رہے۔ چنانچہ اخبار الفضل قادیان کی فروری و مارچ ۱۹۴۱ء کی اشاعتوں میں ان کی طرف سے کئی ایک نوٹ شائع ہوئے ہیں۔ ان سب کا خلاصہ بقول: مرغ کی ایک ہی ٹانگ، یہ ہے کہ:

آخری فیصلہ والی دعا دراصل اس مباہلہ کی زنجیر کی ایک کڑی ہے جو ۱۸۹۶ء میں بصورت کتاب انجام آتھم شائع ہوا تھا جس میں مرزا صاحب نے علمائے اسلام کو عموماً اور مولوی ثناء اللہ کو خصوصاً دعوت مباہلہ دی تھی چونکہ یہ دعا اسی مباہلہ کی کڑی تھی اور واقعہ یہ ہے کہ مباہلہ منعقد ہی نہیں ہوا، اس لئے یہ اشتہار بھی قابل استناد نہ رہا۔

اس کے جواب میں بارہا کہا گیا کہ یہ اشتہار اس سلسلہ کی کڑی نہیں بلکہ ایک الگ مستقل مضمون ہے۔

سیال صاحب کی خیانت:

آپ نے اخبار الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء اور اخبار بدر ۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے حوالوں سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا اشتہار آخری فیصلہ مباہلہ سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ پڑھ کر ہمیں سخت افسوس ہوا اور اسی افسوس میں ہمیں ایک گذشتہ واقعہ یاد آ گیا جس کی تفصیل یہ ہے۔

مدینہ منورہ میں ایک شریف قوم رہتی تھی جس نے دربار رسالت میں توراۃ پڑھتے ہوئے اصل حوالے کو ہاتھ سے چھپا کر ادھر ادھر کی عبارت پڑھ دی تھی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن سلام نے ان کا ہاتھ اٹھوا کر کہا کہ، یہاں سے پڑھو، ۔

یہ سنتے ہی اس شریف قوم پر منوں برف پڑ گئی، اور مارے ندامت کے سر نہ اٹھا سکے۔

ہمارے علم میں اس واقعہ کی نظیر اسلامی تاریخ میں نہیں ملتی۔ ہاں قادیانی مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) اور ان کے حواریوں نے اس کی نظیر پیدا کر دی جس کے لئے ہم ان کے شکر گذار ہیں۔

ناظرین! ہاتھ رکھ کر پوشیدہ کی ہوئی عبارت ہم اخبار الحکم قادیان اور اخبار بدر قادیان کے حوالوں سے پیش کرتے ہیں۔ غور سے سنئیے

میرا مضمون متعلقہ درخواست فیصلہ نقل کر کے اخبار الحکم اور اخبار بدر نے جواب میں لکھا کہ:

> اس مضمون کے جواب میں، میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو بشارت دیتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب نے ان کے اس چیلنج کو قبول کر لیا ہے۔ وہ بے شک قسم کھا کر بیان کریں کہ یہ شخص اپنے دعوے میں جھوٹا ہے اور بے شک یہ بات کہیں کہ اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں تو
>
> لعنة الله على الكا ذ بين
>
> اور اس کے علاوہ اس کو اختیار ہے اپنے جھوٹا ہونے کی صورت میں ہلاکت وغیرہ کے جو عذاب اپنے لئے چاہے خدا سے مانگے۔ لیکن خدا کے رسول چونکہ رحیم و کریم ہوتے ہیں اور ان کی ہر وقت یہی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شخص ہلاکت اور مصیبت میں نہ پڑے، اس واسطے باوجود اس قدر شوخیوں اور دل آزاریوں کے جو ثناء اللہ سے ہمیشہ ظہور میں آتی ہیں حضرت اقدس (مرزا قادیانی) نے پھر بھی اس پر رحم کر کے فرمایا ہے کہ یہ مباہلہ چند روز کے بعد ہو جب کہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہو جاوے۔
>
> (اخبار الحکم قادیان ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء۔ اخبار بدر ۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء)

یہ عبارت ہے جس کو چودھری فتح محمد صاحب نے اس شریف قوم کی طرح چھپایا ہے جس کی شان میں آیا ہے تبدو نها و تخفو ن كثيراً (تم لوگ توراۃ کا کچھ حصہ ظاہر کرتے ہو اور بہت سا چھپاتے ہو) چونکہ یہ عبارت بآواز بلند پکار رہی ہے کہ مرزا غلام

احمد صاحب نے (بزعم خود) میری دعوت مباہلہ کو کتاب حقیقۃ الوحی کی اشاعت کے پیچھے ڈال دیا (بہت اچھا!) کتاب حقیقۃ الوحی ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی اور دعائے آخری فیصلہ کے اشتہار پر تاریخ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء مرقوم ہے جو ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے بدر میں شائع ہوا، یعنی حقیقۃ الوحی کی اشاعت سے ایک مہینہ پہلے۔

اگر آخری فیصلے والا اشتہار اس مباہلے سے تعلق رکھتا، تو نہایت ضروری تھا کہ یہ اشتہار کہیں جون جولائی ۱۹۰۷ء میں جا کر شائع ہوتا کیونکہ اگر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ۱۵ مئی کو شائع ہونے والی کتاب میرے پاس بھیج دیتے، اور میں اس کو سمجھ کر پڑھ لیتا تو کم سے کم ایک مہینہ لگ جاتا۔ اس کے بعد دیکھا جاتا مباہلہ ہوتا یا نہ ہوتا۔ مگر جو واقعہ ۱۵ مئی کے بعد کسی تاریخ کو ہونا تھا اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو وقوع میں آ گیا۔

قادیانی ممبرو! کیا قادیان کے نئے کیلنڈر میں اپریل کا مہینہ مئی کے بعد لکھا ہے؟۔ اگر بہرحال پہلے ہی ہے، تو ایسا دھوکہ کیوں دیا جاتا ہے۔

ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا
یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا

ہاں اس میں شک نہیں کہ الحکم مذکور میں ایک اور تجویز بھی لکھی ہے کہ اگر مولوی ثناء اللہ چاہے تو حقیقۃ الوحی چھپنے سے پہلے قادیان میں آ کر مرزا غلام احمد صاحب سے مباہلہ کر لے۔ چودھری فتح محمد صاحب اپنی خوش فہمی سے اس عبارت کو پہلی عبارت کا گویا ناسخ قرار دیتے ہیں، حالانکہ دونوں عبارتوں کو پڑھنے سے دو فعل الگ الگ ثابت ہوتی ہیں، ایک فعل مرزا قادیانی کا، دوسرا میرا اپنا۔

مرزا صاحب قادیانی کا فعل یہ تھا کہ ان کی طرف سے میرے ساتھ جو مباہلہ ہونے والا تھا، اس سے پہلے ہرگز نہیں ہوسکتا تھا۔ نہ اس کے لئے قادیان میں ہونا شرط تھا۔ میرا فعل یہ تھا کہ میں اگر چاہتا تو حقیقۃ الوحی کے شائع ہونے سے پہلے ہی قادیان میں جا کر مباہلہ کر لیتا۔ لیکن قادیان میں پہنچ کر مباہلہ کرنا مجھ پر واجب نہ تھا بلکہ میرا اختیاری فعل تھا۔ نیز میں جنوری ۱۹۰۳ء میں مرزا صاحب قادیانی کی دعوت پر قادیان میں پہنچ کر مرزا صاحب قادیانی کے حیلے بہانے دیکھ چکا تھا، اس لئے میں

نے قادیان میں جانا ایک عبث کام سمجھ کر پہلی صورت کو اختیار کیا یعنی حقیقۃ الوحی کی اشاعت کا انتظار کرنا ضروری سمجھا۔ لیکن جب میں نے دیکھا کہ حقیقۃ الوحی شائع ہونے کے باوجود میرے پاس نہیں پہنچی، تو میں نے بذریعہ خط کتاب کا تقاضا کیا جس کا جواب آیا کہ اب تمہیں کتاب بھیجنے کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ خدا نے تمہیں اس دعا کے ذریعہ سے پکڑ لیا ہے جو بصورت آخری فیصلہ شائع ہو چکی ہے (بدر ۱۳ جون ۱۹۰۷ء)

بس اب مطلع صاف ہے کہ: دعا آخری فیصلہ ایک مستقل مضمون ہے اور سابقہ دعوت مباہلہ کے سلسلہ کے ساتھ اس کا تعلق نہیں ہے۔

قادیانی اور لاہوری جماعتوں کا باہمی اختلاف خواہ کتنا ہی ہو لیکن اس فن (اخفائے حق) میں دونوں گروہ اس شریف قوم کے مشابہ ہیں جو (عہد رسالت میں) مدینہ منورہ کے ارد گرد رہتی تھی۔

مولوی محمد علی امیر جماعت مرزائیہ لاہور نے اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام آیت اللہ ہے۔ اس میں آپ نے سارا زور اس بات پر صرف کیا ہے کہ دعائے آخری فیصلہ سلسلہ مباہلہ سے تعلق رکھتی ہے مگر وہ بھی ہماری پیش کردہ عبارت کو کھا گئے جس پر سارا مدار کار ہے جس طرح چودھری فتح محمد سیال صاحب اصل مقام سے اسکو چھوڑ گئے ہیں۔

بڑے صاحب کی خیانت:

اب ہم یہ دکھاتے ہیں کہ یہ دونوں صاحب جن حضرت کے پیرو ہیں وہ خود (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے ناظرین توجہ سے سنیں۔ اگر اتباع مرزا ان کو ملیں تو ان سے مندرجہ ذیل واقعہ کا جواب طلب کریں۔

مرزا غلام احمد صاحب، حمامۃ البشری میں لکھتے ہیں:

و العجب کل العجب انهم یزیدون لفظ السماء من عندهم و لا تجد اثراً منه فی حدیث (ص ۱۸) (یعنی تعجب ہے کہ مسلم علماء نزول مسیح کے متعلق آسمان کا لفظ اپنے پاس سے بڑھا دیتے ہیں حالانکہ کسی حدیث میں اس کا ثبوت نہیں ملتا)

پھر آگے چل کر آپ نے حدیث نزول مسیح لکھی ہے جس میں الفاظ نبوی یوں نقل کئے ہیں:

ینزل اخی عیسی ابن مریم علی جبل اخیق (ص۸۸۔۸۹)

حالانکہ جس کتاب (کنز العمال) سے یہ حدیث نقل کی ہے اس میں اس حدیث کے الفاظ یوں ہیں

ینزل اخی عیسی ابن مریم من السماء علی جبل اخیق

(عیسی بن مریم آسمان سے اتریں گے)

اللہ اللہ! کس قدر دلیری ہے کہ مونچھوں پر تاؤ دے کر دن دہاڑے علمی ڈاکہ ڈالا جاتا ہے۔ جس جماعت کا نبی، مسیح موعود، اور مجدد وقت نقل روایت میں خائن ہو اس جماعت کے افراد اور اکابر کیوں ایسے نہ ہوں۔

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
رو بسوئے خانہء خمار دارد پیر ما

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ مارچ ۱۹۴۱ء مطابق ۲۲ صفر ۱۳۶۰ھ ج ۳۸ نمبر ۱۲ ص ۵۔۶)

مرزائیوں سے مناظرہ

میانہ پورہ شہر سیالکوٹ میں ۲۳ فروری ۱۹۴۱ء کو اہل اسلام اور مرزائیوں کے مابین مسئلہ حیات مسیح پر ایک مناظرہ ہوا۔ اہل اسلام کی طرف سے حافظ محمد شریف اور مرزائیوں کی طرف سے ملک عبدالرحمٰن خادم مناظر تھے۔ مناظرہ تین گھنٹے جاری رہا۔ حافظ صاحب نے آیات قرآن احادیث نبویہ اور مرزا کے اور حکیم نور دین کے اقوال سے حیات مسیح کا ثبوت دیا مگر خادم صاحب نے جواب تو وہی دیا جو وہ پہلے دیا کرتے ہیں۔ پبلک پر واضح ہو گیا کہ حضرت عیسی آسمان پر زندہ ہیں اور مرزا صاحب کی تاویلات بالکل غلط ہیں۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ مارچ ۱۹۴۱ء مطابق ۲۲ صفر ۱۳۶۰ھ ج ۳۸ نمبر ۱۲ ص ۱۴)

مناظرہ فجو پورہ

منشی محمد عبداللہ معمار امرتسری بتاتے ہیں کہ فجو پورہ متصل دھاریوال ضلع گورداسپور میں ۲ مارچ ۱۹۴۱ء کو ایک اسلامی جلسہ ہوا۔ جس میں شور وغل ڈالنے کے لئے قادیان اور موضع اٹھوال سے بہت سے لٹھ بند مرزائی بھی شامل ہوئے اور

مناظرے کا چیلنج دیا۔ اہل اسلام نے ان کے چیلنج کو منظور کر کے صدق و کذب مرزا پر مناظرہ مقرر کیا۔ چنانچہ سوا تین بجے سے سوا چھ بجے دن تک مناظرہ ہوا۔

اہل اسلام کی طرف سے خاکسار (منشی محمد عبداللہ معمار) اور مرزائیوں کی طرف سے مولوی اللہ دتہ جالندھری مناظر ہوئے۔

مرزائیوں کی طرف سے حسب عادت بہت سی بے تعلق باتیں پیش ہوئیں جن کا مفصل مدلل جواب دیتے ہوئے مسلمانوں کی طرف سے نکاح محمدی بیگم، پیش گوئی متعلقہ عبداللہ آتھم، پیش گوئی متعلقہ ڈاکٹر عبدالحکیم، آخری فیصلہ نیز بہت سے کذبات مرزا پیش کئے گئے۔ جن کا کوئی صحیح جواب ان سے بن نہ پڑا۔

خاص بات جو قابل ذکر ہے وہ یہ کہ پیش گوئی محمدی بیگم کے ذکر میں مولوی اللہ دتہ صاحب نے کہا کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری والد محمدی بیگم کے مرنے سے پیش گوئی کا ایک حصہ پورا ہو گیا۔

اس کے جواب میں بتایا گیا کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی موت کی میعاد تین سال تھی اور اس کا ذکر پیش گوئی میں دوسرے نمبر پر تھا اور مرزا سلطان محمد (ناکح محمدی بیگم) کا ذکر پہلے اور میعاد اڑھائی سال بتائی گئی تھی جو دال ہے کہ پہلے سلطان محمد فوت ہو گا۔ اس کے بعد مرزا احمد بیگ مرے گا۔

مرزائی مولوی صاحب نے کہا کہ احمد بیگ کی موت کے لئے تین سال کی قیدیوں ہی تھی۔ مرزا صاحب نے صاف لکھا تھا کہ مو تك قريب (تیری موت قریب ہے)۔ یہ عبارت آئینہ کمالات اسلام (مصنفہ مرزا قادیانی) سے پڑھ کر سنائی۔

خاکسار (منشی عبداللہ معمار) نے کہا کہ یہ کتاب احمد بیگ کی وفات (جو ستمبر ۱۸۹۲ء میں ہوئی۔ دیکھو آئینہ کمالات اسلام۔ حاشیہ۔ ص ۲۸۶) کے بعد ۱۸۹۳ء میں تصنیف ہوئی (ملاحظہ ہو ٹائیٹل پیج اول کتاب مذکور) پس یہ الفاظ مو تك قريب مرزا غلام احمد صاحب نے بطور افتراء بعد میں لکھ کر پبلک کو دھوکہ دیا ہے۔ اگر مرزائی اصحاب مرزا احمد بیگ کے متعلق اس کی موت سے قبل کسی پیش گوئی میں یہ الفاظ شائع شدہ دکھا دیں تو بعد فیصلہ ثالث مبلغ دس روپیہ انعام دوں گا۔

مولوی اللہ دتا صاحب نے بڑی تحدی سے کتاب تبلیغ رسالت (مجموعہ اشتہارات

مرزا صاحب) سے یہ الفاظ دکھانے کا ادعا اور بصورت دیگر مرزا غلام احمد صاحب کو غیر صادق ماننے پر آمادگی کا اعلان کیا۔

جس پر میں (عبداللہ معمار) نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ یہ مرزا صاحب کا قطعاً افتراء ہے۔ میں دس کیا، پچاس روپئے انعام دینے کو تیار ہوں ۔آپ ابھی تبلیغ رسالت نکال کر دکھائیں ورنہ کذب مرزا کا اقرار کریں۔

مولوی اللہ دتا صاحب نے کہا کہ کتاب اس وقت نہیں ہے ۔ہم ایک ہفتہ تک دکھا دیں گے ۔

میں (عبداللہ معمار) نے کہا کہ یہ ٹال مٹول میں نہیں ماننے کا۔ قادیان یہاں سے دور نہیں (صرف چند میل کے فاصلہ پر ہے)۔آپ آدمی بھیج کر کتاب مذکور منگوا لیں اور کل اسی میدان میں ایک شخص غیر جانبدار کو ثالث مقرر کر کے اس معاملہ پر ایک گھنٹہ مناظرہ کریں۔ پھر ثالث جو فیصلہ دے فریقین کو منظور ہوگا۔

فریق ثانی نے کہا کہ آپ اس انعامی چیلنج کو لکھ کر دیویں ہمیں منظور ہے۔

میں نے اسی وقت اپنا انعامی وعدہ لکھ دیا۔

اتنے میں وقت مناظرہ ختم ہوگیا۔

بعد مناظرہ میں نے کہا کہ لیجئے یہ میرا چیلنج اور اس کے مقابل آپ بھی تحریر کر دیں کہ اگر ہم زیر بحث الفاظ جو مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی موت قریب ہونے پر اس کی زندگی میں شائع کئے گئے ہوں نہ دکھا سکیں تو حسب فیصلہ ثالث مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو کاذب تسلیم کریں گے۔

افسوس مرزائی مولوی صاحب باوجود گھنٹہ بھر کے اصرار و تکرار کے اس پر آمادہ نہ ہوئے۔جس سے پبلک پر واضح ہوگیا کہ مرزائی یقیناً جھوٹے ہیں۔

ہم اس وقت بھی اپنے چیلنج پر قائم ہیں ۔اگر اب بھی جبکہ مرزائی دوست تبلیغ رسالت وغیرہ ملاحظہ کر چکے ہوں گے کچھ دیانتداری کا مادہ رکھتے ہیں تو اپنے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے ثالث کا تقرر کر کے اسی فجو پورہ میں تاریخ مقرر فرما کر آجائیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ مارچ ۱۹۴۱ء مطابق ۲۲ صفر ۱۳۶۰ھ ج ۳۸ نمبر ۱۲ ص ۷)

اہلحدیث کا ایک مطالبہ اور قادیان سے اسکا جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

امسال قادیان کے سالانہ جلسہ کے موقع پر دفتر اہل حدیث امرتسر کی طرف سے ایک اشتہار تقسیم کرایا گیا تھا جو بعد میں اہل حدیث مورخہ ۳ جنوری ۱۹۴۱ء میں بھی شائع ہوا تھا۔ قادیانی مباحث کے لئے یہ اشتہار فیصلہ کن تھا۔ اس کی مثال بالکل یہ ہے کہ مدعی اپنے بیان میں عدالت اور مدعا علیہ کے سامنے کہتا ہے کہ میری رقم کا حساب اگر مدعا علیہ کے روز نامچہ میں نہیں ہے، تو میں بھی جھوٹا اور میرا دعوی بھی جھوٹا۔ مدعا علیہ اس بیان سے اتفاق کر کے اپنا روز نامچہ عدالت کے سامنے رکھ دیتا ہے اور عدالت سے کہتا ہے کہ مدعی کا حساب میرے روز نامچہ کے جس صفحے پر مرقوم ہے مدعی وہ صفحہ نکال کر دکھاوے۔ اس کے جواب میں مدعی کا جوفرض منصبی ہونا چاہیے وہ بالکل واضح ہے کہ مدعی مدعا علیہ کے روز نامچہ میں اپنا حساب دکھا دے ورنہ اپنا دعوی واپس لے۔ اگر مدعی ادھر ادھر کی باتیں کر کے جھگڑے کو ناحق طول دے گا تو ذلیل ہوگا۔

ہم نے اپنے اشتہار میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ایک عبارت تحفہ الندوہ سے پیش کی تھی جس میں مرزا صاحب قادیانی نے فرمایا تھا کہ:

قرآن نے اگر میرا نام ابن مریم نہیں رکھا تو میں جھوٹا (تحفہ ندوہ۔ص ۵)

اس کے جواب میں الفضل قادیان میں ایک وکیل صاحب کا مضمون شائع ہوا جن کا نام یوں مرقوم ہے۔ محمد عبدالمجید ایڈووکیٹ ہائی کورٹ پنجاب

آپ نے اس جواب میں عجیب وغریب رنگ دکھائے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ قابل وکیل ہی ایسا کیا کرتے ہیں۔ جس کی مثال یہ ہے کہ حاکم مدعی سے اس کے دعوی کا ثبوت طلب کرتا ہے کہ بتاؤ تم نے یہ رقم مدعی کو کب دی اور اس کا کیا ثبوت ہے؟

مدعی کا قابل وکیل اٹھ کر دھواں دھار تقریر شروع کر دیتا ہے کہ حضور! میرا

موکل بڑا سا ہوکار ہے لاکھوں کی تجارت کرتا ہے بمبئی اور کلکتے میں اس کی کئی ایک کوٹھیاں ہیں اس کا باپ بڑا مشہور تاجر تھا اس کا دادا کوٹھی دار تھا اس کے گھر میں پچاس نوکر ہیں اور دس موٹر کاریں ہیں۔

یہ باتیں سن کر حاکم کہتا ہے کہ ان باتوں کو اصل واقع سے کوئی تعلق نہیں، قرضے کا ثبوت پیش کرو۔

قابل وکیل کہتا ہے ہاں حضور سنئیے! میں عرض کرتا ہوں۔حقیقت یہ ہے کہ میرے موکل کے دعوت کا ثبوت ان معنی میں نہیں ہے جو بظاہر عرضی دعوے سے مفہوم ہوتے ہیں۔

ناظرین! بتایئے کہ حاکم ایسی صورت میں کیا فیصلہ دے گا۔

خطرہ ہے کہ آپ لوگ ہماری مثال کو مضحکہ خیز اور بناوٹی سمجھیں گے اس لئے ہم وکیل صاحب کے اصل الفاظ پیش کر کے ناظرین سے اپنی مثال کی تصدیق چاہتے ہیں۔وکیل صاحب لکھتے ہیں:

> جناب مولوی صاحب عام مسلمانوں کو ایک نہایت نازک پوزیشن میں رکھ رہے ہیں اور اس مطالبہ اور اس کے نتائج سے ایک بڑی ذمہ داری اپنے سر لے رہے ہیں کیونکہ معیار صداقت کے لئے جناب مولوی صاحب کا حربہ ایک فضول اور بے ہودہ مطالبہ ہے اور سمجھ دار پبلک کو ہنسی کا موقع مل رہا ہے ۔نہ خود جناب مرزا صاحب کا منشاء ایسا تھا جس پر اعتراض ہو رہا ہے اور نہ کوئی سمجھ دار مسلمان ایسا تسلیم کرنے کو تیار ہے کیونکہ یہ امر عامہ پبلک کے سامنے ایک سے زیادہ مرتبہ آچکا ہے کہ جناب مرزا صاحب قادیانی کا دعوی ابن مریم ہونے کا کیا ہے اور کس رنگ میں ہے۔خود جناب مولوی صاحب اپنے دل میں اچھی طرح جانتے ہیں اور دیگر جوان سے بخوبی آگاہ ہو چکے ہیں مغالطہ دہی ذرا مشک سے جناب مرزا صاحب نے اس مسئلہ پر تقریری اور تحریری بے شمار رنگوں میں روشنی ڈالی ہے جس کا اعادہ یہاں ضروری نہیں ہے بھلا ایک ایسے امر کے جس کی وضاحت اور تشریح ایک سے زیادہ مرتبہ ہو چکی ہو، اور خود جناب مرزا صاحب اس کے متعلق متعدد بار تحریر کر چکے

ہوں ان کے منشاء اور مطلب کے خلاف معنی لے کر ایسا اعتراض کرنا اور اس کو معیار صداقت جماعت احمدیہ قرار دینا ایک بچوں کی سی بات نہیں تو اور کیا ہے۔ جناب مولوی صاحب سے ایسے امور کی نہ تو امید ہے اور نہ ان کے شایان شان ہے اور نہ ہی عام مسلمان انہیں ایسی اجازت دے سکتے ہیں ایسے بے وزن اور غیر معقول مطالبات سے جناب مولوی صاحب اپنے دیگر مطالبات کو بھی بے وقعت کر کے جماعت احمدیہ کے ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں...

بہر حال میں اپنے یقین کو دہراتا ہوں کہ جناب مولوی صاحب اپنے اس اعتراض میں اور اسے معیار صداقت و دعاوی جناب مرزا صاحب قرار دینے میں محض چھیڑ خانی سے کام لے رہے ہیں جو ان کی شان کے مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ اعتراض تو فی نفسہ بالکل بودا اور بے جان ہے اور مطالبہ محض شائیلوک کا سیر بھر گوشت کا مطالبہ ہے۔ اور اگر جناب مولوی صاحب سچ مچ اپنے ایمانیہ رنگ میں اس اعتراض کو متانت اور سنجیدگی سے پیش کر رہے ہیں تو پھر ان کا طرز استدلال اور رنگ اعتراض نہایت ہی گھٹیا درجہ کا ہے اور ان کی روش مباحثہ اور طریق مناظرہ بالکل وہی ہے جو کسی وقت (اب سے دور) امرتسر میں آریہ سماج کے آتمارامی جلسوں میں اختیار کیا جاتا تھا۔ اور غرض جس کی محض حاضرین میں ہاہو پیدا کرنے کی ہوا کرتی تھی۔ (الفضل قادیان ۱۵ مارچ ۱۹۴۱ء ص ۵)

ناظرین! یہاں تک تو آپ نے دیکھ کہ بالکل وہی مثال ہے جس کو عدالت نے بے کار قرار دیا تھا اب اور آگے سنئیے! وکیل کے ملفوظات کا دوسرا حصہ یہ ہے:

مسلمانوں کا وہ گروہ جو حضرت عیسی کی دوبارہ آمد کا منتظر ہی نہیں ہے وہ تو اس تنازعہ سے پاک ہے۔ وہ اگر جناب مرزا صاحب کی صداقت کا قائل ہوگا تو اس دعوی کو محض اک استعارہ سمجھے گا۔ پھر وہ گروہ جو حضرت عیسی کی دوبارہ آمد کا منتظر ہے۔ اس میں بعض تو انہیں فوت شدہ سمجھتے ہیں، ان کے لئے تو آنے والا موعود نسبتاً ہی ابن مریم ہوسکتا ہے۔ اور مثیل ہونا ہی وجود

مریم کی طرف توجہ دلا سکتا ہے۔ اور یہی احمدیوں کا عقیدہ ہے۔ اور وہ لوگ جو ابھی تک سچ مچ حضرت عیسی کو زندہ بجسد عنصری ویسے کا ویسا تمام فضاء کائنات کل اور موجودات اتم میں سمایا ہوا یقین رکھتے ہیں اور پھر ایک نقطہ پر سمٹ سمٹا کر منارہ دمشق پر ان کے نزول کا ایمان رکھتے ہیں ان کے لئے البتہ یہ اعتراض کچھ حقیقت رکھتا ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ جناب مرزا صاحب ایسا اعتقاد نہیں رکھتے۔ ان کے نزدیک ابن مریم، موعود چودھویں صدی ہجری کا مصلح اور خلیفہ ہے اور چند ایک نسبتوں اور خصوصیتوں کی وجہ سے وہ ابن مریم کہلاتا ہے۔

جناب مولوی صاحب! ذرا سنیئے تو! جو صاحب مرزا صاحب کو موعود زمانہ اور موعود مسیح تسلیم کرے گا اور انہیں خلیفۃ الرسول (فداہ ابی وامی وروحی) مانے گا اور پھر سلسلہ موسوی اور سلسلہ محمدی کی مماثلت پر از روئے قرآن شریف ایمان رکھے گا تو وہ از روئے قرآن شریف انہیں مماثلتی سلسلہ میں ابن مریم بھی کہہ لے گا۔ اور مدعی کا ایسا دعوی از روئے قرآن شریف لازماً درست بھی ہوگا کیونکہ مسیح موعود خلیفۃ الرسول ہو کر ہی اس نے اپنا نام قرآن شریف میں ہونا بیان کیا ہے۔ بھلا مریم میں پھونکی ہوئی روح مجسم ہو کر متمثلاً ابن مریم نہ ہوگی۔ تو آپ ہی بتلائیں کہ اس کا کیا نام ہوگا۔ یہ حقیقت بیان کردہ قرآن شریف ہے۔ لاکھ ہیرا پھیری کریں انکار کی گنجائش محض فریبانہ ہوگی اور جو شخص ان کو مسیح موعود زمانہ ہی نہ مانے گا، اس کے لئے آپ کا یہ سن گورکھ دھندا ایک بکھیڑا ہی ہوگا۔ دیکھئے خلفاء کا ہونا امت موسی میں ابن مریم کا ہونا، موسوی اور محمدی سلسلوں سلسلہ کا مشابہت تامہ ہونا، بطن مریم سے ابن مریم کا ظہور میں آنا۔ یہ سب قرآنی صداقتیں ہیں اور اگر جناب مرزا صاحب کا مسیح موعود، موعود زمانہ، خلیفۃ الرسول ہونا درست ہے تو یقیناً اور حتماً ان کا نام ابن مریم قرآنی حقیقت ہے اور اس سے انکار غلط اور صد بار غلط ہے۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: اس عبارت میں ہوشیار وکیل

نے اشارۃً ہم کو اطلاع دی ہے کہ ہم مرزا صاحب قادیانی کے دعوی کو غلط سمجھیں کیونکہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص مرزا صاحب قادیانی کو مسیح موعود مانتا ہوگا وہ ان کا یہ دعوی بھی مان لے گا۔ اور جو نہیں مانتا وہ اسے بھی تسلیم نہیں کرے گا۔

ہم چونکہ مرزا صاحب قادیانی کو مسیح موعود اور مثیل مسیح نہیں مانتے، اس لئے ہم اگر ان کا نام ابن مریم قرآن میں نہ پائیں، تو ہم حق بجانب ہیں۔

اب ہم بتاتے ہیں کہ وکیل صاحب نے کمال ایمان داری سے مدعی کے دعوی کو بے ثبوت کہہ دیا ہے۔ یہ مقولہ نقل کرنے سے پہلے ہم یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہماری حیثیت منکر کی ہے اور مرزا صاحب نے منکرین ہی سے تسلیم کرانے کیلئے یہ دعوی کیا تھا کہ قرآن میں میرا نام ابن مریم ہے اگر نہ ہوا تو میں جھوٹا ٹھہروں گا۔ بس ہماری حیثیت اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا منصب ملحوظ رکھ کر وکیل صاحب کی مندرجہ ذیل تحریر ملاحظہ فرمایئے۔ آپ لکھتے ہیں:

> یہ تو جناب مولوی صاحب جانتے ہیں کہ جناب مرزا صاحب نے قرآن شریف ضرور پڑھا ہوگا اور ہر ایک مسلمان جس نے قرآن شریف پڑھا ہے خوب جانتا ہے کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا م لیکن (غالباً اصل لفظ، لیکن، نہیں لے کر، ہے۔ ثناء اللہ) ابن مریم کہیں درج نہیں ہے اور نہ ہی ایسا کہہ کر اور لکھ کر جناب مرزا صاحب کسی کو یقین دلا سکتے تھیاور اپنی سچائی پر ایسی دلیل لا سکتے تھے۔ (الفضل قادیان ۱۵ مارچ ۱۹۴۱ء ص ۵)

ناظرین! اس آخری اقتباس کو ملاحظہ کر کے فیصلہ کیجئے کہ مرزا غلام احمد صاحب اپنے مخالفوں کے سامنے ایسی دلیل پیش کرتے ہیں جو بقول وکیل صاحب ان کے سامنے پیش کرنے کے قابل نہیں ہے۔ جن لوگوں نے عمر بھر میں ایک مرتبہ بھی قرآن کو باترجمہ پڑھا ہوگا وہ ہمارے دعوی کی تصدیق کر سکتے ہیں کہ قرآن شریف جہاں کہیں مخالفوں سے خطاب کرتا ہے تو نہایت پختہ دلیل سے کرتا ہے۔ مثلاً مشرکوں سے خطاب ہے تو زبردست دلیل سے، اگر مسیحیوں سے خطاب ہے تو براہان قاطعہ سے۔ لیکن قادیان کے مسیح موعود جو سلطان القلم کہلاتے ہیں ایسے اوچھے ہتھیاروں سے مقابلہ کرتے ہیں جن کی شان میں یہ کہنا بالکل بجا ہے

تیغ تو اوچھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ ہی
دل کے قاتل کو بڑھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

ناظرین کرام! قادیانی نے مباحث نے جتنا طول کھینچا ہے آپ لوگوں سے مخفی نہیں۔ ہر ایک متلاشی حق ان طویل مباحث کو پڑھ کر ملول و مایوس ہو جاتا ہے اس لئے ہم ہمیشہ اسی فکر میں رہتے ہیں کہ مختصر لفظوں میں اصل مطلب کی بات پیش کرے جھگڑے کو نپٹا دیں۔ استاد غالب مرحوم بھی ہمیں یہی مشورہ دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

نہ دے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھ دے
کہ حسرت سنج ہوں عرض ستم ہائے جدائی کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ مارچ ۱۹۴۱ء مطابق ۲۹ صفر ۱۳۶۰ھ ج ۳۸ نمبر ۱۳ ص ۵۔۷)

قادیانی توحید

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ مارچ ۱۹۴۱ء میں ایک مفصل مضمون شائع ہوا تھا جس میں کئی فرقوں کے خیالات متعلقہ توحید بتائے گئے تھے۔ ان میں فرقہ قادیانیہ کے بانی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ایک شعر نقل کیا گیا تھا جس کے الفاظ یہ ہیں:

شان احمد را کہ داند جز خداوند کریم
آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم

اس شعر کی تشریح اس کے صریح الفاظ کے ماتحت ہم نے یوں کی تھی کہ:

بقول مرزا صاحب آنحضرت ﷺ نے ایسی ترقی کی کہ آپ کے اسم مبارک احمد سے میم اٹھ گئی اور باقی لفظ احد رہ گیا یعنی آیت قل ھو اللہ احد آپ پر صادق آ گئی۔

اخبار الفضل نے ایک افتتاحیہ اس کے جواب میں لکھا ہے جسے پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے آخری فیصلہ والے اشتہار میں

میرے مواخذات سے تنگ آ کر جو شور و فغاں بلند کیا اس میں آپ حق بجانب تھے جب کہ مرزا صاحب قادیانی جیسے ذی شان بزرگ اہل حدیث کے مواخذات سے چیخ اٹھے تو ان کے اتباع کو جواب دینے کی کیا سکت ہوسکتی ہے۔اس لئے وہ جب کبھی جواب دینے کو قلم اٹھاتے ہیں تو ان کی مثال اس مکھی کی ہوتی ہے جو شہد سے نکلنے کی کوشش کرتی ہوئی اسی میں پھنس کر مزید مشکلات میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

ناظرین ہمارا یہ دعوی مبالغہ پر مبنی نہ سمجھیں ہم اسی مضمون سے اپنے دعوے کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ فاضل اڈیٹر الفضل قادیان نے مرزا غلام احمد صاحب کی اشاعت توحید کا ذکر یوں شروع کیا ہے کہ:

> حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے شرک سے یہاں تک اجتناب سکھایا اور توحید الہی پر اتنا زور دیا کہ حیات مسیح بجسد عنصری کے عقیدہ کو بھی مفضی الی الشرک قرار دیا اور اس کے لئے دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ اس قدر تلقین فرمائیں کہ اب اہل حدیث کے نام نہاد سردار (ابوالوفا) بھی اس موضوع پر گفتگو کرنے سے گھبراتے ہیں، اور صاف انکار کرتے ہوئے یہ مسئلہ حل شدہ قرار دیتے ہیں۔(الفضل قادیان ۱۹ مارچ ۱۹۴۱ء ص ۱)

لاریب! مسئلہ حیات مسیح اس روز سے فیصل شدہ ہے جس روز ریاست رام پور میں بموجودگی علمائے ذی شان اس خاکسار اور زبدۃ الاخوان قادیان کے مابین ۱۹۰۹ء میں نواب محمد حامد علی خان صاحب کے روبرو مباحثہ ہو کر اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ نواب صاحب موصوف نے فیصلے کا سرٹیفکیٹ ان الفاظ میں رقم فرمایا تھا:

> رام پور میں قادیانی صاحبوں سے مناظرہ کے وقت مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب کی گفتگو ہم نے سنی۔مولوی صاحب نہایت فصیح البیان ہیں اور بڑی خوبی یہ ہے کہ برجستہ کلام کرتے ہیں۔انہوں نے اپنی تقریر میں جس امر کی تمہید باندھی اسے بدلائل ثابت کیا۔ہم ان کے بیان سے محظوظ و مسرور ہوئے۔ محمد حامد علی خان۔

ہم اس روز سے اس مسئلہ کو فیصل شدہ سمجھتے ہیں۔ یہ سرٹیفکیٹ گویا ہائی کورٹ کا فیصلہ ہے۔ ہاں آپ کا عقیدہ حیات مسیح کو شرک قرار دے کر دیگر فرقوں کے متعلق

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے تردیدی مضامین کو اشاعت توحید قرار دینا لکھی کی مذکورہ مثال کو صحیح ثابت کرنا ہے اس کی تفصیل یہ ہے:

براہین احمدیہ کے زمانہ میں بھی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی الہام اور مجددیت کے مدعی تھے بلکہ مثیل مسیح بھی کہلاتے تھے اسی لئے براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۹ پر مرزا صاحب قادیانی کی قلم سے حیات مسیح کا ثبوت ملتا ہے۔ پھر کیا بقول الفضل مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اس وقت مشرک تھے؟ باوجود مجدد ملہم اور مثیل مسیح ہونے کے وفات مسیح کے دلائل قاہرہ اور براہین ساطعہ ان سے مخفی رہیں اور عرصہ بعید کے بعد جب مسیح موعود بننے کا شوق ہوا تو ازالہ اوہام میں وفات مسیح کا مسئلہ مقدم رکھا اور اس پر وہ لے دے کی کہ اللہ دے اور بندہ لے۔

ناظرین! امت مرزائیہ کے افراد و اعیان کہا کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے دعوی الہام سے پہلے بالکل بے گناہ تھے اس لئے بحکم فقد لبثت فيكم عمراً من قبله (پ۱۱۔ع۷) آپ کا دعوی صحیح ہونا چاہیے۔

خدا اڈیٹر الفضل کا بھلا کرے جنہوں نے مرزائیوں کی اس دلیل کو پارہ پارہ کر دیا کیونکہ براہین احمدیہ کا زمانہ تالیف مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعوی مسیحیت موعودہ سے پہلے کا ہے۔ آپ اس زمانہ میں مشرک تھے۔ شرک سے بڑھ کر اور کونسا گناہ ہوسکتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا صاحب قادیانی اپنے دعوی مسیحیت موعودہ میں سچے نہ تھے۔ قادیانی ممبرو! ہاتھ لا استاد کیوں کیسی کہی۔

اچھا آگے چلئے۔ اڈیٹر صاحب الفضل نے ہماری تشریح کو من مانی اور بہتان عظیم کہہ کر جو تشریح خود کی ہے اسے ہم ناظرین کے سامنے رکھ کر جواب دیتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

> اس شعر میں تو حضور (مرزا قادیانی) نے یہ بتایا ہے کہ حضرت ختمی مرتبت علیہ التحیۃ نے اپنی خودی کو یہاں تک چھوڑا اور اپنی ہستی کو حضور باری تعالی میں ایسا فنا کیا کہ آپ اپنی ہستی سے گویا جدا ہو گئے اور تخلّقوا با خلاق الله کا مجسمہ اور حتی اکون سمعه و بصره کا مصداق بن گئے اور ایسا ہونے میں آپ فرد یگانہ تھے۔ چنانچہ مثال میں فرمایا کہ جیسے احمد میں سے

اسکا درمیانی حرف میم جدا کر دیں تو احد رہ جا تا ہے اسی طرح آپ نے اپنے آپ کو راہ مولی میں اتنا مٹایا اور مخلوق خدا کی اصلاح میں ایسا لگا یا کہ تمام دنیا میں آپ ہی ایک کامل و اکمل فرد اور یگانہ بن گئے۔ جو توحید کو کام (قائم ؟) کرنے والے اور دیگر ہستیوں کو خداوند کریم کی ہستی کے مقابل میں فانی اور لا شئے قرار دینے والے تھے۔آپ اپنی ہستیء ہوت (ہیئت کذائی ۔ ثناء) سے جدا ہو کر اپنے آپ کو کھو کر عبد یت کے مقام پر فرد واحد ہو گئے ۔یعنی بندگان خدا میں کامل اطاعت گذار اور اطاعت شعار بندہ ۔اسی لئے قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کو فرمان برداروں میں اول نمبر پر یعنی فرد یگانہ، واحد، و، احد، فرمایا۔اسی کی تفسیر میں حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) نے فرمایا کہ حضرت سید المرسلین کی نماز قربانی عبادت زندگی اور موت سب کچھ رب العالمین کے لئے ہو چکی ۔آپ اپنی ہستی اور خودی کو اسی حضور میں مٹا کر احد ہو گئے ۔اور بندگان الہی اور فرمان برداروں میں سے یگانہ بندہ ہونے کا خطاب پایا۔ یہ سب کچھ برکت بہ اتباع حضرت نبی ﷺ تھا۔پس آپ کی شان کا تو کیا کہنا ۔اور اسے سوائے خدا تعالی کے اور کون کما حقہ بیان فرما سکتا ہے چنانچہ آپ کو حضرت باری تعالی سے ارشاد ہوتا ہے

قل یا عبا دی الذین اسر فوا علی انفسھم لا تقنطوا من ر حمة اللہ ۔(الزمر:۵۳)

یہ وہ مقام جمع و وحدت ہے جو اول المسلمین کو عطا ہوتا ہے اور اسی نکتہ کو سمجھتے ہوئے صحابہ کرام جواب میں اللہ و رسو له ا علم عرض کیا کرتے تھے ۔

(الفضل قادیان ۱۹ مارچ ۱۹۴۱ء ص ۱)

اہل علم ناظرین ہماری تشریح کے ساتھ اڈیٹر الفضل قادیان کی تشریح کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔ پھر ان دونوں تشریحوں میں مقابلہ کر کے دیکھیں کہ کون سی تشریح شعر مذکور کے مفہوم کے لحاظ سے قریب الفہم ہے اور کون سی بعید الفہم ۔

سب سے پہلے یہ سوچنا چاہیے کہ خداوند تعالی کا وہ کون سا نام ہے جو احمد کی میم اٹھ جانے کے بعد رہ جاتا ہے ۔اور یہ بھی سوچنا ہوگا کہ آنحضرت ﷺ کا وہ کون سا

نام ہے جو میم کے ساتھ آپ کی ذات پر صادق آئے اور میم کے بغیر صرف خدا پر بولا جائے۔

اس کا جواب یہی ہے کہ خدا کا وہ نام احد ہے جو اس کا صفاتی نام ہے جس کے ساتھ میم مل جائے تو بصورت احمد آنحضرت ﷺ کا نام بن جاتا ہے۔ مرزا صاحب قادیانی کے قول کے مطابق جب احمد میں سے میم اٹھ گیا تو باقی احد رہ گیا۔ گویا اشھد ان محمد عبد اللہ کی تعبیر یوں ہوئی کہ اشھد ان محمداً عین اللہ۔

مولانا حالی مرحوم نے غالباً قادیان کی طرف منہ کر کے یہ شعر کہا ہوگا

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں

مرزا قادیانی کی خودغرضی:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بڑے ہوشیار آدمی تھے۔ انہوں نے اپنے حق میں لکھا تھا کہ میں خواب میں ہو بہو اللہ بن گیا۔ اور اس کا مجھے یقین بھی ہو گیا کہ میں اللہ ہوں۔ آپ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

رأیتنی فی المنام عین اللہ۔ و تیقنت اننی ھو (آئینہ کمالات اسلام)

(مرزا صاحب قادیانی کی یہ عبارت ذرا تفصیل سے یوں ہے۔

رأیتنی فی المنام عین اللہ و تیقنت اننی ھو ...

میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں اور میرا اپنا کوئی ارادہ اور خیال اور عمل نہیں رہا اور میں ایک سوراخ دار برتن کی طرح ہو گیا ہوں۔ یا اس شئے کی طرح جسے کسی دوسری شئے نے اپنی بغل میں دبا لیا ہو اور اسے اپنے اندر بالکل مخفی کر لیا ہو یہاں تک کہ اس کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہ گیا ہو۔ اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی روح مجھ پر محیط ہو گئی اور میرے جسم پر مستولی ہو کر اپنے وجود میں مجھے پنہاں کر لیا یہاں تک کہ میرا کوئی ذرہ بھی باقی نہ رہا اور میں نے اپنے جسم کو دیکھا تو میرے اعضا اس کے اعضا اور میری آنکھ اس کی آنکھ اور میرے کان اس کے کان اور میری زبان اس کی زبان بن گئی تھی میرے رب نے مجھے پکڑا اور ایسا پکڑا کہ میں بالکل محو ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ اس کی

قوت اور وقدرت مجھ میں جوش مارتی ہے اور اس کی الوہیت مجھ میں موجزن ہے ...اس حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نئی زمین اور نیا آسمان چاہتے تھے۔سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب وتفریق نہ تھی پھر میں نے منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب وتفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں ۔ پھر میں نے آسمانم دنیا کو پیدا کیا۔اور کہا انا زینا السماء الد نیا بمصا بیح پھر میری حالت کشفی سے الہام کی طرف منتقل ہوگئی اور میری زبان پر جاری ہوا ار د ت ان استخلف فخلقت آ د م انا خلقنا ا لا نسا ن فی احسن تقویم ۔

(آئینہ کمالات اسلام ۔ص۵۶۴ ۔ ۵۶۵)

اسی لئے انہوں نے معترضین کا منہ بند کرنے کو یہ لقمہ دیا تھا کہ دیکھو میں تو اسلام اور پیغمبر اسلام کا ایسا فدائی ہوں کہ میں آنحضرت ﷺ کے حق میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ:

آنحضرت ﷺ اپنے اسم مبارک احمد میں سے میم مرفوع ہونے کے بعد احد رہ گئے یعنی اللہ بن گئے تھے۔

تعجب ہے کہ نادان لوگ لفظوں کو اللہ کی ذات سمجھتے ہیں اور یہ حقیقت نہیں جانتے کہ اللہ تعالی ذات وصفات لفظوں سے بالاتر ہے ۔اللہ، احد اور احمد وغیرہ سب الفاظ حادث ہیں ۔ان میں میم ہو ،یا نہ ہو، حدوث میں سب برابر ہیں ۔مگر اللہ اور احد کا مصداق ذات اقدس قدیم ہے، اور احمد کا مصداق حادث ہے وہ کسی طرح قدیم نہیں ہوسکتا، کیونکہ وہ عبدہ ورسولہ ہے۔

قادیانی ممبرو! مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی غلط باتوں کی تصحیح کر کے اپنی بت پرستی کا ثبوت کب تک دیتے رہو گے۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ

تصرف قدرت:

چونکہ مرزا غلام احمد صاحب کے غلط عقیدہ کی حمایت کرنے کو اڈیٹر الفضل قادیان نے قلم اٹھایا ہے اس لئے اس سے ایک ایسی ادبی غلطی سرزد ہوگئی ہے جو مرزا

صاحب قادیانی کے عقیدہ شرکیہ سے کم نہیں ہے ان کی منقولہ عبارت میں سے :

یہ سب کچھ برکت بہ اتباع حضرت نبی ﷺ تھا۔ پس آپ کی شان کا تو کیا کہنا۔ اور اسے سوائے خدا تعالی کے اور کون کما حقہ بیان فرما سکتا ہے۔،

کو ناظرین غور سے پڑھیں گے تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ مقولہ قبیحہ کون الشئی سبباً لنفسه میں صحیح ہے جس کی تھوڑی سی تفصیل یہ ہے کہ کوئی چیز اپنے نفس کے لئے علت یا سبب نہیں ہوسکتی ۔ یہ مقولہ فلاسفہ میں متفق علیہ ہے کیونکہ سبب اور مسبب یا علت ومعلول میں اثنیت (دوئی) ضروری ہے مگر مذکورہ الفاظ میں یہ قباحت پائی جاتی ہے کیونکہ الفضل کی اس عبارت کا ملخص یوں ہے :

آنحضرت ﷺ اس رتبہ علیا کو بہ برکت حضرت نبی کریم ﷺ پہنچے تھے

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا

الا یا ایها الساقی ادر کا ساً و ناولها

مرزائی دوستو! یادرکھو کہ اہل حدیث کے سامنے مرزا صاحب آنجہانی کے اغلوطات (مغالطات) نہ چل سکے اسی لئے وہ بجائے جواب دینے کے بصورت آخری فیصلہ چیختے چلاتے ہی دنیا سے سدھار گئے ،تمہاری تو بساط ہی کیا ہے۔ اہل حدیث کے مقابلہ مین بھی ابھی دودھ کے دانت بھی نہیں نکلے۔ سنو! اہل حدیث کہتا ہے :

نام میرا سن کے مجنوں کو جمائی آگئی

بید مجنوں دیکھ کر انگڑائیاں لینے لگا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴۔ اپریل ۱۹۴۱ء مطابق ۶ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۱۴ ص ۵۔۷)

علمائے اسلام اور مرزا قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۷ مارچ ۱۹۴۱ء میں علمائے اسلام کے علمی کارناموں کا ذکر ہوا تھا اس سے اخبار الفضل قادیان کے پیٹ میں قر،قرا ہوا کہ ہیں

یہ کیا ہوا؟ ہمارے سلطان المتکلمین مرزا غلام احمد صاحب کی اسلامی علمی خدمات کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اس لئے اس نے اس کے جواب میں ایک طویل نوٹ لکھا جس میں اپنے نبی و رسول مسیح موعود و مہدی مسعود بلکہ کرشن قادیانی کا بڑے فخر سے ذکر کیا ہے۔ چنانچہ آپ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

بے شک ایسے قابل فخر علماء گذرے ہیں جن کی علمی کاوشیں دنیا کی موجودہ علمی ترقیات کی بنیاد و اساس ثابت کر چکی ہیں اور جنہوں نے علوم متداولہ کے بحر ذخار کو غیر معمولی ہمت و استقلال کے ساتھ کھنگال ڈالا۔ لیکن ایسا کوئی مرد مجاہد نظر نہیں آتا جس کے سامنے یہ بلند نصب العین اور یہ مقصد و مدعا رہا ہو کہ اسلام کو ادیان عالم میں افضل ترین اور اکمل ترین ثابت کیا جائے۔ اور ضمنی باتیں اگر چہ کتنی ہی قابل قدر کیوں نہ ہوں، لیکن انہیں نصب العین قرار نہیں دیا جا سکتا۔

پس یہ ایک ایسی خصوصیت ہے کہ اس کے متعلق جتنا غور کریں جتنا سوچیں اور جتنا اس کی گہرائیوں میں جائیں، اتنا ہی بلند و بالا مقام حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا نظر آتا ہے اور آپ کی صداقت آفتاب نیم روز کی طرح واضح ہو جاتی ہے کیونکہ آپ اور صرف آپ ہی وہ انسان ہیں جو حفاظت اور اشاعت اسلام کے مقصد کو لے کر کھڑے ہوئے اور پھر اپنی زندگی کی ہر ساعت اور ہر لمحہ اس کے لئے وقف کر دیا۔ یہ مقصد اور یہ نصب العین کسی وقت بھی آپ کی نظروں سے اوجھل نہ ہوا۔ آپ عمر بھر اسی جہاد میں مصروف رہے اور ہر مخالف اسلام کے ساتھ کامیابی کے ساتھ مقابلہ کر کے اسلام کا بول بالا کیا۔ پھر نہ صرف یہ کہ خود عمر بھر اس میں مصروف رہے پھر نہ صرف یہ کہ خود عمر بھر اس میں مصروف رہے بلکہ آپ نے ایک ایسی منظّم جماعت قائم کی جو آپ کے بیان فرمودہ دلائل اور براہین کے ذریعہ نہایت کامیابی کے ساتھ خدمات اسلام بجا لا رہی ہے۔

(الفضل قادیان ۱۱ مارچ ۱۹۴۱ء ص ۳)

بے شک امت مرزائیہ کا یہی دعویٰ ہے کہ اشاعت و حفاظت اسلام ہمارا

اصل مقصود ہے مگر کیا واقعہ بھی یہی ہے۔ ہم علی وجہ البصیرت کہتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنی ذات خاص کے متعلق جو الہامات اور تعلیمات اور دعاوی کئے ہیں ان کو آپ کی تصنیفات سے کم کر دیا جائے تو باقی اوراق بمشکل اتنے رہ جائیں گے جن کے دو چار پتنگ بن سکیں۔ جہاں دیکھو وہیں ان کا اپنا ذکر پایا جاتا ہے۔ آپ کی سب سے بڑی اور مایہ ناز کتاب براہین احمدیہ ہے جس کی پانچ جلدوں کو اگر غور سے دیکھا جائے تو سوائے اپنے ذاتی فضائل اور کمالات کے کچھ نظر نہیں آتا۔

اتباع مرزا قادیانی کے لئے قابل غور بلکہ مقام شرم ہے کہ براہین احمدیہ جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے نبوت محمدیہ کے اثبات کے لئے لکھنی شروع کی تھی اور جس میں آپ نے تین سو دلائل دینے کا وعدہ کیا تھا اس کی پہلی چاروں جلدوں میں نبوت محمدیہ کے متعلق ایک دلیل بھی نہیں لکھی، اور ہزار ہا روپیہ مسلمانوں سے پیشگی قیمت کے طور پر وصول کر لیا۔

جب اس کی تکمیل کا تقاضا ہوا تو سال ہا سال بعد آپ نے پانچویں جلد لکھنی شروع کر دی۔ حق یہ تھا کہ جس دلیل کو چوتھی جلد میں شروع کر کے نا تمام چھوڑا تھا، پانچویں میں اسی کو مکمل کرتے۔

یہ جھوٹا فخر کرنے والے ہمیں بتائیں کہ اس کتاب (پانچویں جلد) کو نبوت محمدیہ سے کیا تعلق ہے۔ سوائے اس کے کہ اس میں بھی اپنی ہی مسیحیت اور مہدویت کا رونا رویا گیا ہے۔

اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب آئینہ کمالات اسلام کو دیکھئے۔ وہ بھی اسی قسم کا مجموعہ تعلیات اور مخالفین کے حق میں مجموعہ سبّ وشتم ہے، جس کا نمونہ ایک ہی فقرہ کافی ہے

کل مسلم یقبلنی و یصدّق دعوتی الّا ذریة البغا یا

(ص ۵۴۷۔۵۴۸)۔ (سوائے حرام زادوں کے سب مسلمان مجھے مانتے ہیں)

کیا ہی اچھا نمونہ ہے اشاعت اسلام کا۔

غور سے سنو! ہم تمہارے مسیح کے علم کلام سے خوب واقف ہیں۔ ان کے علم کلام یعنی تبلیغ اسلام کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام ایسا سچا مذہب ہے کہ اس کے

اتباع سے میرے جیسے باکمال آدمی پیدا ہوتے ہیں۔

بس یہ ہے ایک دلیل جو سب دنیا کو معلوم ہے کہ آپ کیسے باکمال بزرگ تھے جس کا ثبوت یہ ہے کہ جو بات بطور دلیل الہام کی صوت میں پیش کرتے وہ یقیناً غلط ہو جاتی۔ مثال کے طور ڈپٹی عبداللہ آتھم کے متعلق پیش گوئی دیکھئے کہ اس کو کس شان وشوکت سے بطور دلیل پیش کیا گیا اور پھر جو اس کا انجام ہوا وہ سب کو معلوم ہے۔ اسی طرح لیکھرام والی پیش گوئی کو کس طرح موم کی ناک بنایا گیا۔

اس کے مقابلہ میں علمائے کرام امام غزالیؒ وغیرہ کو دیکھئے کہ انہوں نے اسلامی خدمات میں اپنی شخصیت کا ذرہ بھر حصہ نہیں رکھا جو کچھ کیا وہ محض اسلام کی خاطر کیا (شکر الله سعیهم)

ہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے جس کا آپ ہمیشہ فخر کیا کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے خدمت اسلام کے لئے ایک منظّم جماعت پیدا کی۔ یہ بھی غلط بلکہ اغلط ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی وفات سے لے کر آج تک جماعت مرزائیہ کی جملہ تصنیفات کو دیکھا جائے تو ساری کی ساری مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعاوی یا آپس کی نزاعات سے پر ہیں۔ مخالفین اسلام کی طرف سے جتنی کتابیں نکلتی ہیں ان میں سے کسی ایک کا جواب بھی قادیان سے نہیں نکلتا

اگر قرآن مجید کی نام نہاد تفسیر لکھتے ہیں تو اس میں بھی مرزا غلام احمد صاحب ہی سامنے آجاتے ہیں مثلاً آیت بالآ خرة هم یو قنو ن کی تفسیر کی جاتی ہے کہ ایمان دار وہ ہیں جو پہلی الہامی کتابوں کے علاوہ پچھلی وحی کو بھی مانتے ہیں جو مرزا صاحب قادیانی پر اتری ہے۔ خود مرزا غلام احمد صاحب نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر عربی میں لکھی جس میں ساری فاتحہ اپنی ذات خاص پر چسپاں کی۔

اگر فرقہ بہائیہ کے خلاف کچھ لکھتے ہیں تو اس میں بھی اپنا محصول چنگی (تائید مرزا قادیانی) ضرور وصول کرتے ہیں حکیم ابوالعتاہیہ کا یہ شعر انہی معنی میں ہے

لا یحلبون لجیّ درّ لقحته
حتی یکون لهم صفو الذی حلبوا

(یعنی ہمارے زمانہ کے لوگ کسی کی گائے بھی نہیں دوہتے جب تک دودھ کے اوپر کی بالائی نہ لے لیں)

بعینہ یہی حال قادیانیوں کی اسلامی خدمت کا ہے جب تک اپنے مسیح موعود کا حصہ وصول نہ کرلیں کوئی اسلامی خدمت نہیں کرتے گویا انہی کے حق میں کہا گیا ہے :

غرض کی تواضع غرض کی مدارات

ادھر آیئے ہم آپ کو تبلیغ اسلام کرنے والی جماعت اور اس کے محرک کا ذکر سنائیں جانتے ہو مولانا اسماعیل شہید کون تھے؟ وہی تھے جنہوں نے خدمت اسلام میں اپنا اور اپنے اعزہ واحباب کا سر قربان کردیا۔ ان کے حق میں یہ کہنا بجا ہے

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

آپ کی تعلیم سے جو لوگ مستفید ہوئے ہیں وہ آج لاکھوں کی تعداد میں توحید وسنت کی اشاعت وحفاظت کررہے ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ قادیانیوں کی طرح اپنے اتباع کی جیبوں سے لاکھوں روپئہ بھی نہیں نکالتے۔ مگر خدمت بھی ایسی کرتے ہیں کہ اس میں نہ اپنے نفس کا حصہ رکھتے ہیں اور نہ اپنے کسی بزرگ کی شرکت ڈالتے ہیں بلکہ خالص توحید وسنت کی اشاعت کرتے ہیں۔ یہ ہے جماعت خالصہ اور مخلصہ، نہ وہ جو ہر کام میں اپنا حصہ محفوظ رکھتی ہے۔ قادیانی ممبرو!

اولئك آبائی فجئنی بمثلهم
اذا جمعتنا یا جریر المجامع

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱۔ اپریل ۱۹۴۱ء مطابق ۱۳ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۱۵ ص ۵۔۶)

مرزائیت سے توبہ

بندہ آج سے ایک سال جماعت مرزائیہ قادیانیہ میں حقیقت واقعی خیال کرتے ہوئے داخل ہوا تھا۔ لیکن ایک طویل تلخ تجربات اور علمی دلائل کی بنا پر مجھے اپنی غلطی کا اعتراف کرنا پڑا۔ لہذا میں اخبار ہذا کے ماتحت عام اعلان کررہا ہوں کہ آئندہ جماعت مرزائیہ سے میرا کوئی تعلق نہیں اور میں ہر دو جماعتوں کو چیلنج دیتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ مندرجہ ذیل امور پر مباحثہ کرلیں:

۱۔ اجرائے نبوت بعد آنحضرت ﷺ

۲۔ علامات مسیح ومہدی مرزا صاحب میں قطعاً پوری نہیں ہوئیں

۳۔ تشخیص دعاوی مرزا صاحب ۔۴۔ تکفیر مسلمین

۵۔ ناسخ منسوخ ہمارا عقیدہ ہے یا مرزائیوں کا

۶۔ عصمت انبیاء۔ ۷۔ مسئلہ جہاد۔

۸۔ معیار لو تقول کی حقیقت۔

۹۔ اسمہ احمد کا مصداق کون ہے؟

ان نو امور پر شرائط طے کر کے مباحثہ کر لیں۔ اور مباحثہ کے لئے مقام بھی بعد میں تجویز ہوگا۔

ظفر احمد صدیقی پکھووال ڈاکخانہ وضلع گورداسپور

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱۔ اپریل ۱۹۴۱ء مطابق ۱۳ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۱۵ ص ۲)

اللہ دتا جالندھری مقیم قادیان توجہ فرمائیں

مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری قادیانی نے فرقہ بہائیہ کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے۔ اس میں واقعات گذشتہ لکھنے کے بعد فرقہ بہائیہ کے موجودہ قائد شوقی آفندی کو اپنے حلقہ کی طرف سے چیلنج دیا ہے کہ ہمارے ساتھ بالمشافہ بذریعہ دعا کے فیصلہ کر لو۔ اس کے متعلق اہل حدیث کے قابل نامہ نگار بابو محمد حسین صابری کا مضمون مندرجہ ذیل قابل دید ہے۔ (مدیر اہل حدیث امرتسر)

جناب منشی محمد حسین صابری بریلوی لکھتے ہیں:

جناب مولوی صاحب مکرم! آپ نے اپنی کتاب بنام، تحریک بہائیت پر تبصرہ، میں جناب شوقی آفندی (جو اہل بہاء کے موجودہ پیشوا ہیں) اپنے خلیفہ (مرزا محمود احمد) کے مقابلے پر بلایا ہے اور لکھا ہے کہ کتاب مذکور شوقی آفندی کے پاس بھجوا رہا ہوں خلیفہ صاحب کا جو چیلنج آپ نے نقل کیا ہے وہ عام ہے۔ اور اس میں مندرجہ ذیل دو امور پائے جاتے ہیں۔

اول ۔ اگر کوئی شخص ایسا ہے جسے اسلام کے مقابلہ میں اپنے مذہب کے سچا ہونے کا یقین ہے تو آئے اور آ کر ہم سے مقابلہ کر لے ۔

دوم ۔ ان کو مقابلہ پر آنا چاہیے جو کسی مذہب یا فرقہ کے قائم مقام ہوں اس وقت دنیا کو معلوم ہو جائیگا کہ خدا کس کی دعا قبول کرتا ہے میں دعوی سے کہتا ہوں کہ ہماری ہی دعا قبول ہوگی (ص ۲۵۷)

امر اول کے متعلق عرض ہے کہ شوقی آفندی صاحب اپنے مذہب بہائیہ کو سچا یقین کرتے ہیں لیکن جیسا کہ آپ کو معلوم ہے اسلام کے بھی منکر نہیں ۔ جب وہ خود ہی اسلام کی تصدیق کرتے ہیں تو اسکا مقابلہ کیوں کریں گے ۔ البتہ آپ کے خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) انہیں مذہب مرزائیہ کے مقابلہ پر بلائیں تو معقول بات ہو ۔ براہ عنایت اس پر نظر ثانی فرما کر صحیح صحیح مطلب و مقصد بیان فرماویں ۔

امر دوم کی بابت یہ عرض ہے کہ جب خلیفہ صاحب نے دعا کا تعین نہیں فرمایا کہ وہ کس قسم کی ہوگی اور قبولیت کیسے تسلیم کی جاوے گی تو یہ امر محض مشتبہ سا ہو کر رہ جائے گا۔ خاص کر اس صورت میں کہ آپ لوگ صاف اور سیدھی دعا کے قبول ہونے اور صحیح نتیجہ برآمد ہونے پر بھی ادھر ادھر کی باتوں کو ٹال دینے کی کوشش فرمایا کرتے ہیں ۔ مثلاً مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ والی دعا فرمائی اور وہ قبول بھی ہوگئی ۔ اس کا نتیجہ بھی خاطر خواہ برآمد ہوا ۔ جس میں کسی قسم کا شبہ باقی نہیں رہا۔ چنانچہ مذہبی دنیا قریب قریب سب اس سے آگاہ ہو چکی ہے تاہم آپ لوگ آج تک انکار پر تلے ہوئے ہیں اور وقتاً فوقتاً مختلف حیلے اور بہانے بناتے رہتے ہیں ۔ اس لئے اس امر کو بھی واضح کریں کہ کیسی دعا ہوگی اور قبولیت کا کیا نشان ہوگا ۔

واضح رہے کہ شوقی آفندی صاحب حیفہ (فلسطین) جیسے دور دراز سفر کے بعد قادیان آئیں گے اگر اس امور کی تشریح نہ کی گئی تو ظاہر ہے کہ انہیں خواہ مخواہ کی تکلیف ہوگی اور بے وجہ کسی مخالف کو بھی مشقت میں ڈالنا بے انصافی کی بات ہے

(آفندی صاحب کا بعد مسافت ملحوظ رکھ کر مقام مقابلہ کم از کم بمبئی ہونا چاہیے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا تھا مکاناً سوی ۔ مدیر اہل حدیث امرتسر)

ایک اور بات بھی واضح کر دیں تو اچھا ہے کہ خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب،

شوقی آفندی سے کس زبان میں مقابلہ کریں گے۔عربی فارسی اورانگریزی میں کسی زبان کے بھی آپ کے خلیفہ صاحب عالم نہیں اورشوقی آفندی صاحب ان زبانوں کے علاوہ فرانسیسی اورترکی وغیرہ کے بھی ماہر ہیں (رسالہ دور بہائی حصہ تعلیمات بہائی ص ۳۵) ۔اگر خلیفہ صاحب اردو میں مقابلہ کرنا چاہیں گے (جیسا کہ مقابلہ تفسیر نویسی کے وقت خلیفہ صاحب نے عذر کیا تھا کہ میں عربی نہیں جانتا تو حضرت مولانا ثناء اللہ نے از راہ شفقت بزرگانہ اردو میں تفسیر نویسی کی اجازت مرحمت فرما دی تھی ۔مگرافسوس کہ خلیفہ صاحب مقابلہ پر بھی نہ آئے) ۔تو شوقی آفندی صاحب شائد اردو نہ جانتے ہوں تو پھر مقابلہ کیسے ہوگا۔وہی بات ہوگی کہ:

زبان شوخ من ترکیست ومن ترکی نمی دانم

اور مقابلہ بے معنی سا ہوکر رہ جائے گا اس لئے خلیفہ صاحب (مرزامحمود احمد) سے مشورہ کرکے اس چیلنج کو ذرا واضح فرما دیجئے تا کہ غیر جانبدار لوگ بھی دلچسپی لے سکیں۔

مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں؛ حکیم افلاطون کے شاگردوں میں ایک گروہ اشراقیہ بھی تھا جوکتابی علم حاصل نہیں کرتا تھا بلکہ بغیر الفاظ کے محض مراقبہ کے ذریعہ سے علم حاصل کر لیتا تھا۔خلیفہ صاحب قادیانی اورشوقی آفندی دونوں صاحب چونکہ روحانی پیشوا ہیں اس لئے ان کا مقابلہ اشراقیہ کی طرح ہوگا جہاں کا نظارہ یہ ہے:

لب بہند وچشم بند وگوش بند

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱۔اپریل ۱۹۴۱ء مطابق ۱۳ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۱۵ ص ۷۔۸)

مرزا صاحب کی پیش گوئی بابت غلبہ اسلام

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کسی نے اونٹ سے کہا کہ تیری گردن ٹیڑھی ہے۔اس نے کہا یاروں کی کون سی کل سیدھی ہے۔

یہی مثال قادیانی مشن کی ہے کہ جس بات کو مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے لئے بطورنشان پیش گوئی کی صورت میں پیش کیا ہوگا،وہ ضرور ہی غلط ثابت ہوگی

منجملہ اور پیش گوئیوں کے ایک یہ بھی ہے جو ہم نے کئی دفعہ پیش کی ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے کہا ہوا ہے کہ:

میرے زمانہ میں اسلام سب ادیان پر غالب آ جائے گا بلکہ بجز اسلام کے کوئی مذہب نہیں رہے گا۔ (چشمہ معرفت)

ان لوگوں سے ہم نے بارہا پوچھا کہ کیا دوسرے مذاہب سب فنا ہو گئے اور اسلام ان سب پر غالب آ گیا؟

تو جواب یہی ملتا رہا کہ تین سو سال تک اسلام غالب آ جائے گا۔ تازہ جواب جو اخبار الفضل قادیان ۱۲ مارچ ۱۹۴۱ء میں نکلا ہے وہ قابل شنید ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

اس سوال کے جواب میں بارہا بتایا جا چکا ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے کسر صلیب کے لئے ایسے دلائل مہیا فرما دیئے ہیں کہ ان کی وجہ سے یسوع پرستی کا قصر بالکل منہدم ہو چکا ہے۔ عیسائی کہلانے والے عملی اور اعتقادی طور پر اس سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائی صاحبان جماعت احمدیہ کے ساتھ مناظرات کرنے سے کوسوں دور بھاگتے ہیں۔ (الفضل قادیان مذکور۔ ص۳)

کیسی طفل تسلی ہے۔ ہم بارہا بتا چکے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کے دلائل میں سے بڑی زبردست دلیل ڈپٹی عبداللہ آتھم والی پیش گوئی ہے جس کو مرزا صاحب نے بڑے طمطراق سے پیش کیا تھا آخر اس کا انجام کیا ہوا؟ وہی جو اس شعر کا مضمون ہے

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے
وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی بڑی دلیل وفات مسیح ہے جس سے وہ ثابت کرتے ہیں کہ مسیح خدا نہیں تھا۔ حالانکہ خود انجیل میں لکھا ہے:

مسیح نے چلّا کر جان دی۔ (انجیل متی۔ باب ۲۷: ۵۰)

پھر مرزا صاحب قادیانی نے اس میں کیا کمال دکھایا جب کہ عیسائی لوگ خود ہی دو ہزار سال سے مانتے چلے آئے ہیں کہ مسیح پر موت وارد ہوئی۔

باقی رہا یہ کہ لوگ عیسائی مذہب سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے اسکا جواب خود آپ کے خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) نے دیا ہوا ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

ساری دنیا میں عیسائی مبلغ ۶۵ ہزار ہیں اور ہمارے پچیس تیس۔

(کلام محمود۔الفضل قادیان ۳ نومبر ۱۹۳۹ء)

کہیے ۲۵ کو ۶۵ ہزار سے کیا نسبت؟ کیا یہ حال اس قوم کا ہوسکتا ہے جس نے اپنے مذہب کو چھوڑ دیا ہو۔ خدا سے ڈرو، دنیا کو کیوں بھول بھلیوں میں پھنساتے ہو۔

ہاں یہ بھی خوب کہی کہ:

عیسائی جماعت احمدیہ کے ساتھ مناظرے کرنے سے بھاگتے ہیں۔

ہم بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ عیسائیوں نے تم لوگوں سے تقریری اور تحریری رنگ میں خطاب کرنا چھوڑ رکھا ہے اس وقت سے چھوڑا ہے جب سے تمہارے مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے عبداللہ آتھم عیسائی مناظر کے حق میں پیش گوئی کی تھی کہ وہ ۱۵ ماہ کے عرصہ میں مر جائے گا اور وہ اس عرصہ میں نہیں مرا۔ (مرزا صاحب قادیانی نے ۱۸۹۳ء میں بمقام امرتسر عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ کیا تھا۔ مباحثہ کے خاتمہ پر آپ نے پیش گوئی کی کہ عیسائی مناظر ۱۵ ماہ تک بسزائے موت جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر کہا کہ اگر یہ واقعہ نہ ہوا تو میں جھوٹا ٹھہرونگا۔ میرے گلے میں رسہ ڈال کر مجھے سولی پر چڑھا دیا جائے۔ مگر واقعہ یہ ہوا کہ عیسائی مناظر میعاد مذکور گزار کر بہت عرصہ تک زندہ رہا۔ اس پر عیسائیوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ یعنی ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء کو انہوں نے ڈپٹی عبداللہ آتھم کا جلوس نکالا اور بڑے بڑے اشتہار نظم و نثر میں شائع کئے جن کا خلاصہ ان دو شعروں میں ہے۔

ایسی مرزا کی گت بنائیں گے۔ سارے الہام بھول جائیں گے
خاتمہ ہووے گا نبوت کا۔ پھر فرشتے کبھی نہ آئیں گے)

عیسائیوں نے اس کو اپنے حق میں فتح مبین سمجھا، اس لئے پادریوں نے عیسائی مناظرین کو مرزائیوں کے ساتھ گفتگو کرنے سے منع کر دیا ہے۔ تاہم اگر پادری عبدالحق جیسا کوئی من چلا عیسائی قادیان تک پہنچ جاتا ہے، تو آپ لوگ اس سے گفتگو نہیں کرتے۔

ابھی حال ہی کا واقعہ ہے کہ بمقام ویرووال ضلع امرتسر میں مرزائیوں اور

عیسائیوں میں مناظرہ ہوا جس میں عیسائی اپنی فتح کے گیت گاتے ہوئے واپس آئے۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ لوگ جب کبھی مناظرہ میں مخالفوں کے سامنے آتے ہیں، تو اسلام کی مدافعت کا پہلو اختیار کر لیتے ہیں۔ جس پر فریق ثانی کہتا ہے کہ ہمارے ساتھ اپنے مذہب مرزائیت پر گفتگو کرو۔ اسلام کی نمائندگی تم لوگ نہیں کر سکتے کیونکہ تم ایک جدید نبی کی امت ہو۔

بتایئے ایسی حالت میں کمزوری کس فریق میں ہوتی ہے۔ ناظرین واقعات صحیحہ شہادت کاملہ ہوتے ہیں۔ ذرا نظر اٹھا کر دیکھئے کہ دنیا میں کفر شرک اور عیسائیت کی ترقی کہاں تک ہے اور سچائی کس طرح مغلوب ہے۔ احمدی ممبرو!

ستبدی لك الایام ما كنت جاهلاً

و یأتیك بالاخبار من لم تزوِد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸۔اپریل ۱۹۴۱ء مطابق ۲۰ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۱۶ ص ۴۔۵)

قادیان میں شیطان کا غلبہ، اور مصلح موعود کی اصلاح

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی تحریک بھی عجیب تحریک ہے جس کی شان میں یہ شعر بہت ہی موزوں ہے:

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم

کرشمہ دامن دل مے کشد کہ جا ایں جا است

ایک زمانہ تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تحریریں نکلتی تھیں جن کا خلاصہ مضمون یہ ہوتا تھا کہ شیطان کی زندگی مسیح موعود یعنی میری بعثت تک تھی، سو وہ میرے آنے سے قتل ہو گیا۔ انبیاء سابقین کے زمانہ میں وہ بھاگتا رہا لیکن مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے زمانہ میں بھاگ نہیں سکا بلکہ قتل ہو گیا۔ (ملفوظات۔ج ۲ ص ۳۱۷)

ہم بہت خوش تھے کہ دنیا کی شرارت کا سرچشمہ ختم ہو گیا مگر مصلح موعود (مرزا

محمود احمد) کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قتل نہیں ہوا بلکہ آج کل خاص قادیان میں براجمان ہے۔

ناظرین! آپ لوگ آگاہ ہوں گے کہ امت مرزائیہ میں دو گروہ تو مشہور ہیں۔ تیسرا مدعیء اصلاح ان میں شیخ غلام محمد لاہور میں پیدا ہوا ہے جس کا دعویٰ ہے کہ میں حسب پیش گوئی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ان دونوں گروہوں کے لئے مُصلح موعود بن کر آیا ہوں۔ سب سے پہلے میری نظر اصلاح جماعت احمدیہ پر ہے جو اپنے خلیفہ (مرزا محمود) اور امیر (مولوی محمد علی) کی غلط روش کی وجہ سے گمراہ ہو رہی ہے۔

آپ اپنے دعویٰ کی اشاعت بذریعہ مطبوعہ رسائل بڑے زور سے کرتے رہتے ہیں۔ آپ کی شائع کردہ کتاب، مُصلح موعود کی شیطان اور اس کے لشکروں سے آخری جنگ حصہ دوم، بابت اپریل اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ اس میں سے چند ضروری اقتباسات ہم ناظرین کے سامنے رکھتے ہیں جن سے آپ کا دعویٰ اور مقصد معلوم ہو جائے گا۔ آپ اس کتاب کے صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں:

> احمدی قوم نے حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کی وفات کے بعد اس دجالی زمانہ میں جب دنیوی ارادوں کی ملونی سے اپنی عبادت کو عبث بنا کر آسمان پر اپنا نام پرستش شیطان کے خانہ میں درج کرا لیا تو اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے مدنی زمانہ میں ان کی آسمانی نصرت کرنے کی بجائے مجھے ان سے الگ کر لیا تا کہ الوصیت کی خلاف ورزی کرنے والوں کو آسمانی نشانوں سے کیڑوں مکوڑوں کی طرح ہلاک کر کے اللہ تعالیٰ کو آسمان پر خوشی پہنچائی جائے اور ان میں سے صرف انہیں لوگوں کے نفسوں کو روح القدس سے پاک کیا جائے جو مُصلح موعود کی مقدس روح کے نظام توحید کے نیچے اپنی روحانی تکمیل وتزکیہ کے لئے کوشاں ہوں
>
> خلیفہ قادیانی اپنے جسمانی تعلقات اور زمینی اجتہادات کی بنیادوں پر جو شرک کی عمارت قادیان مثیل مکہ میں بنا کر بظاہر غالب دکھائی دے رہے ہیں، یا لاہوری امیر اپنے اور حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے انسانی اجتہادات کی عارضی عمارتوں میں فروکش نظر آ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب

کو کشف مذکورہ کے مطابق میرے ماموارنہ روحانی وجود کی آسمانی توحید کے مقابل عنقریب گرا دینے والا ہے۔ چنانچہ حوالجات ذیل اس پر بخوبی روشنی ڈالتے ہیں...

غرض اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کو اپنے ماموارنہ وجود میں مجسم توحید بنایا تھا تاکہ آپ تمام قوموں کے شرک کے خلاف زبردست جہاد کریں اسی طرح آپ کے کشف کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اپنے ماموارنہ وجود کو مجسم توحید بنا کر توحید کے قائم کرنے پر کھڑا کر دیا ہے اور چونکہ میرا پہلا زمین و آسمان سلسلہ احمدیہ ہے اس لئے میں سب سے پہلے اسی کے اندر پیدا شدہ شرک کا استیصال کر کے اس زمانہ کی دجالیت کو پاش پاش کر رہا ہوں اور شیطان کو اس کی تمام نحوستوں سے بھگا رہا ہوں...

خلیفہ قادیانی اگر غور کریں تو بالکل اسی کے مطابق حضرت مسیح موعود (مرزا) کی موت کے بعد ۱۹۱۴ء میں وہ سلسلہ احمدیہ کے کثیر حصہ پر جبراً قابض ہو گئے۔ اور روح القدس کے میدان کے قرب سے بعد اختیار کر کے انہوں نے قوم کو شرک میں مبتلا کر کے ان کی روحانی ترقیوں کو روک دیا ہوا ہے۔ پس خدا تعالیٰ کی حکمت نے چاہا کہ اس ظلم کے بانیوں کو اب تباہ کر کے سلسلہ احمدیہ کے موجودہ حالات کو توحید کے نظام سے بدل دے....

ایک طرف مصلح موعود ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل توحید اور روحانی نزول کو حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی مدنی محمدی زندگی کی ماموارنہ حالتوں میں ربوبیت کے کمال پر مقام محمود پر مبعوث ہونے کا انتظام فرما دیا ہے اور دوسری طرف اس کے مقابل اسلام کے آخری زمانہ میں مصلح موعود کے جملہ منکروں اور مخالفوں کو شیطان اور اس کے لشکروں کی کثرت اموال و اولاد کے تکبر و فخر میں اس کے کمال پر پہنچا دیا ہے جن میں مکی مشرکوں مدنی منافقوں دمشقی یہودیوں اور اہل نصاریٰ کی مثل مصلح موعود کے مقابل اسلام کے اندرونی خطرناک دشمن احمدی مسلمان بھی

موجود ہیں۔اور بیرونی خطرناک دشمن ہندومشرک عیسائی اور باقی اقوام بھی موجود ہیں۔لیکن مصلح موعود کواللہ تعالی نے ان سب کے لئے آسمانی رحمت اور بشیر ومبارک بنایا ہے...

الہام ۔نصرت بالرعب و احیت بالصدق ایها الصدیق نصرت و قالوا لات حین مناص۔

ترجمہ:تو رعب کے ساتھ مدد کیا گیا اور صدق کے ساتھ زندہ کیا گیا۔اے صدیق تو مدد کیا گیا۔اور مخالفوں نے کہا کہ اب گریز کی جگہ نہیں یعنی امداد الہی اس حد تک پہنچ جائے گی کہ مخالفوں کے دل ٹوٹ جائیں گے اور ان کے دلوں پر یاس مستولی ہو جائے گی۔اور حق آشکارا ہو جائے گا۔

اس الہام میں حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کو اپنے مسیحی و احمدی زمانہ میں قرآنی سنت کے مطابق نا مقبول ہو جانے کی وجہ سے مصلح موعود کے ماموانہ وجود میں اسلام کی مدنی محمدی زندگی کی طرح رعب ناک نصرت ملنے کا وعدہ دیا گیا تھا۔

واقعات اس پر شاہد ہیں کہ ایسی نصرت نہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو اپنی جسمانی زندگی کے آخر تک حاصل ہوئی ،اور نہ ہی بعد میں آپ کی دونوں جماعتوں کے ذریعہ اب تک حاصل ہو چکی ہے ۔ بلکہ قادیانی و لاہوری دونوں جماعتیں ایسی نصرت کا زمانہ تین سو برس کے بعد مقدر دکھاتے ہیں ۔لیکن افسوس کہ وہ اس نصرت سے قبل اور اس کے بغیر سلسلہ احمدیہ کے صدیق اور فضل عمر فاروق بننے کے جھوٹے دعوے کرتے ہیں۔

(مصلح موعود کی شیطان اور اس کے لشکروں سے آخری جنگ۔حصہ دوم۔ص ۹ تا ۱۳)

ناظرین کرام ! جس طرح مرزا غلام احمد صاحب کی کتب جو انہوں نے بخیال خویش نصرت اسلام کے لئے لکھی تھیں ،کا خلاصہ یہی ہے کہ میں چنیں ہوں، میں چناں ہوں،اسی طرح ان مصلح کی کتب کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ میں ایسا ،میں ویسا۔

سوال ہوسکتا ہے کہ ہمارے حق میں ان دونوں میں فرق کیا ہے؟ ہم نے جو سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کا دعوی مسیحیت احادیث نبویہ پر مبنی تھا ،اور

ہم چونکہ احادیث نبویہ کو مانتے ہیں اس لئے ہمارا حق تھا کہ ہم ان کے الہامات اور دعاوی کی تنقید کریں ۔مگر شیخ غلام محمد مصلح موعود کے دعوے کی بنا پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے الہاموں پر ہے جو ہمارے مسلّمہ نہیں ہیں، اس لئے ہم ان کے دعوی کی تنقید کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے بلکہ اتنا ہی کہنا کافی جانتے ہیں بحکم الثمرة تنبئی عن الشجرة جیسے مرزا صاحب قادیانی کے الہامات تھے ویسے ہی ان کے مصلح موعود کا دعوی ہے۔ ہماری نظر میں دونوں یکساں ہیں۔

دل کو رؤوں یا جگر کو میں۔میری دونوں سے آشنائی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵۔اپریل ۱۹۴۱ء مطابق ۲۷ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۱۷ص ۷۔۸)

موونگ میں مباحثہ مرزائیہ:

موونگ میں ۱۹۳۲ء میں مناظرہ ہوا تھا۔مگر مرزائیوں کے پھر سر اٹھانے پر گذشتہ اکتوبر (۱۹۴۰ء) میں حیات مرزا۔ نبوت مرزا۔ الہامات مرزا پر مباحثہ ہوا۔ جو نہائت کامیاب رہا۔ الحمدللہ کہ تین مرزائی تائب ہوکر داخل اسلام ہوئے۔ راقم: منشی محمد خان گوندل موونگ ضلع گجرات

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ اپریل ۱۹۴۱ء مطابق ۲۷ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۱۷ص ۱۴)

پیغام صلح لاہور اور الفضل قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزائیت کی دونوں صنفوں کے اخباروں میں عرصہ دراز سے باہم رقیبانہ گفتگو خوب ہورہی ہے جس میں دخل دینے کی ہمیں ضرورت نہیں۔ ہاں آج ہم اس کے متعلق پیغام صلح لاہور سے ایک نوٹ نقل کرکے ناظرین کے سامنے لاتے ہیں۔

پیغام صلح نے بڑے تعجب سے لکھا ہے کہ:

کیا جماعت قادیان نے فتح پائی؟

الفضل مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۴۱ء میں جناب میاں (محمود احمد) صاحب کا خطبہ جمعہ مورخہ ۲۱ مارچ ۱۹۴۱ء درج ہوا ہے۔اس میں آپ فرماتے ہیں؛

اسی طرح ۱۹۲۷ء کی مجلس شوریٰ میں میں نے بیان کیا تھا کہ:

آج سے دس سال کے اندر اندر ہندوستان میں اس بات کا فیصلہ ہو جانے والا ہے کہ کون سی قوم زندہ رہے اور کس کا نام ونشان مٹ جائے..
اگر دس سال کے اندر اندر ہماری جماعت نے فتح نہ پائی اور وہ تمام راہیں جو ارتداد کی ہیں بند کر کے وہ تمام دروازے جو اسلام قبول کرنے کے ہیں کھول نہ دیئے، تو ہماری جماعت کی زندگی کی صورت نظر نہیں آتی۔ (رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۲۷ء)

اب ۱۹۴۱ء ہے اور مندرجہ بالا بیان ۱۹۲۷ء کا ہے جس پر پورے ۱۴ سال گزر چکے ہیں اور دس سال تو ۱۹۳۷ء میں ہی ہو چکے تھے۔ ہم جناب میاں صاحب (مرزا محمود احمد) سے استفسار کرتے ہیں کہ کیا ان دس سالوں میں جماعت قادیان نے فتح پائی؟
کیا ارتداد کی تمام راہیں بند ہو گئیں؟
کیا وہ تمام دروازے جو اسلام قبول کرنے کے ہیں وہ کھول دیئے گئے؟
اور اگر ایسا نہیں ہوا تو کیا جماعت قادیان کی زندگی کی کوئی صورت ہے؟
جہاں تک ہمارا خیال ہے جماعت قادیان کو کوئی فتح نہیں ہوئی۔ نہ ارتداد کی راہیں بند ہوئیں، اور نہ اسلام قبول کرنے کے دروازے کھلے۔ لیکن اس کے باوجود جماعت قادیان زندہ ہے اور جماعت قادیان کی زندگی جناب میاں صاحب کی پیش گوئی کا بطلان کر رہی ہے۔
ہمارے خیال میں جماعت قادیان کو اپنے موعود خلیفہ کی پیش گوئی کو پورا کرنے کے لئے دم سادھ کر ختم ہو جانا چاہیے کیونکہ پیش گوئی پورا ہونے کی یہی ایک صورت ہے دوسری کوئی صورت نہیں۔

(پیغام صلح لاہور ۴۔ اپریل ۱۹۴۱ء ص ۴)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: پیغام صلح لاہور کے اس سوال کا بہتر جواب تو الفضل قادیان ہی دے گا، مگر ہم بھی پیغام صلح کو مخاطب کر کے ان دونوں صنفوں سے پوچھتے ہیں کہ آپ جو خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) سے سوال کرتے ہیں

کہ تمہاری فتح ہوئی یا نہیں؟ آپ بڑے میاں متوفی سے کیوں نہیں پوچھتے کہ آپ نے جو چشمہ معرفت میں لکھا تھا کہ

میرے زمانہ میں تمام ادیان مٹ کر صرف ایک دین اسلام رہ جائے گا

(چشمہ معرفت۔ص ۸۰۔۸۱)

کیا ایسا ہوگیا؟ اگر نہیں، تو کیوں اس پیش گوئی کو غلط قرار نہیں دیا جاتا۔ اس کا جو جواب پیغام صلح لاہور دے گا وہی جواب الفضل دے سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قادیان میں سال ۳۶۵ دن کا نہیں بلکہ پچاس ہزار دن کا ہوتا ہے جیسا کہ کسی شاعر کا قول ہے:

تم سلامت رہو ہزار برس

ہر برس کے ہوں دن ہوں پچاس ہزار

پس پیغام صلح کا یہ اعتراض قادیانی اصطلاح سے ناواقفیت پر مبنی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث لاہور ۲۔مئی ۱۹۴۱ء مطابق ۴ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۱۸ ص ۴۔۵)

معاصر انقلاب اور قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

سال چھ ماہ کے بعد قادیان میں یہ مسئلہ زیر بحث آجاتا ہے کہ ہم سیاسی حیثیت سے کس جماعت میں شامل ہوں۔ کانگریس میں یا مسلم لیگ میں؟ اس پر معاصر انقلاب لاہور تعجب کرتا ہوا لکھتا ہے:

بزرگان قادیان کی بعض ادائیں بے حد دلچسپ ہوتی ہیں۔ مثلاً وہاں سال ہا سال سے یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ احمدی جماعت کانگریس میں شامل ہو یا مسلم لیگ میں۔ اور لطف یہ کہ اس دفعہ مجلس مشاورت کے موقع پر پھر ایک سب کمیٹی مقرر کر دی گئی جو اس اہم اور پیچیدہ مسئلہ پر بحث کر کے حضرت صاحب کی خدمت میں اپنی آخری تجویز پیش کرے گی۔ یعنی ایک جماعت

جس میں بڑے بڑے عالم فاضل اور زیرک وفہیم حضرات شامل ہیں اور جن کا ایک مختار عام بھی موجود ہے، اس کو سیاسی صحرا میں رستہ ہی نظر نہیں آتا کہ کرے تو کیا کرے اور جائے تو کہاں جائے...

کیا کبھی یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اپنی امامت کی مسند سے اتر کر گاندھی جی کے احکام کی تعمیل پر آمادہ ہو جائیں گے اور چرخہ اور کھدر اہنسا اور ستیا گرہ کا پرچار شروع کر دیں گے۔ اگر یہ تصور نہیں کیا جا سکتا تو پھر احمدیوں کو کانگریس میں شریک ہونا کیونکر ممکن ہے؟

(اخبار انقلاب لاہور۔ ۹۔ اپریل ۱۹۴۱ء ص ۳)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: معاصر موصوف کو اس بنا پر تعجب ہے کہ سال ہا سال ان تحریکوں پر گذر گئے مگر ابھی تک اصحاب قادیان کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ کس جماعت سے ملنا چاہیے۔ معاصر مذکور کو شائد قادیانی لٹریچر کے مطالعہ کی فرصت نہ ہوگی، ورنہ آپ ایسا نہ کہتے۔ سیاسی حیثیت سے کسی جماعت میں داخل ہونا یا نہ ہونا تو معمولی بات ہے جس پر ایمان کا دار و مدار نہیں ہے۔ ارباب قادیان بلکہ بانی تحریک قادیان کو تو ایمانیات میں بھی تردد بلکہ بھول رہتی تھی۔ مرزا غلام احمد ۱۸۸۰ء سے پہلے کے مورد الہام تھے، مگر بقول میاں محمود احمد خلیفہ قادیان ۱۹۰۱ء تک آپ یہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ میں نبی ہوں۔ ہاں ۱۹۰۱ء کے بعد آپ کو یقین ہو گیا کہ میں واقعی نبی ہوں... کیا یہ روایت معاصر موصوف کے شک کو رفع کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔ پس معاصر انقلاب قادیانی لٹریچر کا مطالعہ کریں گے تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ شعر انہی کے حق میں ہے

پس از صد سال ایں معنی محقق شد با خاقانی
کہ بورانی است بادنجاں و بادنجان بورانی

یہ نوٹ ہم لکھ چکے تھے کہ انقلاب لاہور مورخہ ۲۳۔ اپریل دیکھنے میں آیا۔ اس میں اڈیٹر صاحب نے بحوالہ الفضل لکھا ہے کہ قادیان میں مجلس شوری اس لئے نہیں ہوئی کہ جماعت احمدیہ بحیثیت جماعت کانگریس میں شامل ہو یا مسلم لیگ میں۔ بلکہ اس امر پر غور کرنے کے لئے ہوئی تھی کہ افراد احمدیہ انفرادی حیثیت سے کانگریس

اور مسلم لیگ میں سے کس جماعت میں شریک ہو سکتے ہیں۔

تعجب ہے کہ معاصر انقلاب نے اس جواب کو صحیح سمجھا حالانکہ یہ بھی غلط ہے ۔سر ظفر اللہ صاحب جو چوٹی کے احمدی ہیں مسلم لیگ کے اجلاس دہلی میں صدر بن چکے ہیں۔ یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب مسلمانان دہلی سیاہ جھنڈیوں کے ساتھ ان کا استقبال کرنے کو اسٹیشن پر پہنچے تھے اور فتح پوری ہال میں ان کے خلاف جلسہ کیا تھا۔ انہی دنوں میں (ثناء اللہ) اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی بھی مدرسہ رحمانیہ دہلی کے جلسہ میں شریک تھے اور یہ دونوں واقعات ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔ اس سے پہلے بھی سر ظفر اللہ اور ان کے کئی ساتھی لیگ کے جلسوں میں برابر شریک ہوتے رہے ہیں کبھی کسی کو اعتراض نہیں ہوا۔ پھر اس کے لئے مجلس شوری کوہ کندن وکاہ بر آوردن کا مصداق نہیں تو اور کیا ہے۔

اس کے علاوہ ہمیں اس سے بھی بحث نہیں کہ قادیان کی مجلس شوری جماعتی شرکت کے لئے تھی یا انفرادی شرکت کے لئے۔ ہمارا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ قادیانی جماعت اسی قسم کی بھول بھلیوں میں پھنسی رہتی ہے اور ایسا کرنے میں اس کی بڑی دور اندیشی ہے جو اس شعر کا مصداق ہے

حلف عدو سے قسم مجھ سے کھائی جاتی ہے
الگ ہر ایک سے چاہت بتائی جاتی ہے

ہمارے خیال میں اس جماعت کے کارکن اور محرک مع اپنے بانی کے زمانہ شناسی اور سیاسیات میں انگلستان کے وزیراعظم گلیڈسٹون متوفی سے کم نہیں ہیں۔ کسی غرض کے ماتحت گورنمنٹ پر دباؤ ڈالنا ہو، تو خلیفہ قادیان کانگریس کی تعریف کے گیت گانے لگ جاتے ہیں (اگر ضرورت ہوئی تو ہم بتا دیں گے) اور پنڈت جواہر لال نہرو لیڈر کانگریس کے ورود لاہور کے موقع پر ان کا استقبال قادیانی جماعت کے بے شمار افراد کرتے ہیں اور اس پر ایک بڑی رقم خرچ کی جاتی ہے۔ شاید یہ رقم بھی اشاعت اسلام کے اخراجات کی مد میں داخل کی جاتی ہو گی۔ اور حسب ضرورت دوسرا رخ بدلنے کو یہ امر مجلس شوری میں زیر بحث لایا جاتا ہے کہ ہم کس سیاسی جماعت میں شامل ہوں؟ اللہ رے ہوشیاری اور چالاکی۔ سچ ہے:

پوچھتے ہیں یہ کہ غالب کون ہے
کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا

مسلمان مقررین کو تنبیہ خلیفہ قادیان کی زبان سے:

اخبار الفضل قادیان مورخہ ۲۳۔ اپریل میں خلیفہ قادیان کا ایک خطبہ درج ہے جس میں آپ اس امر کا ذکر کرتے ہیں کہ مسلم لیگ میں شریک ہونے سے پہلے ہم مسلم لیگ والوں سے اس بات کا جواب لینا چاہتے ہیں کہ:

وہ ہم کو مسلمان سمجھتے ہیں یا نہیں۔

کئی سال خط و کتابت کرتے ہو گئے مگر لیگ کی طرف سے کوئی تسلی بخش جواب نہیں ملا۔ اس سوال کا جواب ان کو صاف لفظوں میں مل جانا چاہیے۔

اس خطبے کی بنا پر ہم ان علماء اسلام کو متوجہ کرتے ہیں جو قادیانیوں کے جلسوں میں اس نیت سے شرکت کیا کرتے ہیں کہ ان میں عموم اسلامی (سیرت نبویہ وغیرہ) کے متعلق تقریریں ہوتی ہیں اور اسی لئے وہ ہم کو دعوت دیتے ہیں، ہم ان اجلاسوں میں شرکت کو حرج نہیں سمجھتے۔

اس لئے میں ان مقررین اسلام کو متوجہ کرتا ہوں کہ مسلم لیگ بھی مقاصد عمومیہ اسلامیہ کو مدنظر رکھتی ہے کسی فرقہ کے خصوص سے اس کو مطلب نہیں۔ باوجود اس کے خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ ہم مسلم لیگ میں اسوقت داخل ہوں گے جب وہ ہم کو مسلمان سمجھے۔

کیا یہی حق ان علمائے مقررین و شرکائے جلسہ قادیانیہ کو نہیں کہ دعوت پہنچنے پر قادیان کے جلسہ سے دریافت کرلیا کریں کہ آپ ہم کو مسلمان سمجھتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں سمجھتے تو قصہ ختم۔ نہ ہم تمہارے نہ تم ہمارے۔ لکم دینکم و لی دین۔

اگر مسلمان سمجھتے ہو تو پھر ہم لوگوں پر تمہارا فتوی کفر مندرجہ انوار خلافت کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے۔ پس پہلے اس بات کی تسلی کیجئے کہ ہم مسلمان ہیں یا نہیں؟ اس کے بعد ہم جلسہ میں شرکت کا فیصلہ کریں گے۔

حضرات علماء کرام! عربی شاعر کی یہ رباعی آپ لوگوں کے ملاحظہ کے درج

کرتا ہوں

ما انا بالنکس الدّنی و لا الذی
اذا صدّ عنی زو المؤدّتِ احرب
و لیکننی ان دام دمت و ان یکن
له مذهب عنّی فلِی عنه مذهب

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ مئی ۱۹۴۱ء مطابق ۴ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۱۸ ص ۵۔۶)

قادیانی کے دعوی پر خدا تعالی کی فعلی شہادت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار الفضل قادیان ۲۰۔ اپریل ۱۹۴۱ء میں ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کی سرخی ہے:

حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ثبوت خدا تعالی کی فعلی شہادت سے

اس سرخی کے نیچے عبارت یوں لکھی ہے:

کسی مامور کے صدق و کذب کو پہچاننے کا ایک بہت بڑا ذریعہ یہ ہے کہ اس کے تعلق باللہ کا مشاہدہ کیا جائے۔ یعنی دیکھا جائے کہ اس کا خدا سے اور خدا کا اس سے کیسا تعلق ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالی کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ اس کے علم میں ہے۔ اور سینہ کے تمام پوشیدہ اسرار اس پر پوری طرح عیاں ہیں۔ ان حالات میں یہ قطعی طور پر ناممکن ہے کہ خدا ایک شخص کی بدعملیوں کی وجہ سے اس سے ناراض ہو، وہ شخص جھوٹا اور کاذب ہو اور پھر بھی خدا کی تائید اور نصرت اسے حاصل ہو...

غرض کسی مدعی کی صداقت معلوم کرنے کا یہ بھی ایک زبردست معیار ہے کہ اس کے تعلق باللہ کو دیکھا جائے اور خدا کے اس سلوک کو دیکھا جائے جو اس

کے ساتھ ہے۔ اگر خدا کی نصرت اور تائید اس کے شامل حال ہو تو یہ گواہی اس بات کا ثبوت دے گی کہ وہ اپنے دعوی میں سچا ہے۔

(الفضل قادیان ۲۰۔ اپریل ۱۹۴۱ء ص ۳)

ہم اس اقتباس کی دل سے تائید کرتے ہیں اور اس کو اپنے اور اپنے مخاطبین کے درمیان اصول موضوعہ کی طرح مسلّمہ تمہید قرار دے کر اس پر اپنی شہادت حقہ پیش کرتے ہیں۔ ہمارے پاس مرزا غلام احمد صاحب کے کذب دعوی پر بے شمار شہادات موجود ہیں مگر یہاں ہم شرعی اور قانونی نصاب شہادت پورا کرنے کو صرف دو شہادتیں پیش کرتے ہیں جو اہل نظر کے نزدیک اپنے اندر کافی سے زیادہ ثبوت رکھتی ہیں۔

پہلی شہادت:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنی صداقت پر یہ دلیل پیش کی تھی کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم مسیحی مناظر اگر حق کی طرف رجوع نہ کرے گا، تو ۱۵ مہینے کے عرصے میں بسزائے موت جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

یہ میعاد ۵ جون ۱۸۹۳ء کو شروع ہو کر ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو ختم ہوگئی۔ مگر ڈپٹی آتھم مذکور اس عرصہ میں نہیں مرا۔ حالانکہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اس پیش گوئی پر خود ہی یہ نتیجہ مرتب کیا تھا کہ:

> ڈپٹی آتھم اگر بصورت عدم رجوع ۱۵ ماہ کے عرصہ میں بسزائے موت جہنم میں نہ پڑ جائے، تو میں ہر ایک سزا اٹھانے کے لئے تیار رہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جائے۔ روسیاہ کیا جائے۔ میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے۔ مجھ کو پھانسی دیا جائے۔ ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ زمین آسمان ٹل جائیں، پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ (کتاب جنگ مقدس۔ ص ۱۸۹)

سوال یہ ہے کہ اس پیش گوئی کا وقوع اسی طرح ہوا تھا جس طرح مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے لکھا ہے؟ ہم اپنے لفظوں میں نہیں کہتے بلکہ مرزا صاحب کے الفاظ دکھاتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

آج ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو آتھم کی موت ہوئی۔ (انجام آتھم۔ص ا)

یعنی میعاد مقررہ سے ۲۲ ماہ، یعنی ایک سال ۱۰ مہینے کے بعد فوت ہوا۔ اس شہادت کی نسبت قادیان کی طرف سے جو عذرات پیش کئے گئے ہیں ان سب کے جواب لا جواب ہماری کتاب الہامات مرزا میں درج ہیں۔ اڈیٹر الفضل اور دیگر اتباع مرزا کو ہم صحیح مشورہ دیں کہ ہم مرزا صاحب قادیانی کے ارشاد کے ماتحت ان کے حق میں اپنی رائے قائم کریں یا کسی ایرے غیرے کے کہنے پر، واضح رہے کہ ہم سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ہم اپنے اصلی مخاطب (مرزا قادیانی) کو چھوڑ دوسری طرف توجہ دیں:

مجھے تو ہے منظور مجنوں کو لیلی۔ نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

دوسری شہادت

ہمارے نصاب کی آسمانی منکوحہ کا نکاح ہے۔ اس کی تفصیل کرنے کی ضرورت نہیں۔ قادیانی مباحث سے دل چسپی رکھنے والے سب لوگ جانتے ہیں۔ ہاں ایک حوالہ یہاں پیش کرنا نہایت مفید ہوگا جو جملہ قادیانی عذرات کے لئے بیخ کن ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے پیش گوئی کی تھی کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی لڑکی مسمات محمدی بیگم میرے نکاح میں ضرور آئے گی۔ اس کے متعلق آپ کے تاکیدی الفاظ یہ ہیں کہ:

> نفس پیش گوئی یعنی اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی کیونکہ اس کے متعلق الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے لا تبدیل لکلمات الله (یعنی خدا کی یہ بات ہرگز نہیں ٹلے گی)۔ پس اگر ٹل جائے تو خدا تعالی کا کلام باطل ہوتا ہے (تبلیغ رسالت۔ ج ۳ ص ۱۱۵)

احمدی دوستو! قادیانی اور لاہوری ممبرو! بتاؤ یہ نکاح ہوا۔ اگر نہیں ہوا اور یقیناً نہیں ہوا تو خدارا ہمیں صحیح مشورہ دو کہ ہم کیا رائے قائم کریں؟ یہی نا:

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نا مرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ مئی ۱۹۴۱ء مطابق ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۱۹ ص ۴۔۵)

لو جلالی مسیح بھی آ گئے

منتظر تھیں جن کی آنکھیں جن کے دل مشتاق تھے
شکر ہے صد شکر اب وہ بام پر آنے کو ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آنجہانی نے جب مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تو اعتراض ہوا کہ حضرت مسیح موعود کی بابت حدیثوں میں ذکر ہے کہ وہ صاحب سیاست یعنی مالک حکومت ہوں گے۔ آپ کی یہ حالت ہے کہ ایک متنفس پر بھی آپ کو حکومت حاصل نہیں ہے، بلکہ خود محکوم ہیں۔

آپ نے اس کا جواب دیا کہ میں جمالی مسیح ہوں۔ یعنی بے سیاست اور نرم صرف وعظ ونصیحت سے تبلیغ کرنے والا۔ آپ نے مزید فرمایا:

ممکن ہے اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آ جائے جن پر حدیثوں کے ظاہری الفاظ صادق آ سکیں (یعنی وہ باحکومت ہو) کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت و بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا درویشی اور غربت کے لباس میں آیا ہے۔ (ازالہ اوہام طبع اول۔ ص ۲۰۰)

اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ آپ (مرزا قادیانی) کے نزدیک ان ظاہری نشانوں والے کا نام جلالی مسیح ہے یعنی باحکومت وسیاست۔

ایک عرصہ سے ہم انتظار کر رہے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کے کہنے کے مطابق کوئی جلالی مسیح آئے تو ہم بھی اس سے مستفیض ہوں اس لئے بر وقت ہمارے کان میں یہ آواز آئی کہ جلالی مسیح آ گیا۔ دنیا کے لوگو! ہوشیار ہو جاؤ کہ:

اوپر سے ڈرانے والا آیا۔

بس اب سب جھگڑے بہت جلد ختم ہو جائیں گے کیونکہ جلالی مسیح صاحب سیاست ہوگا۔ ہمارے ناظرین اس امر پر مطلع ہوں گے کہ اتباع مرزا میں ایک صاحب

پیدا ہوئے ہیں جن کا نام نامی شیخ غلام محمد لاہوری ہے۔آپ دعوی کرتے ہیں کہ میں حسب الہام مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جماعت مرزائیہ کے لئے مصلح موعود ہوں اور سب سے مقدم میرا کام قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کی اصلاح کرنا ہے (اہل حدیث امرتسر ۲۵۔اپریل ۱۹۴۱ء ملاحظہ ہو) ۔ان مصلح صاحب نے جنگ کے متعلق ایک رسالہ شائع کیا ہے جس میں حکومت برطانیہ سے موجودہ جنگ کے پیش نظر بہت کچھ خطاب کیا ہے اس میں آپ نے اپنا اور اپنے پیرومرشد اور مبدءفیض مرزا غلام احمد قادیانی کا ذکر جن لفظوں میں کیا ہے وہ یہ ہیں :

اللہ تعالی نے ملک ہندوستان میں مجھ سے قبل حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو جمالی مسیح اپنی روحانیت میں بنایا اور اب ان کی وفات کے بعد مجھے شہر لاہور مدینۃ المسیح میں جلالی مسیح روحانی بنایا ہوا ہے۔(ص۱۲)

پس یہ خوشی کا مقام ہے کہ حسب اعلان مرزا صاحب قادیانی، جلالی مسیح آگئے۔یہ خوشخبری سن کر بے ساختہ ہمارے منہ سے نکل گیا

خواستین آنچہ ما فراز آمد
آب از جوئے رفتہ باز آمد

پس اب ہم اس جلالی مسیح کے جلالی فعل کے منتظر ہیں کہ سب سے پہلے آپ حسب حکم احادیث شریفہ ان شخصوں یا قوموں کا صفایا کردیں جن کا نام جمالی مسیح نے دجال اور یاجوج ماجوج رکھا ہوا ہے۔پس شیخ صاحب ممدوح کو چاہیے کہ قادیانی اور لاہوری جماعتوں کی اصلاح کے بعد فوراً اس کام کی طرف توجہ کریں کیونکہ ہم اسی کام کے انجام کے منتظر ہیں۔چونکہ اس سے پہلے ہم بڑے میاں (جمالی مسیح) سے ادھار کھا چکے ہیں انہوں نے ہم کو بڑے بڑے وعدے دیئے تھے اور خوب سبز باغ دکھائے تھے جنکی بابت ہمارا یہ عقیدہ پختہ ہوگیا

کیوں کر مجھے باور ہو کہ ایفا ہی کریں گے
کیا وعدہ انہیں کرکے مکرنا نہیں آتا

اس لئے ہم جلالی مسیح کے فرائض مفوضہ کا انجام دیکھ کر اگر ان کے حق میں صحیح رائے قائم کریں گے اگر وہ اپنے دعوی میں سچے ہوئے تو ہم مان جائیں گے ورنہ

اگر جلالی مسیح بھی جمالی کی طرح نکلے تو ہم دور بیٹھے یہ شعر پڑھ دیں گے

رقیبوں سے نہ مل اے دل ہمارے دیکھے بھالے ہیں
نہیں ڈسنے سے رکنے کے ستم گر ناگ کالے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ مئی ۱۹۴۱ء مطابق ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۲۰۔ص ۴۔۵)

اخبار الفضل قادیان روزانہ رہے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کاغذ کی گرانی کی وجہ سے قادیان کی مجلس شوری میں یہ بات پیش ہوئی کہ اخبار الفضل کا خرچ زیادہ ہے، آمد کم۔ ایک ممبر نے جرأت کر کے کہا کہ روزانہ کی ضرورت نہیں۔ مطلب اس کا یہ تھا کہ سابقہ حالت پر دو روزہ یا سہ روزہ کیا جاے۔ اس کے جواب میں خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے بڑے زور سے کہا جس طرح پانچ نمازیں روزانہ پڑھی جاتی ہیں پانچ کی بجائے ایک نماز کافی نہیں، اسی طرح اخبار الفضل چونکہ مذہبی اخبار ہے، یہ بھی روزانہ ہی رہنا چاہیے اس میں کمی نہیں چاہیے۔

اصل مقصد میں تو ہم متفق ہیں کہ اخبار روزانہ ہی رہنا چاہیے مگر خلیفہ قادیان کی دلیل کا معارضہ ہمارے پاس ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے وعدہ کیا تھا کہ میں اربعین کے رسالے کے چالیس نمبر نکالونگا۔ چار نمبر نکال کر سلسلہ ختم کر دیا۔ سوال ہوا کہ چالیس کیوں پورے نہیں کئے۔ جواب دیا، نمازیں پچاس فرض ہوئی تھیں مگر پچاس کے بعد پانچ رہ گئیں۔ پس جیسے پچاس کے قائم مقام پانچ ہیں، اسی طرح چالیس کے قائمقام چار۔

خدا کرے کہ روزانہ کے خلاف کہنے والے ممبر کو یہ دلیل نہ ملے۔ وہ اس دلیل کے زور سے خلیفہ (مرزا محمود احمد) اور الفضل کے سٹاف کو اپنا ہم خیال بنا لے گا کیونکہ یہ ان کے مسیح موعود کا اصول ہے۔

قادیانی ممبرو! تم کسی پر چالیس روپئے کا دعوی کرو۔ اور وہ عدالت کے

سامنے تمہارے مسیح موعود کا یہ اصول پیش کر کے بجائے چالیس کے چار دینے پر اصرار کرے تو مان جاؤ گے؟ بینوا تو جروا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ مئی ۱۹۴۱ء مطابق ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۲۰ ص ۷)

مرزا، بہاء اللہ اور قیامت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

سلطنتوں کے کے قوانین انتظام ملکی کے لئے ہوتے ہیں۔ یعنی ظالم کو ظلم سے روکنے اور مظلوم کا بدلہ لینے کے لئے ہوتے ہیں۔ باوجود اس کے مولانا الطاف حسین حالی نے قانون کے متعلق ایک رباعی لکھی ہے جو قابل شنید ہے:

قانون کہ ہے بیشتر یقیناً بے کار
حاشا کہ ہو اس پہ نظمِ عالم کا مدار
جو نیک ہیں ان کو نہیں حاجت اس کی
جو بد ہیں وہ بنتے نہیں نیک اس سے زنہار

ٹھیک اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ مذہبیات میں کسی امر کے متعلق خواہ کیسی ہی نص صریح ہو، متعصب اور ضدی لوگ اپنی کوشش سے اس کو ایسا محرف کر دکھاتے ہیں گویا وہ مشہور معنی میں نازل ہی نہیں ہوئی۔

اس قسم کے مدعی ہمارے سامنے کئی ایک ہیں، مگر سر دست ہم دو فرقوں کا ذکر کرتے ہیں جو اس امر میں مساوی الاقدام ہیں۔ ان میں سے ایک قادیانی فرقہ ہے دوسرا بہائی فرقہ۔

ہماری یہ تحقیق غیر متبدل ہے کہ یہ دونوں فرقے باہم مستفیض اور مفیض کی نسبت رکھتے ہیں۔ یعنی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے شیخ بہاء اللہ ایرانی کی تحریرات سے فیض پایا تھا۔ ہمارا یہ دعوی محض ادعاء ہی نہیں بلکہ اس کا ثبوت بھی ہم اپنے رسالہ، بہاء اللہ اور مرزا، میں ناقابل تردید دلائل سے دے چکے ہیں۔ آج ہم اس کے متعلق

دو مثالیں پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہوگا کہ ان دونوں گروہوں کو اپنے اپنے مقاصد کے لئے نصوص میں تحریف کا ملکہ کہاں تک حاصل ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسیح موعود دمشق (شام) میں نازل ہوں گے (دمشق ایک شہر کا نام ہے جسے سب جانتے ہیں) جیسے کوئی کہے کہ اخبار اہل حدیث کا دفتر امرتسر میں ہے۔ اس بات کے سننے والے کو یقین ہو جائے گا کہ جس مقام کا نام امرتسر ہے دفتر اہل حدیث اسی جگہ ہے۔ یہ فقرہ کسی طرح قابل تاویل نہیں ہے۔ مگر مرزا قادیانی نے قادیان پنجاب میں پیدا ہو کر قادیان ہی کو دمشق بنا دیا۔ کس طرح بنایا؟ محض زور قلم اور خود غرضی سے تحریف کر کے کہا کہ دمشق میں یزیدی الطبع لوگ رہتے ہیں اسی خصلت کے لوگ قادیان میں بھی رہتے ہیں لہذا قادیان بھی دمشق ہو گیا (ازالہ اوہام)

کون پوچھے کہ جس وقت یہ لفظ دمشق جناب رسالتمآب ﷺ کی زبان وحی ترجمان سے نکلا تھا اس وقت بھی دمشق میں یزیدی صفت لوگ رہتے تھے۔ یا وہ کسی کے خواب وخیال میں بھی نہ تھے۔ مثال کے طور پر ہم استاد غالب مرحوم کا ایک شعر پیش کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

غم نہیں رہتا آزادوں کو بیش از یک نفس
برق سے کرتے ہیں روشن شمع ماتم خانہ ہم

آج جس برق (بجلی) سے شہروں میں روشنی ہو رہی ہے، کیا استاد غالب کی مراد یہی برق تھی۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اس وقت یہ برق ان کے خواب وخیال میں بھی نہ تھی۔ اسی لئے برق سے آپ کی مراد آسمانی برق تھی جو چمک کر زمین کو روشن کرتی ہے جس طرح استاد غالب کے کلام میں یہ مصنوعی برق (بجلی) مراد نہیں ہو سکتی ٹھیک اسی طرح دمشق سے مراد یزیدی صفت لوگوں کی جائے سکونت نہیں ہو سکتی چاہے وہ قادیان ہو یا لاہور۔

دوسری مثال بہائیوں کی ہے جو نصوص قرآنیہ کو اپنے خیالات کے مطابق ڈھالنے کا خاص ملکہ رکھتے ہیں۔ قرآن مجید میں قیامت کے کئی ایک نام آئے ہیں ان میں سے ایک نام یوم القیامۃ بھی ہے چنانچہ ارشاد ہے:

ثمّ انکم یو م القیا مۃ عند ر بّکم تختصمو ن

(الزمر۳۱۔پ ۲۳۔ع ۔۱۷)

یو م البعث بھی آیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

لقد لبثتم فی کتا ب الله الی یو م البعث، فهذا یو م البعث و لکن لا تعلمو ن (الروم:۵٦)

اسی طرح اور بھی بہت سے نام آئے ہیں مثلاً

القارعه ، الصا خه ۔ یو م الحسرت ۔ یو م الآ ز فه ، یوم الخروج ۔ اور طا مّة الکبری وغیرہ

جہاں جہاں یہ نام آئے ہیں وہاں ساتھ ساتھ بنی آدم کے نیک و بد اعمال کا فیصلہ اور اس کا نتیجہ بھی مذکور ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

انّ ر بك یقضی بینهم یو م القیا مة فیما کا نوا فیه یختلفو ن (یونس:۹۳)

اس فیصلے کی تفصیل بھی مصرّ ح ملتی ہے۔آیات ذیل ملا حظہ ہوں:

۱۔ فر یق فی الجنة و فر یق فی السّعیر

۲۔ کلوا و اشر بوا هنیئا بما اسلفتم فی الا یا م الخا لیة

(الحاقۃ:۲۴)(گذشتہ دنوں، دنیاوی زندگی میں، تم نے جو نیک اعمال کئے تھے ان کے عوض خوب کھاؤ پیؤ)

۳۔ انّ جهنم کا نت مر صا داً۔ للطّا غین مآ با (النبا:۲۱)

(بے شک جہنم گھات کی جگہ،اور، سرکشوں کے رہنے کا مقام ہے)

بہائی لوگوں کا زعم ہے کہ قیامت سے مراد شیخ بہاء اللہ ایرانی کی بعثت کا زمانہ ہے اور یہی قیامت ہے۔اس کے سوا قیامت کا کوئی خاص دن مقرر نہیں ہے چنانچہ بہائی رسالہ پیامبر دہلی بابت مئی میں قیامت کے متعلق ایک مکالمہ (اصلی یا فرضی) شائع ہوا ہے جس کی سرخی ہے:

قیامت کے متعلق بات چیت

اس گفتگو کو ہم نے غور سے پڑھا۔ چونکہ یہ گفتگو مصنوعی معلوم ہوتی ہے اسلئے متکلم نے ادھر ادھر کی باتوں میں وقت لگا دیا۔قرآن مجید میں جس قدر آیتیں روز

قیامت مردوں کے قبروں سے زندہ ہوکر نکلنے کے متعلق وارد ہوئی ہیں ان کا ذکر تک نہیں کیا۔ہم نے ہر چند اس مکالمہ کو دیکھا، ان آیات صریحہ کا کہیں ذکر نہیں پایا۔مثلاً

۱: و ا ذا القبور بعثرت۔ علمت نفس ما قد مت و اخرت ۔(الانفطار:۴۔۵)) (جب اہل قبور اٹھائے جائیں گے تو ہر نفس اپنے اگلے پچھلے اعمال کو جان لے گا)۔

۲۔ خشعاً ابصا ر هم يخر جو ن من ا لا جدا ث كأنهم جراد منتشر ۔مهطعين الى الداع ۔ يقو ل الكا فرو ن هذا يو م عسر

(القمر: ۷۔۸) (جس دن لوگ قبروں سے نکلیں گے تو کثرت تعداد کی وجہ سے پھیلی ہوئی مکڑیوں کی طرح نظر آئیں گے پکارنے والے کی طرف دوڑیں چلے جائیں گے۔کافر کہیں گے یہ دن تو بڑا سخت ہے)

۳۔ و نفخ فی الصور فا ذا هم من ا لا جدا ث الى ر بهم ينسلون (یٰس:۵۱)

(جب قرنا میں پھونکا جائے گا تو لوگ فوراً اپنے پروردگار کی طرف بھاگ کھڑے ہوں گے)

ان تین آیات کے علاوہ اور بہت سی آیات ان معنی میں نص صریح ہیں کہ قیامت کے روز مردے قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے ، یہ ایسی بات ہے کہ کسی طرح اس کی تاویل نہیں ہوسکتی ۔

فرقہ بہائیہ اپنے عقیدہ کی پابندی میں جو کچھ کہے گا وہ اس شاعرانہ تخیل سے زیادہ نہیں ہوگا جو غالب مرحوم نے یوں ادا کیا ہے:

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملیں گے
کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

نوٹ ۔ دیکھیں اہل بہاء ان آیات پر کیا تصرف کرتے ہیں ۔

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۳ مئی ۱۹۴۱ء مطابق ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۲۱ ص ۳۔۴)

قادیانی پیش گوئیاں

بجواب مولوی شیر علی قادیانی

ما مواعیدھا الّا الاباطیل

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ان کے مریدوں کو اس بات کا پختہ یقین ہے کہ پبلک کا حافظہ کمزور ہوتا ہے، اس لئے وہ واقعات مکذوبہ کو صحیح واقعات کی صورت میں پیش کر دیتے ہیں۔ خصوصاً تیس چالیس برس کی پرانی پیش گوئیاں جن کا کذب نمایاں ہو چکا تھا، آج سچائی کے لباس میں پیش کی جاتی ہیں۔

مثال کے طور پر آج ہم مرزا غلام احمد صاحب کی دو مکذوبہ پیش گوئیوں کا ذکر کرتے ہیں جن کو قادیان کے ایک مسنّ بزرگ مولوی شیر علی صاحب نے بڑے طمطراق سے سچائی کے لباس میں پیش کیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

اخبار الفضل قادیان مورخہ ۷ مئی ۱۹۴۱ء میں موصوف کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی بعض پیش گوئیوں کا ذکر ہے۔ ان میں سے ایک پیش گوئی زلزلے سے متعلق ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

عفت الدیار محلھا و مقامھا

یہ عربی جملہ عرب جاہلیت کے قصیدے کا ایک مصرعہ ہے۔ عرب قومیں خانہ بدوش رہتی تھیں۔ جہاں ان کو کوئی جگہ نظر آتی، وہیں اپنے ریوڑ چھوڑ دیتے۔ جب وہاں گھاس چارہ ختم ہو جاتا، تو دوسری جگہ چلے جاتے۔ شعرائے عرب اپنی محبوبہ کو ایسے ہی قبائل میں شمار کرتے تھے۔ قافلہ چلے جانے کے بعد جنگل کا نظارہ تصور میں لا کر اپنی محبوبہ کو یاد کرتے۔ چنانچہ اس کے متعلق امرء القیس کہتا ہے

كاني غدات البين يوم تحمّل
لدى سمرات الحي ناقف حنظل

(جس روز محبوبہ کا قافلہ ڈیرہ کوچ کر گیا میں کیکر کے پیڑ نیچے بیٹھ کر اتنا رویا جیسے کوئی حنظل (اندرائن) توڑتا ہوا آنسو بہاتا ہے)

مرزا غلام احمد صاحب نے اس مصرع کو اپنے الہام کی صورت میں پیش کیا ہے۔اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپ کے الہاموں کی حقیقت کیا تھی۔اہل دانش سمجھ لیں۔مولوی شیر علی نے اس الہام کے متعلق جو لکھا ہے وہ یہ ہے:

جب آپ (مرزا قادیانی) ظاہر ہوئے تو اس ملک میں سال ہا سال سے کوئی زلزلہ نہ آیا۔مگر آپ نے ۱۹ دسمبر ۱۹۰۳ء کو زلزلہ کی خبر دی اور فرمایا زلزلہ کا ایک دھکا۔(اخبار البدر یکم جنوری ۱۹۰۴ء ص ۶)

پھر جون ۱۹۰۴ء میں فرمایا:

عفت الديار محلها و مقامها (البدر ۲۴ مئی و یکم جون ۱۹۰۴ء ص ۱۵)۔

یعنی ایک علاقہ مٹ جائے گا اور وہ ایسا علاقہ ہوگا جہاں بعض لوگوں کی مستقل رہائش ہوگی اور بعض کی عارضی۔گویا اس جگہ یہ بھی پتہ دے دیا کہ وہ علاقہ پہاڑی ہوگا کہ جہاں بعض لوگ رہائش رکھتے ہیں اور بعض صرف موسم گرما میں عارضی طور پر جا کر رہتے ہیں۔

چنانچہ ۴۔اپریل ۱۹۰۵ء کو زلزلہ آیا اور ایسا آیا کہ کئی ملکوں نے زلزلہ کا ایسا دھکا نہ دیکھا تھا۔ہندوستان میں کانگڑہ، بھاگسو، پالم پور، سجان پور، تیرہ اور دیگر مقامات کلّو وغیرہ میں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی پیشگوئی کے بعد جب وہ زلزلہ آیا تو ۲۵ ہزار آدمی ایک آن کی آن میں ہلاک ہوگئے۔

(الفضل قادیان ۷ مئی ۱۹۴۱ء ص ۳)

ہم مولوی شیر علی صاحب کے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے اس الہام کی تاریخ بتا دی گو ہمیں پہلے ہی معلوم تھی۔اسی لئے ہم اسی اخبار سے الہام مذکور کی تشریح بزبان مرزا صاحب قادیانی نقل کر دینا کافی سمجھتے ہیں:

دوستو! خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے حال پر رحم کرے آپ صاحبوں کو معلوم ہو

گا کہ میں نے آج سے قریباً نو ماہ پہلے الحکم اور البدر میں جو قادیان سے اخباریں نکلتی ہیں خدا تعالی کی طرف سے اطلاع پا کر یہ وحی الٰہی شائع کرائی تھی کہ عفت الدیار محلھا و مقامھا یعنی یہ ملک عذاب الٰہی سے مٹ جانے کو ہے۔ نہ مستقل سکونت امن کی جگہ رہے گی، اور نہ عارضی امن کی جگہ۔یعنی طاعون کی وبا ہر جگہ عام طور پر پڑے گی اور سخت پڑے گی۔

(دیکھو اخبار الحکم پرچہ مورخہ ۳۱ مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۱۸ جلد ۸، اور اخبار بدر نمبر ۲۰، ۲۱ صفحہ ۱۵ مورخہ ۲۴ مئی و یکم جون ۱۹۰۴ء)

ناظرین! اس عبارت کو غور سے پڑھئے۔مرزا غلام احمد صاحب اپنے الہام کی تشریح لفظ یعنی کہہ کر طاعون سے کرتے ہیں جس سے ثابت ہوا کہ یہ الہام طاعون سے متعلق تھا۔مگر چونکہ طاعون سے کوئی بستی اس طرح برباد نہیں ہوئی جس کے محل اور مقام سب مٹ گئے ہوں اور جس کا نام نشان بھی کوئی نہ جانتا ہو اس لئے یاروں نے کوشش کی کہ اس کو طاعون سے ہٹا کر زلزلہ سے متعلق کیا جائے۔ورنہ صاف بات ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ابتداء ہی میں اس کو طاعون سے متعلق بتایا تھا۔چونکہ طاعون سے کسی بستی کی ایسی حالت نہیں ہوئی لہذا یہ پیش گوئی غلط ٹھہری۔

دوسری پیش گوئی بنگال کے متعلق ہے۔اس کے بارے میں مولوی شیر علی قادیانی کے الفاظ یہ ہیں۔

بنگال کے دو حصے مشرقی بنگال اور مغربی بنگال کر دیئے۔ اس تقسیم کے خلاف ہندوؤں نے بہت شور مچایا۔مگر ان کی شنوائی نہ ہوئی۔ لارڈ کرزن کے بعد دوسرا وائسرائے آیا۔ اسوقت بھی اس تقسیم کے خلاف کوشش کی گئی مگر اس نے بھی کچھ نہ کیا۔ یہاں تک کہ پارلیمنٹ میں یہ معاملہ پیش کیا گیا، وہاں سے بھی یہی جواب ملا کہ یہ طے شدہ فیصلہ ہے۔غرض سال ہا سال تک جلسے کر کے کوشش کی گئی مگر بے سود۔آخر ہندو مایوس ہو گئے۔انہی دنوں فروری ۱۹۰۶ء میں حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) نے خدا تعالی سے اطلاع پا کر یہ خبر شائع کی کہ:

پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا اب ان کی دل جوئی ہو گی۔

(بدر قادیان ۱۶ فروری ۱۹۰۶ء ص ۲)

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے جب یہ خبر شائع کی تو چونکہ تقسیم بنگالہ کی طرف لوگوں کی نظریں لگی ہوئی تھیں اس لئے لوگوں نے بڑی دلچسپی لی۔ گو حالات اس خبر کے پورا ہونے کے بالکل برخلاف تھے لیکن پھر بھی یہ خبر جو خدا نے بتائی تھی اپنی پوری شان سے پوری ہوئی۔ (الفضل ۷ مئی ۱۹۴۱ء ص ۴)

ناظرین کرام! مولوی شیر علی ایک شریف قوم کی طرح جس نے توراۃ میں آیت رجم پر ہاتھ رکھ کر مخفی کیا تھا، خاموشی سے آگے چلے گئے۔ یعنی آپ مرزا صاحب قادیانی کے الہام کی تشریح کا ایک ایسا فقرہ ہضم کر گئے جس سے ان کی ساری پیش گوئی سچی ثابت ہونے کی بجائے غلط ٹھہرتی ہے۔ وہ فقرہ ہم ظاہر کرتے ہیں۔

ناظرین مرزا صاحب قادیانی کے ماہوار رسالہ ریویو آف ریلیجنز ستمبر ۱۹۰۶ء میں یہ عبارت ملاحظہ کریں:

اب گورنمنٹ صرف ایسا طریق اختیار کرے گی جس سے بنگالیوں کی دلجوئی ہو۔ جس کا یہ صاف صاف مفہوم ہے کہ جو خیال لوگوں کے دلوں میں ہیں وہ دونوں پورے نہیں ہوں گے بلکہ ایک ایسا طریق اختیار کیا جائے گا کہ تقسیم بھی منسوخ نہ ہو اور اہل بنگال کی دلجوئی بھی ہو جائے (ص ۳۴۰)۔

قادیانی ممبرو! تمہیں یاد ہے کہ خدا نے اس پیش گوئی کی تکذیب کے لئے کیا سامان پیدا کیا تھا؟

قیصر ہند شاہ انگلستان جارج پنجم ہندوستان میں بذات خود تشریف لائے اور دہلی میں دربار منعقد کر کے تقسیم بگال کی منسوخی کا اعلان کیا، حالانکہ یہ بالکل معمولی کام تھا جسے آپ انگلستان میں بیٹھے ہوئے بھی بذریعہ شاہی فرمان کر سکتے تھے مگر خدا تعالی اپنے کاموں کی حکمت خود ہی جانتا ہے کہ اس نے شاہ ممدوح کے دل میں ڈال دیا کہ مرزا غلام احمد صاحب نے ہمارے نام سے غلط پیش گوئی کی ہے اس لئے تم خود ہندوستان جا کر اس کی عملی تردید کرو تا کہ اس پیش گوئی کی تکذیب مستند ہو جائے۔ چنانچہ ہم نے اسی زمانے میں ایک رسالہ لکھا تھا جس کا نام ہے شاہ انگلستان اور مرزا۔

ناظرین! یہ ہیں مرزا صاحب کی پیش گوئیاں اور ان کے اتباع کی طرف

سے ان کے متعلق مساعی کہ کسی طرح تکذیب کی زد سے بچ جائیں۔ سچ ہے:

پیراں نمے پرند و مریداں ہمے پرانند

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ مئی ۱۹۴۱ء مطابق ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۲۱ ص ۴۔۵)

مرزا قادیانی کا آخری فیصلہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس آخری فیصلے کے اعلان کو پڑھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعی آخری فیصلہ ہے اور بالکل صاف فیصلہ ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اس میں محض دعا کے ذریعہ خدا سے فیصلہ چاہا تھا کہ:

ہم دونوں (مرزا غلام احمد قادیانی و ثناء اللہ امرتسری) میں سے جو جھوٹا ہے، وہ سچے کی زندگی میں مر جائے۔

خدا نے اس دعا کے جواب میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو الہام کیا اجیب دعوۃ الداع (بدر ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء) یعنی میں (اللہ تعالی) نے آپ کی دعا قبول کر لی کہ جھوٹا سچے سے پہلے فوت ہو جائے۔

چونکہ آخری فیصلے والی مرزا صاحب قادیانی کی دعا مرزائی قلعے کے لئے آتشیں بم کا گولہ ہے اس لئے قادیانیوں نے اس بم کی زد سے بچنے کے لئے مکانوں پر پھوس کی چھتیں ڈالیں۔ ایک چھت یہ بنائی کہ یہ دعا دراصل دعائے مباہلہ ہے اور اس سلسلہ مباہلہ کی کڑی ہے جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ۱۸۹۶ء میں مولوی ثناء اللہ اور دیگر علماء سے شروع کیا تھا۔ اور چونکہ مولوی ثناء اللہ امرتسری مقابلے میں نہیں آیا اس لئے مباہلہ منعقد نہیں ہوا۔

ہم نے بارہا اس کی تکذیب پر مرزا صاحب قادیانیکے اقوال پیش کئے مگر مرزائی اور حق پسندی؟ ان یّروا سبیل الرشد لا یتّخذوہ سبیلاً

آج کل اس بارے میں قادیانی جماعت کے بڑے ذمہ دار افسر سامنے

آرہے ہیں جن کا نام چودھری فتح محمد سیال ہے۔ ہر چند آپ مرزا صاحب قادیانی سے بھی طویل نویسی میں بڑھے ہوئے ہیں، مگر کیا مجال کہ مرکزی نقطہ کی طرف آئیں ۔ہم نے کئی دفعہ لکھا اوراب بھی اسی کو مرکز کلام بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب نے ہمارے ساتھ مباہلہ کرنا حقیقۃ الوحی کی اشاعت تک موقوف رکھا تھا۔ چنانچہ فرمایا تھا کہ حقیقۃ الوحی چھپ جائے گی تو مولوی ثناءاللہ صاحب کے پاس بھیج دی جائے گی۔اس کے پڑھنے سے اس کی تسلی نہ ہوئی تو اس سے مباہلہ کیا جائے گا۔

حقیقۃ الوحی ۱۵ مئی ۱۹۰۷ کو شائع ہوگئی مگر میرے پاس نہیں پہنچی ،اس لئے میں نے قیمتاً منگوالی (یہ واقعہ بجائے خود تکذیب مرزا قادیانی پر ایک مستقل دلیل ہے) اب قابل غور بات یہ ہے کہ جو واقعہ (مباہلہ) ۱۵مئی کے بعد وقوع پذیر ہونے والا تھا اور جو کسی معمولی آدمی کی زبان سے نہیں نکلا تھا بلکہ مامورمن اللہ، نبی اللہ، مسیح زماں، مہدی دوراں، کرشن قادیانی، کی زبان سے نکلا تھا وہ ایک مہینہ پہلے ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ءکو کیونکر واقع ہوسکتا ہے؟

اس کے جواب میں چوہدری فتح محمد سیال یوں گویا ہوئے ہیں، اچھا ہوتا کہ نہ ہوتے ، ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان کے سارے الفاظ نقل کردیں تاکہ ناظرین ان کا مافی الضمیر خوب سمجھ سکیں آپ سرخی لکھتے ہیں :

مباہلہ کسی وقت بھی منقطع نہیں کیا گیا۔

اس سے مولوی ثناءاللہ کا یہ عذر بھی باطل ہوجاتا ہے کہ مباہلہ کے لئے حقیقۃ الوحی کی اشاعت کی ضرورت تھی کیونکہ حضرت مسیح موعود نے انجام آتھم والے مجموعہ الہامات ہی کو کافی سمجھا ہے۔اورفرمایا ہے کہ اس مجموعہ الہامات کو جو میں انجام آتھم میں شائع کرتا ہوں ہاتھ میں لے کرقسم کھاؤں گا کہ یہ کلام الٰہی ہے اور اگر میں اپنے اس ادعا میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اورلعنت ایک سال کے اندر اندر نازل ہو۔اور فریق مخالف سے بھی یہی مطالبہ تھا کہ وہ اس مجموعہ الہامات کو جو کہ انجام آتھم میں شائع کیا گیا تھا ہاتھ میں لے کر قسم کھائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی وحی سے نہیں ہے بلکہ محض افتراء علی اللہ ہے اور اگر ہم اس قسم میں جھوٹے ہیں تو ہم پر

اللہ تعالی کا عذاب ایک سال کے اندر اندر نازل ہو۔ اس سے ساری کی ساری شرائط پوری ہو جاتی ہیں اور وہ مباہلہ کا چیلنج جو انجام آتھم میں آپ (ثناءاللہ) کو دیا گیا کبھی واپس نہیں لیا گیا۔ اس لئے یہ کہنا کہ یہ (دعائے آخری فیصلہ) مباہلہ نہیں اور (مباہلہ) کسی وقت منقطع ہو گیا تھا غلط ہے۔ یہ کسی وقت بھی منقطع نہیں کیا گیا۔ اس لئے یہ کہنا کہ ہم آخری فیصلہ والی دعوت کو انجام آتھم کے مباہلہ سے خواہ مخواہ ملاتے ہیں بالکل غلط ہے۔

(الفضل قادیان ۸ مئی ۱۹۴۱ص ۵)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کہتے ہیں کہ چوہدری فتح محمد صاحب کی تردید کے لئے ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہی کے الفاظ نقل کر دیتے ہیں جو ایمان داروں کے لئے کافی ہیں:

حضرت اقدس نے پھر بھی اس (ثناءاللہ) پر رحم کر کے فرمایا کہ یہ مباہلہ چند روز کے بعد ہو جبکہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہو جائے۔ اس کتاب میں ہر قسم کے دلائل سلسلہ حقہ کے ثبوت میں خلاصۃً بیان کئے گئے ہیں ... یہ کتاب مولوی ثناء اللہ کو بھیج دی جائے گی تاکہ وہ اسے اول سے آخر تک بغور پڑھ لے۔ اس کتاب کے ساتھ ایک اشتہار بھی ہماری طرف سے شائع ہوگا جس میں ہم یہ ظاہر کر دیں گے کہ ہم نے مولوی ثناء اللہ کے چیلنج مباہلہ کو منظور کر لیا ہے۔ (الحکم قادیان ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء)

مرزا غلام احمد صاحب کے الفاظ دیکھئے اور ان کے ساتھ چوہدری فتح محمد صاحب کا کہنا کہ مباہلہ کسی وقت بھی منقطع نہیں ہوا، کہاں تک صحیح ہے؟

سنئے ہمارا دعوی مباہلہ منقطع ہونے کا نہیں بلکہ التواء کا ہے۔ اگر کوئی مجسٹریٹ مقدمے کی تاریخ مئی کے آخری ہفتے میں ڈال دے اور فریقین گھروں کو چلے جائیں۔ پھر ۱۵ اپریل کو فیصلہ کر دے تو کیا وہ مجسٹریٹ عادل کہلائے گا یا ظالم۔ مجنوں کہ ہوش مند؟

ذرہ سوچ کر جواب دینا اور یہ بھی بتانا کہ ایسے فیصلے کی اپیل بھی ہو سکے گی یا نہیں۔ اور اس اپیل میں مجسٹریٹ پر عدالت عالیہ سے کوئی عتاب بھی ہوگا یا نہیں، بلکہ

وہ اس منصب کے لائق بھی رہے گا یا نہیں۔

ناظرین کرام! یہ ہے پنجہ شیر کی سخت گیری جس سے تنگ آ کر بڑے میاں نے چیختے چلاتے آخری فیصلہ کا اعلان کیا تھا اور دل میں چاہا تھا کہ ان پر سخت تنقید کرنے والا ان کی زندگی میں مر جائے مگر ہوا یہ کہ وہ خود مر گئے۔ اب ان کے مریدین ان کے مزار شریف پر کان لگا کر سنتے ہیں تو آواز آتی ہے۔

ہم نے چاہا تھا کہ حاکم سے کریں گے فریاد
وہ بھی کم بخت ترا چاہنے والا نکلا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ٣٠ مئی ١٩٤١ء مطابق ٣ جمادی الاول ١٣٦٠ھ جلد ٣٨ نمبر ٢٢ ص ٥۔٦)

خلیفہ قادیان خطاب ، سر ، کا متمنی ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

بڑے مرزا صاحب قادیانی کو بھی خطاب کا شوق تھا۔ اسی شوق میں آپ کو الہام ہوا تھا: لك خطاب العزت۔ جو ساری عمر پورا نہ ہوا۔

اس کے بعد آپ کے صاحبزادے خلیفہ قادیان نے یکم جولائی ۱۹۳۲ء کو ایک خطبہ دیا جو اخبار الفضل ۲۰ مئی ۱۹۴۱ء میں مکرر چھپا ہے۔ اس میں آپ نے ان لوگوں کو ملامت کی ہے جو گورنمنٹ کی خدمت کر کے کسی قسم کے بدلے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کے الفاظ درج ذیل ہیں:

مجھے تعجب آتا ہے۔ ابھی تک ہماری جماعت میں یہ بلندی پیدا نہیں ہوئی۔ کئی لوگ ہیں جو لکھ دیتے ہیں۔ فلاں موقعہ پر میں نے گورنمنٹ کا فلاں کام کیا تھا اب مجھے ضرورت ہے میرا فلاں کام کرا دیا جائے مجھے اسوقت یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس نے گویا میرے منہ پر چپیڑ مار دی۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ سوائے کسی ذاتی فائدہ کی تمنا کے ہم کیوں کام نہیں کر سکتے...

یہ نہایت ہی افسوس ناک بات ہے اور یہی ہندوستانیوں میں نقص ہے کہ

اول تو وہ کام نہیں کرتے اور جب کرتے ہیں تو معاً خیال آجاتا ہے کہ ہمیں کچھ اس کے بدلہ میں ملنا چاہیے۔ (الفضل ۲۰ مئی ۱۹۴۱ء ص اول)

اس کے بعد ۱۹۳۵ء میں آپ نے ایک اور خطبہ دیا جو بظاہر اس مضمون پر حاوی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ گورنمنٹ کی خدمت کر کے کسی فائدے کی تمنا نہیں رکھنی چاہیے مگر استاد غالب مرحوم کے قول کے ماتحت نہایت بلیغ الفاظ میں خلیفہ صاحب نے گورنمنٹ سے سر کا خطاب طلب کیا تھا چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

کیا ہم نے کبھی حکومت سے کچھ مانگا؟ یا جماعت کی خدمات کی بنا پر کچھ مانگا؟ جنگ عظیم میں ہم نے تین ہزار کے قریب افراد مہیا کئے اور ہزار ہا روپئہ خرچ کیا اتنی ہی تعداد اور ایک شخص کی طرف منسوب کی گئی حالانکہ اس نے اتنے آدمی نہ دیئے تھے اسے سر کا خطاب مل گیا مگر ہم نے کچھ نہیں مانگا۔ (الفضل قادیان ۲۰ جنوری ۱۹۳۵ء ص ۷)

ناظرین! ان الفاظ کو سامنے رکھ کر غالب مرحوم کا یہ شعر پڑھنا چاہیے

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

استاد غالب مرحوم کے اس شعر سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ سوال دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک صریح الفاظ میں، دوسرا خاص حالت یا اشارہ وغیرہ سے۔

خلیفہ کا مطالبہ خطاب دوسری قسم سے ہے جس کو اہل سخن خوب سمجھ سکتے ہیں اگر آپ کو سر کے خطاب کی ضرورت نہیں ہے، تو آپ نے دوسرے شخص کی خدمت کو کم درجہ دکھا کر سر کے خطاب کا ذکر کیوں کیا؟ حالانکہ علم نحو کا قاعدہ (صفت بحال متعلقہ) کے ماتحت ہے۔ ایک دفعہ آپ کو سر کا خطاب مل چکا ہے جسے سب لوگ جانتے ہیں مگر آپ اس کو کافی نہ سمجھ کر صفت بحالہ کے متقاضی ہیں۔

آپ کی روش کو ہم اس سے زیادہ غامض نظر سے دیکھتے ہیں جس نظر سے آپ کے برادران لاہوری جماعت کے افراد دیکھتے ہیں ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ آپ سر آغا خان کی لائن پر چلتے ہیں اور اسی عزت کے متمنی ہیں جو سر موصوف کو حکومت کے ہاں حاصل ہے اس لئے ہم بھی اپنی سرکار سے سفارش کرتے ہیں کہ آپ

کوسر کا خطاب ضرور ملنا چاہیے جس روز آپ کو یہ خطاب ملے گا اس روز ہم اپنی اورلاہوری پارٹی کی طرف سے یہ شعر آپ کی نذر کریں گے

سر کٹانے کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ جون ۱۹۴۱ء مطابق ۱۰ جمادی الاول ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۲۳ ص ۵۔۶)

کتنی بڑی جرأت ہے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی میں یہ خاص جرأت تھی کہ اپنے مرتبہ کو اتنا بڑھا چڑھا کر بیان کرتے تھے کہ سلسلہ انبیاء میں بھی کسی نبی نے اپنا مرتبہ ایسا ظاہر نہ کیا ہوگا۔ مثلاً آپ نے بزعم خود خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک الہام اپنی ذات خاص کے متعلق یوں بیان کیا

انّما امرك اذا اردت شيئاً ان تقول له كن فيكون (حقیقۃ الوحی)

(اے مرزا جب تو کسی چیز کو چاہے تو تیرا اس کو اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ ہو جا، پس وہ ہو جایا کرے گی)۔

چونکہ آپ اس مرتبہ پر پہنچنے کے مدعی تھے جس پر پہنچنے کا دعویٰ کسی نبی نے نہیں کیا، اس لئے آپ کے اتباع بھی بلند پروازی کریں تو تعجب کی کوئی بات نہیں چنانچہ اخبار الفضل قادیان ۱۹۔ اپریل ۱۹۴۱ء کے صفحہ ۴ پر لکھا ہے:

صحف مقدسہ کی پیش گوئیوں کے مطابق قادیان کی مبارک سرزمین میں آیا اور جس نے دنیا میں ایک عظیم الشان انقلاب کی بنیاد اپنے مقدس ہاتھوں سے رکھی ۔ یہ انقلاب شروع ہے اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ اس کا انجام اسلام اور احمدیت کی حیرت انگیز ترقی کی صورت میں رونما ہو کر رہیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ درمیان میں بے شک کئی قسم کی رکاوٹیں حائل ہوں گی اور بڑے

بڑے ہولناک بادیہ ہیں جن کو ہمیں عبور کرنا پڑے گا مگر بالآخر فتح احمدیت کی ہی ہوگی کیونکہ وہی آج سچا اور منجانب اللہ مذہب ۔

(الفضل قادیان ۱۹۔اپریل ۱۹۴۱ء ص ۴)۔

تمام صحف مقدسہ کی پڑتال کرنے کی تکلیف ہم آپ کو نہیں دیتے، ذرہ قرآن شریف ہی سے دکھا دیجئے کہ ہمارا مسیح موعود فلاں آیت کے ماتحت نازل ہوا ہے ۔اگر بقول مرزا صاحب قادیانی ،قرآن میں اس کا ذکر نہیں ہے (شہادۃ القرآن مصنفہ مرزا) بلکہ حدیثوں کے ماتحت آپ کا نزول ہوا ہے تو حدیث کی کسی کتاب میں دکھا دیجئے کہ قادیان میں مسیح کے اترنے کا وعدہ دیا گیا ہو۔

اس کے خلاف ہم دیکھتے ہیں کہ حدیثوں میں مسیح موعود کے اترنے کا مقام دمشق آیا ہے جو ملک شام میں ہے ۔ہمیں تو ابھی مسیح موعود کے آنے کا انتظار ہے۔کیا اچھا ہوتا کہ آپ لوگ مرزا صاحب قادیانی کو ان کی زندگی میں مشورہ دیتے کہ قادیان چھوڑ کر دمشق چلے جاؤ تا کہ حدیث کی رو سے آپ پر اعتراض وارد نہ ہو۔

ناظرین !اسی کو کہتے ہیں :

پیراں نے پرندمریداں ہے پرانند

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ جون ۱۹۴۱ء مطابق ۱۰ جمادی الاول ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۲۳ ص ۶)

مولوی محمد علی لاہوری اور تعداد مرزائیہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

مولوی محمد علی لاہوری، خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کو الزام دیتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کے حق میں تمہارے غلو کرنے (نبی بنانے) سے جماعت قادیانیہ کی ترقی رک گئی ہے ۔۱۹۲۸ء میں جب آپ ولایت (انگلستان) کی سیر کر کے آئے تھے تو آپ نے اظہار کیا تھا کہ ہماری جماعت دس لاکھ ہے۔آج بھی دس لاکھ ہی کا دعوی ہے،کوئی ترقی نہیں ہوئی کیوں نہیں ہوئی ۔صرف آپ کے غلو کی وجہ سے (پیغام صلح لاہور مسیح موعود

نمبر ۲۶ مئی ۱۹۴۱ء)

مولوی محمد علی صاحب موصوف قادیانی تحریروں کو پوری توجہ سے نہیں پڑھتے ۔اچھا ہم بتاتے ہیں کہ جماعت قادیانیہ کو ترقی ہوئی اور ضرور ہوئی کیونکہ ترقی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک ترقی فاضل دوسری ترقی معکوس (الٹی) ۔ہم واقعات پیش کرتے ہیں مولوی محمد علی صاحب اوران کے اعوان وانصار اور دیگرارکان مرزائیہ غور سے پڑھیں اور بتائیں کہ ترقی ہوئی یانہیں؟

الفضل قادیان ۲۰ ۔اکتوبر ۱۹۳۱ء میں مرزائیوں کی تعداد سات لاکھ بتائی گئی ہے ۔کیا دس لاکھ سے سات لاکھ ہو جانا ترقی نہیں؟

اس کے علاوہ رسالہ ریویو آف ریلی جنز قادیان بابت جولائی ۱۹۴۰ء کے صفحہ ۳۱ پر چار لاکھ لکھی ہے ۔کیا یہ ترقی نہیں؟ ضرور ہے۔

ہاں یہ سوال باقی رہا کہ یہ ترقی کس قسم کی ہے۔ فاضل یا معکوس؟ کچھ بھی ہو،ترقی تو ہے۔ بقول استاد غالب مرحوم

گو واں نہیں پہ واں سے نکالے ہوئے تو ہیں
کعبے سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے دور کی

نوٹ: قادیان سے ہمارے جواب میں کوئی انٹ سنٹ نوٹ نکلا تو ہم اور حوالے بھی ان کی ترقی معکوس کے بتائیں گے انشاءاللہ؛

ورنہ درمجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ جون ۱۹۴۱ء مطابق ۱۰ جمادی الاول ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۲۳ ص ۷)

خلیفہ قادیان کی غلط بیانی

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

درج بالا شعر اپنے معنی میں ہمیشہ سچا ثابت ہوتا آیا ہے اور ہوتا رہے گا۔
مرزا غلام احمد صاحب آنجہانی کی یہ عادت تھی کہ اپنے مخالف کے حق میں ہر قسم کی غلط گوئی آپ جائز سمجھتے تھے۔ خود میری مثال موجود ہے، میرے حق میں لکھا تھا:

مولوی ثناء اللہ کا گذارا کفن فروشی پر ہے۔ (اعجاز احمدی)

اسی طرح مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری اور مولوی اسماعیل صاحب علی گڈھی کی بابت لکھا کہ

انہوں نے میرے ساتھ بدیں مضمون مباہلہ کیا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرجائے گا چنانچہ وہ دونوں مجھ سے پہلے مر کر میری صداقت پر مہر لگا گئے۔

(قادیانی اشتہار انعامی پانچ سو۔ ص ۷)

مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے حق میں تو آپ ادھار کھائے ہوئے تھے۔
انہی کی روش پر چل کر ان کے صاحبزادہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) غلط گوئی کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں، حالانکہ اسلام کی تعلیم کے ماتحت شریف لوگ اپنے مردہ مخاطب کو برائی سے یاد نہیں کرتے۔ مگر قادیانی اور شرافت:

روا ہے انہیں سب کو جو نا روا ہے

جمعہ کے روز مسجد میں منبر پر کھڑے ہو کر آپ نے فرمایا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے پادریوں کے مقدمہ میں مرزا صاحب قادیانی کے برخلاف گواہی دی تھی۔ پھر اس پر بہت کچھ افسوس ظاہر کیا کہ پادریوں کے ساتھ کفر و اسلام کا مقابلہ تھا اور یہ مولوی مسلمانوں کا پیشوا ہو کر پادریوں کی حمایت کو گیا۔ وغیرہ
حالانکہ یہ واقعہ بالکل کذب بلکہ افتراء ہے۔ قدرتی تصرف کے قربان جائیں کہ خود خلیفہ قادیان کے قلم سے اس کی تردید کرا دی جس کا ذکر ہم آگے چل کر کریں گے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ
مئی ۱۸۹۳ء میں ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے درمیان شہر امرتسر میں ڈاکٹر ہنری کلارک مشنری کی کوٹھی میں مباحثہ ہوا۔ ڈاکٹر موصوف اس مباحثہ میں پریذیڈنٹ تھے۔ مرزا صاحب قادیانی نے اپنے آخری پرچے میں ڈپٹی آتھم کی موت ۱۵ ماہ کے اندر واقع ہونے کی پیش گوئی کی تھی۔ مگر وہ اس میعاد

کے اندر نہیں مرا۔ بلکہ قریباً دو سال بعد فوت ہوا۔

اس اثنا میں مرزا صاحب قادیانی اور عیسائیوں کے مابین مخالفانہ رنگ میں اشتہار بازی ہوتی رہی۔ بات بڑھتی بڑھتی یہاں تک پہنچ گئی کہ ڈاکٹر ہنری کلارک نے مرزا صاحب قادیانی کے برخلاف حکومت کو اطلاع دی کہ انہوں نے میرے قتل کے لئے کسی آدمی کو مقرر کیا ہوا ہے جو میرے پاس آتا جاتا ہے۔

اسی اثنا میں مرزا صاحب قادیانی نے مولوی محمد حسین مرحوم بٹالوی کے حق میں تکلیف یا موت کی پیش گوئی بھی کی ہوئی تھی۔ مولوی صاحب موصوف نے اپنے ضلع گورداسپور کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں درخواست دے دی کہ مجھے اسلحہ رکھنے کی اجازت دی جائے کیونکہ مرزا صاحب قادیانی نے میرے حق میں موت کی پیش گوئی کی ہوئی ہے، اس لئے مجھے خطرہ ہے کہ وہ مجھے قتل کرا دیں گے۔

اسی بنا پر زیر دفعہ ۱۰۷ تعزیرات ہند عدالت میں مرزا صاحب کی طلبی ہوئی۔ مولوی صاحب موصوف اپنے اسی مقدمہ کی پیروی کرنے کو گورداسپور جایا کرتے تھے مولوی صاحب کے اس کیس کا جو فیصلہ ہوا، اس کا ذکر ہم آگے چل کر کریں گے۔ سردست ہم اتنا بتاتے ہیں کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے جو کہا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب عدالت میں مرزا صاحب قادیانی کے خلاف پادریوں کی تائید میں شہادت دینے گئے تھے بالکل غلط ہے۔ اس کے غلط ہونے کا ثبوت خود خلیفہ صاحب کے الفاظ میں ملتا ہے جو یہ ہیں:

> مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تو آپ (مرزا قادیانی) کے خلاف یہ گواہی دینے کے لئے آئے کہ یہ شخص (مرزا قادیانی) ایسا ہی ہے۔ اس نے ضرور یہ بات کہی ہوگی۔ (الفضل یکم جون ۱۹۴۱ء ص ۴)

کوئی مسلمان عالم یا کوئی وکیل بیرسٹر ہم کو بتائے کہ کسی مقدمہ میں خصوصاً الزام قتل کے مقدمہ میں گواہ کا یہ کہنا کہ یہ بات اس نے ضرور کہی ہوگی، کچھ وقعت رکھتا ہے یا اس کو بیان شہادت کہہ سکتے ہیں؟ یا ایسی شہادت سے فریق ملزم کو کچھ نقصان یا مستغیث کو کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے؟

خلیفہ صاحب کو شائد معلوم نہ ہوگا کہ ادائے شہادت اور امکان شہادت میں

بہت فرق ہے۔ یہ ہے قدرتی تصرف جس نے خلیفہ قادیان کے بیان کی تردید خود انہی کی زبان سے کرادی۔

امرتسر میں قیصری باغ میں جانب شرق ایک مسجد ہے جو میاں صمدو والی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ وہاں اہل بدعت نے جماعت اہل حدیث اور اس کے امام مولوی احمد اللہ صاحب مرحوم پر بلوے کا مقدمہ کھڑا کر دیا۔ مولوی صاحب موصوف کو پھانسنے کے لئے ایک گواہ نے بیان دیا کہ موصوف اپنے مقتدیوں کو بایں الفاظ تلقین کرتے تھے: ماروان کافروں کو شہید کردو۔

کپتان پولیس کا جو بیان لکھ رہا تھا وہ اسلامی اصطلاحات سے واقف تھا اس نے کہا کہ ہیں؟ کافر بھی شہید ہوا کرتے ہیں؟

گواہ نے بزور کہا کہ ہاں حضور۔ ایسا ہی کہتے تھے۔

بس اتنے سے بیان پر چالان خراب ہوگیا اور ملزم رہا کر دیئے گئے۔

یہی مثال خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کے بیان کی ہے کہ اپنی تردید آپ کر رہے ہیں کہ شہادت میں الفاظ قطعیہ کی بجائے مشکوک الفاظ، یہ بات کہی ہوگی، وغیرہ بولتے ہیں۔ جو شہادت میں کوڑی قیمت نہیں رکھتے۔ اسی کو کہتے ہیں:

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

اب ہم بتاتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے کیس کا کیا انجام ہوا۔ اس فیصلے کی مطبوعہ نقل ہمارے پاس موجود ہے جسے ہم ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے درج کرتے ہیں چونکہ یہ ایک تاریخی مقدمہ تھا اس لئے اس کے فیصلہ کی نقل بہت مفید ہے جس سے مرزا صاحب کے دعوی الہام پر بھی خوب روشنی پڑتی ہے ناظرین اس نقل کو غور سے پڑھیں اس کے بعد ہمارا نوٹ بھی ملاحظہ کریں۔ نقل فیصلہ یہ ہے:

نقل فیصلہ مسٹر جے ایم ڈوئی صاحب بہادر آئی سی ایس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور بمقدمہ مرزا غلام احمد ساکن قادیان۔

سرکار قیصر ہند مستغیث..

بنام ..مرزا غلام احمد ساکن قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور۔۔ملزم الزام زیر دفعہ ۱۰۷ مجموعہ ضابطہ فوجداری۔...

حکم: ہم نے دو اقرار نامہ جات کا مسودہ مشتمل بر چھ دفعات طیار کیا ہے جس کو مرزا غلام احمد قادیانی اور مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی نے خوشی سے منظور کر لیا ہے ان اقرار نامہ جات کی نظر سے یہ مناسب ہے کہ کارروائی حال مسدود کی جائے۔لہذا ہم مرزا غلام احمد قادیانی کو رہا کرتے ہیں اور ہدایت کرتے ہیں کہ مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی کے برخلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے۔ جے ایم ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء

نقل اقرار نامہ مرزا غلام احمد قادیانی

بمقدمہ فوجداری اجلاسی مسٹر جے ایم ڈوئی صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور..

سرکار دولت مدار بنام مرزا غلام احمد ساکن قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور الزام زیر دفعہ ۱۰۷۔ مجموعہ ضابطہ فوجداری۔

اقرار نامہ:

میں مرزا غلام احمد قادیانی بحضور خداوند تعالی باقرار صالح اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ:

۱۔ میں ایسی پیش گوئی شائع کرنے سے پرہیز کروں گا جس کے یہ معنی ہوں یا ایسے معنی خیال کئے جاسکیں کہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلت پہنچے گی یا وہ مورد عتاب الہی ہوگا۔

۲۔ میں خدا کے پاس ایسی اپیل (فریاد و درخواست) کرنے سے بھی اجتناب کروں گا کہ وہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلیل کرنے سے یا ایسے نشان ظاہر کرنے سے کہ وہ مورد عتاب الہی ہے یہ ظاہر کرے کہ مباحثہ مذہبی میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔

۳۔ میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہوں گا جس کا یہ منشا

ہو یا جو ایسا منشاء رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی) ذلت اٹھائے گا یا مورد عتاب الٰہی ہو گا۔

۴۔ میں اس امر سے بھی باز رہوں گا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو کے ساتھ مباحثہ کرنے میں کوئی دشنام آمیز فقرہ یا دل آزار لفظ استعمال کروں یا کوئی ایسی تحریر یا تصویر شائع کروں جس سے ان کو درد پہنچے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ ان کی نسبت یا ان کے کسی دوست اور پیرو کی نسبت کوئی لفظ مثل دجال کافر کاذب بطالوی نہیں لکھوں گا (بٹالوی کے ہجے بٹالوی کئے جانے چاہییں جب یہ لفظ بطالوی کر کے لکھا جاتا ہے تو اسکا اطلاق باطل پر ہوتا ہے) میں ان کی پرائیویٹ زندگی یا ان کے خاندانی تعلقات کی نسبت کچھ شائع نہیں کرونگا جس سے ان کو تکلیف پہنچنے کا عقلاً احتمال ہو۔

۵۔ میں اس بات سے بھی پرہیز کروں گا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو کو اس امر کے مقابلہ کے لئے بلاؤں کہ وے خدا کے پاس مباہلہ کی درخواست کریں تا کہ وہ ظاہر کرے کہ فلاں مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ نہ میں ان کو یا ان کے کسی دوست یا پیرو کو کسی شخص کی نسبت کوئی پیش گوئی کرنے کے لئے بلاؤنگا۔

۶۔ جہاں تک میرے احاطہ طاقت میں ہے میں تمام اشخاص کو جن پر میرا کچھ اثر یا اختیار ہے ترغیب دونگا کہ وہ بھی بجائے خود اسی طریق پر عمل کریں جس طریق پر کاربند ہونے کا میں نے دفعہ ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶ میں اقرار کیا۔ العبد: مرزا غلام احمد بقلم خود۔

گواہ شد: خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی

دستخط: جے ایم ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء

(عدالتی کاروائی کے بعد مرزا قادیانی حسب ذیل اشتہار جاری کیا:

<u>اپنے مریدوں کی اطلاع کیلئے</u>

<u>جو پنجاب اور ہندوستان اور دوسرے ممالک میں رہتے ہیں اور نیز دوسروں کیلئے اعلان</u>

جو کہ ایک مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری مجھ پر اور مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی اڈیٹر اشاعۃ السنہ پر عدالت جے ایم ڈوئی ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور میں دائر تھا بتاریخ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء بروز جمعہ اس طرح پر فیصلہ ہوا کہ فریقین سے اس مضمون کے نوٹسوں پر دستخط کرائے گئے کہ آئندہ کوئی فریق اپنے کسی مخالف کی نسبت موت وغیرہ دلآزار مضمون کی پیش گوئی نہ کرے کوئی کسی کو کافر اور دجال اور مفتری اور کذاب نہ کہے کوئی کسی کو مباہلہ کیلئے نہ بلائے اور قادیان کو چھوٹے کاف سے نہ لکھا جائے اور نہ بٹالہ کو طا کے ساتھ اور ایک دوسرے کے مقابل نرم الفاظ استعمال کریں، بدگوئی اور گالیوں سے مجتنب رہیں، اور ہر ایک فریق حتی الامکان اپنے دوستوں اور مریدوں کو بھی اس ہدایت کا پابند کرے۔ اور یہ طریق نہ صرف باہم مسلمانوں میں بلکہ عیسائیوں سے بھی یہی چاہیے۔،

لہذا میں نہایت تاکید سے اپنے ہر ایک مرید کو مطلع کرتا ہوں کہ وہ ہدایت مذکورہ بالا کے پابند رہیں اور نہ مولوی محمد حسین اور نہ اس کے گروہ اہل حدیث اور نہ کسی اور سے اس ہدایت کے مخالف معاملہ کریں۔ بہتر تو یہی ہے کہ ان لوگوں سے بکلی قطع کلام اور ترک ملاقات رکھیں۔ ہاں جس میں رشد اور سعادت دیکھیں اس کو معقول اور نرم الفاظ سے راہ راست سمجھائیں اور جس میں تیزی اور لڑنے کا مادہ دیکھیں تو اس سے کنارہ کریں۔ کسی کے دل کو ان الفاظ سے دکھ نہ دیں کہ یہ کافر ہے یا دجال ہے یا کذاب ہے یا مفتری ہے گو وہ مولوی محمد حسین ہو یا اس کے گروہ میں سے یا اس کے دوستوں میں سے کوئی اور ہو۔ ایسا ہی کسی عیسائی اور کسی دوسرے فرقہ کے ساتھ بھی ایسے الفاظ جو فتنہ برپا کر سکتے ہوں استعمال میں نہ لاویں اور نرم طریق سے ہر ایک سے برتاؤ کریں۔

اور ہم مولوی محمد حسین صاحب کی خدمت میں بھی عرض کرتے ہیں کہ چونکہ اس نوٹس پر ان کے بھی دستخط کرائے گئے ہیں بلکہ اسی تحریری شرط سے عدالت نے ان پر مقدمہ چلانے سے ان کو معافی دی ہے، لہذا وہ بھی اسی طور سے اپنے گروہ اہلحدیث امرتسری، لاہوری، لدھانوی، دہلوی اور راولپنڈی کے رہنے والے اور دوسرے اپنے دلی دوستوں کو بذریعہ چھپے ہوئے اعلان کے بلاتوقف اس نوٹس سے اطلاع دیں کہ وہ حسب ہدایت مجسٹریٹ ضلع گورداسپور اپنے فریق مخالف یعنی میری نسبت کافر دجال اور مفتری اور کذاب کہنے اور گندی گالیاں دینے سے روکے گئے ہیں اور اس معاہدہ کی پابندی کے لئے نوٹس پر دستخط کر دیئے گئے ہیں کہ آئندہ نہ مجھے کافر

کہیں نہ دجال نہ کذاب نہ مفتری اور نہ گالیاں دیں گے اور نہ قادیان کو چھوٹے کاف سے لکھیں گے اور ایک حد تک اس بات کے ذمہ دار رہینگے کہ ان کے دوستوں اور ملاقاتیوں اور گروہ کے لوگوں میں سے کوئی شخص ایسے الفاظ استعمال نہ کرے۔ سو سمجھا ویں کہ اگر وہ لوگ بھی اس نوٹس کی خلاف ورزی کریں گے تو اس عہد شکنی کے جواب دہ ہوں گے۔ غرض جیسا کہ میں نے اس اعلان کے ذریعہ سے اپنی جماعت کے لوگوں کو متنبہ کر دیا ہے مولوی محمد حسین کی دل کی صفائی کا یہ تقاضا ہونا چاہیے کہ وہ بھی اپنے اہل حدیث اور دوسرے منہ زور لوگوں کو جو ان کے دوست ہیں بذریعہ اعلان متنبّہ کریں کہ اب وہ کافر دجال کذاب کہنے سے باز آ جائیں اور دلآزار گالیاں نہ دیں ورنہ سلطنت انگریزی جو امن پسند ہے باز نہ آنے کی حالت میں پورا پورا قانون سے کام لے گی۔

اور ہم تو ایک عرصہ گذر گیا کہ اپنے طور پر یہ عہد شائع کر چکے ہیں کہ آئندہ کسی مخالف کے حق میں موت وغیرہ کی پیش گوئی نہیں کریں گے اور اس مقدمہ میں جو ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء کو فیصلہ ہوا ہے ہم نے اپنے ڈیفنس میں جو عدالت میں دیا گیا ثابت کر دیا ہے کہ یہ پیش گوئی کسی شخص کی موت وغیرہ کی نسبت نہیں تھی محض ایسے لوگوں کی غلط فہمی تھی جن کو عربی سے ناواقفیت تھی۔ سو ہمارا خدا تعالیٰ سے وہی عہد ہے جو ہم اس مقدمہ سے مدت پہلے کر چکے۔ ہم نے ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۲۷ میں شیخ محمد حسین اور اس کے گروہ سے یہ بھی درخواست کی تھی کہ وہ سات سال تک اس طور سے ہم سے صلح کر لیں کہ تکفیر اور تکذیب اور بدزبانی سے منہ بند رکھیں اور انتظار کریں کہ ہمارا انجام کیا ہوتا ہے لیکن اس وقت کسی نے ہماری درخواست قبول نہ کی اور نہ چاہا کہ کافر اور دجال کہنے سے باز آ جائیں یہاں تک کہ عدالت کو امن قائم رکھنے کے لئے وہی طریق استعمال کرنا پڑا جس کو ہم صلح کاری کے طور پر چاہتے تھے۔

یاد رہے کہ ڈپٹی کمشنر نے مقدمہ کے فیصلہ کے وقت مجھے یہ بھی کہا تھا، وہ گندے الفاظ جو محمد حسین اور اس کے دوستوں نے آپ کی نسبت شائع کئے آپ کو حق تھا کہ عدالت کے ذریعہ سے اپنا انصاف چاہتے اور چارہ جوئی کراتے اور وہ حق اب تک قائم ہے۔، اس لئے میں شیخ محمد حسین اور ان کے دوستوں جعفر زٹلی وغیرہ کو مطلع کرتا ہوں کہ اب بہتر طریق یہی ہے کہ اپنے منہ کو تھام لیں اگر خدا کے خوف سے نہیں تو اس عدالت کے خوف سے جس نے یہ حکم فرمایا اور یہ فہمائش کی اپنی زبان کو درست کر لیں اور اس بات سے ڈریں کہ میں مظلوم ہونے کی حالت

میں بذریعہ عدالت کچھ چارہ جوئی کروں۔ زیادہ کیا لکھا جاوے۔

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ۲۶ فروری ۱۸۹۹ء

(اخبار الحکم قادیان ضمیمہ ۳ مارچ ۱۸۹۹ء)

نوٹ: مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اس اقرار سے یہ بات بالکل واضح معلوم ہوتی ہے کہ آپ کا دعوی الہام ونبوت اختیاری تھا، ماموری نہ تھا۔ ورنہ باختیار خود اپنے الہامات روک رکھنے کا اقرار نہ کرتے۔

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنا منصب بروز محمد بتایا کرتے تھے۔ اسی لئے ضروری تھا کہ آپ کے جملہ تبلیغی افعال تبلیغ محمدی کے مشابہ ہوتے جس کا ایک ہی نمونہ پیش کرنا کافی ہے۔

کفار عرب نے آنحضرت ﷺ کو کہا تھا کہ آپ کے ساتھ ہماری مصالحت ہو سکتی ہے کہ آپ قرآن میں ہمارے معبودوں کا ذکر نہ کریں جس کے جواب میں ارشاد خداوندی نازل ہوا

قل ما یکون لی ان ابدّله من تلقاء نفسی ان اتبع الّا ما یوحی الیّ (یونس:۱۵) (آپ کہہ دیجئے کہ یہ میرے بس کی بات نہیں کہ میں اپنی طرف سے قرآن میں کوئی ربدیلی کروں میں تو وحی الہی کا پابند ہوں)

یہ ہے خدا کی سچی ماموریت۔ نہ وہ جس کا نمونہ مرزا صاحب قادیانی نے دکھایا کہ ایک ضلع کے افسر کے کہنے پر اپنے الہامات کی اشاعت بند کرنے کا وعدہ کر لیا

شعراء عاشق صادق کے مقابلہ میں محبت کے جھوٹے دعویداروں کو بوالہوس قرار دے کر صادقوں اور کاذبوں میں امتیاز کرنے کو کہا کرتے ہیں کہ

بس ہو رہے گا عشق و ہوس میں بھی امتیاز
آیا ہے اب مزاج تیرا امتحان پر

قادیانی مشین میں جہاں اور پرزے کذب وافترا کے ڈھلتے رہتے ہیں وہاں ایک پرزہ خاص طور پر بکثرت ڈھلتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کے مخالفوں کو ہر بات میں مورد طعن بنایا جاتا ہے مثلاً یہ کہ وہ اسلام اور کفر کے مقابلے میں کفر کی حمایت کرتے ہیں کیونکہ مرزا صاحب کفر کے مقابلے میں کھڑے ہوتے ہیں اور یہ

لوگ مرزا صاحب کی مخالفت کر کے کفر کو تقویت پہنچاتے ہیں جس کا ذکر خلیفہ قادیان نے اپنے مذکورہ خطبے میں بمرات وکرات (بار بار) کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سراسر یورپئین پروپیگنڈہ ہے جس کو شرعی اصطلاح میں دجل کہا جاتا ہے۔

ہمارے دعوی کی تصدیق کے لئے مرزا صاحب قادیانی کے مضامین کو پڑھنا ضروری ہے کیونکہ وہ دو قسم کے ہیں ایک اسلامی عقاید اور مسائل کے متعلق۔ دوسرے اپنی ذات خاص کے متعلق۔ علمائے اسلام پہلی قسم میں کبھی مرزا صاحب کے مخالف نہیں ہوئے البتہ دوسری قسم میں مخالفت کرنا ان کا حق تھا اور ہے۔

اس کی واضح مثال امرتسر کا مباحثہ (جو مرزا قادیانی اور ڈپٹی عبداللہ آتھم کے درمیان ۱۸۹۳ء میں ہوا) کافی ہے۔ مرزا صاحب نے جتنے دلائل ابطال الوہیت کے متعلق عیسائی مناظر کے سامنے پیش کئے۔ ان کی مخالفت کسی عالم نے نہیں کی۔ لیکن آخری دن جب انہوں نے اپنی شخصیت کو پیش کیا کہ مجھے خدا نے بتایا ہے کہ آتھم ۱۵ مہینوں کے اندر بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ لیکن جب وہ اس مدت میں نہ مرا تو علمائے اسلام اور اہل اسلام نے اس حصے کو مورد اعتراض ٹھہرایا ورنہ اصل مناظرے کی مخالفت کسی نے نہیں کی۔

جو لوگ علم منطق سے واقف ہیں ان سے مخفی نہیں ہوگا کہ نوع جو جنس فصل سے مرکب ہوتا ہے اس کی فصل کو زیر بحث لانے سے ساری جنس پر اعتراض لازم نہیں آتا۔ مرزا صاحب کی شخصیت دو حیثیتوں سے مرکب تھی۔ ایک حیثیت مصنف اسلام کی۔ دوسری حیثیت صاحب الہام کی۔ علماء نے جب کبھی اعتراض کیا تو ان کے صاحب الہام ہونے پر کیا۔ ہاں اگر کسی تصنیف کو انہوں نے اپنے الہامی دعوے کے ثبوت میں پیش کیا تو اس کو بھی زیر بحث لانا علماء کا حق تھا۔ پس جو لوگ علماء اسلام کے اس طریق پر یہ اعتراض کرتے ہیں وہ اسلام کے مقابلے میں کفر کی حمایت کرتے ہیں ایسے اشخاص سے کیا توقع ہوسکتی ہے کہ وہ اس باریک سوال کا جواب دیں گے کہ عقل بڑی یا بھینس۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ جون ۱۹۴۱ء مطابق ۱۷ جمادی الاول ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۲۴ ص ۴-۶)

جنگ یورپ مرزا قادیانی اور ڈاکٹر اقبال

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل قادیانی اخباروں میں اس بات کا بڑا چرچا ہو رہا ہے کہ یورپ میں جو جنگ جاری ہے اور اس کی وجہ سے جو تباہی ہو رہی ہے اس کے متعلق مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی پہلے سے موجود ہے چنانچہ آپ نے لکھا ہوا ہے:

اے یورپ تو بھی امن میں نہیں، اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں، میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وغیرہ۔

(الفضل ۸ جون ۱۹۴۱ء)

اس موضوع پر قادیانی اخباروں میں آئے دن مضامین لکھے جا رہے ہیں اور رائی کا پہاڑ بنا کر دکھایا جا رہا ہے جو قیاس سے باہر ہے۔ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کی مذمت آئی ہے جو دو قسم کے پیمانے اور باٹ رکھتے ہیں۔ ان کا نام مطففین ہے اور ان کی سزا جہنم کی آگ بتائی ہے۔

مصنفین کے پاس دو قسم کے پیمانے نہیں ہوتے البتہ دو قسم کے اصول ہو سکتے ہیں۔ ایک اصول وہ جو مخالف کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے پیش کرتے ہیں۔ دوسرا وہ جو اپنی تائید میں پیش کریں۔ ہماری رائے میں ایسے مصنفین بھی مطففین میں داخل ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، حضرت مسیح کی پیش گوئیوں اور معجزات کے متعلق ناک بھوں چڑھاتے ہوئے لکھتے ہیں:

مسیح کے معجزات اور پیش گوئیوں پر جس قدر اعتراض اور شکوک پیدا ہوتے ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں ایسے شبہات پیدا ہوئے ہیں۔ کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا۔ اور پیش گوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ ابتر ہے۔

کیا یہ بھی پیش گوئیاں ہیں کہ زلزلے آئیں گے، مری پڑے گی، لڑائیاں ہونگی۔ قحط پڑیں گے۔ اس سے زیادہ تر قابل افسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیش گوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نہیں نکل سکیں۔

(ازالہ اولام طبع اول۔ ص ۷۰۶)

حضرت مسیح کی ایسی پیش گوئیوں کو مرزا صاحب قادیانی نے بنظر حقارت کیوں دیکھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے واقعات دنیا میں ہوتے رہتے ہیں کہ کبھی ایک ملک میں کبھی دوسرے ملک میں وبا پڑتی ہے۔ جنگیں بھی ہوتی ہیں۔ قحط بھی پڑتے ہیں اس لئے مرزا صاحب نے حضرت عیسی کی ایسی پیش گوئیوں کو قابل قبول نہیں قرار دیا۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دوسرا پیمانہ دیکھئے کہ اسی قسم کی پیش گوئیوں کو اپنی صداقت کا نشان بنایا ہے۔ غالبًا ان کو اپنی پہلی تحریر (ازالہ اوہام) یاد نہیں رہی جو ۱۸۹۱ء کی مطبوعہ ہے اسی لئے انہوں نے اپنی دوسری تحریر (حقیقۃ الوحی مطبوعہ ۱۹۰۷ء) میں دوسرا پیمانہ پیش کر دیا شائد اس کی وجہ یہ ہوگی کہ آپ سمجھے ہوں گے کہ پندرہ سولہ سال پہلے کی تحریر کس کو یاد ہوگی، یا قدرت الٰہی کو اپنی جلوہ نمائی منظور ہوگی کہ دنیا پر واضح کر دے کہ

ویل للمطفّفین ۔الّذین اذ ا اکتا لوا علی الناس یستو فو ن

(المطففین: ۱-۲)۔

ماپ تول میں کمی کرنے کا جلوہ آج بھی دیکھا جا سکتا ہے

اب ہم بتاتے ہیں کہ جس پیش گوئی کو قادیانی اخبارات بڑے فخر اور غرور سے پیش کر رہے ہیں پنجاب کے غیر الہامی مفکر اور مشہور و معروف شاعر ڈاکٹر اقبال مرحوم نے اس سے بڑھ کر واضح الفاظ میں پیش گوئی کی ہوئی ہے جو یہ ہے

ڈھونڈتا ہے فرنگ عیش جہان کا دوام
وائے تمنائے خام وائے تمنائے خام

اور سنیئے! موصوف فرماتے ہیں:

جہاں نو ہو رہا ہے پیدا وہ عالم پیر مر رہا ہے
جسے فرنگی مقامروں نے بنا دیا ہے قمار خانہ

ڈاکٹر موصوف کے یہ دونوں شعر اور اسی قسم کے دوسرے اشعار کسی الہام پر مبنی نہیں ہیں، بلکہ یورپ کی جنگی تیاریوں اور باہمی رقابتوں پر نظر کر کے ایک مفکر کی حیثیت سے آپ نے ایسا کہہ دیا۔ بتایئے ڈاکٹر اقبال کے اتباع اگر دعوی کریں کہ ہمارے ہیرو نے جو کچھ کہا تھا آج وہی صحیح ثابت ہو رہا ہے تو قادیانیوں کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟

ہاں مرزا صاحب قادیانی نے جو لکھا ہے کہ مسیح کی پیش گوئیاں صحیح کی نسبت غلط زیادہ نکلیں، قادیانی جماعت کو اگر یہ اصول منظور ہو کہ جس مدعی کی پیش گوئیاں صحیح کی نسبت غلط زیادہ ہوں وہ قابل اعتبار نہیں ہوتا، تو ہم اس مقابلے کے لئے بھی تیار ہیں ۔ بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی متحدیانہ پیش گوئیاں اکثر نہیں، بلکہ سب غلط نکلیں ۔

پس اہل قادیان اپنے لاہوری برادران کے ساتھ ہمارے سامنے آئیں اور ہر روز ایک ایک پیش گوئی پر اسی طرح گفتگو ہو جس طرح ۱۸۹۳ء میں بمقام امرتسر مرزا صاحب قادیانی اور ڈپٹی آتھم کے درمیان ہوئی تھی ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ جون ۱۹۴۱ء مطابق ۲۴ جمادی الاول ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۲۵۔ص ۵)

کیا مرزا کے عقاید دنیا تسلیم کر چکی ہے

جو بات کی خدا کی قسم لا جواب کی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

امت مرزائیہ کی یہ عادت طبعی ہو رہی ہے کہ جو بات کہیں گے اس میں عجیب تعلیٰ سے کام لیں گے خاص کر ان دونوں جماعتوں کے امیر (میاں محمود اور مولوی محمد علی) کی لاینفک عادت ہے کہ مبالغہ کی حد سے گذر کر شاعرانہ تخیل تک پہنچ جاتے ہیں ۔ شاعر اپنے معشوقوں کو کہا کرتے ہیں

کسے نہ ماند کہ دیگر بہ تیغ ناز کشی
مگر کہ زندہ کنی خلق را و باز کشی

اسی طرح یہ لوگ جب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تعریف کے پل باندھنے لگتے ہیں تو ایسے ایسے مبالغے کر جاتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے کہ ایک مذہبی جماعت ہوکر ایسی غلط بیانیاں کرتی ہے اس فن میں ہم کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دے سکتے کیونکہ دونوں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں۔

اگر ہم اس دعوی کی مثال نہ دیں تو ہمارا دعوی بے ثبوت رہ جاتا ہے اس لئے ہم مولوی محمد علی صاحب کا خطبہ مندرجہ پیغام صلح ۲۶ مئی بطور مثال پیش کرتے ہیں آپ نے مرزا صاحب کے کمالات میں سے بڑا کمال یہ دکھایا ہے کہ مرزا صاحب نے وفات مسیح کا مسئلہ دنیا سے منوا لیا (اف رے مبالغہ یا غلط بیانی) مسئلہ حیات مسیح کے قائل مسلمان جیسے پہلے تھے ویسے ہی آج بھی ہیں البتہ سرسید احمد خان مرحوم چونکہ اس مسئلہ میں اول محرک ہوئے ہیں جنہوں نے اپنی تفسیر میں اس مسئلہ پر مفصل بحث کی ہے اس امر کو مولوی عبدالکریم سیالکوٹی امام صلوۃ نے بھی اپنی کتاب سوانح مرزا میں تسلیم کیا ہے کہ مسئلہ وفات مسیح سرسید کی ایجاد ہے اس لئے سید احمد صاحب کے معتقدین یا ان سے حسن ظن رکھنے والے ...قائل ہوگئے ہوں تو یہ ممکن ہے، باقی رہے عام مسلمان اور علمائے اسلام سو وہ بدستور اپنے سابقہ عقیدے پر قائم ہیں۔

مولوی محمد علی صاحب لاہوری اگر منظور کریں تو ہم فیصلے کی آسان صورت پیش کرتے ہیں جو یہ ہے کہ لاہور امرتسر اور دہلی کی جامع مسجدوں میں نماز جمعہ کے بعد حاضرین سے معلوم کرلیا جائے کہ آپ لوگ حیات مسیح کے قائل ہیں یا وفات مسیح کے؟ تو حقیقت حال معلوم ہو جائے گی۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جماعت مرزائیہ اگر یہ معقول اصول الفضل للمتقدم (فضیلت کا حق پہلے کو حاصل ہے) تسلیم کرلیں تو وفات مسیح کی قبولیت (جس قدر بھی ہے) مرزا صاحب قادیانی کی طرف کبھی منسوب نہ کریں کیونکہ ہندوستان میں مرزا قادیانی سے پہلے اس کے بانی سرسید احمد خان مرحوم ہیں اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ان کے پس رو۔ پس اس کی کامیابی اگر کچھ ہے تو اس کا سہرا سرسید احمد خان صاحب کے سر پر ہے۔

دوسری غلط بیانی یہ کی ہے کہ عام مسلمانوں کا یہ عقیدہ بتایا ہے کہ امام مہدی آکر تلوار کے زور سے اسلام پھیلائیں گے۔ مرزا صاحب قادیانی نے اس غلط عقیدہ کی

بھی اصلاح کر دی۔،

ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ کسی مسلمان (عالم یا جاہل) کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ امام مہدی کے حق میں جو حدیثیں آئی ہیں ان میں یہ صریح الفاظ موجود ہیں

یملأ الارض عدلاً کما ملئت جوراً

(زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جیسا کہ وہ پہلے ظلم سے بھر پور ہوگئی تھی)

اس میں شک نہیں کہ عدل کا صحیح نمونہ زمانہ رسالت وخلافت میں ملتا ہے۔ غیر مسلموں کے ساتھ جو برتاؤ خلافت راشدہ میں ہوا تھا، وہی برتاؤ امام مہدی کے زمانہ میں بھی ہوگا۔ دگر ہیچ

مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے مرزا صاحب کی بڑی کامیابی جو بتائی ہے وہ ایسی ہے کہ اس کو اگر مذاق سمجھا جائے تو بجا ہے یعنی دجال اور یاجوج ماجوج کی حقیقت کا اظہار۔ بقول آپ کے مرزا صاحب نے بتایا کہ دجال سے مراد عیسائی اقوام اور یاجوج ماجوج سے مراد یورپی اقوام روس اور برطانیہ وغیرہ ہیں۔ (حمامۃ البشری)

یہ بات عجیب مضحکہ خیز ہے کیونکہ حدیثوں میں تو آیا ہے کہ مسیح موعود دجال اور یاجوج ماجوج کو قتل کریں گے مگر یہ دجال اور یاجوج ماجوج ایسے مقبول خدا ہیں کہ قادیانی مسیح موعود کہتے ہیں کہ اس کی سلطنت کی حفاظت کے لئے میں تعویذ ہوں (نور الحق۔ ص۳۲۔۳۳) یعنی میری ہی وجہ سے ان کی ترقی اور حفاظت ہو رہی ہے۔

واہ مسلمان کیسے بدقسمت ثابت ہوئے کہ مسیح موعود جسے اسلام اور اہل اسلام کی حفاظت اور ترقی کے لئے آنا تھا، وہ دجال اور یاجوج ماجوج کی حفاظت کا تعویذ بن گیا۔ مسلمانوں کی سیہ بختی کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہوگا جس پر یہ شعر صادق آتا ہے کہ:

سیہ بختی میں کب کوئی کسی کا ساتھ دیتا ہے
کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا رہتا ہے انساں سے

مولوی محمد علی صاحب بحیثیت راوی حدیث:

ہم نے کئی دفعہ مرزا صاحب قادیانی کے متعلق یہ امر ثابت کیا ہے کہ آپ

بحیثیت روایت ثقہ نہ تھے، ضعیف بھی نہ تھے۔ بلکہ کچھ اور تھے آج ہم مولوی محمد علی صاحب کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ آپ بھی اس حیثیت سے مرزا صاحب قادیانی سے کچھ کم نہیں ہیں وہ عبارت یہ ہے کہ:

عجیب بات ہے کہ دجال کی علامات حدیث میں جہاں بیان ہوئی ہیں وہیں ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ ایک شخص میری امت میں سے اٹھے گا اور کہے گا هذه الدجال الذی ذکره رسول الله ﷺ یہ وہ دجال ہے جس کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ (پیغام صلح ۲۶ مئی ۱۹۴۱ء ص ۵ کالم ۳)

مولوی صاحب کو چاہیے کہ وہ پہلے تو اس حدیث کا ماخذ بتائیں کہ یہ حدیث کس مستند کتاب میں مرقوم ہے۔ دوسرے یہ بتائیں هذه جو اسم اشارہ مؤنث ہے اس کا مشار الیہ دجال ہے جو مذکر ہے کیا یہ عربی زبان کے مطابق ہے۔ اگر دجال کو مؤنث کہا جائے تو پھر الذی اسم موصول اور ذکره میں ضمیر منصوب (ہ) دونوں مذکر کے صیغے اس کی طرف کیوں پھیرے گئے ہیں۔

اظہار شکریہ: مرزا صاحب کی حدیث دانی اور بیان روایت کا نمونہ وہ حدیث بھی ہے جس میں آپ نے دجال کا لفظ ٹھونس کر آنحضرت ﷺ کے الفاظ یوں بتائے ہیں

یخرج فی آخر الزمان دجال یختلون الدنیا بالدین

(یعنی آخری زمانہ میں ایک گروہ دجال نکلے گا جو دنیا کے طالبوں کو دین کے ساتھ فریب دیں گے (تحفہ گولڑویہ تقطیع کلاں حاشیہ۔ص ۷۳)

مرزا صاحب قادیانی نے اس عبارت میں دجال مفرد کا فعل یختلون (جمع کا صیغہ) لکھ کر یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ دجال ایک جماعت یا گروہ کو کہتے ہیں جو بقول آپ کے پادریوں کا گروہ ہے۔ مرزا صاحب قادیانی کی زندگی میں ہم ان سے پوچھتے رہے کہ ان لفظوں کے ساتھ یہ حدیث کہاں ہے کسی صحیح الطبع کتاب کا نام بتائیے۔ آپ تو ساری عمر نہ بتا سکے ہاں مولوی محمد علی صاحب کے ہم شکر گذار ہیں کہ انہوں نے روایت مرقومہ ایسے الفاظ میں بتائی ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ دجال مفرد کا صیغہ ہے مولوی صاحب کے خسر ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے بھی دجال کو

صیغہ مفرد بمعنی مبالغہ لکھا ہے اس لئے ہم دونوں صاحبوں کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے بے خبری میں مرزا صاحب قادیانی کی خوب تردید کی ہے

شادم از رقیباں دامن کشاں گزشتی
گو مشت خاکِ ماہم برباد رفتہ باشد

مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تعریف میں یہ فقرہ بھی لکھا ہے کہ:

مرزا صاحب نے عیسائیوں کا مقابلہ بڑے زور کے ساتھ کیا جس کی نظیر نہیں ملتی۔ (ص ۴)

ہم مانتے ہیں کہ واقعی آپ نے عیسائیوں کا مقابلہ ایسے طریق سے کیا کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے پہلے جتنے مسلم علماء عیسائیوں سے مناظرات کرتے رہے مثلاً حافظ ولی اللہ صاحب لاہوری، مولوی رحمت اللہ کیرانوی اور مولوی محمد علی صاحب مونگیری وغیرھم مرحومین۔ مرزا غلام احمد صاحب کی قوت استدلالیہ کو واقعی نہیں پہنچ سکے کیونکہ یہ حضرات عیسائیوں سے گفتگو کرتے ہوئے اپنے ایمان کی حفاظت بھی کیا کرتے تھے اس لئے وہ گفتگو کے وقت حضرت عیسٰی کی شان میں کوئی ایسا لفظ نہیں بولتے تھے جو ایمانی جہاز کو بھی غرق کر دے مرزا صاحب کی قوت استدلالیہ کی مثال سنئیے۔ آپ فرماتے ہیں:

مسیح کا چال چلن کیا تھا، ایک کھاؤ پیو، شرابی، نہ زاہد، نہ عابد، نہ حق کا پرستار، خود بین، خدائی کا دعوی کرنے والا۔ (مکتوبات احمدیہ۔ ج ۳ ص ۲۳۔۲۴)

اس موقع پر ہم عیسائیوں کے صبر و برداشت کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ انہوں نے گالی دینے والے کے باپ کو گالی نہیں دی۔

خیر! یہ تو ہوئی آپ کی قوت استدلالیہ کی مثال۔

اب روحانی قوت استدلالیہ کا نمونہ ملاحظہ ہو۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے امرتسر میں عیسائیوں کے ساتھ پندرہ روزہ مباحثہ کو معمولی قرار دے کر روحانی استدلال یوں پیش کیا تھا کہ عبداللہ آتھم ۱۵ ماہ کے عرصہ میں بسزائے موت جہنم میں داخل ہو جائے گا، جس کے پورا نہ ہونے پر عیسائیوں نے نظم و نثر میں اشتہارات

شائع کئے جن میں سے ایک دوشعر یہ ہیں

ایسی مرزا کی گت بنائیں گے
سارے الہام بھول جائیں گے
خاتمہ ہووے گا نبوت کا
پھر فرشتے کبھی نہ آئیں گے

اس لئے ہم بھی مانتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے عیسائیوں کا مقابلہ ایسا کیا کہ ان سے پہلے کسی نے نہیں کیا ہوگا۔

قادیانی مرزا جی کے مریدو! مباحثہ میں فریقین کے مسلمہ بزرگ کو ایسی بے نقط سنانا کسی سابق مناظر کی تحریر یا تقریر میں نہیں ملتا اس لئے آپ لوگوں کے حق میں یہ کہنا صحیح ہے:

ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا
یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۷ جون ۱۹۴۱ء مطابق یکم جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۲۶ ص ۶۔۷)

خلیفہ قادیان کو جنگ میں بھیجا جائے تو فتح یقینی ہے۔ا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل حکومت برطانیہ پر جو تکلیف کا وقت آ گیا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ وزیر اعظم انگلستان کی تقریروں کے علاوہ خود خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کی تقریریں بکثرت ایسی ہیں جن میں یہ ذکر بار ہا آتا رہا ہے کہ اس نازک موقع پر انگریزی حکومت کی مدد کرنا ہمارا مذہبی فرض ہے۔ اس لئے ہم آج ایک تجویز پیش کرتے ہیں جس سے ان کا مذہبی فرض ادا ہونے کے علاوہ انگریزوں کو فتح بھی آسانی سے حاصل ہو جائے۔ بلکہ یہ نتیجہ بھی پیدا ہو جائے کہ سارا یورپ بلکہ ساری دنیا احمدیت کے جھنڈے تلے جمع ہو جائے اور دنیا کی اس اصلاح کا موقع میسر آ جائے

جس کا ذکر بلکہ تمنا خلیفہ قادیان نے اپنے خطبوں میں بار ہا کی ہے کہ ساری دنیا کی اصلاح کرنا ہمارا فرض ہے۔ ان کی تقریروں میں یہ اعلان بھی ملتا ہے کہ:

ساری دنیا کی حکومت ہم احمدیوں کے ہاتھ میں ہوگی۔

بہر حال وہ تجویز ایسی ہے کہ عمل کے لحاظ سے بالکل آسان اور نتیجہ کے لحاظ سے بہت مفید ہے۔ اس تجویز کی بنا جس کلام پر ہے اسے ہم پہلے پیش کر دیتے ہیں:

میاں محمود احمد خلیفہ قادیان نے اپنے خطبہ جمعہ میں کہا تھا کہ:

مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے فرمایا ہے کہ اگر چالیس مومن مجھے مل جائیں تو میں دنیا کو فتح کر سکتا ہوں۔ خوب یاد رکھو بزدل لاکھوں بھی دنیا کو نفع نہیں دے سکتے بے وفا کروڑوں بھی کسی کام کے نہیں مگر متوکل اور وفادار چالیس بھی ہوں تو دنیا کو فتح کر سکتے ہیں۔ (خطبہ محمود مندرجہ الفضل ۷ مئی ۱۹۳۶ء ص ۸)

یہ کلام دراصل مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ہے جس کی تصدیق خلیفہ قادیان کے بیان سے ہوگئی ہے۔ پس گورنمنٹ گو چاہے کہے یا نہ کہے خلیفہ صاحب قادیان اپنے اس مذہبی فرض کی حیثیت سے جو گورنمنٹ کی خدمت کے سلسلہ میں ان پر عائد ہوتا ہے اور جس کے متعلق آپ کہا کرتے ہیں کہ ہم گورنمنٹ کی خدمت کسی لالچ کی وجہ سے نہیں کرتے بلکہ مذہبی حیثیت سے فرض سمجھتے ہیں چالیس مومنوں کو منتخب کر کے میدان جنگ میں پہنچ جائیں۔

قادیانی اخباروں کا دعویٰ ہے کہ جماعت احمدیہ لاکھوں کی تعداد میں ہے۔ لاکھوں میں سے چالیس آدمیوں کا انتخاب کرنا کیا مشکل ہے۔ ہمارا حق نہیں کہ ہم کسی کو نامزد کریں۔ تاہم یہ کہنے سے نہیں رک سکتے کہ ہمارے خیال میں مرکزی انجمن احمدیہ کے ممبر تو یقیناً کامل احمدی مومن ہوں گے۔ مولوی محمد علی صاحب لاہوری اور ڈاکٹر بشارت احمد لاہوری بھی پکے احمدی مومن ہیں، اس لئے اگر ان کو بھی منتخب کر لیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ مگر ہم اس پر زور نہیں دیتے نہ ایسا کرنے کا ہمیں حق ہے۔

احمدی دوستو! خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کی خدمت میں عرض کر کے ان کو جنگ میں جانے پر آمادہ کرو اور کہہ دو کہ اس سے بڑھ کر اور کون سا وقت ہوگا۔ خصوصاً جب کہ ساتھ ہی احمدیت کی اشاعت بھی ہوتی ہو، اور بڑی بات یہ ہو کہ اہلحدیث جیسے

پرانے دوست کی تجویز بھی بروئے کار آتی ہو، پھر اس پر عمل کرنے میں تمہیں کیا عذر ہوسکتا ہے۔

ناظرین کرام! ہم سچ کہتے ہیں کہ اگر خلیفہ قادیان کی طرف سے ہمیں اطلاع مل جائے کہ ہم فلاں تاریخ کو چالیس مومن مریدوں کے ساتھ میدان جنگ کی طرف روانہ ہوں گے اور ہماری گاڑی اتنے بجے امرتسر سٹیشن پر پہنچے گی تو ہم اگر زیادہ نہیں تو سٹیشن پر ٹی پارٹی (چائے نوشی) کا انتظام ضرور کردیں گے۔ اگر کھانے کا وقت ہوگا تو نان جویں بھی حاضر کردیں گے۔ اور جوں ہی ہم آپ کی گاڑی کا انجن امرتسر سٹیشن کی طرف آتا دیکھیں گے، فوراً بآواز بلند یہ شعر پڑھیں گے

انگلیاں سرو اٹھاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
شوق سے گل کھلے جاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

قادیانی ممبرو! اگر تم نے اور تمہارے خلیفہ نے ایسا نہ کیا تو سمجھا جائے گا کہ نہ تمہارے بڑے میاں کو چالیس مومن ملے اور نہ تمہارے خلیفہ صاحب کو، اور یہ نتیجہ بھی برآمد ہوگا کہ تمہارے کاغذات میں جتنے احمدی مندرج ہیں یا تو بقول خلیفہ قادیان منافق ہیں یا بقول شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری دہریہ ہیں۔ اس بارے میں ہم خود کچھ نہیں کہتے ہاں تمہاری طرف سے جو کچھ وقوع میں آئے گا پبلک کو اس کے متعلق رائے قائم کرنے کا حق ہوگا۔

اس موقع پر تمہاری جماعت میں سے اگر چالیس آدمی میدان جنگ میں نہ گئے تو پبلک آپ لوگوں کو آیت کریمہ فلما کتب علیھم القتال تو لوا کے ماتحت سمجھنے کا حق رکھے گی۔ پس اٹھو اور ہمت کرو اور دنیا کو دکھا دو کہ ہم وعدے کے پکے اور قول کے سچے ہیں۔ ہماری نسبت یہ کہنا کہ ہم جنگ سے یا موت سے ڈرتے ہیں بالکل غلط ہے، دیکھو ہم جاتے ہیں اور فتح حاصل کرکے واپس آئیں گے۔ جنگ کو جاتے ہوئے یہ عربی شعر پڑھتے جانا

ما مات منّا سیّد حتف انفه
ولا طلّ منّا حیث کان قتیل

ناظرین کرام! مرزا صاحب کلاں کے مذہبی دعوے تو آپ لوگوں نے بہت

سنے ہوں گے، مگر یہ جنگی دعوی جو ہم نے آج پیش کیا ہے شائد کبھی نہ سنا ہوگا۔ للہ فی اللہ ان لوگوں (اتباع مرزا) سے پوچھئے کہ مرزا صاحب کے اس قسم کے دعاوی کبھی سچے بھی نکلے ہیں پھر ان سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ اس دعوی کی تائید کا وقت اس سے اچھا اور کون سا ہوگا جو ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہو کہ دنیا تمہارے پاؤں کے نیچے پامال ہو جائے جس سے تمہاری پرانی تمنا برآئے حتی کہ ہٹلر، مسولینی، اسٹالن جیسے سرکش تمہارے سامنے پابزنجیر لائیں جائیں۔ اور تم ان کو کلمہ احمدیت لا اله الا الله مرزا احمد رسول الله کی تلقین کرسکو کیا اچھا موقع ہو کہ یہ سب سرکش لوگ تمہاری فتح کے نتیجہ میں نبوت مرزا کا کلمہ پڑھیں اور لاہور کی پیغامی جماعت تمہارا منہ تکتی رہ جائے اور تم ان کی طرف اشارہ کر کے بطور مسرت یہ شعر پڑھو

کامل اس فرقہ زہاد (لاہوری) سے اٹھا نہ کوئی
جو ہوئے کچھ تو یہی رند قدح باز (قادیانی) ہوئے

(ہفت روزہ اہل حدیث ۴۔ جولائی ۱۹۴۱ء مطابق ۸ جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۲۷ ص ۵۔۶)

مرزا کا آخری فیصلہ اور چودھری فتح محمد سیال

وہی فرقت کی بیماری جو پہلے تھی سو اب بھی ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: ناظرین کو یاد ہوگا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے آخری فیصلے والے مضمون کے متعلق آج کل ہمارے مخاطب قادیان کے ایک بڑے ذمہ دار عہدیدار چودھری فتح محمد صاحب سیال ہیں جنہوں نے گویا قسم کھا رکھی ہے کہ آخری فیصلے کے متعلق اہل حدیث کے ہر ایک مضمون کا جواب دیں گے اور اتنا طول دیں گے کہ ان کے سامنے مرزا غلام احمد صاحب کی طول کلامی بھی ماند پڑ جائے ہمیں تو استاد غالب کا یہ مشورہ ملحوظ رہتا ہے کہ:

نہ دے نامے کو طول اتنا غالب مختصر لکھ دے
کہ حسرت سنج ہوں عرض ستم ہائے جدائی کا

اس لئے ہم طول کلامی کے پیچھے نہیں جایا کرتے بلکہ نفس مضمون اخذ کر کے

اپنا اور اپنے ناظرین کا وقت غیر متعلق باتوں سے ضائع ہونے سے محفوظ رکھتے ہیں۔ نئے خریداروں کی اطلاع کے لئے آخری فیصلے کا مختصر سا مضمون بتا دینا ضروری ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اہل حدیث کے مواخذات سے تنگ آ کر ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار دیا تھا جس کا عنوان تھا

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

....فریق ثانی عموماً اور چودھری فتح محمد خصوصاً از راہ انکار و استکبار اس کے جواب میں یہی کہتے آئے ہیں کہ یہ دعا اسی مباہلہ کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس کی دعوت مرزا صاحب قادیانی نے ۱۸۹۶ء میں علمائے اسلام کے ساتھ مولوی ثناء اللہ کو بھی دی تھی جس کے جواب میں مولوی ثناء اللہ نے مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا تھا اسی لئے یہ مباہلہ منعقد نہیں ہوا۔

اس کے متعلق اخبار اہل حدیث امرتسر میں کئی دفعہ مفصل مضامین لکھے گئے ہیں جن میں اس خیال کی کافی تردید کی گئی۔ ہم اپنے ہر مضمون میں یہ بات واضح کرتے آئے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب نے ہمارے ساتھ اپنا مباہلہ حقیقۃ الوحی کی اشاعت پر موقوف رکھا۔ اور یہ کتاب ۱۵ مئی کو شائع ہوئی تھی ہمارا جواب یہ ہے کہ اگر یہ (آخری فیصلے والی) دعا اسی مباہلہ کی کڑی ہوتی تو اس کتاب کی اشاعت کے بعد جون یا جولائی وغیرہ کے مہینے میں شائع کی جاتی۔ حالانکہ یہ دعا ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو یعنی کتاب کی اشاعت سے ایک مہینہ پہلے شائع ہو چکی تھی۔ پھر کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ یہ دعا اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ چودھری فتح محمد کے آخری مضمون میں اس کا جو جواب نکلا ہے وہ ایک لاجواب تنقیح ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

> حقیقۃ الوحی کی اشاعت تک مباہلہ کو ملتوی کرنا مفتی صادق قادیانی (ایڈیٹر بدر قادیان) کی طرف سے ایک تجویز تھی جو اس شرط کے ساتھ مشروط تھی کہ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب تحریری طور پر اس تجویز کو منظور کر کے بواپسی اطلاع دیں تو حقیقۃ الوحی کی اشاعت تک یہ مباہلہ ملتوی ہوسکتا ہے والاّ نہیں۔
>
> (الفضل قادیان ۱۵ جون ۱۹۴۱ء ص ۳)

چودھری صاحب! اب اس کا جواب سنیئے! دیانت اور امانت کو ملحوظ رکھ کر سنیئے!

اخبار الحکم (۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء) میں مرزا صاحب کا قول یوں نقل کیا گیا تھا:

خدا کے رسول چونکہ رحیم کریم ہوتے ہیں اس واسطے باوجود اس قدر شوخیوں اور دلآزاریوں کے جو ثناء اللہ سے ہمیشہ ظہور میں آتی ہیں حضرت اقدس (مرزا قادیانی) نے پھر بھی اس پر رحم کر کے فرمایا ہے کہ مباہلہ چند روز کے بعد ہو جبکہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر تیار ہو جائے۔

یہ اردو عبارت بتاتی ہے جو اپنا مضمون بتانے میں بالکل صاف ہے کہ مرزا صاحب قادیانی میرے ساتھ اپنے مباہلے کو کتاب حقیقۃ الوحی کی اشاعت پر موقوف رکھتے ہیں۔ یہ تو ہے اعلیٰ حضرت کا کلام۔ اس کے مقابلے پر چودھری فتح محمد صاحب جیسے غیر ذمہ دار کی غیر ذمہ داری ملاحظہ ہو کہ از خود ایک بات پیدا کر کے اس تصریح مرزا قادیانی کی تردید کر رہے ہیں۔ یعنی مرزا صاحب تو مباہلہ کو حقیقۃ الوحی کی اشاعت پر موقوف رکھتے ہیں اور چودھری فتح محمد صاحب بقول مفتی صاحب اس توقف کا انکار کرتے ہیں اسی کو کہتے ہیں: من چہ میگوئم وطنبورہ من چہ می گوئد

حیرت ہے کہ یہ لوگ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو حکم عدل مانتے ہیں مگر جب مشکل آن پڑتی ہے تو ان کے کلام کو نہائت ادب کے ساتھ طاق نسیاں پر رکھ دیتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے حق میں کہا گیا ہے

کیوں کر مجھے باور ہو کہ ایفاء ہی کریں گے
کیا وعدہ انہیں کر کے مکرنا نہیں آتا

اگر ہم محدثین کی اصطلاح پر کلام کریں تو چودھری صاحب کی منقولہ عبارت درصورت صحیح ہونے ایک موقوف روائت ہے کیونکہ وہ مفتی صادق کا قول ہے۔ اور ہماری پیش کردہ عبارت مرفوع روائت ہے کیونکہ یہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا کلام ہے جو، فرمایا، کا مقولہ ہے۔ پس ہمارا دعویٰ ثابت ہے کہ آخری فیصلے والی دعا سلسلہ مباہلہ کی کڑی نہیں بلکہ ایک مستقل دعا ہے۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ قادیان کے ذمہ دار اصحاب بھی غلط بیانی کرنے سے نہیں جھجکتے اور جہاں تک ہو سکے اپنے ناظرین کو اندھیرے میں رکھنے کی کوشش کرتے ہیں چونکہ ان کے مذہب کی بنا ہی غلط بیانی پر رکھی گئی ہے اس لئے بحکم:

تا ثریا مے رود دیوار کج

ان سے جو کچھ بھی ظہور پذیر ہوگا وہ ایسا ہی ہوگا۔ اب چونکہ یہ بحث مرکز پر آ گئی ہے اسلئے ہم زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

گفتگو آئین درویشی نہ بود
ورنہ با تو ماجرا ہا داشتیم

ہم چودھری فتح محمد صاحب کو جوابی مضمون لکھنے سے منع نہیں کر سکتے مگر اتنا مشورہ دینے سے بھی نہیں رک سکتے کہ آپ الحکم کی اس عبارت کا جواب دیں جو مباہلے کا توقف ثابت کرتی ہے ادھر ادھر کی باتیں کرنے سے کچھ فائدہ نہیں، نفس مطلب کا جواب دینا چاہیے ورنہ کہا جائے گا کہ یہ تحریرات کسی خاص غرض پر مبنی ہیں۔

آپ اگر میرے بیان میں شک کریں تو اپنے محترم بھائی مولوی محمد علی کا بیان سن لیں جو اعتراف کرتے ہیں:

حضرت اقدس نے اس (ثناءاللہ) پر رحم کر کے فرمایا ہے یہ مباہلہ چند روز کے بعد ہو جب کہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ جائے۔ (آیۃ اللہ۔ص ۱۱۔۱۲)

مولوی محمد علی صاحب لاہوری ابھی زندہ ہیں ان سے مشورہ کر کے جواب دیں کیونکہ یہ سنہرا مقولہ ہے: خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے فرزانے دو

بہر دو صنف مرزائی دوستو! یہ فیصلہ خداوندی ہے اس کو جھٹلانا مصدقین کا کام نہیں یہ ایک پہاڑ ہے جو اس سے ٹکرائے گا چکنا چور ہو جائے گا۔ اعتبار نہ ہو تو منشی قاسم علی صاحب سے پوچھ لیجئے جو ایک دفعہ لدھیانہ میں نتیجہ بھگتے ہوئے ہیں اور بزبان حال کہہ رہے ہیں: من نہ کردم شما حذر بکنید

(اہل حدیث امرتسر ۱۱ جولائی ۱۹۴۱ء مطابق ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۲۸ ص ۴۔۵)

مولانا محمد حسین بٹالوی اور مرزا قادیانی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مضمون لکھنے لگے تھے کہ پہلے ہی ان دو ہستیوں (مولانا بٹالوی، ومرزا قادیانی

) کا نام قلم سے لکھتے ہی توجہ کسی اور طرف ہوگئی ۔

دل میں خیال آ گیا کہ کبھی یہ بز رگ ہمارے دیکھتے ہوئے باہمی گفتگو دوستانہ اور پھر مخالفانہ کیا کرتے تھے اور آج دونوں ہماری نظروں سے اوجھل ہیں ۔ کہاں جا بسے کہاں رہتے ہیں؟ استاد غالب مرحوم نے اس بستی کا پتہ دینے کو فرمایا

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو
ہم نشین کوئی نہ ہو اور ہم زبان کوئی نہ ہو
بے در و دیوار سا اک گھر بنایا چاہیے
ہم سخن کوئی نہ ہو اور پاسباں کوئی نہ ہو
گر پڑیں بیمار تو کوئی نہ ہو تیمار دار
اور اگر مر جائے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

خدا جانے ایسی بستی کہاں آباد ہے جہاں روزانہ مسافر جا کر ٹھیر جاتے ہیں پھر آنے کا نام بھی نہیں لیتے اس لئے ہم جانے والوں کی معرفت یہ پیغام بھیجتے ہیں:

عدم کو جانے والو! بزم جاناں تک اگر پہنچو
ہمیں بھی یاد رکھنا ذکر گر دربار میں آئے

میں اس وقت رقت قلب میں سچ کہتا ہوں میری آنکھیں ترستی ہیں کہ ان دونوں ہستیوں کو دیکھوں اور پوچھوں کہ وہاں اس ملک کی حالت کیا ہے جہاں آپ دونوں جا کر بسیرا کئے ہوئے ہیں۔ کیونکہ ہم سب کو حکم ہے کہ اس وطن کی یاد تازہ رکھا کرو جس کی طرف روزانہ مسافر بھری گاڑیوں کے ذریعے جا رہے ہیں اور ہمیں بھی ایک روز چلنا ہے۔استاد ذوق نے کیا صحیح کہا ہے

کریں جدائی کا کس کس کی رنج ہم اے ذوق
کہ ہونے والے ہیں ہم سب بھی عنقریب جدا

یہ سطور ایک وجدانی حالت میں لکھ کر اصل مضمون شروع کرتا ہوں ۔

میاں محمود احمد خلیفہ قادیان نے اپنے کسی خطبہ میں مولانا محمد حسین مرحوم کا ذکر بہت ہی بری طرح کیا جوان کو زیبا نہ تھا۔ اگر وہ بری طرح میں ان کو برا کہتے تو ہم کو اتنا گلہ نہ ہوتا جتنا کہ ان کی کذب بیانی پر ہوا جس کی تفصیل اخبار اہل حدیث امرتسر

۱۳ جون ۱۹۴۱ء میں پہلے ہو چکی ہے آج جواب الجواب کی شکل میں پھر ہوتی ہے

۱۸۹۷ء میں ایک عیسائی ڈاکٹر کلارک نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پر مقدمہ کیا کہ انہوں نے ایک آدمی عبدالحمید میرے مارنے کو بھیجا۔ اس مقدمے میں ڈاکٹر کلارک مذکور نے کئی ایک گواہ استغاثے کے لکھوائے جن میں مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کو بھی گواہ لکھوا دیا۔ کون نہیں جانتا کہ گواہ کو جب بذریعہ سمن بلایا جائے تو بحکم قانون اور بحکم شریعت اس کو حاضر ہونا پڑتا ہے ارشاد خداوندی ہے لا یاب الشهداء اذا ما دعوا

مولانا موصوف کی شہادت کی نقل خود مرزا صاحب قادیانی نے اپنی کتاب، کتاب البریۃ کے صفحہ ۲۱۶ پر لکھی ہے جو ہمارے سامنے ہے۔ مگر خلیفہ قادیان نے کمال کیا۔ اپنے سادہ پن میں ایک ایسا فقرہ مولانا محمد حسین بٹالوی کی طرف منسوب کر دیا جو کوئی ذی ہوش تو کیا ناقص العقل بھی نہ کہے۔ آپ نے کہہ دیا کہ :

مولوی محمد حسین بٹالوی مرزا صاحب کے خلاف گواہی دینے کے لئے کہ یہ شخص مرزا ایسا ہی اس نے ضرور یہ بات کہی ہوگی

اس پر ہم نے مواخذہ کیا کہ یہ فقرہ شہادت کا نہیں ہوسکتا کہ کہی ہوگی۔ ماضی شکیہ کے صیغے شہادت میں نہیں ہوسکتے۔

اخبار الفضل مورخہ ۱۹ جون ۱۹۴۱ء میں ایک مضمون ہمارے جواب میں شائع ہوا جس میں مولانا موصوف کے شہادتی الفاظ بھی تھوڑے سے نقل ہوئے مگر اس فقرے کا ثبوت نہیں دیا گیا جو خلیفہ قادیان نے منبر جمعہ پر کھڑے ہو کر مولانا محمد حسین بٹالوی کی شان میں کہا، نہ دیں گے اور نہ دے سکتے ہیں۔

اس لئے ہماری تحقیق یہ ہے کہ مرزا صاحب کلاں اور مرزا صاحب خورد اور ان کے دیگر ہم نوا فن روائت میں ثقہ نہیں ہیں۔ ان دونوں باپ بیٹوں کو کسی مخالف پر غلط الزام لگانے سے کبھی پرہیز نہیں ہوا۔ ناظرین اہل حدیث امرتسر ۱۳ جون ۱۹۴۱ء صفحہ ۵ ملاحظہ کریں۔ ہم نے الفضل قادیان یکم جون سے ہی فقرہ نقل کیا ہے، جس کا ثبوت ان سے نہیں ہوسکا۔

دوسرا الزام مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم پر یہ رکھا کہ، مولانا مرحوم نے

پادریوں کی تائید میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے خلاف گواہی دی۔

ہمارا دعوی ہے کہ یہ بھی جھوٹ ہے ۔ یہ لوگ چونکہ اپنے آپ کو دین مجسم کہتے ہیں،اس لئے ان کی عادت ہے کہ جو بھی ان کے کسی ذاتی فعل پر نکتہ چینی کرے یا شہادت دے،بس چلانے لگتے ہیں کہ دین اسلام پر حملہ ہو گیا۔

ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی کتاب البریۃ سے ایک حوالہ پیش کرتے ہیں جس سے ثابت ہوگا کہ مولانا محمد حسین موصوف نے عدالت میں ادائے شہادت میں کہاں تک انصاف کو ملحوظ رکھا ہے۔

نوٹ : یہ تو ناظرین جانتے ہیں کہ عدالت میں جو سوال ہو، اسی کا جواب دینا گواہ کا فرض ہے،کوئی لفظ کم وبیش از خود نہیں کہہ سکتا۔مولانا موصوف طلبیدہ گواہ تھے۔آپ سے پوچھا گیا کہ:

مرزا صاحب قادیانی نے رسالہ انجام آتھم میں صفحہ ۴۴ پر جو لکھا ہے کہ جھوٹ کی بیخ کنی خدا کرے گا اس کا کیا مطلب ہے۔

ڈاکٹر کلارک کا مقصد یہ تھا کہ مولانا محمد حسین بٹالوی اپنے جواب میں یہ کہیں کہ یہ مستغیث کی موت کی طرف اشارہ ہے،تاکہ استغاثے کو قوت حاصل ہو۔ مگر مولانا محمد حسین مرحوم نے اس کا جواب یہ دیا کہ:

اسکا مطلب یہ ہے کہ جھوٹ ضائع ہوگا اس عبارت سے میں نہیں سمجھتا کہ کوئی خاص دشمنی مرزا صاحب کی ڈاکٹر کلارک سے ہے (کتاب البریہ ص ۲۱۶)

یہ ہے وہ صداقت اور دیانت جس کا حکم قرآن مجید میں ہے

لا یجر منکم شنآ ن قو م علی ان لا تعد لوا اعد لوا ھو اقر ب للتقوی (شہادت میں کسی کی دشمنی سے عدل اور حق وصداقت نہ چھوڑا کرو)

اللہ اللہ! کیا صداقت ہے۔اور کیا ہی ناشکری ہے قادیانی جماعت کی ۔مختصر یہ ہے کہ دو فقرے جو مولانا محمد حسین مرحوم کی طرف خلیفہ قادیان نے لگائے ہیں وہ دونوں غلط ہیں۔اگر ان دونوں فقروں کا ثبوت ہم کو دیں تو ہم حافظ شیرازی جیسے سخی تو نہیں کہ سمرقند و بخارا انعام میں بخش دیں، ہاں لدھیانے کے مباحثے میں حاصل کردہ تین سو روپیوں میں سے ایک روپیہ انعام دیں گے۔

ہے کوئی مرزائی یا احمدی جو خلیفہ کی صداقت کا ثبوت دے۔ یاد رکھو اگر اس کا ثبوت تم لوگوں نے نہ دیا، تو میاں محمد صادق رکن لاہوری جماعت کا جو دعوی ہے کہ خلیفہ قادیان غلط گوئی سے کام لیا کرتا ہے ان کے دعوے کو مزید تقویت پہنچے گی۔ پس اتنا فائدہ سوچ سمجھ لیجئے

من نہ گویم کہ ایں مکن آں کن
مصلحت بیں و کار آساں کن

نوٹ: ہم نہایت راستی سے اعتراف کرتے ہیں کہ اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۳ جون ۱۹۴۱ء میں ہم سے خلط مبحث ہو گیا یعنی ۱۸۹۷ء اور ۱۸۹۹ء کے دو مختلف واقعات سہواً ہم سے ملا دیئے گئے۔ مگر ہمارا اصل مقصد حاصل ہے کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے مولانا محمد حسین بٹالوی پر ناحق بہتان لگایا۔ دیکھیں وہ اپنے ان بہتانوں کو واپس لیتے ہیں یا فیصلے کے دن پر چھوڑتے ہیں جہاں مولانا موصوف مدعی ہوں گے اور خلیفہ قادیان اور ان کی ساری جماعت مدعا علیہ

عجب مزہ ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ
وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کے لئے

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۱۸ جولائی ۱۹۴۱ء مطابق ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ ج ۳۸ نمبر ۲۹۔ ص ۶۔۷)

خلیفہ قادیان جنگ میں جائے تو فتح یقینی ہے۔۲

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس عنوان سے ایک مضمون اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۴ جولائی ۱۹۴۱ء میں شائع ہوا تھا جس کا ملخص یہ ہے کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کا بیان اخبار الفضل مورخہ ۷ مئی ۱۹۳۶ء میں نکلا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ خلیفہ قادیان کو اگر چالیس مومن مردمل جائیں تو وہ ساری دنیا کو فتح کر سکتے ہیں۔ اس کے متعلق ہم نے لکھا تھا کہ اس دعوی کی تصدیق کے لئے یہ زمانہ بہت موزوں ہے۔ اس لئے خلیفہ قادیان کو چاہیے کہ وہ اپنی جماعت میں سے چالیس مومنوں کو اپنے ساتھ لے کر میدان جنگ میں جائیں

تا کہ ملکی فتوحات حاصل ہونے کے علاوہ احمدیت کی اشاعت بھی خوب ہو جائے۔

اس نوٹ کے جواب میں اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۴۱ء میں جو جواب نکلا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ مولوی ثناء اللہ مدیر اہل حدیث استہزاء کرتے ہیں جو ایک عالم کی شان سے بعید ہے

۲۔ اس فتح سے مراد ملکی فتح نہیں بلکہ روحانی فتح ہے۔ یقیناً چالیس مخلص مومن اپنی نیم شبانہ دعاؤں سے دنیا کی مذہبی اور روحانی حالت میں انقلاب عظیم پیدا کر سکتے ہیں۔

۳۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کبھی ملکی فتوحات کی خواہش ظاہر نہیں کی کیونکہ یہ فتوحات دنیائے دوں سے تعلق رکھتی ہیں۔

جواب نمبر ۱۔ ہمارے مضمون میں سے ان الفاظ کو جو استہزاء کا رنگ رکھتے ہیں مضمون نگار اگر نقل کر دیتے تو ہم بھی انہی کے ہم وزن الفاظ بڑے مرزا صاحب قادیانی کی تصنیفات سے دکھا کر اپنی سرخروئی حاصل کر لیتے کیونکہ ہماری نظر تو بڑے میاں کی طرف لگی ہوئی ہے۔

پس قادیانی پریس آئندہ ہم پر جو الزام لگائے اس کے الفاظ نقل کر دیا کرے تا کہ ہم آئینہ میں معشوق کی تصویر دکھا کر یہ شعر ان کی نذر کر دیا کریں

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کے

جواب نمبر ۲۔۳۔ قادیانی مباحث میں ہم صرف منہ سے باتیں نہیں کرتے کیونکہ قادیانی لٹریچر ہم کو ایسا کرنے سے بے نیاز کر چکا ہے اس لئے ہم ان دونوں نمبروں کے جواب میں خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) ہی کی ایک تقریر نقل کر دیتے ہیں جو انہوں نے ایک جلسہ میں اپنی جماعت کے تمام نمائندوں کے سامنے فرمائی تھی اس تقریر میں آپ نے فرمایا تھا:

> ہندوستان میں انقلاب پیدا ہونے والا ہے اور ہندوستانیوں میں اس وقت جو جذبہ حریت پیدا ہو رہا ہے گورنمنٹ زیادہ دیر تک اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی بے شک وہ مقابلہ تو کرے گی لیکن آہستہ آہستہ وہ خود بخود ہندوستانیوں کو حقوق دینے پر آمادہ ہو جائے گی اور وہ نادان احمدی جو ایک حد تک تحریک

حریت کو ہندوستان کے لئے مفید سمجھتے ہیں اس وقت دیکھیں گے کہ وہ لوگ جن کی ظاہرداری کو دیکھ کر وہ انہیں اپنا ہمدرد سمجھتے ہیں ان کی مثال اس بلی کی طرح ہے جس کا جسم نہایت ملائم اور پشم بہت نرم ہے لیکن ناخن خوفناک ہوتے ہیں اور وہ دیکھیں گے کہ کس طرح ان کی آنکھوں کو نکالنے اور چہرہ کو نوچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ (الفضل قادیان ۲۵۔اپریل ۱۹۳۰ء ص ۷)

یہ ملکی حالات بطور تمہید بتا کر آگے چل کر فرماتے ہیں:

۲۔ سلسلہ احمدیہ ایک الٰہی سلسلہ ہے اور الٰہی سلسلوں سے قومیں صلح کر کے نہیں رہا کرتیں جس سلسلہ کے ماننے والے ابتداء ہی میں پھولوں پر سے گذرتے ہیں وہ سلسلہ خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ کے پیارے ابتدائی حالت میں ہمیشہ کانٹوں پر سے گذرتے ہیں اور اگر تم بھی اللہ کے پیارے ہو تو اس وقت تک کہ تمہاری بادشاہت نہ قائم ہو جائے تمہارے راستے سے یہ کانٹے ہرگز دور نہیں ہو سکتے۔ (حوالہ مذکور)

قادیانی ممبرو! اس حوالے میں بادشاہت کا لفظ غور سے پڑھ کے بتائیے کہ اس کے کیا معنی ہیں؟ روحانی فتوحات پر بادشاہت کا لفظ بولنا کسی زبان کا محاورہ نہیں ہے۔ شاید تم لوگ اس حوالے کو بھی تحریف کی چھری سے ذبح کر ڈالو اس لئے ہم ابھی سے فیصلے کی آسان صورت پیش کئے دیتے ہیں جو یہ ہے کہ اس اقتباس میں بادشاہت کا جو لفظ آیا ہے اس کے متعلق تمہاری صدر انجمن اور خود خلیفہ قادیان ایک حلفیہ بیان شائع کر دیں کہ اس سے ہماری مراد ملکی بادشاہت نہیں بلکہ روحانی بادشاہت (مذہبی غلبہ) ہے۔ واللہ! جب تم لوگ ایسا کر کے اپنا فرض منصبی ادا کر لو گے تو ہم ایک دوسرے راستے سے آ کر تم سے مصافحہ کریں گے اور تم سے کہلوا دیں گے کہ اہل حدیث امرتسر کا یہ دعوی بالکل صحیح ہے

اند کے با تو بگفتم و بدل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

احمدی دوستو! سابقہ اور لاحقہ حوالوں کی بنا پر لبیک کہہ کر آگے بڑھو اور اپنی جماعت کے چالیس مخلص مومنین کو لے کر میدان جنگ میں پہنچ جاؤ اور دشمنوں پر فتح

حاصل کر کے حکومت برطانیہ کی خدمت کے علاوہ احمدیت کی اشاعت کا فرض بھی ادا کرو۔ اب تو تمہیں ایک اور آسانی ہوگئی ہے کہ تمہارے روسی بھائی حکومت برطانیہ کے حلیف بن گئے ہیں۔ ان میں سے بھی چالیس آدمی تم کو مل جائیں گے۔ تب تم لوگ چالیس کا ڈبل (دوچند) ہوکر حضرت موسیٰ کے ستّر منتخب اصحاب سے بھی زیادہ ہو جاؤ گے، تو تمہاری فتح میں کسے شک ہوسکتا ہے۔

پس اٹھو اور ہمت کرو۔ جس طرح ولایت کی سیر کے موقع پر تم لوگوں نے خاص قسم کی وردیاں بنوائی تھیں، اسی قسم کی وردیاں پہن کر اپنے خلیفہ صاحب کے ہاتھ میں جھنڈا دے کر ان کی زیر سرکردگی نکلو، اور دنیا کو دکھا دو کہ ہم اس ظلی نبی کی امت ہیں جنہوں نے کہا ہوا کہ میری امت کے چالیس مخلص مومن ساری دنیا کو فتح کر سکتے ہیں۔

مناسب ہے کہ ان چالیس مخلصین میں مولوی محمد علی اور ڈاکٹر بشارت احمد لاہوریوں کو بھی شامل کیا جائے کیونکہ وہ بھی بڑے میاں کے ہر قول وفعل کے ذمہ دار ہیں لیکن اگر آپ لوگوں کو ان سے کسی قسم کی رقابت ہے تو ہم بھی اس پر اصرار نہیں کرتے:

محتسب را درون خانہ چہ کار

بس یاد رکھو اگر تم نے ذرا بھی غفلت سے کام لیا تو ہم مولانا حالی مرحوم کی یہ رباعی شائع کر دیں گے جو تمہارے حق میں خوب صادق آئے گی

زاہد کہتا تھا کہ جان ہے دین پر قرباں
پر آیا جب امتحاں کی زد پر ایمان
کی عرض کسی نے کہیے اب کیا ہے صلاح
بولے کہ بھائی جان جی ہے تو جہاں

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۵ جولائی ۱۹۴۱ء مطابق ۲۹ جمادی الثانی جلد ۳۸ نمبر ۳۰ ص ۵۔۶)

مناظرہ سے فرار

موضع بھیکو والی متصل بھاگووال قریب قادیان میں ۲۲ جون ۱۹۴۱ کو مناظرہ مقرر تھا۔ مرزائی علماء نے شرائط طے کرنے میں سارا دن ضائع کر دیا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ ہم جس شخص کو راہ راست پر لانے کے لئے گئے تھے وہ اور اس کے ساتھ ایک مرزائی دونوں مرزائیت سے تائب ہوگئے۔ توبہ نامہ درج ذیل ہے۔

ہم دونوں مرزائی ہو گئے تھے۔ آج مستری محمد عبداللہ معمار امرتسری کی تبلیغ سے مرزائیت سے تائب ہوتے ہیں۔ خدا تعالی ہم کو استقامت بخشے۔ العبد محمد حسین ولد خیر دین کشمیری موضع بھکوال۔ العبد سردار محمد ولد فضل دین جٹ موضع کلوسوہل متصل قادیان۔ گواہ شد غلام محمد ولد بھولا۔ گواہ شد سید محمد لطیف۔

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۵ جولائی ۱۹۴۱ء مطابق ۲۹ جمادی الثانی جلد ۳۸ نمبر ۳۰ ص ۱۳)

خلیفہ قادیان جنگ میں جائے تو فتح یقینی ہے۔۳

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس سلسلہ کے دو نمبر اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۸ و ۲۵ جولائی ۱۹۴۱ء میں درج ہو چکے ہیں۔ ان دونوں پرچوں میں ہم نے بڑے اور چھوٹے میاں (باپ بیٹا) کا کلام نقل کیا تھا کہ اگر چالیس آدمی ہمیں مل جائیں تو ہم ساری دنیا فتح کر لیں۔ اس کی نقل سے جو ہماری غرض تھی ہم نے وہیں ظاہر کردی تھی کہ خلیفہ قادیان اگر ایسا کرے تو حکومت کی خدمت کا فرض بھی ادا ہو جائے گا اور احمدیت کی اشاعت بھی کما حقہ ہو جائے گی کیونکہ دنیا جب دیکھے گی کی دشمن کی توپوں اور ہوائی جہازوں کے گولے برسنے کے باوجود قادیانیوں کے چالیس آدمیوں نے فتح پا لی ہے تو کون ایسا بدنصیب شخص ہوگا جو احمدیت قبول کرنے سے انکار کرے گا۔

لاہوری جماعت کی بابت تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ وہ اس صورت میں بھی محمودی خلافت کو یزیدی خلافت کہے گی یا اپنی رائے میں تبدیلی کر لے گی ہاں عام انسان بلاتردد جوق در جوق احمدیت میں شامل ہو جائیں گے یہاں تک کہ دنیا کے بادشاہ بھی احمدیت کے قدم چومیں گے اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آنجہانی کا الہام بھی صحیح ہو جائے گا کہ دنیا کے بادشاہ میرے کپڑوں سے برکت حاصل کریں گے۔

مگر افسوس ہے کہ قادیانی جماعت ہمارے اس نیک مشورہ کی قدر نہیں کرتی بلکہ الٹا ہم پر اعتراض رکھا کہ ہم ان سے تمسخر کرتے ہیں۔ مگر یہ نہ سمجھا کہ پہلے تمسخر کی باتیں کون کرتا ہے۔ سچ ہے

مجھے کہنے کو سب ہیں تو بھلا کیوں ہو گیا مجنوں
انہیں کوئی نہیں کہتا کہ وہ کیوں بام پر آئے

نیز ان باتوں کا جواب ہم اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۵ جولائی ۱۹۴۱ء میں دے چکے ہیں۔ آج ہم خلیفہ قادیان کا ایک بہت بڑا دعوی پیش کرتے ہیں جو ناظرین میں سے بہت کم لوگوں نے سنا ہوگا۔ آپ نے دسمبر ۱۹۳۱ء کے سالانہ جلسہ قادیان میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ:

(احمدیت کے مقابلہ میں) اگر انگریز، جرمن، امریکن، فرانسیسی سب مل جائیں تو بھی جس طرح مچھر مسلا جاتا ہے اسی طرح مسلے جائیں گے اور ساری قومیں احمدیت کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گی۔ نعرہ ہائے اللہ اکبر

(الفضل قادیان ۱۰ جنوری ۱۹۳۲ء ص ۴)

شاعر لوگ اس قسم کے بلند بانگ دعوے کیا کرتے ہیں مثلاً داغ کہتا ہے

پڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے خاک نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

شاعروں کا ایسا کلام فن شاعری میں اپنے اندر کمال مبالغہ اور حسن رکھتا ہے مگر انبیاء اور صلحاء کے منہ سے ایسا کلام نکلے تو مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہونا چاہیے۔ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) بقول خود ایک اولوالعزم نبی کا بیٹا بلکہ قمر الانبیاء ہے پھر اس کے کلام کو مبالغہ اور مجاز پر محمول کرنا کسی طرح صحیح نہ ہوگا بلکہ حقیقت یہی ہوگی کہ احمدیت کے مقابلہ میں یورپ کی سب طاقتیں مل جائیں تو مچھر کی طرح مسل دی جائیں گی۔ خلیفہ صاحب کے کلام میں انگریزوں کا ذکر فرضی طور پر ہے کیونکہ انگریزوں کو تو بڑے میاں اولو الامر منکم کا مصداق مان چکے ہیں (رسالہ امام الزمان)

خیر کچھ بھی ہو اس وقت جتنی طاقتیں دشمن کے ساتھ ملی ہوئی ہیں وہ سب انگریزوں کی مخالف ہیں اور احمدیت یا بالفاظ دیگر قادیانیت بقول مرزا صاحب کلاں حکومت برطانیہ کا خود کاشتہ پودا ہے۔ (تبلیغ رسالت ج ۷ ص ۱۹)

پھر اس احسان کا بدلہ اتارنے کے لئے اور کون سا موقع ہوگا۔ جن لوگوں نے خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کے الفاظ سن کر نعرہ تکبیر بلند کیا تھا وہ ہمیں بتائیں کہ وہ

کہاں بیٹھے تھے۔ کسی مجلس مشاعرہ میں بیٹھے تھے یا کسی دینی مجلس میں بیٹھے قمرالانبیاء کی تقریر سن رہے تھے۔ ایسی بے پر کی باتیں تو مجالس مشاعرہ میں اڑائی جاتی ہیں اور وہیں سجتی بھی ہیں۔ استاد غالب کہتا ہے

میں نے روکا رات غالب کو وگرنہ دیکھتے
اس کے اشک چشم سے گردوں کف سیلاب تھا

لیکن ہم باور نہیں کرتے کہ ان لوگوں نے خلیفہ صاحب کی تقریر غالب کے شعر کی طرح سن کر نعرہ تکبیر بلند کیا ہوگا۔ نہیں بلکہ مذہبی عقیدت سے سنی ہوگی۔ اگر ہمارا یہ خیال صحیح ہے کہ قادیانی اصحاب خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کی تقریروں کو مذہبی عقیدت کے ماتحت سنا کرتے ہیں تو پھر وہ کیوں خلیفہ صاحب سے عرض نہیں کرتے کہ وہ اٹھیں اور دنیا کو اپنے اس دعوی کی صداقت دکھائیں۔ اس سے بہتر اور کون سا موقع ہوگا۔

اگر مرزا محمود احمد صاحب کو بیماری کا عذر ہے تو اپنے بیٹے کو اپنا قائم مقام بنا کر بھیج سکتے ہیں جو یورپ جا کر مسولینی، ہٹلر اور ان کے فوجی افسروں جیسے سرکشوں کو پابزنجیر کر کے قادیان میں لائے تاکہ لوگ ان کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں اور ان سفاکوں کو یہ شعر سنائیں

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را
چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم اگست ۱۹۴۱ء مطابق ۶ رجب ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۳۱ ص ۴-۵)

اب خلیفہ قادیان کو جنگ میں جانا ضروری ہے۔۴

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم کئی ہفتوں سے اس مضمون پر قادیانی خلیفہ اور ان کی اتباع کو توجہ دلا رہے ہیں کہ وہ میدان جنگ میں جا کر اپنے دعوے کا ثبوت پیش کریں، اس کام کے لئے

آج سے اچھا موقع کبھی نہ آئے گا۔ اس سلسلہ میں ہم بڑے میاں اور چھوٹے میاں کا یہ بیان شائع کر چکے ہیں کہ صرف چالیس کامل مومن ہمیں مل جائیں تو ہم ساری دنیا کو فتح کر لیں۔ اس سلسلہ کے تین نمبر گذر چکے ہیں، آج چوتھا نمبر ہم ایک نرالی طرز میں پیش کرتے ہیں۔ ناظرین اسے غور سے پڑھیں۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کو آج کل لازم بلکہ الزم ہے کہ وہ اپنے سارے اتباع (زن و مرد) کو لے کر روسی محاذ جنگ پر پہنچ جائیں کیونکہ آج کل روس کی حالت جس قدر زبوں اور خراب ہو رہی ہے وہ الفضل قادیان کے اپنے الفاظ میں درج ذیل ہے:

روس میں عبرت ناک تباہی و بربادی

موجودہ جنگ اگرچہ تمام ممالک کے لئے ہی بہت بڑے مصائب اور آلام کا موجب بن رہی ہے اور ان میں نہایت ہی عبرت ناک تباہی و بربادی پھیل رہی ہے لیکن روسی محاذ پر جو کچھ ہو رہا ہے اور روس جس تباہی کا مورد بن رہا ہے اس کا تصور بھی لرزہ براندام کر دینے کے لئے کافی ہے۔

سینکڑوں میل لمبے محاذ پر ۹۰ لاکھ افراد ایک دوسرے کی ہلاکت میں مصروف ہیں۔ بے تحاشہ کشتوں کے پشتے لگائے جا رہے ہیں اور وحشت و درندگی کے ایسے مناظر پیش کئے جا رہے ہیں کہ کہا جا سکتا ہے جب سے موجودہ دنیا کی ابتداء ہوئی ہے اتنی بڑی اتنی خوں ریز اور اتنی وحشت ناک جنگ کبھی نہیں ہوئی۔

جنگ کی خبریں پڑھنے والے جانتے ہیں کہ موجودہ جنگ میں ایک دوسرے کو زیادہ سے زیادہ جانی اور مالی نقصانات پہنچانے کے لئے غیر معمولی ذرائع سے کام لیا جا رہا۔ نہ صرف بری اور بحری جنگوں میں ایسے اسلحہ اور ایسے طریق استعمال کئے جا رہے ہیں جو پہلے کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھے بلکہ ہوا کو بھی انسانی ہلاکت کا بہت بڑا ذریعہ بنا لیا گیا ہے یعنی قسما قسم کے ہوائی جہازوں سے بڑے بڑے وزنی بم گرا گرا کر آبادیوں کو ویرانے شہروں کو کھنڈرات کارخانوں کو راکھ کے ڈھیر اور انسانوں کو لاشوں کے

تودے بنایا جا رہا ہے۔

یہی سب کچھ روس میں بھی ہو رہا ہے اور اتنے وسیع پیانے پر ہو رہا ہے کہ موجودہ جنگ میں باوجودیکہ بڑے بڑے بھیانک نظارے رونما ہوئے، اور کسی جگہ نہیں ہوا۔ لیکن قضا وقدر نے روس کے لئے اسے کافی نہیں سمجھا بلکہ اس میں بہت کچھ اضافہ ضروری قرار دیا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ اہل روس کو یخربون بیوتھم باید یھم کے مصداق بنا دیا گیا ہے۔ جب جرمنی نے روس پر حملہ کر کے آگے بڑھنا شروع کر دیا، اور روسیوں کی مزاحمت کامیاب نہ ہوسکی تو روسی مختار کل سٹالن نے روسیوں کو یہ حکم دے دیا کہ کسی مقام سے پیچھے ہٹنے سے قبل وہاں سے جو چیز ساتھ نہ لے جاسکو اسے اپنے ہاتھوں سے تباہ و برباد کر دو تا کہ دشمن کے ہاتھ نہ پڑے اور وہ اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ روسی اس پر عمل کرتے ہوئے اپنے شہروں آبادیوں فصلوں حتی کہ جنگلوں کو بھی نذر آتش کر رہے ہیں۔ حال ہی میں اخبارات میں یہ خبر چھپی ہے کہ پیشتر اس کے کہ دشمن سمولنسک کے شہر پر قبضہ کرتا روسیوں نے اسے آگ لگا کر تباہ کر دیا اور وہ کئی روز تک جلتا رہا۔

(الفضل قادیان ۲۵ جولائی ۱۹۴۱ء ص ۱)

ہم نے ناظرین کے سامنے روس کا واقعہ الفضل کے الفاظ میں اس لئے پیش کیا ہے کہ مندرجہ ذیل عبارت کا مطلب ان کے ذہن نشین ہو جائے جسے ہم رسالہ ریویو آف ریلی جنز آف قادیان بابت ستمبر ۱۹۱۷ء سے نقل کرتے ہیں۔ اس رسالہ میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی یہ پیش گوئی درج کی گئی ہے کہ:

زار روس کا عصا میرے ہاتھ میں دیا جائے گا۔

پھر اس پیش گوئی سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ:

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روس کے ملک میں احمدیت کثرت سے پھیلے گی حتی کہ حکومت بھی احمدی ہو جائے گی۔

ہم حیران تھے کہ روس جیسی جابر اور زبردست حکومت جرمنی جیسی چھوٹی سی حکومت کے مقابلہ میں کیوں پسپا ہو رہی ہے، لیکن جب ہماری نظر اس حوالے پر پڑی

تو ہم سمجھے کہ یہ سب کچھ برکت ہے کہ مرزا صاحب کلاں کی پیش گوئی کے بموجب جس کی تشریح رسالہ ریویو نے کی ہے۔ روس میں احمدیت اس کثرت سے پھیل گئی گویا حکومت خود احمدی ہوگئی جس کے نتیجہ میں روس کو یہ دن دیکھنا نصیب ہوا کہ جو حکومت ترکی جیسی زبردست سلطنت کے مقابلہ میں فتح یاب ہوتی رہی، آج وہ جرمنی جیسی معمولی حکومت کے سامنے ذلیل وخوار ہو رہی ہے جیسا کہ خود الفضل نے مندرجہ بالا نوٹ میں اس امر کا اعتراف کیا ہے۔ مولانا حالی مرحوم نے اس مضمون کی ایک رباعی لکھی ہے جو تھوڑے تصرف کے ساتھ یوں ہے

دیکھو جس سلطنت کی حالت درہم
سمجھو کہ وہاں ہے کوئی برکت کا قدم
یا کوئی بیگم ہے مشیر دولت
یا کوئی احمدی وزیر اعظم

احمدی دوستو! حق تو یہ ہے کہ اگر یہ پیش گوئی اپنی تصریح کے ساتھ شیخ چلی کی بڑ نہیں ہے تو آپ لوگوں کا فرض ہے کہ اس کی صداقت دنیا سے منوائیں جس کی صورت بس یہی ہے کہ خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) سے کہہ دیں کہ بیماریوں کا عذر چھوڑ دیجئے اور چالیس مخلص مومنین بلکہ اپنے سارے اتباع کو لے کر میدان جنگ میں پہنچ جایئے اور ہاتھ میں لوائے احمدیہ لے کر یہ شعر پڑھتے ہوئے سفاک جرمنوں اور انکے مددگاروں پر حملہ آور ہو جائیں:

آج میں وہ ہوں کہ رستم کو بھی گرا ڈالوں
پہاڑ ہووے تو اک آن میں ہلا ڈالوں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸۔ اگست ۱۹۴۱ء مطابق ۱۳ رجب ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۳۲ ص ۴۔۵)

کیا ہٹلر دجال ہے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عیسائیوں کی بائبل کے حصہ عہد عتیق میں ایک کتاب مکاشفہ دانیال نبی بھی

ہے۔ یہ کتاب ایسی پیچیدہ اور گول مول ہے کہ ہر مدعی اس کو اپنی طرف لگا لیتا ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بھی اس میں سے اپنے حق میں ایک پیش گوئی نکالی ہوئی ہے کہ:

دانیال نبی نے میرے مبعوث ہونے کی تاریخ ۱۲۹۰ھ بتائی ہوئی ہے

(حقیقۃ الوحی)۔

خدا کی قدرت کے قربان کہ وہ مدعیوں کو اپنے ہی الفاظ میں پھنسا دیتا ہے۔ مرزا صاحب قادیانی نے خود ہی دانیال کی کتاب سے لکھا ہے کہ:

آخری زمانہ اس مسیح موعود کا (یعنی مجھ مرزا کا) دانیال ۱۳۳۵ھ لکھتا ہے۔

(حقیقۃ الوحی)

اس کا مطلب صاف ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کو بحیثیت مسیح موعود ۱۳۳۵ھ تک زندہ رہنا چاہیے تھا، حالانکہ آپ کی وفات ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ مطابق مئی ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ بس قدرت کا یہی جواب کافی ہے کہ مرزا صاحب قادیانی اپنے ہی پیش کردہ معیار کی رو سے فیل ہیں۔ اسی کے حق میں کہا گیا ہے

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

دانیال کی اسی کتاب سے اخذ کر کے رسالہ اخوت لاہور نے ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں ہٹلر (آمر جرمنی) کو بدترین ظالم گمراہ انسان مسیحیت کا مخالف خدا کا منکر خدائی کا مدعی بت پرست خونخوار دنیا کو تباہ کرنے والا اور سفاک وغیرہ ٹھہرا کر اس کی جنگ کا خاتمہ فروری ۱۹۴۳ء میں بتایا ہے۔

ہٹلر کی نسبت مسیحی رسالے نے جو کچھ شائع کیا ہے اپنے ناظرین کی اطلاع کے لئے ہم بھی نقل کر دیتے ہیں مگر مضمون نگار نے ہٹلر کی طرف بعض ایسی باتیں بھی منسوب کی ہیں جن کا ذکر آج تک اخباروں میں نہیں آیا، اس کا ذمہ دار وہ خود ہے۔ بہر حال مضمون دل چسپ ہے اس لئے ہم اسے اہل حدیث میں نقل کرتے ہیں ناظرین بنظر غائر شوق سے پڑھیں اور حواشی بھی ملاحظہ کرتے جائیں۔ چنانچہ لکھا ہے:

ہٹلر بائیبل میں:

عرصہ عنقریب دو برس کا ہوا چاہتا ہے اور ابھی یہ جنگ نہ چھڑی تھی کہ مشہور و معروف مسیحی سادھو جیوا رتنم صاحب لاہور میں وارد ہوئے، اور انہوں نے ایک یا دو روز نولکھا کے گرجا میں درس دیئے۔ جن میں پیش آنے والے واقعات عالم کے متعلق کتاب مقدس سے وضاحت فرمائی اور نہایت صراحت اور صفائی سے استدلال کر کے ہٹلر کو گناہ کا مرد، اور مخالف مسیح ثابت کیا..

سادھو صاحب نے دانی ایل نبی کے صحیفہ کے باب ۱۱ سے خاص طور پر استدلال کیا ملاحظہ ہوں آیات ۲۱ سے ۴۵ تک۔

پھر اس کی جگہ ایک پاجی برپا ہوگا جو سلطنت کی عزت کا حق دار نہ ہوگا لیکن وہ ناگہاں آئے گا اور چاپلوسی کر کے مملکت پر قابض ہو جائے گا اور وہ سیلابِ افواج کو اپنے ساتھ رگیدے گا اور شکست دے گا اور امیر عہد کو بھی نہ چھوڑے گا اور جب اس کے ساتھ عہد و پیان ہو جائے گا تو دغا بازی کرے گا کیونکہ وہ بڑھے گا اور ایک قلیل جماعت کی مدد سے اقتدار حاصل کرے گا اور ایام امن میں ملک کے زرخیز مقامات میں داخل ہوگا اور جو کچھ اس کے باپ دادا اور ان کے آباء واجداد سے نہ ہوا تھا کر دکھائے گا وہ غنیمت اور لوٹ اور مال ان میں تقسیم کرے گا اور کچھ عرصہ تک مضبوط قلعوں کے خلاف منصوبے باندھے گا...

وہ اپنے باپ دادا کے معبودوں کی پرواہ نہ کرے گا اور نہ عورتوں کی مرغوبہ کو اور نہ کسی اور معبود کو مانے گا بلکہ اپنے آپ ہی کو سب سے بالا جانے گا اور اپنے مکان پر معبود حصار کی تعظیم کرے گا اور جس معبود کو اس کے باپ دادا نہ جانتے تھے سونا چاندی اور قیمتی پتھر اور نفیس ہدیئے دے کر اس کی تکریم کرے گا۔ وہ بے گانہ معبود کی مدد سے محکم قلعوں پر حملہ کرے گا۔ جو اس کو قبول کریں گے ان کو بڑی عزت دے گا اور بہتوں پر حاکم بنائے گا اور

رشوت میں ملک کو تقسیم کرے گا...
وہ دیگر مما لک پر بھی ہاتھ چلائے گا اور ملک مصر بھی بچ نہ سکے گا۔ لیکن مشرقی اور شمالی اطراف سے افواہیں اسے پریشان کریں گی اور وہ بڑے غضب سے نکلے گا کہ بہتوں کو نیست و نابود کرے اور وہ شاندار مقدس پہاڑ اور سمندر کے درمیان شاہی خیمہ لگائے گا لیکن اسکا خاتمہ ہو جائے گا اور کوئی اسکا مددگار نہ ہوگا۔
اس کے علاوہ آپ مطالعہ کیجئے:
دانی ایل ۷۔۹، حزقی ایل ۳۸ و ۳۹، متی ۲۴: ۱، ۲، کرنتھیوں ۶: ۱۵، یہوواہ ۲، پطرس ۳، ۳، یوحنا ۲: ۱۸، ۲۲، ۴: ۳، ۲، یوحنا ۷ باب ۲۔ تھسلنیکیوں ۱۲: ۳۔۱۲
اس کے بعد مکاشفہ ۱۳ باب کا بھی مطالعہ فرمائیں۔ یہ تمام باب گذشتہ جنگ عظیم اور موجودہ جنگ کی ایک صحیح تصویر ہے
...اس کا زخم کاری اچھا ہو گیا اور ساری دنیا تعجب کرتی ہوئی اس حیوان کے پیچھے پیچھے ہو لی...
اور بڑے بول بولنے اور کفر بکنے کے لئے اسے ایک منہ دیا گیا اور اسے بیالیس مہینے تک کام کرنے کا اختیار دیا گیا (اس حساب سے موجودہ جنگ جو ماہ ستمبر ۱۹۳۹ء میں شروع ہوئی تھی آخر ماہ فروری ۱۹۴۳ء تک جاری رہے گی۔ اخوت) اور اس نے خدا کی نسبت کفر بکنے کے لئے منہ کھولا اور اسے یہ اختیار دیا گیا کہ مقدسوں سے لڑے اور ان پر غالب آئے اور اسے ہر قبیلے اور امت اور اہل زبان اور قوم پر اختیار دیا گیا....
اور اس نے سب چھوٹے بڑوں دولت مندوں اور غریبوں آزادوں اور غلاموں کے دہنے ہاتھ یا ان کے ماتھے پر ایک ایک چھاپ کرا دیا، تاکہ اس کے سوا جس پر نشان یعنی اس حیوان کا نام یا اس کے نام کا عدد ہو اور کوئی خرید و فروخت نہ کر سکے حکمت کا یہ موقع ہے جو سمجھ رکھتا ہے وہ اس حیوان کا عدد گن لے کیونکہ وہ آدمی کا عدد ہے اور اس کا عدد چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶)

ہے،۔

1.And I stood upon the sand of the sea, and saw a beast rise up out of the sea, having seven heads and ten horns, and upon his horns ten crowns, and upon his head the name of blasphemy.

2. And the beast which I saw was like unto a leopard, and his feet were as the feat of a bear, and his mouth as a mouth of a lion; and the dragon gave him his power, and his seat, and great authority.

3. And I saw one of his heads as it were wounded to death; and his deadly wound was healed: and all the world wondered after the beast.

4.And they worshipped the dragon which gave power unto the beast: and they worshipped the beast, saying, Who is like unto the beast? who is able to make war with him?

5. And there was given unto him a mouth speaking great things and blasphemies; and power was given unto him to continue forty and two months.

6. And he opened his mouth in blasphemy against God, to blaspheme his name, and his tabernacle, and them that was dwell in heaven.

7. And it was given unto him to make war with the saints, and to overcome them: and power was given him over all kindreds, and tongues, and nations.

8. And all that dwell upon the earth shall worship him, whose names are not written in the book of life of the Lamb slain from the foundation of the world.

9. If any man have an ear, let him hear.

10. He that leadeth into captivity shall go into captivity; he that is killeth

with the sword must be killed with the sword. Here is the patience and the faith of the saints.

11. And I beheld another beast coming up out of the earth; and he had two horns like a lamb, and he spake as a dragon.

12. And he exerciseth all power of the first beast before him, and causeth the earth and them which dwell therein to worship the first beast, whose deadly wound was healed.

13. And he doeth great wonders, so that he maketh fire come down from heaven on the earth in the sight of men.

14. And deceiveth them that dwell on the earth by the means of those miracle which he had power to do in the sight of the beast; saying to them that dwell on the earth, that they should make an image to the beast, which had the wound by a sword, and did live.

15. And he had power to give life unto the image of the beast, that the image of the beast should both speak, and cause that as many as would not worship the image of the beast should be killed.

16. And he causeth all, both small and great, rich and poor, free and bond, to receive a mark in their right hand, or in their foreheads;

17. And that no man might buy or sell, save he that had the mark, or the name of the beast, or the number of his name .

18. Here is wisdom. Let him that hath understanding count the number of the beast; for it is the number of a man; and his number is six hundred three score and six. (Revelation, 13 : 1.18)

حال ہی میں مجھے ایک نسخہ آئینہ احوال مصنفہ ڈاکٹر چارلس ومسٹر ہلاسی رام صاحب موصول ہوا ہے اس کے باب پنجم ، مخالف مسیح ، کے زیرعنوان جو

علامتیں مخالف مسیح کی بتائی گئی ہیں، یعنی خدا اور اس کے کلام یا کلمہ کا منکر،، اپنے آپ کو خدا کے برابر سمجھنے والا بلکہ خود خدا ہونے کا مدعی (آج تک اخباروں میں اس کا ثبوت نہیں ملا۔ثناءاللہ) اپنی قدرت اور اپنے معجزات دنیا کو دکھلانے والا، سب ہٹلر پر چسپاں ہوتی ہیں اور مخالف مسیح کے جو مختلف نام کتاب مقدس میں آئے ہیں وہ بھی سب اس باب میں بتائے گئے ہیں یعنی گناہ کا شخص، ہلاکت کا فرزند، بے دین، گمراہ کرنے والا، اور بت پرست (نمبر اول اگر صحیح ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ خدائی کا مدعی بت پرست نہیں ہوسکتا اور بت پرست خدائی کا مدعی نہیں ہوسکتا۔ثناءاللہ) یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ فوق الانسانی قوت اور معجزات کرنے کی قوت کا مالک ہوگا (یہ صفت قریب قریب دجال کی ہے ہم نے آج تک اس صفت کا ظہور ہٹلر میں نہیں پایا۔ثناءاللہ) تاکہ بنی آدم کو گناہ کے فریب میں پھنسا دے اس کے نام کا عدد ٦٦٦ ہوگا....

مسیحی دوستو! ہم از بس ہولناک ایام میں سے گذر رہے ہیں کتاب مقدس کی پیش گوئیوں کے مطابق روئے زمین کے مسیحی کلیسا پر شدید ترین مصائب اور اذیتوں کے پہاڑ ٹوٹنے والے ہیں ایسی مصیبتیں کہ ابتدائے آفرینش سے آج تک دیکھنے سننے میں نہیں آئیں۔کلیسا کے ایمان کی آزمائش ہونے کو ہے۔مخالف مسیح کی طاغوتی طاقتیں کلیسا کو ملیا میٹ اور نیست و نابود کرنے کے لئے بروئے کار آرہی ہیں اس لئے کلیسائے جامعہ (مسیح کی دلہن) کا فرض اولین یہ ہونا چاہیے کہ وہ اس روحانی جنگ کے مقابلہ کے لئے تیار اور کمر بستہ ہو اور اس نجس و ناپاک دنیا کی آلودگیوں سے اپنے دامن ایمان و جائے عصمت کو بچائے رکھے اور اپنے نوشہ کے استقبال کے لئے اپنے آپ کو آراستہ کرے طعنہ زن طعن کرتا اور پوچھتا ہے کہ، اس کے آنے کا وعدہ کیا ہوا؟ اس کا جواب خود خداوند مسیح دیتے ہیں؛ دیکھو میں جلد آنے والا ہوں بلکہ دروازہ پر ہوں۔اے کاش! اس کی تائید میں کلیسا یوں کہے آمین اے خداوند یسوع آ (روس میں جب ہر ایک مذہب کو بند کیا گیا مذہبی معابد کو بھی مسمار کرایا گیا اس وقت چاہیے تھا کہ مسیحیوں پر رنج و غم کے پہاڑ ٹوٹتے اس لحاظ سے سچی

بات کہنا اگر گناہ نہیں تو ان سب برائیوں کا مصداق روس کا اول ڈکٹیٹر لینن اور اس کا جانشین سٹالن ہونا چاہیے کیونکہ ان لوگوں نے نہ صرف مسیحیت پر بلکہ اسلام پر بلکہ کل ادیان پر ہاتھ صاف کیا، جو حالات جاننے والوں سے مخفی نہیں۔ثناءاللہ امرتسری)

(اخوت لاہور بابت جولائی ص ۱۷۔۱۹)

بعض احادیث میں پیش گوئی آئی ہے کہ قیامت کے قریب ملحمہ کبری ہوگا یعنی بہت بڑی جنگ۔ اسلئے گذشتہ جنگ عظیم کے موقع پر ہم نے اس جنگ کو ملحمہ کبری سمجھا تھا مگر حالات حاضرہ نے بتایا کہ گذشتہ جنگ یعنی ۱۹۱۴۔۱۹۱۸ء ملحمہ کبرہ تو تھی لیکن کبری نہ تھی۔ بے شک موجودہ جنگ پہلی کی نسبت ملحمہ کبری ہے اس لئے اس کو اگر اس حدیث کا مصداق سمجھا جائے تو غلط نہ ہوگا۔

اس میں شک نہیں کہ زمانہ ترقی کرتا جارہا ہے خاص کر خونخواری وسفا کی میں۔ ملائکہ کرام کی بنی آدم کے متعلق پیش گوئی اتجعل فيها من يفسد فيها و يسفك الد ماء ۔ خدا جانے کہاں تک اپنا جلوہ دکھائے۔ قیاس ہی جانتا ہے کہ آئندہ کبھی جنگ ہوگی تو بلحاظ ترقی زمانہ اس سے بھی زیادہ سخت ہوگی۔ اس وقت کے مسلمانوں کو اختیار ہوگا کہ وہ اس کو ملحمہ کبری قرار دیں۔ سردست تو ہماری رائے یہی ہے کہ یہی ملحمہ کبری ہے جس کے متعلق حدیثوں میں خبر آئی ہے العلم عند الله

آخر میں ہماری دعا ہے کہ اخوت کے مکتوبہ مضمون میں جو اس لڑائی کا خاتمہ فروری ۱۹۴۳ء میں بتایا گیا ہے خدا کرے یہ میعاد غلط ہو اور جلدی اسکا خاتمہ بالخیر ہوجائے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵۔اگست ۱۹۴۱ء مطابق ۲۰ رجب ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۳۳ ص ۳۔۴)

خلیفہ کو حکومت ملنے کا وعدہ ، پس وہ جلدی جنگ کیلئے جائیں ۵

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ سلسلہ اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۴ جولائی ۱۹۴۱ء سے جاری ہے۔ ہم نے یہ سلسلہ اس لئے جاری کیا تھا کہ قادیانی مسیح کی پیش گوئی سچی ثابت ہو اور جماعت

مرزائیہ اپنا دین و مذہب دنیا میں پھیلا سکے۔مگر قادیانی لوگ جنگ سے ان لوگوں کی طرح ڈرتے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ان لفظوں میں آیا ہے:

ينظرو ن اليك نظر المغشی عليه من المو ت ۔(پ۲۶ع۷)

حالانکہ یہ وقت ایسا تھا کہ گورنمنٹ برطانیہ کی خدمت بھی ہوسکتی اور ملکی فتوحات بھی حاصل ہو جاتیں۔

لطف یہ ہے کہ قادیانی پریس ہمارے پیش کردہ حوالہ جات کا جواب بھی نہیں دیتا۔ نہ ان کے کچھ معنی بتاتا ہے۔ اخبار الفضل قادیان نے ۱۱ جولائی ۱۹۴۱ء کی اشاعت میں صرف اتنا لکھا کہ:

مرزا صاحب نے کبھی ملکی فتوحات کی خواہش ظاہر نہیں کی کیونکہ یہ فتوحات دنیائے دوں سے تعلق رکھتی ہیں۔

اس کا جواب ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۴۱ء میں دے دیا تھا۔اس کے علاوہ آج دوسرا جواب اس سے زیادہ واضح اور مفید مطلب پیش کرتے ہیں جس سے سرتابی کرنے کا کسی احمدی کو قادیانی ہو یا لاہوری حیدرآبادی ہو یا پشاوری اختیار نہ ہوگا۔

اخبار الفضل کا سٹاف اور دیگر اتباع مرزا اس حوالہ کو غور سے پڑھیں اور دلی یقین کے ساتھ اس کا مطلب سمجھیں اور پڑھنے کے بعد اس امر کا اعتراف کریں کہ اہل حدیث اقوال مرزا کو اتباع مرزا سے زیادہ جانتا ہے اسی لئے اہلحدیث کا بمقابلہ اتباع مرزا کے یہ قول ہے:

نام میرا سن کے مجنوں کو جمائی آ گئی
بید مجنوں دیکھ کر انگڑائیاں لینے لگا

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، مسیح قادیان اپنی کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۱۔۹۲ میں لکھتے ہیں:

خدائے رحمان کا حکم ہے اس کے خلیفہ کے لئے جس کی آسمانی بادشاہت ہے اس کو ملک عظیم دیا جائے گا اور خزانے اس کے لئے کھولے جائیں گے یہ خدا کا فضل ہے اور تمہاری آنکھوں میں عجیب۔ کہہ اے منکرو میں صادقوں

میں سے ہوں پس تم میرے نشانوں کا ایک وقت تک انتظار کرو۔

اس عبارت پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ایک حاشیہ لکھا ہے جس سے ہر طرح کی تشریح اور تفصیل حاصل ہوتی ہے۔اس کے الفاظ یہ ہیں:

کسی آئندہ زمانے کے متعلق یہ پیشین گوئی ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے ہاتھ میں کشفی رنگ میں کنجیاں دی گئی تھیں مگر ان کنجیوں کا ظہور حضرت عمر فاروق کے زمانے میں ہوا۔

یہ حاشیہ متن کی پوری تشریح کرتا ہے کہ ملک ملنے سے مراد دنیاوی ملکی فتوحات ہیں جیسی کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہوئیں تھیں۔

میاں محمود احمد خلیفہ قادیانی کو قادیانی جماعت فضل عمر کہا کرتی ہے یعنی عمر ثانی اور حضرت عمرؓ کے مشابہ اور مثیل۔

پس یہ حاشیہ اور متن بکمال وضاحت بتا رہے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کو بحیثیت خلیفۃ اللہ کے جو ملک ملنے کا وعدہ دیا گیا تھا وہ موجودہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کے ذریعہ سے پورا ہونا ضروری ہے ۔ہم تو اسی پر متعجب تھے کہ وعدہ محمدی تو حضرت عمرؓ کی دس سالہ حکومت میں پورا ہو گیا لیکن قادیانی وعدہ فضل عمر کے ۲۶ سالہ عہد خلافت میں بھی پورا نہ ہوا اور جب پورا ہونے کا زمانہ آیا تو اتباع مرزا بقول:

چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند

بالکل خاموش ہو گئے۔

احمدی ممبرو! فرمان خداوندی غور سے پڑھو اور اس عذاب کا خوف کرو جس کا ذکر اس فرمان ذی شان میں ہے:

ما لکم ا ذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثّا قلتم الی الا ر ض ار ضیتم بالحیوۃ الد نیا من ا لآ خر ۃ ۔ فما متاع الحیوۃ الدنیا فی ا لاخر ۃ الّا قلیل ۔الّا تنفروا یعذ بکم عذا باً الیماً و یستبد ل قو ماً غیر کم و لا تضروہ شیئاً و اللہ علی کل شیء قدیر ۔(التوبہ:۳۸۔۳۹)

جہاد جو فتوحات ملکی کا ایک ذریعہ ہے اس سے منہ پھیرنے والوں کی بابت

جوان آیات میں وعید شدید وارد ہے وہ خلیفہ قادیان اوران کے اتباع کے لئے (جن کے حق میں) ملکی فتوحات ملنے کا وعدہ بزبان مرزا دیا گیا تھا قابل غور ہے۔

قادیانی ممبرو! کب تک آرام کی کھاؤ گے اٹھو مخلصین جماعت احمدیہ کے چالیس آدمی لے کر روسی محاذ جنگ میں جلدہ پہنچو جہاں تمہارے بھائی (روسی احمدی) گرفتار بلا ہورہے ہیں (دیکھواہل حدیث سابق نمبر بحوالہ الفضل)

آخر اس لیت ولعل کی وجہ بھی کوئی ہے کیا تم نے جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے الہامی وعدوں کو کسی محبوبہ کے وعدوں کی طرح سمجھ رکھا ہے جس کی شان میں کہا گیا ہے

کانت مواعید عرقوب لها مثلاً
و ما مواعیدها الّا الاباطیل

یا استاد غالب مرحوم کے شعر کا مصداق سمجھ رکھا ہے جو کہتے ہیں

تم ان کے وعدے کا ذکر ان سے کیوں کرو غالب
یہ کیا کہ تم کہو اور وہ کہیں کہ یاد نہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵۔ اگست ۱۹۴۱ء مطابق ۲۰ رجب ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۳۳ ص ۵)

قادیان سے تفسیر کبور کی اشاعت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خلیفہ قادیان (مرزامحمود احمد) کے نام سے چند سورتوں (سورہ یونس سے کہف تک) کی ایک تفسیر شائع ہوئی ہے جس کا نام انہوں نے تفسیر کبیر رکھا ہے۔

تفسیر کبیر چونکہ امام رازیؒ کی تفسیر کا نام ہے جو کل دنیائے اسلام میں مشہور اور متداول ہے، لازماً اس نام سے ادھر ہی ذہن متوجہ ہوتا ہے۔اس لئے ہم نے بطور مشورہ کے کبیر کی بجائے کبور لکھا ہے جو معنی کے لحاظ سے ایک ہی ہے۔قادیانی پارٹی ہم سے بدگمان رہتی ہے،ورنہ وہ ہم سے پہلے ہی مشورہ کر لیتی تو اس سے بھی اچھا نام

تجویز کرتے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کی تفسیر کا نام تفسیر کبیر کیوں رکھا گیا۔ الّا ایک وجہ ذہن میں آئی کہ قادیان میں سب کچھ ظلی ہے نبوت بھی ظلی رسالت بھی ظلی یہاں تک کہ مرزا صاحب (بڑے میاں) محمد اور احمد، موسیٰ، عیسیٰ وغیرہ سب کچھ ظلی رنگ میں ہیں۔ چنانچہ تریاق القلوب میں لکھتے ہیں:

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

غالباً اسی لئے انہوں نے اپنی تفسیر کبیر کو بھی ظلی تفسیر کبیر قرار دیا ہوگا۔ خیر ہمیں اس سے زیادہ بحث نہیں وہ جانیں اور ان کا کام۔ آج ہم اس تفسیر پر کچھ نظر کرتے ہیں۔

قادیانی تفسیر کبور کیا چیز ہے، محض اغلوطات خیالات اور تحریفات کا مجموعہ۔ ہم نے اس کو چھ روپے قیمت میں خریدا اور دیکھا خیال ہوا کہ تفسیر بالرائے کا جو سلسلہ ہماری طرف سے جاری ہے، اس کی دوسری جلد میں اس کا ذکر کیا جائے گا۔ لیکن جوں ہی میری نظر سورۃ یونس کی آیت افمن کان علی بیّنة پر پڑی تو مجھے اس بات کا خوف ہوا کہ تفسیر بالرائے کی جلد ثانی خدا جانے کب چھپے اور اس سے پہلے ہی مجھے داعی اجل بلا لے، تو میں خدا کے سامنے کیا جواب دونگا کہ تحریف قرآن کو میں نے پڑھا اور جلدی جواب نہ دیا۔ اس لئے تفسیر کبور پر مستقل رسالہ رسالہ لکھنا تجویز ہوا جو تفسیر بالرائے سے الگ شائع ہوگا انشاء اللہ اس کا نام تجویز ہوا بطش قدیر بر قادیانی تفسیر کبیر۔

میرا خیال ہے جو میں بلاخوف تردید ظاہر کرتا ہوں کہ پادری سلطان محمد خان بھی اگر تفسیر قرآن پوری کر دیتے تو اس میں اتنی تحریف قرآن نہ ہوتی جتنی قادیانی تفسیر میں ہے۔

اس تفسیر کبور سے مجھے جس قدر صدمہ ہوا کسی قادیانی کتاب سے اتنا صدمہ نہیں ہوا۔ تعجب یہ ہے کہ ان لوگوں کے دل میں یہ خیال کیوں بیٹھ گیا کہ ہندوستان میں بجز اتباع مرزا کے کوئی قرآن جاننے والا نہیں ہے۔ خدا کا خوف تو بڑی چیز ہے علماء وطلباء کے تعاقبات کا بھی کچھ خیال ہو تو آدمی اتنی جرأت نہیں کرسکتا۔

سرسید احمد خاں مرحوم اور دیگر ہندوستانی مولفوں نے قرآن مجید کے

مضامین خلاف منشاء قرآن ظاہر کئے ہیں، مگر میری تحقیق یہ ہے کہ مرزا غلام احمد اور اتباع مرزا قادیانی اس کام میں بہت بڑھ گئے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ شعر ایسے ہی لوگوں کے حق میں ہے

گر تو قرآں بریں نمط خوانی　　ببری رونق مسلمانی

ایک واقعہ: میں پچھلے مہینے دینا نگر کے جلسہ میں جا رہا تھا کہ ریل گاڑی میں دو جنٹل مین قادیان کو جا رہے تھے دونوں انگریزی تعلیم یافتہ تھے۔ انہوں نے مجھ سے اس تفسیر کے متعلق میری رائے پوچھی تو میں نے کہا محض بور کے لڈو ہیں۔

یہ جواب ان کو بڑا تلخ معلوم ہوا۔ میں نے کہا اچھا کسی وقت مجھے ملئے گا میں آپ ہی سے اقرار کرادونگا انشاءاللہ۔

پھر آپس میں باتیں کرتے ہوئے انہوں نے خلیفہ قادیان کے علم وفضل کا ذکر کیا۔ ایک ان میں سے ایم اے تھا۔ اس نے کہا ہمیں تو پانچ منٹ خلیفہ صاحب کی صحبت مل جائے تو پانچ منٹ میں اتنا علم حاصل کر لیتے ہیں جو دو سال میں بھی نہ ہو سکے میں نے دل میں کہا سچ ہے: پیراں نمی پرند و مریداں ہمے پرانند
ایسے مرید نہ ہوں تو ان پیروں کا کارخانہ کیسے چلے۔

نوٹ: تعجب ہے اتباع مرزا کی لاہوری پارٹی پر جو اس تفسیر پر منہ بسورتی ہے مگر تردید یا اصلاح کے لئے بھی قلم نہیں اٹھایا شاید کچھ سوچ رہے ہوں گے۔

خیر اس تمہید کے بعد ہم ناظرین کو تفسیر کبور سے ایک نمونہ دکھاتے ہیں۔

آیت کریمہ جس کا ذکر اوپر آیا ہے اس کے پورے الفاظ یہ ہیں:

افمن کان علی بینۃ من ربہ و یتلوہ شاھد منہ و من قبلہ کتاب موسی اماماً و رحمۃً اولئک یومنون بہ۔ (ھود:۱۷)

اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے:

پس کیا جو شخص اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل پر قائم ہے اور اس کی صداقت کا ایک گواہ اس (خدا تعالی) کی طرف سے آکر اس کی پیروی کرے گا اور اس سے پہلے موسی کی کتاب تھی جو لوگوں کے لئے امام اور رحمت تھی (ایک جھوٹے مدعی جیسا ہوسکتا ہے) وہ یعنی موسی کے سچے پیرو اس پر بھی

ضرور ایمان لاتے ہیں۔ (ص ۱۶۴)

اس غلط ترجمے کے بعد اپنا ما فی الضمیر اور مقصود اصلی یوں بتاتے ہیں کہ شاهد سے مراد مرزا غلام احمد (قادیانی مسیح موعود) ہیں۔ چنانچہ آپکے الفاظ یہ ہیں:

پس جاننا چاہیے کہ اس جگہ خصوصیت کے ساتھ حضرت مسیح موعود (مرزا) کا ہی ذکر ہے جن کا نزول خدا تعالی کی طرف سے اسی رنگ میں ہونا تھا جیسے پہلے بینه کا نزول ہوا تھا۔ جن کی آمد کی غرض یہ تھی کہ وہ اسلام کی صداقت کی شہادت تازہ مثالوں سے دیں جب کہ اسلام کی صداقت اور اس کی قوت قدسیہ کے خلاف بہت سے امور جمع ہونے والے تھے۔ (ص ۱۶۷)

اس تفسیر میں کئی ایک غلطیاں ہیں خلیفہ قادیان کو تسلیم ہے کہ قرآن مجید کی صحیح تفسیر کے لئے عربیت کی ضرورت ہے (الفضل ۳۱ جنوری ۱۹۳۱ء) اس لئے ہم عربیت کے قاعدے سے اس ترجمے کو پرکھتے ہیں۔ پس ناظرین غور سے سنیں:

۱۔ و من قبله کا واو عطف کے لئے ہے کتاب معطوف ہے شاهد پر یہ دونوں فاعل مفعول ہیں یتلوا کے مگر قادیانی ترجمہ میں اس کا لحاظ نہیں رکھا گیا بلکہ کتاب موسی کو مستقل جملہ بنایا گیا۔ دیکھئے الفاظ (اور اس سے پہلے موسی کی کتاب تھی) یہ ترجمہ اس صورت میں ہوتا اگر عبارت یوں ہوتی من قبله کان کتاب موسی اور کان بھی تامہ ہوتا کیونکہ ناقصہ ہونے کی صورت میں اس کی خبر کی ضرورت ہوتی۔

۲۔ اور اماماً و رحمة حال ہے کتاب موسی کا جو معطوف ہے شاهد پر اور شاهد فاعل ہے یتلوا کا مگر آپ نے ترجمہ میں اس کو بھی مستقل جملہ بنا دیا چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں، جو لوگوں کے لئے امام اور رحمت تھی۔، یہ ترجمہ لفظوں کا نہیں بلکہ ایجاد بندہ ہے۔

۳۔ پھر اولئك یومنون به کا ترجمہ ایسا بے ڈھنگا کیا ہے کہ نہ کوئی عالم ایسا غلط ترجمہ کر سکتا ہے اور نہ کوئی طالب علم سن سکتا ہے۔

آپ کے الفاظ ملاحظہ ہوں: (وہ موسی کے سچے پیرو اس پر بھی ایمان لاتے ہیں،) اولئك اسم اشارہ ہے جو مشار الیہ کو چاہتا ہے آپ نے اس کا مشار الیہ موسی کے سچے پیرو بتایا ہے حالانکہ وہ مذکور نہیں۔

۴۔ منه کی ضمیر اللہ کی طرف پھیری ہے یہ بھی غلط ہے
۵۔ اس کے علاوہ ایک بڑی غلطی ہے جو علم بلاغت اور علم کلام دونوں کے خلاف ہے کہ یتلوہ شاھد منه سے مراد نزول آیت سے تیرہ سو سال کے بعد آنے والا شخص لیا گیا ہے یعنی مرزا صاحب۔ اس لئے دیکھنا یہ ہے کہ کسی بزرگ کا تیرہ سو سال بعد آنا صحابہ مومنین کے فعل سے کیا تعلق رکھتا ہے یعنی من کان علی بینة کے اول مصداق صحابہ کرام ہیں اور ان کے بعد صلحائے امت ہیں اور مرزا صاحب مسیح موعود ہو کر تیرہ سو سال بعد آئے ہیں تو ان کا آنا صحابہ کے حق میں صفت بحالہ ہے یا بحال متعلقہ۔ آخر اس کا تعلق کیا ہے اور اس آنے والے یا اس کے آنے کے فعل نے ان صحابہ اور صلحائے امت میں کیا مزیت پیدا کی۔ بحالیکہ ان کے وہم و گمان میں بھی اس بزرگ کا وجود نہ تھا تو اس پر یقین کیا ہوتا اور اگر صورت حال یہی ہے اور یقیناً یہی ہے تو یتلوا کے جملہ فعلیہ کو من کان کے جملہ اسمیہ پر کیوں عطف کیا گیا۔ یہ عجیب وصل ہے کہ فصل سے بھی بدتر ہے۔
۶۔ مؤلف تفسیر کبور نے آخر میں قوس کے اندر یہ لفظ لکھے ہیں (وہ جھوٹے مدعی کی طرح ہو سکتا ہے) دراصل انہوں نے اپنے زعم میں من کان به کی خبر نکالی ہے اور یہ غلط ہے اگر یہ من کی خبر ہوتی تو من کان علی بینة کی نقیض ہوتی کیونکہ تقدیر عبارت یوں ہونی چاہیے افمن کان علی بینة من ربه کمن لم یکن علی بینة۔ جھوٹا مدعی اس کی نقیض نہیں ہو سکتا مثلاً! طرح کوئی دہریہ یا بت پرست یا عیسائی یا یہودی قرآنی اصطلاح میں علی بینة نہیں ہے اسی طرح جھوٹا مدعی نبوت بھی نہیں ہے اس لئے مدعی کا لفظ نکالنا غلط ہے بلکہ وہی صحیح ہوگا جو ہم نے کہا ہے یعنی کمن لم یکن علی بینة۔ جیسے دوسرے مقام پر فرمایا:
افمن یعلم انّما انزل الیك من ربك الحق کمن هو اعمی (الرعد۔ ۱۹)
یہاں اعمی سے من لم یکن علی الحق مراد ہے یہ بات علم بلاغت جاننے والوں سے مخفی نہیں، گر حقیقت یہ ہے کہ حذف نکالنے کی حاجت ہی نہیں کیونکہ من کی خبر اولئك یومنون آیت میں مذکور ہے جیسا کہ ہم نے ترجمہ میں ظاہر کیا ہے
اب سنیئے آیت موصوفہ کے اصل معنی

پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ شا ھد منه سے مراد مومن کا قلب سلیم ہے جو صداقت کی طرف رہنمائی کرتا اور ہدایت خداوندی کی تائید کرتا ہے اور منہ کی ضمیر من کی طرف ہے پس آیت کے صحیح معنی یہ ہیں، جو لوگ خدا کی ہدایت (قرآن) پر قائم ہیں اور ان کا قلب سلیم بھی اس ہدایت کی تائید کرتا ہے اور اس سے پہلے موسی کی کتاب بھی امام اور رحمت ہونے کی حیثیت سے اس کی تائید کرتی ہے، یہی لوگ (جو خدا کی بینه پر قائم ہیں اور قرآن کا ضمیر اور موسی کی کتاب بھی اس کی تائید کرتے ہیں) کتاب اللہ پر پختہ ایمان رکھتے ہیں

ہمارے اس ترجمہ پر کوئی نحوی اعتراض نہیں ہے من مبتداء ہے متضمن معنی جمع اور او لئك یو منو ن جملہ اسمیہ اس کی خبر ہے۔

کوئی ہے جو قادیانی ترجمہ پر کئے گئے اعتراضات کا جواب دے اور ہمارے ترجمہ پر اعتراض کرے۔

یہ کہنا کہ شا ھد منه سے مراد مرزا صاحب قادیانی ہیں اس کے متعلق ہمیں ایک واقعہ یاد آیا۔ مدت دراز ہوئی کہ انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسہ میں مولوی ڈپٹی نذیر احمد دہلوی مرحوم نے اثنائے تقریر میں کہا تھا کہ ہر ایک مسلمان قرآن سے استدلال کرتا ہے مرزا صاحب قادیانی سے پوچھئے تو وہ کہیں گے کہ نصف قرآن میرے ہی حق میں اترا ہے۔ جب سے میں یہ فقرہ سنا اور مرزا صاحب قادیانی کی تصنیفات کو دیکھا تو ڈپٹی صاحب مرحوم کا یہ فقرہ صحیح پایا۔ کہیں کسی کا ذکر ہو، وہ اپنی طرف لگا لیتے ہیں۔ ذوالقرنین کا ذکر قرآن مجید میں ملتا ہے۔ مرزا صاحب کلاں اور ان کے بیٹے میاں محمود مؤلف تفسیر کبور ذوالقرنین سے اشارۃً مرزا صاحب قادیانی مراد لیتے ہیں اور لطف یہ کہ حکیم نورالدین صاحب بھیروی نے بھی رسالہ نورالدین میں اس کی تائید کی ہے۔ سچ ہے: لنکا میں سارے باون گز کے

ناظرین کرام! یہ نمونہ ہے تفسیر کبور کی تحریفات کا اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ رسالہ بطش قدیر میں ذکر ہوگا انشاءاللہ۔

غالب ہمیں نہ چھیڑ کہ پھر جوش اشک سے
بیٹھے ہیں ہم تہیہ طوفاں کئے ہوئے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲۔اگست ۱۹۴۱ء مطابق ۲۷ رجب ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۳۴ ص ۴۔۶)

فرقہ بہائیہ اور حشر اسلامیہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یوں تو فرقہ بہائیہ قرآن مجید کو الہامی مانتا ہے لیکن الہامی ماننے کے باوجود اس کو منسوخ بھی کہتا ہے۔ اس فرقہ کو خدا جانے کیا ضد ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ اخوان صفا کا سا برتاؤ کرنے پر تلا ہوا ہے۔ چونکہ بہائیوں کا عقیدہ ہے کہ شیخ بہاء اللہ ایرانی مدعی نبوت کی بعثت ہی قیامت کا ظہور ہے اس لئے اخبار اہل حدیث کے کئی ایک گذشتہ پرچوں میں اس امر پر بحث ہوتی رہی ہے۔

آریوں کی طرح فرقہ بہائیہ بھی اگر اپنے اعتراضات کی بنا قرآن کریم کے انکار و تکذیب پر رکھتا، تو چنداں مضائقہ نہ تھا مگر اس کی ستم ظریفی دیکھئے کہ زبانی لسانی تو قرآن کی تصدیق کرتا ہے لیکن عملی رنگ میں تکذیب۔

چونکہ یہ فرقہ اس بات کا قائل ہو چکا ہے قیامت سے مراد شیخ بہاء اللہ کی بعثت ہے اس لئے وہ قیامت کے عقیدہ پر جو قرآن مجید کے علاوہ کتب سابقہ مقدسہ میں بھی صریح مذکور ہے سختی سے اعتراض کرتا ہے۔ اور قیامت سے متعلق جملہ آیات کی اس حد تک تاویل کرتا ہے کہ تحریف تک پہنچ جاتی ہے۔ اس کا ذکر اخبار اہل حدیث میں کئی دفعہ ہو چکا ہے۔

بہائیوں کا رسالہ پیامبر دہلی ہم سے اس امر کا تقاضا کرتا رہا کہ ہم قیامت کے روز دنیا کی کل چیزوں کے فنا ہو جانے کا ثبوت دیں۔ اس کی یہ ساری کوشش خود غرضی پر مبنی ہے کیونکہ وہ شیخ بہاء اللہ کی بعثت کو قیامت کہتا ہے، حالانکہ اس وقت دنیا فنا نہیں ہوئی۔ اس لئے وہ اس امر پر اصرار کرتا ہے کہ قرآن مجید سے بھی دنیا کے فنا ہونے کا عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ اس کا جواب ہم اخبار اہل حدیث امرتسر یکم نومبر ۱۹۴۰ء اور ۲۰ جون ۱۹۴۱ء وغیرہ میں مفصل دے چکے ہیں جہاں قرآن مجید کی صریح آیات پیش کر کے بتلایا گیا ہے کہ قیامت کے پہلے حصے میں دنیا فنا ہو جائے گی

دوسرے حصہ میں انسانوں کا حشر نشر ہوگا۔

منجملہ دوسری آیتوں کے مندرجہ ذیل دو آیتیں بھی پیش کی تھیں جن کا جواب بہائیوں کی طرف سے آج تک ہماری نظر سے نہیں گذرا۔

۱۔ انا لجا علو ن ما علیها صعیداً جزرا (پ ۱۵۔ ع ۱۲)

(جو کچھ زمین پر ہے اسے فنا کر کے ہم زمین کو چٹیل میدان بنا دیں گے)

۲۔ فا ذا نفخ فی الصور نفخة وا حدة ۔ و حملت ا لا ر ض و الجبا ل فد کتا دکة وا حدة ۔ فیو مئذ وقعت الواقعة ۔ و انشقت السماء فهی یو مئذ وا هیة ۔(الحاقۃ: ۱۳۔۱۶)

(پھر جب کہ صور ایک دم پھونک دیا جائے گا زمین اور پہاڑ اٹھا لئے جائیں گے اور یکا یک چکنا چور کر دیئے جائیں گے اور اسی دن قیامت واقع ہوگی اور آسمان پھٹ جائے گا اور اس دن بالکل بودا ہو جائے گا)

ان آیات کا جواب بہائی رسالہ نے نہیں دیا اس کی بجائے مسئلہ حشر و نشر پر اعتراضات شروع کر دیئے چنانچہ اس بارے میں اس کے اصل الفاظ یہ ہیں:

کہا جاتا ہے کہ قیامت کے دن مردے قبروں سے جی اٹھیں گے اور میدان محشر کی طرف چلیں گے۔،

اس کے متعلق بنیادی بات تو یہی ہے کہ اول فنائے عالم اور اس کا نام قیامت قرآن مجید سے ثابت کیا جائے۔ پھر یہ بھی ثابت کیا جائے کہ مرکر سب قبروں میں پڑے رہتے ہیں۔ کیا تمام جہان کا یہ مشاہدہ نہیں ہے کہ مردے قبروں میں خاک ہو جاتے ہیں اور خاک کہاں کہاں چلی جاتی ہے۔ کب معلوم و مسلّم ہے کہ قبروں میں مردے دھرے نہیں رہتے تو قبروں سے ان کا نکلنا کیا معنی رکھتا ہے؟

پھر یہ بھی قابل غور بات ہے کہ جب قیامت کے پہلے حصے میں دنیا کی سب چیزیں فنا ہو جائیں گی تو تمام قبریں بھی فنا ہو جائیں گی کیونکہ جب ساری زمین ہی معدوم ہو گئی تو پھر قبریں کہاں رہیں۔ اس صورت میں مردوں کا قبروں سے اٹھنا ایک بے پایہ بات نہیں تو اور کیا ہے؟ جب زمین ہی ندارد

ہوگئی تو قبریں کہاں ہوں گی اور جب قبریں ہی مفقود ہوئیں تو قبروں میں سے مردے کیونکر نکلیں گے؟

کیا دوبارہ قبریں بنائی جائیں گی؟ اور ان میں از سر نو مردے ڈالے جائیں گے اور پھر نکالے جائیں گے؟..

جب کہ یہ عقیدہ ہے کہ کل کائنات قیامت میں پہلے فنا اور معدوم ہو جائے گی تو پھر یہ بات کیونکر درست ہوسکتی ہے کہ مردے جی اٹھیں گے۔ مردے تو فنا اور معدوم ہو چکے ہوں گے۔ یوں کہنا چاہیے کہ تم مر جاؤ گے قیامت کے دن فنا اور معدوم ہو جاؤ گے پھر خدا تمہیں عدم سے وجود میں لائے گا۔ مگر ایسا نہیں کہا گیا۔ یہی کہا گیا کہ مردے زندہ کئے جائیں گے جس سے لازم آتا ہے کہ قالب بے روح موجود رہیں گے جن میں روح ڈالی جائے گی۔ اس سے بھی واضح ہوگیا کہ فنائے کلی کا اعتقاد درست نہیں۔

(پیامبر جولائی ۱۹۴۱ء ص ۱۶۔۱۷)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں:

ان سوالات کا جواب خود قرآن مجید نے دیا ہوا ہے۔ پہلے کفار منکرین حشر کا قول نقل کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں؛

ء اذا متنا و کنا ترا باً۔ ذلك ر جع بعيد۔(ق:۳)

(جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو یہ واپسی محال ہے)

(فرقہ بہائیہ بھی ایسا ہی کہتا ہے)

اس اعتراض کا جواب خدا تعالی نے قرآن مجید میں یوں دیا ہے:

قد علمنا ما تنقص الار ض منهم و عند نا کتاب حفيظ (ق:۴)

(زمین ان کے مردہ جسموں کو کھا کر جس قدر کم کر رہی ہے ہم خوب جانتے ہیں ہمارے پاس ایک محفوظ نوشتہ ہے)

تکمیل جواب کے لئے مزید ارشاد ملاحظہ ہو جس کے بعد کسی مومن بالقرآن بلکہ کسی انسان کے لئے بھی مجال سخن نہیں رہ سکتی۔ ارشاد ہے:

و ضر ب لنا مثلاً و نسی خلقه۔ قا ل من يحی العظا م و هی

رمیم ۔ قل یحییها الذی انشا ها او ل مر ة و هو بکل خلق علیم ۔ الذی جعل لکم من الشجر ا لا خضر نا راً فا ذا انتم منه تو قدو ن ۔أولیس الذی خلق السماوات و الا ر ض بقا در علی ان یخلق مثلهم بلی و هوالخلاق العلیم ۔ انما امره ا ذا اراد شیئاً ان یقو ل له کن فیکو ن (یس: ۷۸۔۸۲)

ہمارے لئے اس منکر حشر نے مثل بیان کی اور اپنی خلقت کو بھول گیا کہنے لگا کہ ہڈیوں کو جب کہ وہ بوسیدہ ہو جائیں گی کون زندہ کرے گا ؟ تم کہہ دو کہ ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے ان کو اول مرتبہ پیدا کیا تھا اور وہ ہر مخلوق کے حال سے واقف ہے ...آیا وہ جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے اس پر قادر نہیں ہے کہ ان کی مثل اور پیدا کر دے ضرور (قادر ہے) وہ بڑا پیدا کرنے والا اور جاننے والا ہے۔سوائے اس کے نہیں کہ وہ جب کسی چیز کو پیدا کرنا چاہے تو اسے ہو جا کہتا ہے پس وہ ہو جاتی ہے۔

یہ آیت بمنطو قها بہائیہ کے مذکورہ بالا سوالات کا کافی جواب ہے۔ یخلق مثلهم کے الفاظ میں اس امر کا صریح ثبوت ہے قیامت کے روز جو نئے اجسام محشور ہوں گے وہ پہلے اجسام کی مانند ہوں گے مثل کا لفظ اسی لئے ہے کہ پہلے اجسام مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں گے اس مٹی سے خدا تعالی نئے اجسام پیدا کر دے گا جو پہلے اجسام کی مثل ہوں گے۔ کیسے پیدا کرے گا ؟ اس کا جواب قادر وقیوم نے ان الفاظ میں دیا ہے:

انما امره اذا اراد شیئاً ان یقول له کن فیکون (یس: ۸۲)

فرقہ بہائیہ کے لئے اگر اتنی تصریحات قرآنیہ بھی کافی نہ ہوں تو ہم شیخ سعدی مرحوم کے اس مشورہ کے ماتحت خاموش رہیں گے:

آن کس کہ بقران خبر زو نہ دہی
ایں است جوابش کہ جوابش نہ دہی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹۔اگست ۱۹۴۱ء مطابق ۵ شعبان ۱۳۶۰ھ۔جلد ۳۸ نمبر ۳۵ ص ۳۔۴)

خلیفہ قادیان اور انکے چالیس صالح نوجوان۔ ٦

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۴ جولائی ۱۹۴۱ء سے یہ سلسلہ مضمون شروع ہوا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کلاں اور خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کے مشترکہ قول کے مطابق اگر ان میں سے کسی کو چالیس صالح نوجوان مل جاتے تو وہ ساری دنیا کو فتح کر لیتا۔ اس لئے ہم نے بزور مشورہ دیا تھا کہ خلیفہ صاحب چالیس نوجوان لے کر میدان جنگ میں جائیں اور حسب قول والد صاحب (جوان کو بھی تسلیم ہے) فتح یاب ہوکر دنیا پر اپنی صداقت واضح کر دیں۔ اس کا جواب قادیانی اخبار الفضل ۱۱ جولائی اور ۱۰۔ اگست میں دیا گیا جس کا جواب الجواب ہم نے اہل حدیث امرتسر ۲۵ جولائی اور اس کے بعد کی اشاعتوں میں مفصل دیا۔ آج ہم الفضل کا سابقہ جواب نقل کر کے ایک اور طرح سے اس پر نظر کرتے ہیں۔ الفضل قادیان ۱۱ جولائی میں جو جواب نکلا تھا وہ مکرر درج ذیل ہے:

مولوی ثناء اللہ صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ محض دھوکہ دہی کی ایک افسوس ناک مثال ہے۔ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے جو کچھ فرمایا اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر چالیس مومن آپ کی جماعت میں نور ایمان اس معیار کے مطابق حاصل کرنے والے ہوں جو آپ کے پیش نظر تھا تو وہ دنیا کی مذہبی اور روحانی حالت میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر سکتے ہیں۔ ان کی نیم شبانہ دعائیں ان کا نیک اور پرکشش نمونہ اور ان کا مومنانہ عزم اور استقلال اور نصرت الٰہی کے لئے انتہائی جذب کی اہلیت ان کی راہ میں حائل ہونے والی تمام روکاوٹوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائے گا۔ یہی بات ہے جو حضرت مسیح موعود (مرزا) نے بیان فرمائی اور اسی کا ذکر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی (مرزا محمود) نے کیا (الفضل قادیان ۱۱ جولائی ۱۹۴۱ء ص ۳)

اس کا جواب متعدد حوالوں سے دیا گیا کہ اس فتح سے مراد ملکی فتح ہے خصوصاً اہل حدیث امرتسر ۵، اگست میں صفحہ ۵ کالم ۲ پر مرزا صاحب قادیانی کی کتاب حقیقۃ الوحی سے صریح حوالہ دیا گیا تاکہ قادیانی اور لاہوری دونوں جماعتوں پر اتمام حجت ہو جائے۔ اس حوالے کا جواب آج تک نہیں آیا، نہ آئندہ آنے کی امید ہے۔

آج ہم محترم ناظرین کو اس مضمون کی تصویر کا دوسرا رخ دکھاتے ہیں الفضل کا جواب اوپر نقل ہو چکا ہے۔ ناظرین کرام کو اس کو ایک دفعہ پھر پڑھ لیں اس کا مطلب صاف ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے چالیس مخلص مومن اگر دعا کریں تو اشاعت احمدیت کے راستے کے تمام موانع دور ہو کر مرزا صاحب قادیانی کی مسیحیت دنیا میں پھیل جائے۔ کوئی فرد انسانی ان کے فیض سے محروم نہ رہے۔ گویا اس وقت ان پر یہ شعر صادق آئے

کسے نہ ماند کہ دیگر بتیغ ناز کشی
مگر کہ زندہ کنی خلق را و باز کشی

اب ہم ناظرین کو بتاتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کو ایسے چالیس مخلص مومن یقیناً مل گئے تھے۔ اس وقت ہمارے ہاتھ میں مرزا صاحب قادیانی کی تصنیف ازالہ اوہام طبع اول ہے جس کے صفحہ ۷۷۷ پر آپ لکھتے ہیں:

اب میں ان مخلصوں کے نام لکھتا ہوں جنہوں نے حتی الوسع میرے دینی کاموں میں مدد دی یا جن پر مدد کی امید ہے یا جن کو اسباب میسر آنے پر طیار دیکھتا ہوں۔

۱۔ حبی فی اللہ حکیم نورالدین صاحب بھیروی (ان کی تعریف میں قریباً دو ورق پر کیے ہیں)

۲۔ حکیم فضل الدین بھیروی

اس سلسلے کا انتالیسواں نمبر یوں لکھا ہے:

حبی فی اللہ مولوی تفضّل حسین صاحب۔ مولوی صاحب ممدوح میرے ساتھ سچے دل سے اخلاص اور محبت رکھتے ہیں۔

اس کے بعد چالیسواں نمبر یوں لکھا ہے:

منشی محمد جلال الدین صاحب میر منشی

اس نام کے بعد اور بھی بہت سے مخلصین کے نام لکھے ہیں مگر ہمیں چونکہ صرف چالیس کے عدد سے مطلب ہے، اس لئے ہم اس اربعین کو ملحوظ رکھ کر قادیانی اصحاب سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ یہ چالیس مخلص مومنین جو جان و مال سے حاضر تھے مرزائیت کی روحانی ترقی کے لئے ضرور دست بدعا رہتے ہوں گے۔ پھر کیا ان کی نیم شبانہ دعاؤں سے ساری دنیا احمدی ہوگئی یعنی احمدیت کے جھنڈے تلے آگئی؟ ہرگز نہیں۔ اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود صد کوشش کے پنجاب میں احمدیوں کی تعداد سرکاری کاغذات مردم شماری کے مطابق ۵۶ ہزار ہے جس کی تصدیق خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے بھی کئی دفعہ کی ہے۔

دور جانے کی ضرورت نہیں۔ ہندوستان کے ہر شہر اور ہر بستی میں دیکھ لیجئے کہ اتباع مرزا قادیانی کا شمار کتنا ہے۔ پس اب واقعات کی روشنی میں قادیانیوں کے سامنے دو راستے ہیں۔

اول یہ کہ صاف اعتراف کریں کہ یہ چالیس آدمی جن میں سے اول نمبر پر حکیم نور الدین صاحب بھیروی تھے اس درجے کے مومن نہیں تھے جس درجے کے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی چاہتے تھے ہمارا خیال ہے کہ یہ لوگ ایسا کہنے کی جرأت نہیں کریں گے۔

دوسرا راستہ یہ ہے کہ اپنے اس دعوی کو واپس لے لیں کہ چالیس مخلص مومنوں کی دعاؤں سے ساری دنیا فتح ہوسکتی ہے۔

ناظرین کرام! آیئے ہم آپ کو ایک اور طرح سے قادیان کے ہوائی قلعہ کی سیر کرائیں۔ چالیس مومنوں کی دعاؤں کی بھی حاجت نہیں بلکہ ساری دنیا کو فتح کرنے کے لئے اکیلے مرزا صاحب کلاں کی دعا ہی کافی ہوسکتی ہے کیونکہ آپ کو بزبان خداوندی الہام ہوا تھا

اجیب کل دعائك (تریاق القلوب۔ص ۳۸) اے مرزا میں تیری سب دعائیں قبول کرونگا۔

ضرور ہے کہ مرزا صاحب قادیانی اپنے مشن کی ترقی و کامیابی کے لئے دعا کرتے ہوں گے کیونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ میری دعا کی قبولیت میرا معجزہ ہے۔

مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت لاہور یہ رسالہ ریویو آف قادیان کے زمانہ ادارت میں بڑے زور سے دعوی کرتے تھے کہ مرزا صاحب قادیانی کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے اور یہ ان کا معجزہ ہے۔

قادیانی جماعت کے ممبران مع مولوی محمد علی صاحب لاہوری ہمیں بتائیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی دعا سے کیوں ساری دنیا فتح نہ ہوئی مگر جلدی میں کہیں یہ آیت تلاوت نہ کر دیں:

و ما دعاء الکا فرین الّا فی ضلا ل ۔(پ۲۴ ع۱۰)

کیونکہ ایسا کرنے سے ان کا سب تانا بانا ٹوٹ جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعاوی اور مواعید محبوبہ سعاد کے دعاوی اور مواعید کے مشابہ ہیں جس کا عاشق صادق کہتا ہے

لا تمسك بالوعد الذی زعمت
الا كما تمسك الماء الغرابیل

(محبوبہ اپنے وعدے کو اس طرح محفوظ رکھتی ہے جس طرح چھلنی پانی کو)

ایک اور طرح سے:

اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کو دعا کرنے کی بھی ضرورت نہ تھی کیونکہ دعا کرنے والا اس فعل کو خود نہیں کرسکتا بلکہ خدا سے درخواست کرتا ہے ۔مرزا صاحب قادیانی تو بقول خود باذن اللہ فاعل مختار تھے چنانچہ مرزا صاحب کا اعلان ہے جس کے خدائی الفاظ یہ ہیں:

انما امر ك اذا ار دت شیئاً ان تقو ل له کن فیکو ن

(حقیقۃ الوحی ص ۱۰۵)۔

(یعنی اے مرزا! تجھے اتنا اختیار دیا گیا ہے کہ کسی چیز کو، ہو جا، کہہ دے، وہ فوراً ہو جائے گی)۔

اس الہام کے ماتحت مرزا صاحب دنیا کو ایک لفظ سے فتح کر سکتے تھے۔

دفع دخل مقدر:

ممکن ہے کہ کوئی جلد باز اس پر اعتراض کر دے کہ اگر مرزا صاحب قادیانی

میں اتنی قوت ہوتی تو وہ اپنے اعلان آخری فیصلہ مورخہ ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کے ماتحت مولوی ثناء اللہ امرتسری کو ضرور مار دیتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آخری فیصلہ میں یہ دعا نہ تھی کہ مولوی ثناء اللہ پہلے مر جائے، بلکہ یہ دعا تھی کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے۔ اس لئے اس الہامی دعا کا نتیجہ یہی ہونا چاہیے تھا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرجاتا۔ لوگ کہتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا:

وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہویں کیسے
مر گیا غالب آشفتہ نوا کہتے ہیں

اسلئے ہم ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی یہ دعا قبول ہوئی اور ضرور ہوئی۔ فاندفع ما اورد

پرانی باتوں کو چھوڑ دیجئے صرف اپنے سامنے کے منظر پر نگاہ ڈال کر دیکھئے کہ خود خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) بھی اسی امر کے مدعی ہیں کہ چالیس مومنوں کی دعاؤں سے ساری دنیا فتح ہوسکتی ہے۔ پس ان کو چاہیے کہ فوراً سے پیشتر صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ممبروں کو جمع کریں (اگر ڈاکٹر بشارت لاہوری کو بھی اس اجتماع میں شریک کر لیں تو بہت اچھا ہے کیونکہ وہ بھی اس خصوص میں خلیفہ قادیان کو موید ہوں گے) پھر ساری جماعت مل کر ساری دنیا کے مفتوح ہونے کے لئے دعا کریں (ہمارا گمان ہے کہ ایسی دعا کرتے ہوں گے بلکہ کر چکے ہوں گے)

ناظرین جانتے ہیں کہ ان کی دعاؤں کا نتیجہ ساری دنیا کے سامنے ہے۔ آئندہ جو نکلے گا اسے بھی دنیا دیکھ لے گی۔ آج تک تو دنیا نے قادیانی دعاؤں کا نتیجہ وہی دیکھا ہے جو ایرانی شاعر عرفی نے اس شعر میں بتایا ہے:

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال
صد سال مے تواں بتمنا گریستن

باوجود ہماری ترغیب وتحریص کے قادیانی جماعت نے چالیس مخلصین کا انتخاب کر کے دنیا کو فتح کرنے کا ارادہ نہیں کیا، ہمارا خیال ہے یہ جماعت دل سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی اس قسم کی باتوں کو شاعرانہ تخیل ہی سمجھتی ہے۔ اس کی مثال ذوق مرحوم کے اس شعر سے ملتی ہے:

نہ کرتا ضبط میں گریہ تو اے ذوق اک گھڑی بھر میں
کٹورے کی طرح گھڑیال کے غرق آسمان ہوتا

اخیر میں ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا اتباع مرزا کو سمجھ دے کہ وہ راہ راست اختیار کریں اور اگر وہ اپنی ہی روش کو راہ راست سمجھتے ہیں تو حسب ایماء مرزا صاحب قادیانی چالیس آدمی خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کی سرکردگی میں میدان جنگ میں جائیں اور یورپ کو فتح کر کے ساری دنیا کو اپنے زیرنگیں کر لیں۔

اگر ایسا نہ کر سکیں تو عیدگاہ قادیان میں نکل کر آہ وزاری سے دعا کریں کہ خداوندا! مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی اس تمنا کے مطابق ساری دنیا کو احمدیت میں داخل کر دے۔

اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو خطرہ ہے کہ لوگ کہیں گے کہ:

دونوں سے گئے پانڈے نہ حلوہ ملا نہ مانڈے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹۔ اگست ۱۹۴۱ء مطابق ۵ شعبان ۱۳۶۰ھ۔ جلد ۳۸ نمبر ۳۵ ص ۴۔۶)

مرزا صاحب کا آخری فیصلہ

واقعی آخری فیصلہ ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم مرزا غلام احمد صاحب متوفی کی دوراندیشی کی داد دیتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اتباع کی ہدایت کے لئے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار بعنوان آخری فیصلہ شائع کیا تھا، جس میں آپ نے خدا سے دعا کی تھی کہ

الٰہی! ہم دونوں (مرزا قادیانی وثناءاللہ امرتسری) میں سے جو جھوٹا ہے، اس کو سچے کی زندگی میں فوت کر دے۔

اس کا نتیجہ جو نکلا وہ سب کو معلوم ہے مگر قادیانی اور تسلیم حق؟ ضدان مفترقان ایّ تفرّق

اس لئے قادیانی اور لاہوری ہر دو جماعتیں اس فیصلہ خدا وندی کو غلط قرار دینے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں۔ ان سب کے بیانات کا متفقہ مضمون اتنا ہی ہے کہ:

مرزا صاحب قادیانی کا ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء والا اعلان آخری فیصلہ کوئی جدید دعا نہیں، بلکہ ۱۸۹۶ء والے چیلنج مباہلہ سے متعلق ہے۔

آج کل اس غلط گوئی کے انچارج افسر چودھری فتح محمد صاحب سیال ہیں۔ ہم نے بارہا لکھا ہے کہ اعلان آخری فیصلہ مباہلہ نہیں ہے، بلکہ دعا ہے کیونکہ مباہلہ کو مرزا صاحب قادیانی نے کتاب حقیقۃ الوحی کے شائع ہو جانے پر موقوف رکھا تھا۔

اس کے ثبوت میں ہم نے اخبار الحکم قادیان سے مرزا غلام احمد صاحب کا مقولہ ذیل نقل کیا تھا:

حضرت اقدس نے اس (مولوی ثناء اللہ) پر رحم کر کے فرمایا ہے کہ یہ مباہلہ چند روز کے بعد ہوگا جب ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ جائے۔

(اخبار الحکم قادیان ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء)

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مباہلے کا انعقاد مرزا صاحب قادیانی نے کتاب حقیقۃ الوحی کی اشاعت پر موقوف رکھا تھا۔ یہ کتاب ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی اور اعلان آخری فیصلہ پورا ایک مہینہ پہلے یعنی ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع ہوا۔

اس سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ یہ مضمون ایک جدید دعا ہے اور ۱۸۹۶ء والے چیلنج مباہلہ سے اس کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس بحث کے لئے بس یہی ایک نقطہ مرکزی ہے چودھری فتح محمد صاحب سیال نے باتباع سنت مرزا قادیانی، الحکم والے حوالے کے متعلق صرف اتنا کہا ہے کہ:

مولوی صاحب نے یہ حوالہ نامکمل نقل کیا ہے (الفضل ۳۔ اگست ۱۹۴۱ء ص ۳)

جواب یہ ہے کہ اگر ہم نے حوالہ نامکمل نقل کیا تھا تو آپ پورا حوالہ نقل کر کے ہماری تردید کر دیتے۔ اب بھی آپ پورا حوالہ نقل کر دیجئے ہم دیکھ لیں گے کہ ہم نے بیان مغیّر کا کون سا حصہ چھوڑ دیا ہے۔

سنئیے! اگر ہم نے اخبار الحکم قادیان کا حوالہ ادھورا نقل کیا ہے تو مولوی محمد علی

صاحب لاہوری نے اپنے رسالہ آیت اللہ میں پورا حوالہ لکھا ہے، اسے دیکھ لیجئے۔ اسمیں ہمارے خلاف کی کون سی بات ہے۔

اچھا اسے بھی جانے دیجئے، آپ خود پورا حوالہ نقل کر کے بتائیے کہ ہم نے بیان مغیّر کا فلاں حصہ چھوڑ دیا ہے۔ یوں ہی کہہ دینا کہ حوالہ نامکمل نقل کیا ہے اہل دانش کے نزدیک بجوئے نارزد (کوڑی کے کام نہیں) اس کے علاوہ آپ نے جو لکھا ہے کہ مباہلہ کتاب حقیقۃ الوحی کی اشاعت پر موقوف نہیں تھا مرزا صاحب قادیانی کے کلام سے اس کا حوالہ نہیں دیا۔ پس گفتگو کا سارا مدار اسی فصل (وقفہ) پر موقوف ہے جو قادیانی اخبارات الحکم اور بدر وغیرہ میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کلام کے حوالہ سے مرقوم ہے۔ چودھری صاحب:

ادھر آ پیارے ہنر آزمائیں۔ تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ ستمبر ۱۹۴۱ء مطابق ۱۲ شعبان ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۳۶ ص ۶)

مرزا قادیانی کی ولادت اور وفات

مدت ہوئی کہ غالب مرگیا پر یاد آتا ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اونٹ سے کسی نے کہا، تیری گردن بڑی ٹیڑھی ہے۔

اس نے جواب دیا، یاروں کی کون سی کل سیدھی ہے،۔

یہی مثال مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ہے جن کی ہر ایک بات میں معشوق کی زلف کی طرح خم پایا جاتا ہے۔

۲۹۔ اگست ۱۹۴۱ء کے الفضل میں مولوی محمد علی صاحب لاہوری کو مسئلہ کفر و اسلام میں جواب دیتے ہوئے مضمون نگار نے ہماری توجہ ایک پرانے مضمون کی طرف پھیر دی، اس سے ہماری مراد مرزا صاحب قادیانی کی پیدائش کا زمانہ ہے۔ اس کے متعلق ہمارا ایک مستقل رسالہ عجائبات مرزا شائع شدہ ہے۔

اس میں اسی قسم کے عجائبات دکھائے گئے ہیں۔ یہ رسالہ بوجہ صحت مضامین اس قدر مقبول عام ہوا کہ آج تک قادیانیوں سے اس کا جواب نہیں ہو سکا۔

قابل مضمون نگار نے مرزا غلام احمد صاحب کے ایک الہامی شعر سے مضمون شروع کیا ہے جس کا ضروری اقتباس درج ذیل ہے:

چو دور خسروی آغاز کردند
مسلماں را مسلماں باز کردند

اس شعر کی تشریح فرماتے ہیں:

دور خسروی سے مراد اس عاجز کا عہد نبوت ہے مگر اس جگہ دنیا کی بادشاہت مراد نہیں بلکہ آسمانی بادشاہت مراد ہے جو مجھ کو دی گئی۔

خلاصہ معنی اس الہام کا یہ ہے کہ جب دور خسروی یعنی دور مسیحی جو خدا کے نزدیک آسمانی بادشاہت کہلاتی ہے ششم ہزار کے آخر میں شروع ہوا جیسا کہ خدا کے نبیوں نے پیش گوئی کی تھی، تو اس کا یہ اثر ہوا کہ وہ جو صرف ظاہری مسلمان تھے وہ حقیقی مسلمان بننے لگے جیسا کہ اب تک چار لاکھ کے قریب بن چکے ہیں۔ (الفضل قادیان ۲۹۔ اگست ۱۹۴۱ء ص ۵)

اس اقتباس میں ہزار ششم کا لفظ ہمارا مقصود ہے۔ ہزار ششم کا آخر ایک مجمل لفظ تھا، مرزا غلام احمد صاحب نے از راہ مہربانی اس کی پوری تعیین کر دی ہے۔ آپ نے بالتصریح لکھا ہوا کہ دنیا کی عمر کے چھٹے ہزار میں سے گیارہ سال رہتے تھے جب میری پیدائش ہوئی۔ (تحفہ گولڑویہ۔ ص ۹۵ کا حاشیہ)

بہت اچھا! ہزار ششم پورا ہونے تک مرزا صاحب قادیانی کی عمر ۱۱ سال ہوئی ہوگی۔ کیا ۱۱ سال کی عمر میں آپ نے مسیحیت کا دعوی کیا تھا؟ اس کا کوئی ثبوت ہے؟ پھر بالغ ہو کر مختاری کا امتحان دیا جس میں آپ فیل ہو گئے اور سیالکوٹ میں بمشاہرہ پندرہ روپئے ماہوار سیاہ نویسی کے کام پر مامور ہوئے۔ کیا یہ سب کام آپ کی مسیحیت کے زمانہ میں ہوئے۔

غالبًا کوئی قادیانی، ہاں، میں جواب نہیں دے گا۔ پھر یہ فقرہ کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے جو نامہ نگار نے لکھا ہے کہ: دور مسیحی ہزار ششم کے آخر میں شروع ہوا۔

ایک اور نظر سے:

ناظرین اس حوالے کو خوب یاد رکھیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کی پیدائش اس وقت ہوئی جب چھٹے ہزار میں سے ۱۱ سال باقی تھے۔ مطلب اس کا یہ ہوا کہ ہزار ششم بالکل ختم ہو جانے پر آپ کی عمر مبارک کا سنہ ۱۱ سال تک پہنچا تھا۔

اب ہم ناظرین کی تفریح طبع کے لئے ایک اور عجیب حوالہ پیش کرتے ہیں۔ آپ نے ایک کتاب یکم مارچ ۱۹۰۶ء کو شائع کی تھی اس میں آپ فرماتے ہیں:

> اب چھٹا ہزار آدم کی پیدائش سے آخر پر ہے جس میں خدا کے سلسلہ کو فتح ہو گی اور روشنی اور تاریکی میں یہ آخری جنگ ہے۔

(مقدمہ چشمہ مسیحی صفحہ ب۔ مورخہ یکم مارچ ۱۹۰۶ء)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۰۶ء تک ہزار ششم بالکل ختم نہیں ہوا تھا بلکہ قریب الختم تھا کہ اسی اثنا میں (ماہ مئی ۱۹۰۸ء) کو مرزا غلام احمد صاحب کا انتقال ہو گیا۔ فرض کیجئے کہ یکم مارچ ۱۹۰۶ء کو ہزار ششم کی جو تھوڑی سی مدت باقی تھی وہ مئی ۱۹۰۸ء میں پوری ہو گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی گیارہ سال کی عمر میں فوت ہو گئے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مخالف پوچھا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے بحیثیت نبی ہونے کے کیا معجزہ دکھایا تھا۔

ان مخالفوں کو ہماری طرف سے یہ جواب ہے کہ اس سے بھی بڑا کوئی معجزہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے صرف ۱۱ سال کی عمر پائی اور اسی عمر میں آپ کئی اولادوں کے باپ بنے۔ دادا بنے۔ غالباً پڑ دادا بھی بنے۔ اول بے ریش رہے۔ پھر سیاہ ریش ہوئے۔ آخر سفید ریش ہونے کی وجہ سے محنّی ریش (مہدی سے سرخ) بھی ہوئے اور عمر صرف ۱۱ سال۔ پھر کیا اس شعر کی صداقت میں کسی کو کلام ہوسکتا ہے:

این کرامت ولیّ ما چہ عجب
گربہ شاشید و گفت باراں شد

ایک اور طرح سے:

مرزا صاحب نے بالتصریح لکھا ہے کہ ہزار ششم ضلالت کا ہزار ہے اس

ششم ہزار کے لوگوں کا نام آنحضرت ﷺ نے فیج اعوج رکھا ہے (لیکچر سیالکوٹ ص ۷)

واقعات مرقومہ ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب بقول خود گیارہ سال کی عمر میں گمراہی کے زمانہ میں تشریف لائے اور اسی زمانے میں واپس تشریف لے گئے۔ داغ کہتا ہے

اپنی آنکھوں میں ابھی کوند گئی بجلی سی
ہم نہ سمجھے کہ یہ آنا ہے کہ جانا تیرا

ناظرین رسالہ عجائبات مرزا دیکھیں گے تو اس سے بھی زیادہ لطف اٹھائیں گے

ہماری مضمون کے عنوان کا دوسرا جز وفات مرزا ہے۔ یہ بھی عجوبہ ہے آپ کو خدا کی طرف سے الہام ہوا:

میں تیری عمر اسّی (۸۰) سال یا کچھ کم یا زیادہ کرونگا۔

اس کی تشریح میں آپ فرماتے ہیں کہ:

۷۵ اور ۸۵ سال کے درمیان میری عمر ہوگی۔ (براہین احمدیہ جلد پنجم)

حالانکہ آپ کی عمر بقول خود اور بشہادت مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں جو آپ کا سن وفات ہے ۶۹ سال کی تھی پھر کیونکر کوئی کہہ سکتا ہے کہ آپ کی ولادت اور وفات دونوں ہی عجائبات زمانہ سے نہیں ہیں

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل مے کشد کہ جا ایں جا ست

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ ستمبر ۱۹۴۱ء مطابق ۱۹ شعبان ۱۳۶۰ھ، جلد ۳۸۔ نمبر ۳۷۔ ص ۵۔۶)

اخبار صدق اور پیغام صلح

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار صدق لکھنو نے صدق کے اثر سے مرزا صاحب قادیانی کو تعظیمی الفاظ کے بغیر سادے لفظوں میں ذکر کیا۔ مثلاً مرزا یا مرزا قادیانی وغیرہ،

بس پھر کیا ہوا، غضب ٹوٹ پڑا۔ اخبار پیغام صلح لاہور نے احمدیت کے جوش میں ایک لمبا مضمون لکھ مارا کہ ہمارے حضرت صاحب کا ذکر بغیر تعظیمی الفاظ کے کیا گیا ہے۔ (پیغام صلح لاہور ۳۰۔ اگست ۱۹۴۱ء)

معلوم نہیں صدق اس کا کیا جواب دے گا چونکہ مرزائی مباحث میں اہل حدیث امرتسر کا حصہ سب سے زیادہ ہے اس لئے ہم دو چار مثالیں پیش کر کے فریقین میں مصالحت کی طرح ڈالتے ہیں۔

اول: جن دنوں ڈپٹی آتھم کی پیش گوئی کی میعاد ختم ہوئی تو موضع سوہل ضلع گورداسپور کے دوستوں نے حکیم نورالدین صاحب کو خط لکھا کہ میعاد ختم ہوگئی ہے اور ڈپٹی آتھم مرا نہیں۔

حکیم صاحب نے جواب میں لکھا کہ میرے نزدیک یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی مگر میری طبیعت میں جلد بازی نہیں میں دیکھتا ہوں مرزا کیا کہتا ہے۔

دوم: مرزا صاحب کے مرید اور پیغامی پارٹی کے قابل فخر رکن رکین خواجہ کمال الدین اپنی کتاب مجدد کامل میں لکھتے ہیں؛

آج کوئی مرزا کا نام لیوا اٹھے۔ مرزا کے رنگ کی ایک کتاب لکھے پھر دیکھے کہ دشمنان اسلام سیدھے ہوتے ہیں یا نہیں۔ (مجدد کامل۔ص ۷۲)

سوم: اخبار بدر ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے الفاظ یوں درج ہیں:

ثناء اللہ کے متعلق جو لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

چہارم: چوتھا ثبوت جو قدرت کا تصرف ہے یہ ہے کہ یہی پیغام جو مرزا صاحب کو صاحب وغیرہ نہ لکھنے پر سخت خفا ہو رہا ہے اسی پرچے مورخہ ۳۰۔ اگست کے صفحہ ۳ کالم ۳ پر ایک نامور قابل عزت شخص کو جو ہندوستان کے مایہ ناز عالم گذرے ہیں یعنی مولانا شبلی مرحوم کا ذکر کیسے سادہ لفظوں میں کرتا ہے کہ:

شبلی نعمانی نے دور حاضر کے جدید تصورات سے بھاگ کر ماضی میں پناہ لی (حوالہ مذکور)۔

مرزائی دوستو! دیکھا:

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ ستمبر ۱۹۴۱ء مطابق ۱۹ شعبان ۱۳۶۰ھ، جلد ۳۸۔ نمبر ۳۷ ص ۶)

پیش گوئیوں کے اصول

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جماعت مرزائیہ میں یہ کمال ہے جس گرفت سے تنگ آ جائے اس سے بچنے کے لئے اصول اور ضوابط از خود بنا لیتی ہے جس پر وہ اتنا اختیار رکھتی ہے کہ فریق مقابل سے ہاں یا نہ کرانے کی ضرورت بھی نہیں سمجھتی، بلکہ یہی کہتی ہے کہ جو کچھ میں کہوں وہی نوشتہ ازلی کی طرح واجب التسلیم ہے۔

اخبار الفضل مورخہ ۱۵ جولائی، ۲۵ جولائی اور ۶ ستمبر ۱۹۴۱ء میں پیش گوئیوں اور معجزات کے متعلق چند اصول لکھے ہیں جو سارے کے سارے اس غرض کے ماتحت بنائے گئے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئیوں پر مخالفوں کے اعتراضات وارد نہ ہوں۔ ہم ان پر مفصل گفتگو پھر کسی موقع پر کریں گے انشاء اللہ۔ آج ہم بغرض تسلیم صرف اپنے حق کے متعلق گفتگو کرتے ہیں۔

قابل مضمون نگار نے دس اصولوں میں سے چوتھا اصول یہ لکھا ہے:

تمام انذاری پیش گوئیاں توجہ الی اللہ کی شرط کے ساتھ مشروط ہوتی ہیں خواہ یہ شرط صراحۃً الفاظ میں موجود ہو یا نہ ہو۔ (الفضل ۶ ستمبر ۱۹۴۱ء ص ۵ کالم ۴)

مطلب اس سے یہ ہے کہ کسی قوم یا شخص کی بابت خدا کا کوئی نبی یا ماموران کے کسی فعل بد کی وجہ سے ان کی تباہی یا ہلاکت کی انذاری پیش گوئی کرے اور وہ شخص پیش گوئی کے بعد اس فعل سے باز آ جائے تو وہ بربادی اور تباہی ٹل جاتی ہے۔ مثال کے طور پر حضرت یونسؑ کی قوم کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ جن کے حق میں ارشاد ہے

لمّا آمنوا کشفنا عنهم عذاب الخزی فی الحیوة الدنیا ۔(یونس :۹۸)(جب حضرت یونس کی قوم ایمان لے آئی تو ہم نے ان سے دنیوی عذاب ہٹالیا)

مگر یہ شرط ضروری ہے کہ جس برے کام پر ہلاکت کی پیشگوئی کی گئی ہے، مجرم اس کو ضرور چھوڑ دے ۔ اس تشریح کے ساتھ ہم بھی اس اصل کی تصدیق وتسلیم کرتے ہیں صدقنا فاکتبنا مع الشاھدین ۔

اب ہم اس اصول کو اپنے حق میں ملحوظ رکھتے ہیں ۔ غور سے سنیئے ! جناب مرزا صاحب کلاں نے ۱۵ ۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اعلان کیا تھا جس کی سرخی تھی :

مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ

اس کا خلاصہ مضمون بالفاظ دعا یہ تھا کہ :

اے علیم وبصیر خدا! تو دیکھتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ نے مجھ کو بہت ستایا ہے میرے اس قلعے کو جسے تو نے بنایا ہے گرانا چاہتا ہے دور دراز ممالک میں برائی کے ساتھ میری شہرت کر دی ہے میں تجھ سے عاجزانہ دعا کرتا ہوں کہ ہم دونوں میں سے جو تیرے نزدیک جھوٹا ہے اسے سچے کی زندگی میں ہلاک کر دے ۔ وغیرہ

مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ اس دعا کے بعد مجھے الہام ہوا

اجیب دعوة الداع ۔(میں (خدا) نے دعا کرنے والے کی دعا قبول کر لی ہے)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی اس دعا میں دعا کی بنا بھی لکھی ہے یعنی صاف بتایا ہے کہ مولوی ثناء اللہ میری دینی تبلیغ میں مزاحمت کرتا ہے ۔

اس بیان کو یہاں تک ملحوظ رکھ کر کچھ اور بھی سنیئے ۔ مرزا غلام احمد صاحب کے صاحب زادے یعنی موجودہ خلیفہ قادیان میاں محمود احمد نے مرزا صاحب کی دعا اور اس کی قبولیت کا ذکر کر کے لکھا تھا کہ :

یہ دعا قبولیت کی اطلاع کے بعد انذاری پیش گوئی ہوگئی ۔

(تشحیذ الاذہان جون جولائی ۱۹۰۸ء ص ۷۹)

پس اب مطلب صاف ہے کہ انذاری پیش گوئی توجہ الی اللہ سے مشروط ہوتی ہے یعنی مجرم (مدعوعلیہ) اس جرم کو جو باعث دعا ہے چھوڑ دے ۔ اور خدا کی طرف

متوجہ ہو جائے جیسے حضرت یونس کی قوم نے کیا تھا تو وہ عذاب اس شخص سے ٹل جاتا ہے۔پس اب یہ بحث اس مرکز پر آ گئی کہ قادیانی جماعت بتائے کہ یہ انذاری پیش گوئی متضمن موت مولوی ثناء اللہ کس وجہ سے ٹل گئی؟

کیا مولوی ثناء اللہ نے وہ جرم جس کی بنا پر یہ پیش گوئی کی گئی تھی چھوڑ دیا تھا یعنی مرزا صاحب قادیانی کی تکذیب وتردید کا سلسلہ بند کر دیا تھا، یا کوئی اور مخفی فعل ہے جس کی وجہ سے یہ پیش گوئی ٹل گئی بلکہ الٹی مرزا صاحب پر پڑ گئی۔

بس یہ ہے ایک مرکزی سوال جس کا حل کرنا قادیانی جماعت کا فرض اولین ہے۔اخبار الفضل قادیان کے سٹاف اور اس کے قابل نامہ نگار سے امید ہے کہ وہ خود حل کر دیں گے:

بس اک نگاہ پہ ٹھیرا ہے فیصلہ دل کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ستمبر ۱۹۴۱ء مطابق ۲۶ شعبان ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۳۸ ص ۴۔۵)

قادیانی علماء سے ایک اہم سوال

حضرت مولانا محمد ابراہیم میرؒ سیالکوٹی لکھتے ہیں:

کیا فرماتے ہیں علمائے قادیان اس بارے میں کہ مرزا صاحب آنجہانی نے ازالہ اوہام میں حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے دلائل میں جو تیس آیات بخیال خود لکھی ہیں ان میں نمبر ۲۱ پر یہ آیت لکھی ہے

ما کا ن محمد ابا ا حد من ر جا لکم و لکن رسو ل اللہ و خاتم النبیین (الاحزاب۔پ۲۲)۔

مرزا صاحب قادیانی کا استدلال اس طرح ہے کہ جب آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں، تو آپ کے بعد عیسی، جو وہ بھی رسول خدا ہیں، نہیں آ سکتے۔اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسی فوت ہو چکے ہیں۔

اگر چہ یہ استدلال نصوص قرآنیہ وحدیثیہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے

سراسر باطل ہے۔جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب شہادۃ القرآن حصہ دوم میں بالتفصیل بیان کر دیا ہے لیکن اس مقام پر ہم قادیانی جماعت سے سوال کرتے ہیں کہ آیا اس استدلال سے مرزا صاحب آنجہانی کے دعوی نبوت و رسالت میں تو کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔اس سوال کے جواب سے پہلے ہماری ذیل کی معروضات پیش نظر رہیں۔

اول: یہ کہ مرزا صاحب نے تمام مسلمانوں کی طرح خاتم النبیین کا ترجمہ یوں کیا ہے: ختم کرنے والا نبیوں کا۔

جب آنخضرت ﷺ نبیوں کے ختم کرنے والے ہوئے تو جس طرح حضرت عیسی جو آگے ہی نبی اللہ ہیں نہیں آسکتے ،اسی طرح مرزا صاحب بھی جو نئے نبی بنتے ہیں نبی نہیں ہو سکتے ۔پس آپ کا دعوی نبوت آپ کے اپنے ترجمے اور استدلال کے خلاف ہے۔

دیگر یہ کہ مرزا جی کی دعوی مسیحیت کی صورت اس آیت کو ملحوظ رکھ کر یہ ہے کہ بے شک احادیث میں نزول عیسی کی خبر موجود ہے لیکن چونکہ وہ نبی برحق ہیں اور آنخضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اس لئے حضرت عیسی بھی نہیں آسکتے ۔پس احادیث کی رو سے جس عیسی کے آنے کی خبر ہے اس سے مراد ان کا مثیل ہے نہ عین، اور وہ میں (بذات خود) ہوں۔

جب مرزا جی کے دعوے کی صورت یہ ہوئی تو مرزا صاحب خود بھی رسول و نبی نہیں ہو سکتے کیونکہ حضرت عیسی جو بوصف رسالت موصوف ہو کر نہیں آسکتے تو مرزا صاحب بھی مثیل مسیح بوصف رسالت نہیں ہو سکتے ۔ہاں رسالت سے معرا ہو کر مثیل مسیح بنتے تو الگ بات تھی ۔کیا قادیانی علماء اس مشکل کو حل کرنے کی کوشش کریں گے؟

نوٹ: فی الحال یہ سوال صرف قادیانی علماء سے ہے اس کے بعد انشاء اللہ اسی سوال کو دوسرے پیرائے میں بیان کر کے لاہوری جماعت سے بھی حل کرایا جائے گا و اللہ الموفق

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ ستمبر ۱۹۴۱ء مطابق ۲۶ شعبان ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۳۸ ص ۶۔۷)

مسئلہ قیامت اور بہائیت

پھر دوبارہ عشق کا دل میں اثر پیدا ہوا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین آگاہ ہونگے کہ مسئلہ قیامت کا ذکر اخبار اہل حدیث امرتسر میں عرصہ سے چلا آرہا ہے جس میں فرقہ بہائیہ کے عقیدے کی تغلیط اور اسلامی عقیدے کی تائید مذکور ہوتی رہی ہے۔ اس سلسلے میں ایک مراسلہ بہائی رسالہ پیامبر دہلی میں چھپا ہے جس میں راقم مضمون نے اپنی حیثیت غیر جانبدارانہ بتائی ہے مگر ان کے فحوی کلام سے بہائیہ کی پوری ہم دردی معلوم ہوتی ہے۔ اسی ہم دردی میں ان کو اپنے کلام میں تناقض بھی معلوم نہیں ہوتا۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں:

> جناب مدیر پیامبر نے علمائے اسلام کو بارہا چیلنج دیا کہ وہ قیامت کا مفہوم فنائے کائنات ثابت کریں لیکن آج تک مختلف اسلامی فرقوں کے علماء کا اس چیلنج کے مقابلہ میں ساکت وخاموش رہنا ہی اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ اس موضوع پر بہائیوں سے گفتگو کرنے کی طاقت اپنے اندر نہیں پاتے۔ مسلمانوں کے مختلف فرقے جب آپس میں ایک دوسرے کو خانہ جنگی کے لئے بلاتے ہیں تو ہر فرقہ کے علماء رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آجاتے ہیں ۔لیکن ہمیں حیرت اور انتہائی تعجب ہے کہ جس وقت بہائی لوگ مسلمان علماء سے کہتے ہیں کہ قیامت کا مسئلہ ایک خاص اصولی مسئلہ ہے جس پر ایمان اور یقین رکھنا باعثِ نجات ہے۔ اور ایسا مسئلہ کو مدارِ نجات ہو اس کا مفہوم واضح ،متعین ، غیر مشکوک طور پر صاف ہونا چاہیے، تو تمام مسلمان عالم یا غیر عالم دم بخود ہو جاتے ہیں۔ (پیامبر دہلی ستمبر ۱۹۴۱ء ص ۸)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: یہ بیان منطقی اصطلاح میں

سالبہ کلیہ کی شکل میں ہے اس کی مثال قرآن مجید میں یوں ملتی ہے

و ما قدرواالله حق قدره اذ قا لوا ما انز ل الله على بشرِ من شیء ۔(الانعام :۹۱)

بعض یہود نے ضد اور عناد میں کہہ دیا تھا کہ خدا نے کوئی کتاب کسی بندے پر نہیں اتاری ۔ان کا یہ کلام قضیہ سالبہ کلیہ کی شکل میں منقول ہے اس سالبہ کلیہ کے ابطال کے لئے قرآن مجید نے منطقی قاعدے کے موافق موجبہ جزئیہ پیش کیا چنانچہ ارشاد ہے:

قل من انز ل الکتا ب الذی جا ء به موسی نوراً و هدی للناس

(الانعام :۹۱)(اے پیغمبر! تم ان لوگوں کے جواب میں کہو کہ کس نے تورات اتاری ہے جو موسیٰ لائے تھے)

یعنی تم لوگ جو سلب کلی کرتے ہوئے کہتے ہو کہ کسی بشر پر خدا نے کوئی کتاب نازل نہیں کی ۔ بتاؤ حضرت موسیٰ پر کتاب کا نزول تمارے دعوی سلب کلی کی نقیض ہے یا نہیں؟ اس قرآنی اسلوب کے مطابق نامہ نگار کے جواب میں ہم اہل حدیث امرتسر کے مضامین بجواب بہائیہ کا ذکر کرتے تو ہمارا حق تھا۔یعنی یہ بتاتے کہ اگر فرقہ بہائیہ کو کسی عالم نے جواب نہیں دیا تو اہلحدیث میں کس نے جوابات دیئے؟

تصرف قدرت ملاحظہ ہو کہ خدا تعالی نے نامہ نگار کے قلم سے ہمارا کام لیا ہے چنانچہ آپ اپنے سالبہ کلیہ کی نقیض خود ہی موجبہ جزئیہ لکھتے ہیں ۔آپ کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں:

جس وقت جناب مولانا ثناءاللہ صاحب مدیر جریدہ اہل حدیث نے اس موضوع پر قلم اٹھایا تو ہمیں بہت مسرت ہوئی کہ مولانا مشہور مناظر پختہ کار اہل قلم اور ہمدرد ملت بیضا ہیں وہ ضرور بہائی دلایل کا فیصلہ کن جواب دیں گے لیکن اسوقت تک کی جملہ بحثوں کو متواتر اور سلسلہ وار مطالعہ کرنے کے بعد افسوس ہے کہ ہماری تمام مسرت خاک میں مل گئی اور مولانا کے جوابات سے بہائی صاحبان تو در کنار خود راقم الحروف اور اور اسکے احباب بھی جن کو مولانا سے بہ حیثیت ہمدردِ اسلام ہونے کے اچھی خاصی عقیدت ہے مطمئن نہ ہوئے جب مولانا موصوف ہی کم از کم اب تک فنائے کائنات

کے عقیدہ کو ثابت کرنیں نا کام رہے ہیں تو دیگر علماء کرام سے کچھ زیادہ توقع نہیں رہی ۔ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ ۔ (پیامبر دہلی تاریخ مذکور)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں یہ ہے تصرف قدرت ۔ اب ہم آپ کے سب کلی اور اعتراف جواب کو یوں ادا کرتے ہیں ۔

۱ ۔ کسی فرقے نے بہائیہ کا جواب نہیں دیا

۲ ۔ اہل حدیث نے دیا ۔

خیر ہم نے یہ تو تصرف قدرت کا نمونہ دکھایا ہے ۔ رہا یہ کہ اہل حدیث کے جوابات سے راقم مضمون کی تسلی نہیں ہوئی، ممکن ہے نہ ہوئی ہو ۔ کیونکہ انسانی طبائع مختلف ہوتی ہیں بعض کو اشارہ سے فائدہ ہو جاتا ہے بعض کو تصریحات سے بھی نہیں ہوتا ہے ۔ چنانچہ شیخ سعدی اسی اختلاف طبع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں :

فہم سخن گر نہ کند مستمع
قوتِ سمع از متکلم مجو

(سننے والا اگر بات کو نہ سمجھے تو سننے کی طاقت متکلم سے طلب نہ کرو)

فاضل نامہ نگار نے اپنی عدم تسلی کی وجوہات نہیں لکھیں اس لئے ہم بھی اس کے جواب کی طرف رخ نہیں کرتے بلکہ اسے کسی اور موقع پر چھوڑ کر قابل مضمون نگار کے سوال کا جواب دیتے ہیں جو انہوں نے بڑی محنت اور کاوش سے لکھا ہے ۔ آپکے الفاظ یہ ہے :

> اس وقت راقم الحروف اور اس کے احباب کے پیش نظر سورہ ہود کی ایک آیت ہے ...ہم چاہتے ہیں کہ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری اس آیت پر مفصل روشنی ڈالیں ۔ آیت یہ ہے

ذلك يو م مجموع له الناس و ذلك يو م مشهود۔ و ما نؤخره الا لاجل معدود۔ يوم يأت لا تكلم نفس الا با ذنه فمنهم شقى وسعيد۔ فا ما الذين شقوا ففى النار لهم فيها ز فير و شهيق۔ خا لدين فيها مادا مت السما وا ت وا لارض الاما شا ء ر بك، ان ربك فعّال لما ير يد۔ و اما الذين سعِدوافقى الجنة خا لدين فيها ما دا مت السما وا ت و ا لا ر ض الاما شاء ر بك عطا ء

غیر مجذوذ (ہود: ۱۰۳۔۱۰۸) (یہ وہ دن ہے جس میں لوگ جمع ہوں گے اور یہی وہ دن ہے جسکی گواہی دی جاتی رہی ہے۔ یہ دن جسے ہم نے خاص وقت تک کے لئے روک رکھا ہے جب آ جائے گا تو کوئی شخص خدا کی اجازت بغیر کلام نہ کر سکے۔ ان میں کچھ لوگ شقی اور کچھ نیک بخت ہوں گے۔ بد بخت لوگ آگ میں ڈالے جائیں گے جس میں وہ فریاد کرتے ہوں گے دوزخ میں وہ آسمان اور زمین کے رہنے تک رہیں گے بجز اس کے کہ خدا کچھ اور چاہے کیونکہ وہ اپنے ارادہ کا مالک ہے اور نیک بخت لوگ بھی جنت میں داخل ہوکر آسمان و زمین کے رہنے تک رہیں گے بجز اسکے کہ خدا کو کچھ اور منظور ہو۔ یہ بخشش اختتام پذیر نہ ہوگی)

ہم نے اس آیت پر بے حد غور کیا مگر کسی طرح مطلب حل نہ ہو سکا امید ہے کہ جناب مولانا ثناء اللہ صاحب اس آیت کا مفصل طور پر مطلب بیان فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے لیکن مطلب بیان فرماتے وقت حسب ذیل سوالات پیش نظر رہیں:

خدا فرماتا ہے کہ قیامت کے دن دو گروہ ہوں گے۔ بد اور نیک۔ بد لوگوں کا گروہ دوزخ میں اس وقت تک رہے گا جب تک کہ آسمان و زمین قائم ہیں بموجب عقیدہ اہل اسلام آسمان و زمین صرف یوم قیامت تک ہی قائم ہیں اس کے بعد فنا ہو جائیں گے۔ پس اس کا مطلب یہ ہوا کہ بد لوگ قیات تک دوزخ میں رہیں گے اور اگر خدا نے چاہا تو یوم قیامت سے پہلے وہ دوزخ سے نکل بھی آئیں گے حالانکہ بدکاروں کا یوم قیامت سے پہلے دوزخ سے نکل آنا بموجب عقیدہ اہل اسلام بالکل باطل ہے۔ ایسی صورت میں آیت کے صحیح معنی کیا ہوں گے۔ (پیامبر دہلی مذکور)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں: آپ کو اور دیگر باخبر حضرات کو علم ہوگا کہ قرآن مجید پر سوال کرنے والے دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو واقعی سمجھنا چاہتے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید کی متعدد آیات میں سأل یسئلو نك و غیرہ الفاظ سے آیا ہے۔ قرآن کا مطلب ان کی سمجھ میں تو خوب آ جاتا ہے مگر بعض لوگ بظاہر اخلاص مگر بباطن بدنیتی سے پوچھتے ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے:

وقالوا ء آلهتنا خير ام هو ۔ ما ضر بوه لك ا لا جد لاً ۔ بل هم

قوم خصمو ن (الزخرف:۵۸)

(یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ مسیح ؟ انہوں نے یہ مثل تمارے سامنے جھگڑ نے کے لئے بیان کی ہے بلکہ وہ لوگ عادتاً ہی جھگڑالو ہیں) ۔

ان دونوں گروہوں کا ذکر اس آیت میں ہے :

یضل به کثیراً و یهدی به کثیراً (پ۱ ع ۳)

سائل موصوف کی نیت کا حال ہم نہیں جانتے ۔ ہاں ان کی عبارت میں ایک قرینہ ایسا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سوال کو بغرض فہم پیش نہیں کرتے بلکہ بطریق جدل پیش کرتے ہیں ۔ ہمارا یہ خیال اگر غلط ہے تو خدا ہمیں معاف فرمائے ۔ وہ قرینہ یہ ہے کہ آپ ایک ایسے گروہ کے ساتھ مل کر سوال کرتے ہیں جو کل مسلمانان دنیا (سلف سے خلف تک) کی رائے کی پرواہ نہیں کرتے ۔ بلکہ کھلے لفظوں میں کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے عموماً اور علماء اسلام نے خصوصاً قرآن مجید پر غلطیوں کا غلاف چڑھا دیا ہے اس لئے یہ دیکھ کر ہمیں تعجب ہوا کہ آپ قرآن فہمی میں اہل اسلام کے عقیدہ کو مانع قرار دیتے ہیں چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ :

بموجب عقیدہ اہل اسلام آسمان زمین صرف قیامت تک قائم ہیں ۔

فن مناظرہ کی اصطلاح میں اس طریق کلام کا نام مجادلہ کے سوا اور کچھ نہیں ملتا ۔ ہاں اگر بجائے عقیدہ اہل اسلام کے آپ کوئی آیت پیش کرتے تو ہم یہ رائے قائم نہ کرتے جس کا ہم نے آپ کی نسبت اظہار کیا ہے ۔ خیر یہ تو فاضل مضمون نگار کے اسلوب بیان پر ہماری طرف سے اظہار رائے ہے ۔ اب اصل جواب سنئیے !

قرآن مجید کی کسی آیت سے ثابت نہیں ہوتا کہ قیامت کے ابتدائی حصہ میں یا آخری حصہ میں زمین و آسمان فنا ہو جائیں گے ۔ ہاں اتنا ثابت ہوتا ہے کہ ان میں تبدیلی ہو جائے گی چنانچہ مجمل بیان یہ ہے :

یو م تبد ل ا لار ض غیر ا لار ض و السما وا ت (پ۱۳۔ع۱۹)

یعنی آسمان و زمین تبدیل ہو جائیں گے ۔

اس اجمال کی تفصیل یہ بتاتی ہے :

یسئلو نك عن الجبا ل فقل ینسفها ر بی نسفاً ۔فیذ ر ها قا عاً

صفصفاً ۔لا تر ی فیھا عو جاً و لا امتاً۔ (طہٰ:۱۰۵۔۱۰۷)(یہ لوگ تم سے پہاڑوں کا حال پوچھتے ہیں تم کہہ دو کہ میرا پروردگار ان کو ذرہ ذرہ کر دے گا پھر ان جگہ اس زمین کو چٹیل میدان کر دے گا جس میں اونچائی نیچائی نہیں دیکھو گے)

اس کے علاوہ ایک اور آیت میں زمین کا ذکر ملتا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

اشرقت الا ر ض بنور ر بھا ۔(پ۲۴۔ع۴)

(یعنی زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی)۔

یہ آیت روز حشر کے متعلق ہے کیونکہ اس کے ساتھ ذکر ہے:

و جیء بالنبیین و الشھداء و قضی بینھم با لحق ۔ و ھم لا یظلمو ن (یعنی اعمال نامے رکھ دیئے جائیں گے اور نبی اور گواہ حاضر کئے جائیں گے اور ان پر کوئی ظلم نہ کیا جائے گا)

آسمان کی تبدیلی کا ذکر اس آیت میں بھی ملتا ہے:

و انشقّت السّماء فھی یو مئذ وا ھیة (الحاقہ:۱۶)

(آسمان پھٹ جائے گا اور اس دن بالکل بودا ہو جائے گا)

پس اس دنیا کے تبدیل شدہ آسمان و زمین کو اس جہان میں ملحوظ رکھ کر آیت کا مطلب سنیئے:

نیک و بد لوگ جنت اور دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے (جب تک دوسرے جہان کے بدلے ہوئے) آسمان و زمین قائم رہیں گے۔

اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ چونکہ تبدیل شدہ آسمان و زمین ہمیشہ قائم رہیں گے لہذا دوزخی دوزخ میں اور جنتی جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ ہاں بعض اصحاب نے قرآن مجید کے اسلوب بیان سے یہ سمجھا ہے کہ دوزخی دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہیں گے بلکہ لمبی سزا بھگتنے کے بعد خدا کے رحم سے دوزخ سے نکالے جائیں گے۔قابل مضمون نگار کے مندرجہ ذیل سوال سے ہمارے گمان کو قوت پہنچتی ہے کہ آپ قرآن فہمی کی غرض سے سوال نہیں کرتے بلکہ کسی اور نیت سے کرتے ہیں و اللہ یعلم المفسد من المصلح (عفا اللہ عنا) ۔

سوال کیسا معقول ہے کہ:

جب بدکارلوگ دوزخ سے نکل آئینگے تو فرمایئے کہ جنتی اور دوزخی لوگوں میں فرق ہی کیا رہے گا (ص۱۰)

(حاشیہ میں مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: یہ، ہی، تو استاد غالب کے، جب، سے بھی لطیف تر ہے جو فرماتے ہیں:

دیکھو اس چشم کی شوخی جب کسی پارسا سے لڑتی ہے)

ناظرین! ہم سائل سے تو نہیں پوچھتے وہ جانیں اور ان کا کام۔ ہاں ہم آپ صاحبوں کو توجہ دلاتے ہیں کہ اگر کسی قتل کے مقدمہ میں دو شخص ملزم گردانے جائیں، ایک تو ججی میں بری کر دیا جائے دوسرے کو حبس دوام کی سزا ہو جائے جو حسب قانون بیس سال پورے کر کے نکل آئے اس پر کوئی فہیم شخص بالفاظ نامہ نگار یہ سوال کرے کہ ان دونوں میں کیا فرق رہا؟ کیا آپ لوگ اس سوال کو معقول سمجھیں گے یا اس کو اس مصرع کا مصداق جانیں گے:

گل است سعدی در چشم دشمناں خاراست

نوٹ: ہماری مندرجہ بالا تقریر سے فاضل مضمون نگار کا اصل جواب غالباً حل ہو گیا ہوگا۔ باقی رہی طول کلامی سو اس کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ استاد غالب اس سے منع کرتے ہیں:

نہ دے نامے کو طول اتنا غالب! مختصر لکھ دے
کہ حسرت سنج ہوں عرضِ ستم ہائے جدائی کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ ستمبر ۱۹۴۱ء مطابق ۴۔ رمضان ۱۳۶۰ھ۔ جلد ۳۸ نمبر ۳۹ ص ۳۔۵)

ایران کی مصیبت پر قادیان میں گھی کے چراغ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کسی شاعر نے اپنے دوست کے انکار وصل پر اسکی خدمت میں عرض کیا تھا

مجھ کو محروم نہ کر وصل سے او شوخ مزاج

بات وہ کہہ کہ نکلتے رہیں پہلو دونوں

اس معشوق نے اس پر عمل کیا یا نہیں، اس کا تو ہمیں علم نہیں، ہاں مرزا صاحب قادیانی اور ان کے اتباع اپنے الہاموں میں ہمیشہ اس اصول کو مدنظر رکھتے تھے اور رکھتے ہیں آپ ایسا گول مول الہام شائع کر دیا کرتے تھے جو ہر جگہ کام دے سکے۔ پھر یہی نہیں کہ ایک جگہ کام لے کر اس کو ختم کر دیں بلکہ منطقیوں کے نکرہ منتشرہ کی طرح اس سے ایک جگہ کام لے کر دوسری جگہ پھر تیسری جگہ کام لیتے ہیں۔ مثلاً مرزا صاحب قادیانی کا ایک الہام ہے شاتان تذبحان (دو بکریاں ذبح کی جائیں گی) کسی وقت ان دو بکریوں سے مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری اور ان کا داماد مراد لئےگئے۔ پھر کابل میں دو مریدوں کے قتل کے واقعہ پر یہ الہام چسپاں کیا گیا۔ اس طرح

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ایک الہامی شعر یہ ہے

دبدبہ خسروی ام شد بلند زلزلہ در گور نظامی فگند

اس شعر کا شاعر (غالباً خسرو) کہتا ہے کہ جب میری خسرویت کا غلغلہ بلند ہوا تو نظامی (مصنف سکندر نامہ) کی قبر میں زلزلہ پڑ گیا۔ یہ مقابلہ اس لئے ہے کہ خسرو بھی شاعر تھا اور نظامی بھی۔ خسرو فن شاعری میں نظامی کے ساتھ مقابلہ کرتا ہوا اپنی برتری کا دعوی کرتا ہے جیسا کہ اس شعر سے مفہوم ہوتا ہے۔ فن شاعری میں ایسے مبالغہ آمیز مقابلے ہوا ہی کرتے ہیں۔ چنانچہ استاد ذوق کہتا ہے

نام میرا سن کے مجنوں کو جمائی آ گئی
بید مجنوں دیکھ کے انگڑائیاں لینے لگا

مجلس شعراء میں تو اس قسم کے مبالغے مقبولیت سے سنے جاتے ہیں۔ مگر بزم صلحاء میں ایسے مبالغوں کو پسند نہیں کیا جاتا بلکہ جھوٹ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے یہ مصرع پڑھنے سے منع فرمایا تھا

فینا نبی یعلم ما فی غداً (ہم میں ایک نبی ہے جو کل کی باتیں جانتا ہے)

مگر مرزا صاحب بقول خود نبی بھی ہیں اور شاعر بھی۔ اس لئے آپ کو ایسے مبالغوں سے نفرت نہیں تھی۔ کسی شاعر کا کیسا ہی مبالغہ آمیز شعر ہو جس سے ان کا مطلب کبھی نہ کبھی نکل سکتا ہو، تو وہ شعر الہامی زبان سے جاری فرما دیتے۔ چنانچہ

مذکورہ شعر انہوں نے کبھی اسی غرض سے پڑھا ہو گا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جب میری (مرزا قادیانی) حکومت کا دبدبہ بلند ہوا تا نظامی کی قبر میں زلزلہ پڑ گیا

۱۹۰۸ء میں حیدر آباد دکن کی موسی ندی میں طوفان اٹھا۔ جس سے حیدر آباد کے بڑے بڑے پختہ مکان بھی تباہ ہو گئے۔ قادیان میں اس وقت حکیم نور دین کا زمانہ خلافت تھا۔ فوراً ایک کتاب موسومہ صحیفہ آصفیہ لکھی گئی جو حکیم صاحب کے نام سے شائع ہوئی۔ اور جس میں حضور نظام دکن کو اس طوفان کی طرف متوجہ کر کے احمدیت کی تبلیغ کی گئی۔ اس میں اس الہام کی تشریح یوں کی گئی کہ کہ نظامی سے مراد حضور نظام والی دکن ہیں اور گور نظامی سے مراد بلدہ حیدر آباد ہے اور زلزلہ سے مراد موسی ندی کا طوفان ہے۔ کیا خوب۔ جو بات کی خدا کی قسم لا جواب کی۔ اس کے جواب میں ہم نے فوراً ایک رسالہ صحیفہ محبوبیہ اسی زمانے میں شائع کر دیا تھا۔ جس کا جواب قادیان یا لاہور سے آج تک نہیں نکلا۔

اسی طرح ایک اور مصرع کو الہامی شکل دے کر آج کل قادیان میں شائع کیا جا رہا ہے جو یہ ہے

تزلزل درایوان کسری افتاد

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایران میں انگریزی اور روسی فوجوں نے خاص خاص مقامات پر قبضہ کر لیا ہے جس کی اطلاع اخباروں میں آ چکی ہے۔ اس کی وجہ سے مسلمانان دنیا کو سخت صدمہ ہوا۔ مگر قادیان میں گھی کے چراغ جلے۔ جس کا ذکر الفضل قادیان مورخہ ۴ و ۵ ستمبر ۱۹۴۱ء کی اشاعتوں میں مفصل کیا گیا ہے۔ بڑی خوشی کی گئی اور شادیانے بجائے گئے کہ حضرت مرزا صاحب قادیانی کا الہام تزلزل در ایوان کسری فتاد بالکل سچا نکلا ہے۔

ایوان کسری سے حکومت ایران مراد لے کر خوشی کے نعرے بلند کئے کہ حضرت مرزا صاحب کا الہام دو مرتبہ پورا ہو گیا ہے۔ پہلے اس کا ظہور اس وقت ہوا تھا جب ایران کے غافل بادشاہ کو ایرانیوں نے حکومت سے معزول کر کے ایران میں پارلیمنٹ (قومی حکومت) قائم کی تھی۔ چنانچہ اصل الفاظ یہ ہیں:

یہ پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی کہ اس الہام الٰہی کے بعد بہت ہی جلد

شاہ ایران تخت سے معزول کیا گیا۔اور پارلیمنٹ بنائی گئی ۔
(البشریٰ ۔ج ۲ص ۱۰۶۔)

ان سب تو ہمات کا ایک ہی جواب ہے ۔وہ بھی ہماری طرف سے نہیں بلکہ حدیث شریف سے ماخوذ ہے۔حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں

اذا هلك كسرى فلا كسرى بعده

جب ایران کا بادشاہ کسریٰ مر جائے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا ۔

ایران میں اسلام داخل ہونے سے پہلے شاہان فارس کا لقب کسریٰ تھا جیسے مصر کے سلاطین کا لقب اسلام سے پہلے فرعون تھا ۔ اسلامی زمانے میں ایران کے بادشاہ کا نام شاہ ایران رکھا گیا۔

پس اسلامی اصطلاح میں کسریٰ بول کر شاہ ایران مراد لینا گویا حدیث شریف کی تکذیب کرنا ہے جو قادیانیوں کو تو زیبا ہوسکتا ہے مگر دوسرے مسلمان یہ جرأت نہیں کر سکتے۔ پس مرزا صاحب قادیانی کے اس الہام کو ایران کے کسی واقعہ سے وابستہ کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے ۔ بلکہ اسلامی اصطلاح میں سراسر غلط ہے۔

اب اصل حقیقت سنیئے ۔مرزا صاحب کی عادت تھی کہ شعراء کے کلام میں سے ایک آدھ مصرع پڑھ دیتے ۔ پھر چند یوم گذرنے کے بعد اگر کوئی ایسا واقعہ پیش آجاتا جو اس مصرع سے ادنی مناسبت بھی رکھتا تو فوراً اس مصرع کو الہام بتا کر اس واقعہ کو اس کا مصداق بنا لیتے ۔ سبعہ معلقہ میں سے چوتھے معلقے کا پہلا مصرعہ یہ ہے

عفت الديار محلها و مقامها (محل اور مقام سب اجڑ گئے قافلہ محبوبہ کو لے کر چلا گیا)۔

عرب کے بادیہ نشین (خانہ بدوش) ملک میں جا بجا پھرتے رہتے۔ جہاں ان کے مویشیوں کے لئے چارہ ملتا وہاں ٹھیر جاتے ۔ جب ختم ہو جاتا تو کوچ کر جاتے ۔ اس آمد ورفت کو شاعر لوگ اپنے قصائد کی تشبیب بنایا کرتے تھے۔ چنانچہ امرء القیس بھی اسی تشبیب پر کہتا ہے

كانى غداة البين يوم تحملوا
لدى ثمرات الحى ناقف حنظل

ان کا طرز کلام ایسا مقبول ہوا کہ آج ہندوستان کے اہل سخن بھی اسی تشبیب

پر اپنے قصائد کی بنا رکھتے ہیں ۔ چنانچہ نواب صدیق حسن بھی اپنے قصیدہ کو اسی تشبیب سے شروع کرتے ہوئے کہتے ہیں :

لسلمة دار للدخول فحومل
عفا آ یا ھا جنوب و شمشل

چوتھے معلقہ کا پہلا مصرع عفت الدیار کہیں مرزا صاحب قادیانی کے منہ سے نکل گیا ۔ اس وقت تو آپ نے یہ مصرع سرسری طور پر پڑھ دیا اس کے بعد جب ملک میں طاعون پھیل گیا جس سے بعض بستیاں ویران ہو گئیں ۔ مرزا قادیانی نے اس مصرع کو الہامی قرار دے کر طاعون کے واقعات پر چسپاں کر دیا ۔ اور لمبی چوڑی تحریریں شائع کر دیں جن میں اپنی نبوت کا ڈھول خوب پیٹا ۔

اسی طرح مرزا صاحب قادیانی کے الہام تزلزل درایوان کسری فتاد کی حقیقت بھی یہی ہے کہ کسی وقت یہ مصرع آپ کی زبان پر جاری ہو گیا جو بعد ازاں حسب موقع وضرورت الہام قرار دیا گیا ۔ یہ فارسی مصرع دراصل بوستاں سے لیا گیا ہے پورا شعر یوں ہے

چو صیتش در افواہ دنیا فتاد
تزلزل در ایوان کسی فتاد

یہ شعر آنحضرت ﷺ کی نعت میں مذکور ہے ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ کی ولادت کی آاز دنیا میں پہنچی تو کسری (بادشاہ ایران جو اس وقت نوشروان تھا) کے محلات میں زلزلہ پڑ گیا ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی مجلس میں آنحضرت ﷺ کے ذکر مبارک کے سلسلے میں کسی شخص نے اس بیت کا پہلا مصرع پڑھا تو دوسرا مصرع مرزا صاحب قادیانی کے منہ سے نکل گیا ۔ پس یاروں نے اس کو مرزا صاحب کا الہام بنا کر ایران کے واقعات پر چسپاں کرنا شروع کر دیا ۔

پس ناظرین شیخ سعدی کے مافی الضمیر کو ملحوظ رکھ کر اس مصرع کو پہلے مصرع کے ساتھ ملا کر پڑھیں گے تو مطلب صحیح ہو جائے گا ۔ مگر اس میں مرزا صاحب کو کمیشن کا حق نہیں ملے گا بلکہ بحکم حق بحق دار رسید مضمون نعت محمدیہ میں خصوص رہے گا ۔

پس اہل قادیان اگر اس مصرع کو مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی بنائیں

گے تو نہ صرف اصل متکلم شیخ سعدی کے منشا کے خلاف ہوگا بلکہ غلام (مرزا قادیانی) کی طرف سے اصل مالک (آنحضرت ﷺ) کی ہتک ہوگی کیونکہ مرزا صاحب کا اپنا قول ہے: غلام احمد ہر جا باشم۔

قادیانی اخباروں نے اس الہامی مصرع پر بہت کچھ لکھا مگر یہ ان سے نہ ہو سکا کہ اس کا اول مصرع ساتھ ملا کر پورا شعر ساتھ لکھ دیتے اور یہ بھی بتاتے کہ یہ شعر کس کتاب سے ماخوذ ہے اور جہاں مرقوم ہے وہاں اس کا اصل مفہوم کیا ہے۔ کیونکہ اس سے ان کو مطلب نہیں۔ ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ ان کے صنم کی پوجا کی جائے۔ ہندوستان میں طاعون ہو تو یہی مقصد۔ جاپان یا امریکہ میں زلزلہ آئے تو یہی مقصد۔ یورپ میں جنگ ہو تو یہی مقصد۔ استاد داغ نے کیا صحیح کہا ہے

کیا کہونگا جو کہا اس نے کہ کہیے کیا ہے
بات اے داغ محبت کے سوا کون سی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ ستمبر ۱۹۴۱ء مطابق ۴ رمضان ۱۳۶۰ھ۔ جلد ۳۸ نمبر ۳۹ ص ۵۔۷)

باپ بیٹے کے گول مول الہام

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ بات ہم کئی دفعہ بتا چکے ہیں کہ قادیان کی الہامی مشین سے ایسے گول مول کل پرزے نکلتے ہیں کہ کسی جگہ بھی نہیں ٹھہرتے اور ہر جگہ ٹھہرائے بھی جا سکتے ہیں۔ سچ پوچھو تو ہم قادیان کی الہامی مشین کے اس امر میں مداح ہیں کہ اس سے الہامی پرزے نکلتے ہیں جو ہر موقع پر فٹ کئے جا سکتے ہیں۔ مثلاً بڑے میاں کا الہام تخرج الصدور الی القبور ایک مشہور الہام ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ بڑے بڑے لوگ قبروں میں پہنچائے جائیں گے۔ یہ الہام ایسا صاف اور صحیح ہے جو کہ ہر بڑے آدمی کی موت پر چسپاں ہوسکتا ہے یہاں تک کہ خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ان کے خلیفہ اول حکیم نورالدین صاحب پر بھی لگ جائے تو تعجب نہیں۔ چنانچہ اس الہام کو

باستثنائے ارکان احمد یہ ہر بڑے نکتہ چین کی موت پر چسپاں کیا گیا۔

دوسری مثال: اسی طرح چھوٹے میاں (مرزا محمود احمد) کو انگریزی زبان میں ایک الہام ہوا ہے جو یہ ہے Abdicated تخت سے دستبردار ہو گیا۔ اس کے متعلق قادیانی اخباروں نے جو گل کھلائے ہیں وہ الفضل قادیان کے الفاظ میں قابل دید و شنید ہیں۔ چنانچہ الفضل لکھتا ہے:

خلیفۃ المسیح (میاں محمود احمد) کو خدا تعالیٰ کی طرف سے موجودہ جنگ کے متعلق ایسی باتوں کا قبل از وقت علم دیا جو اپنے وقت پر پوری ہو کر سکینت قلب اور اطمینان روح کا باعث ہوئیں۔ حضور (مرزا محمود احمد) نے اپنی ۲۶ مئی ۱۹۴۰ء کی تقریر میں فرمایا تھا کہ حضور کے سامنے کشفی طور پر ایک بادشاہ لایا گیا اور اس کے ساتھ ہی یہ الفاظ کہ.. Abdicated. یعنی تخت سے دست بردار ہو گیا۔ حضور نے فرمایا کہ یہ الہام اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ کوئی بادشاہ تخت سے دست بردار ہو۔ یا کسی ایسے بادشاہ کے ذریعہ حالات جنگ پلٹا کھائیں جو تخت چھوڑ چکا ہو۔ خدا کی قدرتیں غیر محدود ہیں۔ نہ معلوم یہ الہام کن کن مواقع پر پورا ہو۔ لیکن اس کے جلد بعد ہی بلجیئم کا بادشاہ لیوپولڈ تخت سے دست بردار ہو گیا۔ اس کے بعد رومانیہ کا شاہ کیرل تخت سے دست بردار ہوا اور سب اخبارات نے ان کے متعلق لفظ .Abdicated. شائع کیا۔

اب ہم ایک بار پھر اس الہام الٰہی کو پورا ہوتا دیکھ رہے ہیں جب کہ شاہ ایران کے تخت سے دست بردار ہونے کی خبر آئی ہے۔ اس موقعہ پر بھی اسی الہام کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ ہر مرتبہ جب یہ لفظ پورا ہو کر ہمارے سامنے آتا ہے ہمیں خدا کی قدرتوں کے بے پایاں ہونے کا پہلے سے زیادہ یقین حاصل ہوتا ہے۔ (الفضل قادیان ۲۰ ستمبر ۱۹۴۱ء ص ۳)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: ہم نے کسی گذشتہ پرچے میں یہ اعتراض کیا تھا کہ دنیا کے کئی ایک بادشاہ معزول کئے گئے۔ مثلاً سلطان عبدالحمید خان والی ترکی، امیر امان اللہ خان والی افغانستان، اور نزول الہام کے بعد شاہ بلجیئم

اور شاہ ایران وغیرہ تخت سے دست بردار ہوئے مگر الہامی لفظ Abdicated انگریزی زبان کا فعل ہے جس کا زمانہ ماضی (پاسٹ ٹینس) ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معزول بادشاہ ایسا ہونا چاہیے جس کی ملکی زبان انگریزی ہو۔

صاحب الہام خلیفہ قادیان کی مادری یا ملکی زبان بھی انگریزی نہیں ہے۔ ان کی عام تقریری زبان پنجابی ہے اور تحریری زبان اردو ہے جب تک یہ الہام کسی ایسے بادشاہ سے متعلق نہ ہو جس کی ملکی زبان انگریزی ہو، اس الہام کا انگریزی میں نزول بے معنی ہے۔

ہمارا مشورہ: ایک دفعہ پہلے بھی ہم لکھ چکے ہیں اور آج پھر لکھتے ہیں کہ چونکہ یہ الہام شاہ انگلستان ایڈورڈ ہشتم کی معزولی کے بعد نازل ہوا ہے اور ویسے بھی یہ لفظ فعل ماضی ہے اور ایڈورڈ ہشتم کی زبان بھی انگریزی تھی اس لئے یہ الہام یقیناً اسی کے متعلق ہے۔ اس کی اصلیت کہ کسی شخص کے منہ سے یہ انگریزی لفظ Abdicated جو اس نے کسی اخبار میں پڑھا ہوگا خلیفہ صاحب نے اس کو اپنا الہام قرار دے کر پیش کر دیا جیسا کہ ان کے والد ماجد کی زبان مبارک سے فارسی مصرعہ ،تزلزل در ایوان کسری فتاد، نکل گیا۔ پھر یاروں نے اس کو الہام کہہ کر ہر ایرانی واقعہ پر چسپاں کرنا شروع کر دیا (جس کی تفصیل ایک سابقہ پرچے میں ہو چکی ہے)

خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کے الہام کی حقیقت یہی ہے جو ہم نے بتائی ہے ہاں ہم معاصر الفضل کے مندرجہ ذیل بیان سے متفق ہیں اور اسکی تحسین کرتے ہیں اس کے اصل الفاظ یہ ہیں:

> بہت ممکن ہے کہ یہ الہام اپنی وسعت (کے؟) مطابق اور بھی کئی مرتبہ پورا ہو کر ہمارے ایمان میں زیادتی کا باعث بنے (حوالہ ایضاً)

ہم اس بیان کی تصدیق اور تحسین اسلئے کرتے ہیں کہ ہم نے منطق کی کتابوں میں کلی جزئی کی بحث میں ایک عقدہ لاینحل پڑھا ہوا ہے جو اس الہام کے مشابہ ہے۔

اہل منطق کہا کرتے ہیں کہ جزئی حقیقی وہ ہے جس میں تعدد نہ ہو پھر وہ خود ہی سوال کیا کرتے ہیں کہ کوئی مرغی جو آج ایک انڈہ دیتی ہے وہ انڈا یقیناً جزئی حقیقی ہے

۔اس کے سامنے سے انڈا اٹھا کر ایک دوسرے انڈہ رکھ دیا جائے تو وہ اسی کو اپنا انڈہ سمجھ کر اپنے پروں کے نیچے رکھ لیتی ہے۔اسی طرح اگر تیسرا انڈہ رکھا جائے تو اس کو بھی اپنا ہی انڈہ سمجھ لیتی ہے

مطلب یہ ہے کہ مرغی کا انڈہ جو جزئی حقیقی ہے اس کے بہت سے مصداق بن جاتے ہیں جس سے جزئی حقیقی میں تعدد لازم آتا ہے۔

پھر اس سوال کا جواب یوں دیتے ہیں کہ ایسا ہونا مرغی کے فہم ناقص کی وجہ سے ہے ورنہ جزئی حقیقی میں تعدد نہیں ہے ۔ بالکل اسی طرح اس الہام کی وسعت مریدوں کی زیادتی ایمان کا باعث ہے ورنہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔یہی معنی ہیں :

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۔اکتوبر ۱۹۴۱ءمطابق ۱۱ رمضان ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۴۰ص ۵۔۶)

پولیس نے خلیفہ قادیان کی توہین کیوں کی؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے اپنے خطبہ جمعہ مورخہ ۱۲ستمبر ۱۹۴۱ء میں ایک لمبی تقریر کی جو اخبار الفضل میں چھپ کر شائع ہوئی اس کا مختصر یہ ہے کہ خلیفہ قادیان مع سٹاف خود ڈلہوزی میں مقیم تھے کہ ان کے چھوٹے بیٹے خلیل احمد (کو) ایک پیکٹ پہنچا جس کو باپ بیٹا دونوں ....کی وجہ سے باغیانہ لٹریچر سمجھا ابھی وہ پیکٹ کھولا بھی نہیں تھا کہ پولیس نے آ کر اس کا مطالبہ کیا اور نیچے کا سارا کمرہ گھیر لیا اور پولیس والے کمرے میں پڑی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

آخر انہوں نے وہ پیکٹ زبردستی چھین لیا۔اسی اثنا میں مسلح پولیس گارد بھی آ گئی جن کے ہاتھوں میں بندوقیں تھیں اس طرح یہ ہنگامہ طویل ہو گیا۔

آخر کار گورنر صاحب پنجاب کو بذریعہ تار اس واقعہ کی اطلاع دی گئی۔ چند روز کے بعد ان کی طرف سے جواب آیا کہ یہ معاملہ بغرض تحقیق ضلع کے ڈپٹی کمشنر کے

سپرد کیا گیا ہے۔

خلیفہ صاحب (مرزامحمود احمد) نے پولیس کی مداخلت کو اپنی سخت توہین سمجھ کر بہت واویلا کیا اور دوسرے اخباروں سے بھی کرایا، یا انہوں نے ازخود کیا۔ چونکہ اہل حدیث کو قادیانی واقعات سے خاص تعلق ہے اس لئے ہم بھی خلیفہ صاحب کی تکلیف میں ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔

اس کے بعد ہم اس کی تہہ بتاتے ہیں کہ بہت عرصہ سے پولیس اور خلیفہ صاحب (مرزامحمود احمد) کے درمیان کچھ ان بن چلی آتی ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ قادیان میں پہلے پولیس تھانہ نہیں تھا، جب آبادی بڑھ گئی تو حکومت نے وہاں ایک تھانہ قائم کر دیا جس کو قادیانی جماعت نے ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ چنانچہ الفضل ۲۸ فروری ۱۹۳۵ء میں اس کا ذکر یوں ملتا ہے کہ:

قادیان میں پولیس وغیرہ احراریوں کے کہنے اور ان کو طاقت پہنچانے کے لئے پولیس بٹھائی گئی۔

یہ ہے قادیانی جماعت اور پولیس میں سوءظنی کی ابتداء۔ اب ہم اس توہین کا عارفانہ نکتہ بتاتے ہیں۔ ناظرین غور سے سنیں

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا الہام ہے:

انّی مهين من اراد اها نتك

(خدا کہتا ہے کہ اے مرزا جو شخص تیری اہانت کا ارادہ بھی کرے گا میں اس کی توہین کرونگا)

اس الہام سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ مرزا غلام احمد صاحب کی توہین کرنے والے کی توہین ضرور کرتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ اہل حدیث اور اس کا سٹاف جو آج تک توہین سے محفوظ رہے ہیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل حدیث مع سٹاف کے مرزا صاحب قادیانی کی توہین کرنے والا نہیں ہے بلکہ مرزا صاحب قادیانی کا آنریری مبلغ ہے۔ ورنہ کسی نہ کسی طرح اس کی بھی توہین ہو جاتی۔ مگر خدا کے فضل سے آج تک نہیں ہوئی۔

اب ہم بتاتے ہیں کہ قادیانی جماعت نے مع خلیفہ صاحب کے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی کیا توہین کی ہے جس سے ان کی اپنی توہین ہوگئی۔ پس قادیانی

جماعت توجہ سے سنے:

ایک دفعہ قادیان میں جلسہ منعقد ہوا جس میں نظم و نثر میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مدح سرائی کی گئی جو دراصل متضمن توہین تھی یعنی ان کی مدح میں ایک نظم پڑھی گئی جس کا ایک شعر یہ تھا

ختم نگیں اولیاء ظلّ مہمین انبیاء
ساری ادائیں دلربا نور خدا نور خدا صل علی مسیحنا صل علی محمد

(الفضل قادیان ۴ جنوری ۱۹۲۷ء)

یعنی مرزا غلام احمد صاحب انبیاء کی توہین کرنے والوں کے عکس ہیں۔ عکس یا فوٹو چونکہ اصل کے حکم میں ہوتا ہے اس لئے اردو دان اصحاب خوب سمجھ سکتے ہیں کہ مصرعہ اول میں مرزا صاحب کو انبیاء کی توہین کرنے والا قرار دیا گیا ہے جو دراصل ان کی سخت ہتک ہے۔ ہم اسی وقت چونک اٹھے تھے کہ کبھی نہ کبھی یہ گل کھلے گا چنانچہ مرزا صاحب قادیانی کا یہ الہام جماعت مرزائیہ کے حق میں بالکل صحیح ثابت ہوا جس سے بقول ان کے نبوت مرزا کی خوب تائید ہوتی ہے۔ یہی معنی ہیں:

ایں کرامت و لیّ ما چہ عجب
گربہ شاشید گفت باراں شد

واقعہ ڈلہوزی کے متعلق ہمیں جو معلومات حاصل ہوئے ہیں ان کی بنا پر ہم خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) سے چند سوالات کرنا چاہتے ہیں۔

خلیفہ مرزا محمود احمد صاحب جواب دیں جس وقت پولیس نے آکر کوٹھی کے نچلے کمرے پر قبضہ کیا تھا آپ نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا تھا کہ پولیس والوں پر شوٹ (فائر) کرو۔

۲۔ ان کے شوٹ نہ کرنے پر ڈلہوزی کے کسی معزز شخص کے سامنے اظہار افسوس کیا تھا۔

۳۔ کیا مسلح پولیس آپ کی کوٹھی پر شوٹ کا حکم سن کر آئی تھی یا کسی اور وجہ سے

۴۔ کیا آپ کے علم میں ہے کہ آپ کے چلے آنے کے بعد عطا محمد مختار کوٹھی کو آپ کے آدمیوں نے اس لئے پیٹا تھا کہ اس نے کوٹھی اور سامان کے کرایہ کا تقاضا

کیا تھا۔

۵۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ اس کو پیٹنے کے بعد آپ کے آدمیوں نے پانچ روپے کی بجائے دس روپے دے کر اس سے صلح صفائی کی اور معافی مانگی

اگر یہ واقعات صحیح ہیں تو آپ نے اپنی جمعہ والی تقریر میں ان کا ذکر کیوں نہیں کیا؟

امید ہے کہ ان سوالوں کے جواب بزبان خود یا بقلم خود دے کر مشکور فرمائیں گے

مختصر یہ ہے کہ چونکہ اہل حدیث امرتسر کو قادیان سے چولی دامن کا ساتھ ہے، لہذا اہل حدیث امرتسر قادیان کے ہر ایک رنج اور خوشی میں ساتھ ساتھ رہتا ہے چنانچہ ڈلہوزی کے واقعہ سے اہل حدیث کو رنج بھی ہے اور بڑے میاں کا الہام سچا ہونے کی خوشی بھی ہے۔

یہ متضاد ایک ہی دماغ اس طرح جمع ہوں گئے ہیں جس طرح استاد غالب مرحوم کے دل و دماغ میں دو متضاد مضمون تھے جس کا اظہار انہوں نے یوں کیا تھا:

میرے دل میں ہے غالب! شوق وصل و شکوہء ہجراں
خدا وہ دن کرے جو اس سے میں یہ بھی کہوں وہ بھی کہوں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۔اکتوبر ۱۹۴۱ء مطابق ۱۱ رمضان ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۴۰ ص ۶۔۷)

قادیانی دعاؤں کی حقیقت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کہتے ہیں کہ لومڑ اپنی غار میں سیدھے راستے کے علاوہ ایک مخفی راستہ بھی رکھتا ہے تا کہ مخالف سے بچ کر دوسرے راستہ سے نکل جائے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی ایسے ہی دور اندیش واقع ہوئے تھے کہ صاف صریح بات کہہ کر بھی اپنے دل میں بچاؤ کا کوئی نہ کوئی پہلو رکھ لیتے تھے۔ دعوی کرتے ہوئے ایسے صریح اور واضح الفاظ استعمال کرتے تھے کہ کسی نبی نے بھی ایسے محکم الفاظ استعمال نہ کئے ہوں۔ یہاں تک کہہ دیتے کہ اگر یہ بات پوری نہ ہو تو میرے ... گلے میں رسہ ڈالا جائے، میرا منہ

کالا کیا جائے، مجھے سولی پر چڑھایا جائے۔ (جنگ مقدس)

اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۹۔ اگست میں ایک مضمون کے ضمن میں ہم نے لکھا تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا الہام ہے

اجیب کل دعائك (اے مرزا میں (خدا) تیری ساری دعائیں قبول کروں گا)۔

اہل علم جانتے ہیں کہ کل کا لفظ قضیہ کلیہ کا سور؟؟ ہے جس سے کوئی فرد باہر نہیں رہتا۔ اس کی مثال میں کہا کرتے ہیں جاء القوم کلهم (ساری قوم آئی)۔ اسی بنا پر ہم نے لکھا تھا کہ مرزا صاحب قادیانی کا یہ الہام باوجود جامع ہونے کے ایسا کمزور ثابت ہوا ہے کہ کبھی ان کی ضرورت میں کام نہیں آیا۔ ان کی دعا نہ ان کے مشن میں کام آئی نہ آخری فیصلے میں موثر ثابت ہوئی۔ اس کے جواب میں الفضل میں ایک مضمون نکلا ہے جو قابل دید ہے اور مع سرخی یہ ہے

ہر دعا کا قبول ہونا ضروری نہیں

۲۹۔ اگست کے اہل حدیث میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنا ایک فرسودہ اعتراض دوہراتے ہوئے لکھا ہے:

چالیس مومنوں کی دعاؤں کی بھی حاجت نہیں بلکہ ساری دنیا کو فتح کرنے کیلئے اکیلے مرزا صاحب کلاں کی دعا ہی کافی ہوسکتی تھی کیونکہ آپ کو بزبان خداوندی الہام ہوا تھا اجیب کل دعائك (تریاق القلوب ص ۳۸) (اے مرزا میں تیری سب دعائیں قبول کروں گا)۔ ضرور ہے کہ مرزا صاحب اپنے مشن کی ترقی وکامیابی کے لئے دعا کرتے ہوں گے کیونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ میری دعا کی قبولیت میرا معجزہ ہے..

قادیانی جماعت کے ممبران مع مولوی محمد علی صاحب ہمیں بتائیں کہ مرزا صاحب کی دعا سے کیوں ساری دنیا فتح نہ ہوئی۔،

یہ اعتراض کرتے ہوئے مولوی صاحب نے حسب عادت دھوکہ دینے اور جانتے بوجھتے ہوئے خواہ مخواہ اعتراض پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ قبل اس کے کہ یہ بتایا جائے حضرت مسیح موعود (مرزا) کے اس الہام کا صحیح مفہوم کیا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس بارہ میں حضرت مسیح موعود (مرزا) کا

عقیدہ حضور کے اپنے الفاظ میں پیش کیا جائے اور بتایا جائے کہ آپ نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میری ہر دعا جس ظاہری رنگ میں کی جائے اس طرح قبول ہو جاتی ہے آپ تحریر فرماتے ہیں:

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ خیال کہ مقبولین کی ہر ایک دعا قبول ہو جاتی ہے سراسر غلط ہے بلکہ حق بات یہ ہے کہ مقبولین کے ساتھ خدا تعالیٰ کا دوستانہ معاملہ ہے کبھی وہ ان کی دعائیں قبول کر لیتا ہے اور کبھی وہ اپنی مشیت ان سے منوانا چاہتا ہے جیسا کہ تم سمجھتے ہو کہ دوستی میں ایسا ہی ہوتا ہے بعض وقت ایک دوست اپنے دوست کی بات کو مانتا ہے اور اس کی مرضی کے موافق کام کرتا ہے اور پھر دوسرا وقت ایسا بھی آتا ہے کہ اپنی بات اس سے منوانا چاہتا ہے اسی کی طرف اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے جیسا کہ ایک جگہ قرآن شریف میں مومنوں کی استجابت دعا کا وعدہ کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ

ادعونی استجب لکم یعنی تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا

اور دوسری جگہ اپنی نازل کردہ قضا وقدر پر خوش اور راضی رہنے کی تعلیم کرتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے

ولنبلونّکم بشیء مّن الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثّمرات وبشّرالصّابرین۔ الّذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انّالله وانّا الیه راجعون (البقرۃ:۱۵۵-۱۵۶)

پس ان دونوں آیتوں کو ایک جگہ پڑھنے سے صاف معلوم ہو جائے گا کہ دعاؤں کے بارہ میں کیا سنت اللہ ہے اور رب اور عبد کا کیا باہمی تعلق ہے

(حقیقۃ الوحی۔ ص ۱۹)۔ (الفضل ۳ ستمبر ۱۹۴۱ء صفحہ اول)

مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں: یہ قادیانی کیسے ہوشیار ہیں۔ کبھی بات کو غلط نہیں ہونے دیتے ہم سمجھتے ہیں متنبیّ نے انہی لوگوں کے عمل کی وجہ بتانے کو یہ شعر لکھا ہے

اذا غدرت حسناء اوفت بعھدھا
و من عھدھا الا یدوم لھا عھد

محبوبہ جب وعدہ خلافی کرے تو اس کو وعدہ خلافی مت سمجھو کیونکہ اس کے وعدے میں یہ داخل ہے کہ وہ پورا نہیں کرے گی۔

ان لوگوں کو ذرا خیال نہیں آتا کہ بڑے میاں نے یہ دعوی کیا تھا تو ان کے نزدیک اس کا کیا مطلب تھا اور عام طور پر کیا سمجھا گیا تھا؟

جب یہ لوگ مواخذہ میں آجاتے ہیں تو پہلو بدل لیتے ہیں۔ باوجود اس کے ہماری فراخ دلی دیکھئے کہ ہم مرزا صاحب قادیانی کی ان دونوں کلاموں کو صحیح سمجھتے ہیں اور بقاعدہ محدثین ان میں تطبیق دیتے ہیں۔ پس سنئیے

مقبولین کی دعاؤں کے متعلق جو اصول مرزا صاحب قادیانی نے لکھا ہے وہ بجائے خود صحیح ہے مگر یہ ان مقبولین کے لئے ہے جو مرزا صاحب قادیانی کے سوا ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے حق میں یہ الہام نہیں بتایا اجیب کل دعا ئك میں تیری ہر ایک دعا قبول کروں گا۔ مگر مرزا صاحب کے الہام میں یہ الفاظ ملتے ہیں جسکو اہل شرع کی اصطلاح میں خاصہ کہتے ہیں جس کی مثال قرآن مجید کے الفاظ میں یہ ہے

و امرأة مومنة ان و هبت نفسها للنبی ان اراد النبی ان یستنکحها خالصة لك من دو ن المو منین ۔ (الا حزاب:۵۰)

یہ بات بدیہی ہے کہ کسی نبی نے اپنی کل دعاؤں کی قبولیت کا اعلان نہیں کیا مگر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کیا ہے یعنی اس کو بطور حدیث قدسی کے خدائی وعدہ قرار دیا ہے

فلاتحسبنّ اللّٰہ مخلف وعدہ رسلہ ،انّ اللّٰہ عز یز ذو انتقا م

(ابرا ھیم :۴۸)(خدا نبیوں سے جو وعدہ کرے اسکی خلاف ورزی کا وہم بھی نہ کرو

پس مقطع کلام یہ ہے کہ اگر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے دعوی میں سچے تھے تو ان کا یہ کلام کیوں سچا نہ ہوا۔ آپ جب کبھی کسی موقع پر مؤکد دعا کرتے وہ غلط ہو جاتی اور پبلک کی طرف سے آواز آتی

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے
وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

مرزا غلام احمد صاحب نے ڈپٹی آتھم کے متعلق دعائیں کیں، کیا نتیجہ ہوا۔

محمدی بیگم کے اپنے نکاح میں آنے کی بابت دعائیں کیں، کیا نتیجہ ہوا؟

ہاں ہم مانتے ہیں اور بدل اقرار کرتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کی بہت بڑی ضرورت میں ایک دعا بلاریب قبول ہوئی جسکا مختصر مضمون یہ تھا کہ

الٰہی ہم دونوں (مرزا قادیانی وثناء اللہ امرتسری) میں سے جو جھوٹا ہے اس کو سچے کی زندگی میں فوت کردے۔

یہ دعا ایسی قبول ہوئی کہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو چاروں طرف سے آواز آئی

وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہویں شائد
مر گیا غالبِ آشفتہ نوا کہتے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۴۱ء ۱۸ رمضان ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۴۱۔ ص ۴۔۵)

دو احراریوں کے اختلاف پر الفضل کی شماتت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

دو احراری ارکان (مولوی بہاء الحق اور چودھری افضل حق صاحبان) میں کچھ عرصہ سے اس مسئلہ پر بحث ہو رہی ہے کہ ضروریات زندگی کے علاوہ مال جمع رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ چودھری افضل حق صاحب اس سے منکر ہیں اور مولوی بہاء الحق صاحب اسکے قائل ہیں۔ بحث کے سارے مراسلات اخبار زمزم لاہور میں چھپتے رہے ہیں۔ اس بحث میں فریقین نے ... ایک دوسرے کے حق میں کچھ نامناسب الفاظ بھی استعمال کئے ہیں۔ احمدیوں کے اخبار الفضل قادیان نے بڑی خوشی کے نعرے لگاتے ہوئے مندرجہ ذیل الفاظ فریقین کے حق میں لکھے ہیں:

احراری زعماء اور ان کے قائدین کی متانت وسنجیدگی کے متعلق آسانی سے رائے قائم کی جاسکتی ہے اور ظاہر ہے کہ جو لوگ آپس میں تبادلہ خیالات کرتے وقت ایسی پست سطح پر اتر آئیں ان سے دوسروں کو کسی بلند اخلاق کی کیا توقع ہوسکتی ہے۔ (الفضل قادیان ۲۵ ستمبر ۱۹۴۱ء ص ۴)

بے شک اصل مضمون کے علاوہ ذاتی حملے کرنا کسی متکلم کے شایان شان نہیں ہے۔قرآن مجید اس کی بابت ہدایت فرماتا ہے

قل لعبادی یقو لوا التی ھی احسن ، (الاسراء:۵۳)

اے پیغمبر! میرے بندوں کو کہہ دیجئے کہ بہت اچھی بات کہا کریں

احراری فریقین کے متعلق ہماری رائے محفوظ ہے۔البتہ الفضل کو ایک بات سمجھاتے ہیں کہ مسلمان احراری ہوں یا غیر احراری، شمع نبوت سے بہت دور پڑے ہوئے ہیں، مگر قادیانی اور لاہوری احمدی اپنی مزعومہ شمع نبوت کی تازہ روشنی سے مستفیض ہیں ۔ابھی جمعہ جمعہ آٹھ روز بھی نہیں گذرے کہ ان کا نبی ان میں موجود تھا جس کا دعوی تھا کہ من د خل فی جماعتی د خل فی اصحاب محمد ﷺ ۔اس لئے اتباع مرزا کا نمونہ اخلاق دوسرے مسلمانوں سے کچھ اچھا ہونا چاہیے تا کہ یہ مثال ان پر صادق نہ آئی کہ تیلی بھی کیا اور روکھا کھایا۔

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ دونوں فریق جب آپس میں گفتگو کرتے ہیں تو ان احراری لیڈروں کی گفتگو سے ان کی گفتگو کئی گنا تلخ ہوتی ہے۔ چندالفاظ جو ایک دوسرے کے حق میں کہے جاتے ہیں بطور نمونہ یہ ہیں:

یزیدی خلافت، گوبھی کے سڑے چھلکے چلتی پھرتی جہنم کی چنگاریاں ، سرکاری سانڈ، آتش حسد سے جلے ہوئے ،حق گوئی سے نا آشنا۔وغیرہ

ان الفاظ کو بجائے خود رہنے دیجئے اب ہم ایک فریق کے امیر مولوی محمد علی لاہوری کے کلام سے تازہ مثال پیش کرتے ہیں جس میں دونوں فریقوں کے مکالمہ کا نمونہ ملتا ہے مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں :

میری شکایت : میں نے شکایت یہ کی تھی کہ میاں صاحب (خلیفہ قادیان) ہمارا نام ، پیغامی ، رکھ کر با وجود ہمارے بار بار توجہ دلانے کے کہ یہ ہمارا نام نہیں لا تنابزوا بالالقاب کے مرتکب ہو رہے ہیں اس کے جواب میں میاں صاحب نے ۱۹۱۶ء سے شروع کر کے ۱۹۴۱ء تک پیغام صلح کے فائلوں میں سارے حوالے تلاش کرا کر سخت الفاظ کے نمونے پیش کئے ہیں حالانکہ اس کا تعلق بحث سے کچھ نہ تھا

میاں صاحب کی دماغی کیفیت:

مگر وہی ان کی دماغی کیفیت غالب آجاتی ہے کہ کسی طرح مریدوں کو یہ دکھایا جائے کہ یہ، پیغامی، بڑے قابل نفرت ہیں تا کہ ان کے دلوں پر دلائل کا کچھ اثر نہ ہو۔ میں جانتا ہوں کہ اس وقت یہ ہتھیار جناب میاں صاحب کو اچھا کام دے رہا ہے۔ مگر یہ ہمیشہ کام آنے والی چیز نہیں اور ان باتوں سے کچھ حاصل نہیں اگر اس کے مقابل میں جناب میاں صاحب کے سرکاری اور غیر سرکاری اخباروں سے ایسے ہی الفاظ نکلوانے شروع کر دوں تو نتیجہ کیا ہوگا۔ یہی کہ اب اخباروں کے اوراق انہی باتوں پر ضائع ہوں۔ کون ان باتوں کی وجہ سے ہمیں عقل مند کہے گا؟

یہ تو انتہاء درجہ کی بے وقوفی ہوگی کہ جو گند پہلے اچھالا گیا ہے اب اسے پھر تازہ کر کے لوگوں کے سامنے رکھا جائے۔

سخت کلامی کا مقابلہ:

ہاں یہ میں میاں صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر اس غلاظت کو تولنے کی ضرورت ہے تو اس سوال کو الگ کر کے بھی کہ یہ گند، پیغام صلح، نے پہلے اچھالنا نہیں شرو کیا بلکہ جواباً سختی اختیار کی اس لئے کہ دوسرے فریق کی تعلّی اور سخت کلامی جو بعض وقت .... تک پہنچ جاتی تھی حد سے بڑھتی جاتی تھی اگر ایک پلڑے میں پیغام صلح کے اٹھائیس سال کے فائل کی سخت کلامی رکھ دی جائے اور میاں صاحب کے خالد، الفاروق کا ایک سال کا فائل گندہ ذہنی کا دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو، پیغام صلح، کا پلڑا آسمان کی طرف اٹھ جائے گا۔ (پیغام صلح لاہور ۱۲ستمبر ۱۹۴۱ء ص۴)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: جماعت احمدیہ اور ان کے ہیرو کے دعاوی سن کر اور ان کی تحریریں پڑھ کر بے ساختہ منہ سے نکل جاتا ہے

سنا کرتے تھے شہرہ ذوق جن کی پارسائی کا
وہ سب رندِ کرابات اپنے نکلے ہم نوا نکلے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷۔اکتوبر ۱۹۴۱ء مطابق ۲۵ رمضان ۱۳۶۰ھ نمبر ۴۲ جلد ۳۸ ص ۶۔۷)

کلام الملوک ملوک الکلام

رسالہ بطش قدیر پرنواب صاحب مانگرول کا ریویو

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:
نواب صاحب ممدوح مذہبی امور سے جو شغف رکھتے ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے رسالہ بطش قدیر کو دیکھ کر موصوف نے مندرجہ ذیل تقریظ ارسال کر کے دفتر ہذا کو مشکور فرمایا ہے۔

آپ کا مرسلہ رسالہ بطش قدیر موصول ہوا اور میں نے مطالعہ کیا آپ کی خداداد قابلیت و ذہانت و خدمات دینی کا معترف ہوں آپ کی ہرتحریر پر احسنت ومرحبا نکلتا ہے اللہ تعالی جزائے خیر عطا فرمائے اور تادیر سلامت رکھے اور آپ کی خدمات دینی سے امت مرحومہ کو مستفید فرمائے۔ محمد جہانگیر از مانگرول

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۴۱ء مطابق ۲ شوال ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۴۳ ص ۵)

(لاہوری قادیانیوں کے نواب جہانگیر سے خاصے مراسم تھے، اور ایک دفعہ انہوں نے شائد یہ بھی مشہور کر دیا تھا کہ نواب صاحب موصوف لاہوری احمدی بن گئے ہیں۔ پیغام صلح ۳ مئی ۱۹۲۹ء کے صفحہ ۳:۔ نواب صاحب مانگرول اور خواجہ حسن نظامی

کے عنوان سے ایک خبر یوں درج ہے:

۲۶۔ اپریل کے منادی میں خواجہ حسن نظامی کا جو روز نامچہ شائع ہوا ہے اس میں ۶۔ اپریل ۱۹۲۹ء کی تاریخ کے نیچے سفر مانگرول کے واقعات کو ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

دہلی میں مجھے اطلاع دی گئی تھی کہ گزشتہ ہفتہ میں لاہوری جماعت قادیانیہ کے امیر مولانا محمد علی صاحب (لاہوری) مانگرول آئے تھے اور ایک عام جلسہ میں انہوں نے نواب صاحب اور ان کے خاندان اور ان کے درباری لوگوں کو دعوت دی تھی کہ وہ احمدیہ عقیدہ قبول کر لیں اور نواب صاحب نے احمدیہ عقیدہ قبول کر لیا۔

میں (حسن نظامی) نے اطلاع دینے والے کو جواب دیا تھا کہ میں اس خبر پر ہرگز یقین نہیں کر

سکتا۔نواب جہانگیر خان صاحب عرصہ دراز سے خواجہ کمال الدین اور لاہور کی جماعت احمدیہ کے تبلیغی کاموں کو مالی امداد دیتے ہیں،مگر وہ قادیانی عقائد کے موافق میں نہ ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ ہر بات کونہایت غور اور بحث کے بعد قبول کیا کرتے ہیں اور جو شخص قادیانی عقائد پر عقل و تجربہ اور علم کی نظر سے غور کرے گا وہ احمدیہ جماعت کی شرکت ضروری نہیں سمجھے گا۔

یہاں آکر میرے جواب کی تصدیق ہوگئی نواب صاحب نے خود کہا کہ میں قادیان کے کسی عقیدہ کونہیں مانتا۔البتہ لاہور کی جماعت کی تبلیغی خدمات کو پسند کرتا ہوں ۔اورحیات مسیح کے مسئلہ میں مجھے اطمینان نہیں ہے اور میرا خیال ہے کہ حضرت عیسی کا انتقال ہوگیا۔اس کے علاوہ میں مرزا غلام احمد صاحب کو نہ مسیح مانتا ہوں اور نہ مہدی۔

نواب صاحب مانگرول کی وفات کے موقع پر پیغام صلح لاہور میں لکھا گیا:...

شیخ محمد جہانگیر میاں صاحب والی ریاست منگرول وفات پا گئے

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں انتہائی ملال کے ساتھ سنی جائے گی کہ جناب شیخ محمد جہانگیر میاں نواب صاحب آف مانگرول مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۴۲ءکو وفات پا گئے ۔انا للہ وانا الیہ راجعون جناب نواب صاحب ممدوح نہایت قابل صاحب اخلاق اور بلند پایہ والی ریاست تھے۔ ریاست مانگرول کے لئے آپ کا وجود باعث رحمت تھا۔آپ کے عہد میں ریاست کے تمام شعبوں نے بہت ترقی کی اور ریاست کی دولت وسطوت میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔مرحوم و مغفور جماعت احمدیہ لاہور اور حضرت امیر کی خدمات اسلامی کے بہت مداح اور قدردان تھے ووکنگ مشن اور انجمن اشاعت اسلام کی معاونت بھی فرماتے رہے)۔

قادیانی تفسیر کبور اور اس کا جواب الجواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اہل منطق کہا کرتے ہیں کہ ضِحك(ہنسنا) انسان کا خاصہ ہے ۔ ان پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ بندر بھی کبھی کبھی ہنستا ہے پھر ضِحك انسان کا خاصہ کیوں کر ہو سکتا ہے ۔ اہل منطق اس کا جواب دیا کرتے ہیں کہ بندر ہنستا نہیں بلکہ ہنسنے کی نقل کرتا

ہے۔ جماعت مرزائیہ عموماً جماعت قادیانیہ خصوصاً ہر بات کا جواب دیتی ہے مگر وہ ضحک نہیں ہوتا بلکہ ضحک کی نقل ہوتی ہے۔

قادیانی تفسیر پر ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۲۔ اگست میں معمولی سا تبصرہ کیا تھا۔ اس کا جواب اخبار الفضل قادیان میں ۱۲ ستمبر سے ۲۱ ستمبر تک چار قسطوں میں نکلا ہے جس میں اپنے پیشوا کی سنت کے اتباع میں بہت کچھ کذب بیانی سے کام لیا گیا ہے مثلاً لکھا ہے کہ:

جب کبھی مولوی ثناء اللہ کو مقابلہ پر بلایا گیا تو نہیں آیا مگر پیچھے ڈینگیں مارنے لگتا ہے۔،

بالکل جھوٹ اور محض افتراء ہے کوئی ایک واقعہ ہی پیش کرو جو تمہارے اس دعوی کی تصدیق کرتا ہو جواب دیتے ہوئے مرزا صاحب کلاں کی دعوت پر ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو میرا قادیان پہنچنا بھی یاد کیجئے گا اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا میرے ساتھ حسن سلوک بھی سامنے رکھ لیجئے گا۔ جس کا مجمل بیان یہ ہے کہ کہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنی کتاب اعجاز احمدی کے متعدد صفحات پر مجھے دعوت دی ہوئی ہے کہ میں قادیان پہنچ کر مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئیوں کی تحقیق کروں۔ اسی کتاب کے صفحہ ۳۷ پر پیش گوئی بھی مرقوم ہے کہ میں قادیان نہیں پہنچوں گا۔

آپ سمجھتے تھے کہ قادیان میں کسی اکیلے دوکیلے آدمی کا آنا مشکل ہے کیونکہ وہاں ان دنوں نہ احرار کا دفتر تھا، نہ آریہ سماج کا زور تھا۔

آخر جب جنوری ۱۹۰۳ء میں میں دوتین رفیقوں کے ہمراہ قادیان پہنچ گیا تو کسی شخص نے آپ کو میرے آنے کی اطلاع دی۔ سن کر کہا ہمیں کیا ہزاروں راہ رو آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں (البدر قادیان ۱۶ جنوری ۱۹۰۳ء)۔ کیا خوب!

میرے آنے کی خبر سن کر پہلے تو وہ چپ رہے
پھر کہا تو یہ کہا منہ پھیر کر، لے گا وہ کیا

ناظرین! کیسا تجاہل عارفانہ ہے۔ آخر جب میرا دستخطی مکتوب ملاحظہ سامی سے شرف یاب ہوا تو بھی محل سرائے سے باہر تشریف نہ لائے بلکہ عذر کر دیا کہ:

میں نے خدا سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ میں مولویوں سے مناظرہ نہیں کرونگا۔

حالانکہ یہ بات محض غلط تھی آپ نے کوئی ایسا وعدہ نہیں کیا تھا اگر کوئی مرزائی ہمیں یہ وعدہ دکھا دے تو پانچ سیر لڈو ہم سے انعام پائے۔

اسی طرح ایک دفعہ مرزا غلام احمد صاحب نے مجھے اور پیر مہر علی شاہ آف گولڑہ وغیرہ علماء کو تفسیر نویسی کی دعوت دی جس پر ہم دونوں مقررہ مقام (لاہور) میں پہنچ گئے مگر مرزا صاحب قادیانی ہمارے مقابلہ میں تشریف نہ لائے۔

پھر تمہارے خلیفہ (مرزا محمود احمد) نے علمائے دیو بند کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا جس کے جواب میں، میں نے کہا کہ میں بھی تعلیمی حیثیت سے دیو بندی ہوں، سادہ قرآن اور قلم دوات لے کر بٹالہ کی جامع مسجد میں آ جاؤ، اور سامنے بیٹھ کر تفسیر لکھو۔ تو خلیفہ صاحب نے جواب دیا کہ میں نے کب کہا ہے کہ میں بڑا عربی دان ہوں، میں تو اور کتابوں کے علاوہ نجوم الفرقان بھی اپنے پاس رکھوں گا۔

میں نے جواب دیا کہ اچھا سب کچھ رکھو، مگر سامنے بیٹھ کر معارف جدیدہ ولطیفہ لکھو۔ تو کہنے لگے میں تو اپنے والد ماجد مسیح موعود کے بتائے ہوئے معرف بیان کروں گا۔ یہ جواب سنکر میں نے کہا: بس جی معلوم شد بافندگی بافندگی

اس واقعہ کی مزید تصدیق مطلوب ہو تو بابو عمر الدین صاحب جالندھری سے پوچھ لو۔ انہوں نے جب قادیان کے سالانہ جلسہ میں خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کو رقعہ بھیجا کہ مولوی ثناء اللہ کے مقابلہ میں تفسیر نویسی کا قصہ بیان کیجئے تو ان کو کیا جواب ملا تھا جسکی شکایت وہ آج تک کرتے ہیں۔

قادیانی ممبرو! ایسے غلط واقعات لکھتے ہوئے دیکھ لیا کرو کہ سامنے کون ہے وہی ہے جسکی گرفت سے تنگ آ کر بڑے میاں (مرزا غلام احمد) چیختے چلاتے تشریف لے گئے اور تم کو نصیحت کر گئے: من نہ کردم شما حذر بکنید

ہم نے قادیانی تفسیر کبیر کا نام تفسیر کبور رکھا تھا اور اس تبدیلی کی وجہ بھی بتا دی تھی کہ تفسیر کبیر امام رازیؒ والی مشہور ہے۔ اس کے علاوہ دونوں لفظوں کے معنی میں بھی فرق نہیں ہے کیونکہ فعیل اور فعول (کبیر اور کبور) دونوں مبالغے کے صیغے ہیں۔ قرآن مجید میں مبالغہ کے یہی دو صیغے غفور رحیم اکٹھے آئے ہیں۔

یہ ایک ایسا نیک مشورہ تھا کہ قادیانی اس کی قدر کرتے۔ مگر مجیب صاحب اس

پر سخت خفا ہیں کہ ہماری تفسیر کا نام کیوں تبدیل کیا۔اور غصے میں کہتے ہیں کہ تمہاری تفسیر کا نام ثنائی کی بجائے صنائی (بالصاد) لکھیں گے۔

معلوم نہیں کہ مجیب غیظ وغضب میں ایسا خودرفتہ کیوں ہو گیا کہ اسے یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آئی کہ کبیر اور کبور کے معنی تو ایک ہیں،مگر ثنائی اور صنانی کے معنی ایک کہاں ہیں ۔دوسرے یہ کہ ثنائی کے نام سے کسی تفسیر کے ساتھ اشتباہ کہاں ہے ہم نے تو رفع اشتباہ کے لئے مشورہ دیا تھا۔

الفضل قادیان نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے کیوں آٹھ مہینے خاموش رہ کر تفسیر کبیر پر تعاقب کیا۔اس کا اصل جواب تو یہی ہے کہ اس عرصہ میں ہم ایک ضروری تصنیف اسلام اور مسیحیت کی تصنیف میں مشغول رہے۔ نیز تفسیر کبور کے ملنے میں بھی ہمیں دقت پیش آئی۔قادیان آدمی بھیجا تو اس روز کتب خانہ بند تھا۔آخر اتفاقاً ایک اور آدمی بغرض فروخت لایا تو ہم نے اس سے خرید لی ۔

یہ تو ہمارا جواب ہے۔اب تم بھی بتاؤ کہ آپ اور آپ کا پیر (نبی) جو عیسائیوں اور آریوں کی تردید کے واحد ٹھیکے دار بنے بیٹھے ہو،عیسائیوں کی کتاب عدم ضرورت قرآن مصنفہ پادری صفدرعلی اور آریوں کے گرو کی کتاب ستیارتھ پرکاش سے لے کر رنگیلا رسول شائع ہونے تک کئی سال گزر جانے کے باوجود تمہارے مشن نے ان کتابوں کا جواب کیوں نہیں دیا۔ اگر مٹھائی کھلانے کا وعدہ کرو تو ہم تم کو صحیح جواب بتا دیں۔صاف کہہ دو کہ تصنیفات ثنائیہ کو ہم نے اس بات میں کافی سمجھا

ایک بڑا زوردار اعتراض یہ کیا ہے کہ آیت افمن کان کو سورہ یونس کی آیت لکھا ہے حالانکہ یہ آیت سورہ ہود کی ہے یہ مولوی صاحب کی یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ ہم ناظرین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۲۔اگست ۱۹۴۱ء کا صفحہ ۵ ملاحظہ فرمائیں کہ جہاں آیت نقل کی ہے وہاں سورہ ہود کا حوالہ دیا ہے۔

ہاں آئینہ میں ذرا اپنی شکل بھی دیکھئے کہ آپ کے پیر و مرشد بلکہ نبی جن کا دعوی تھا کہ میرا قلم خدا چلاتا ہے اور میری زبان پر روح القدس بولتا ہے، ان کا یہ حال ہے کہ آپ آیتوں کی آیتیں غلط لکھ جاتے ہیں اور ترجمہ بھی غلط کر جاتے ہیں۔

مگر نہ ان (مرزا غلام احمد) کو سوجھتی ہے، اور نہ ان کے اتباع کو نظر آتا ہے

۔ یہاں ہم صرف ایک مثال پیش کرتے ہیں سنئیے ! آپ کے نبی رسول جری الله فی حلل الا نبیاء جن کا دعویٰ تھا کہ

آدمم نیز احمدِ مختار ۔ در برم جامہء ہمہ ابرار

آپ لکھتے ہیں کہ وہ (خدا) فرماتا ہے

یوم یأتی ربك فی ظلل من الغمام ۔

اس دن بادلوں میں تیرا خدا آئے گا ۔ (حقیقۃ الوحی ۔ص ۱۵۴)

(یاد رہے کہ حقیقۃ الوحی کے موجودہ اڈیشن میں قادیانیوں کو آیت کو درست صورت میں لکھ دیا ہے ۔ اور عبارت یوں ہے: خدا اس وقت وہ نشان دکھائے گا جو اس نے کبھی دکھائے نہیں گویا خدا زمین پر خود اترے گا جیسا کہ وہ فرماتا ہے هل ینظرون الّا ان یأتیهم الله فی ظلل من الغمام (البقرہ: ۲۱۱)) یعنی اس دن بادلوں میں تیرا خدا آئے گا یعنی انسانی مظہر کے ذریعہ سے اپنا جلال ظاہر کرے گا اور اپنا چہرہ دکھائے گا ۔ حقیقۃ الوحی ۔ص ۱۵۴)

جب کہ یہ مکمل آیت اور اس کا ترجمہ یوں ہے:

هل ینظرون الّا ان یأتیهم الله فی ظلل من الغمام و الملائكة و قضی الامر و الی الله ترجع الامور کیا لوگوں کو اس بات کا انتظار ہے کہ ان کے پاس خود اللہ ابر کے سائبانوں میں آجائے اور فرشتے بھی اور کام انتہاء تک پہنچا دیا جائے اللہ ہی کی طرف تمام کام لوٹائے جاتے ہیں ۔

اور اس کی تفسیر میں مولانا حافظ صلاح الدین یوسف نے لکھا ہے:

یہ یا تو قیامت کا منظر ہے جیسا کہ بعض تفسیری روایات میں ہے ۔ ابن کثیر ۔ یعنی کیا یہ قیامت برپا ہونے کا انتظار کر رہے ہیں؟ یا پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے جلو میں اور بادلوں کے سائے میں ان کے سامنے آئے اور فیصلہ چکائے ۔ تب وہ ایمان لائیں گے لیکن ایسا اسلام ابل قبول ہی نہیں ، اس لئے قبول اسلام میں تاخیر مت کرو اور فوراً اسلام قبول کر کے اپنی آخرت سنوار لو)

مرزائی دوستو!

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کے

قادیانی نامہ نگار نے ہماری عربی دانی پر بہت کچھ خفگی کا اظہار کیا ہے۔آیت زیر بحث یہ ہے

افمن کا ن علی بیّنة من ر به و یتلو ہ شا ھد منه و من قبله
کتاب موسی اما ما و ر حمة ۔ او لئك یؤمنون به ۔(ھود:۱۷)

اس آیت کے متعلق ہم نے لکھا تھا کہ کتاب موسی کا شاہد پر عطف ہے اور شاہد فعل ...کا فاعل ہے۔لہذا یہ بھی اس کا فاعل ہونا چاہیے مجیب اس پر ہماری تجہیل کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

مولوی صاحب نے اس اعتراض کے ضمن میں عربی سے اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے چونکہ عربی میں واؤ صرف عطف کے لئے ہی نہیں ہوتی بلکہ اس کے اور معانی بھی ہوتے ہیں مغنی اللبیب میں ہے کہ واؤ عطف کے علاوہ مستانفہ بھی ہوتی ہے۔ (الفضل ۱۶ستمبر۔ص۳)

مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں: مغنی اللبیب کا فیصلہ ہمیں منظور ہے کسی مسلمہ عربی دان سے اس عبارت کا آیت زیر بحث پر اس کا اطباق پوچھ لیں تا سیاہ روئے شود ہر کہ درروغش باشد

واؤ مستانفہ وہاں ہوتی ہے جہاں کلام میں وصل نہ ہو بلکہ فصل ہو جیسے آیت

و اذ قا ل ر بك للملا ئکة میں واؤ مستانفہ ہے...

و اذ قا ل ر بك للملا ئکة میں واؤ مستانفہ ہے...

واؤ مستانفہ کا احتمال پیدا کیا جائے تو قرآن مجید کا نظم ونسق بگڑ جائے گا مثلاً آیت ان الله بر یء من المشر کین و رسو له (التوبہ:۳) کہہ دیجئے کہ ورسولہ کا واؤ مستانفہ ہے،(کیا خوب)

اس قسم کی اور کئی باتیں لکھی ہیں جو بندر کی ہنسی کے مشابہ ہیں تفسیر بالرائے کی جلد دوم میں ان سب کو ملحوظ رکھا جائے انشاءاللہ تعالی

قادیانی ممبرو! ہم نے تو تمہاری تفسیر پر علمی رنگ میں اعتراض کئے ہیں مگر آپ کے حقیقی بھائی لاہوری مرزائیوں نے اس کا جو مضحکہ اڑایا ہے وہ بھی آپ کو معلوم ہے؟

ہاں میں سچ کہتا ہوں کہ آپ لوگوں کی طرز تحریر پر لاہوریوں نے جو مضحکہ

اڑایا ہے وہ زیادہ موزوں ہے۔ آپ لوگوں کی عادت ہے کہ اہل حدیث کے جس مواخذہ سے تنگ آ جاتے ہو، وہاں اپنے نبی کے اتباع میں ذاتی حملے اور دل آزاری شروع کر دیتے ہو، ہم اپنے نبی کے اتباع میں ان کا جواب دینے سے معذور ہیں

وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں
سبک سر بن کے کیوں پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۴۱ء مطابق ۲ شوال ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۴۳ ص ۵۔۷)

(مولانا ثناء اللہ امرتسری کی اس تحریر میں ایک مقام پر بابو عمر الدین احمدی شملوی کا ذکر ہوا ہے کہ آپ نے ان کے ذریعہ مرزا محمود احمد صاحب کو خط لکھا تھا...وغیرہ۔

مولانا امرتسری نے ایک مرتبہ بابو عمر الدین صاحب سے ایک کھلی چٹھی کے ذریعہ درخواست کی تھی کہ وہ خط لکھے جانے اور مرزا محمود احمد صاحب کو یہ خط پہنچانے کے واقعہ کی شہادت دیں۔ جواب میں بابو عمر الدین صاحب نے پیغام صلح لاہور ۳۰ جنوری ۱۹۳۹ء کے صفحہ ۹ پر لکھا:

کھلی چٹھی کا جواب بنام مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری،

جناب مولوی (ثناء اللہ) صاحب

آپ نے اخبار اہل حدیث مجریہ ۱۳ جنوری ۱۹۳۹ء کے صفحہ ۷ پر ایک کھلی چٹھی میرے نام پر شائع کی ہے اور اس میں لکھا ہے:

جناب بابو صاحب! آپ کو یاد ہوگا جن دنوں خلیفہ قادیان نے علمائے اسلام کو مقابلے میں تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا تو میں نے اس چیلنج کو قبول کر کے لکھا تھا آپ سادہ قرآن مجید اور قلم دوات لکھ کر بٹالے کی جامع مسجد میں آ جائیں اور میرے بالمقابل بیٹھ کر تفسیر لکھیں۔ اس پر خلیفہ قادیان کی طرف سے یہ عذر کیا گیا تھا کہ میں عربی لغات بلکہ کلید قرآن بھی ساتھ رکھوں گا۔

اس کے جواب میں میں نے ایک خط رجسٹری کرا کر آپ کی معرفت ان کو شملہ بھیجا تھا کہ میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ ہر قسم کا سامان لے آئیں۔ مگر مقابلے میں ضرور آئیں۔

چند روز ہوئے قادیانی اخباروں میں یہ ڈینگ پھر سنی گئی ہے کہ خلیفہ صاحب کے مقابلے میں کوئی پر از معارف تفسیر نہیں لکھ سکتا اور یہ احمدیت کی صداقت کا ثبوت ہے۔

میں آپ سے حلفاً پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کو وہ میری چٹھی ملی تھی اور آپ نے وہ چٹھی خلیفہ قادیان میاں محمود احمد کو دی تھی یا نہیں؟

اس کا جواب بذریعہ اہل حدیث اور بذریعہ پیغام صلح دیجئے۔ آپ کے جواب پر سلسلہ کلام جاری رہے گا۔ ابوالوفاء۔

چونکہ اللہ تعالی کا حکم ہے کہ گواہی کو نہ چھپایا جائے اور جو سچی بات ہو وہی کہی جائے اس لئے میں جہاں تک مجھے یاد ہے حلفاً بیان کرتا ہوں و اللہ علی ما اقول شھید

آپ (مولوی ثناء اللہ صاحب) نے مجھے شملہ پر ایک رجسٹرڈ خط لکھا تھا جس میں آپ نے مقابلہ تفسیر نویسی کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جناب میاں (محمود احمد) صاحب کو اجازت دی تھی کہ وہ جن کتب تفاسیر کو مقابلہ کے وقت ساتھ رکھنا چاہتے ہیں رکھ لیں، مگر مقابلہ رو در رو اور ایک ہی وقت میں ہوگا۔ یعنی یہ اجازت نہ ہوگی کہ کچھ آج ہو اور کچھ کل۔ بلکہ ایک وقت معینہ کے اندر تفسیر لکھنی ہوگی اور تفسیر لکھنے کے وقت یہ اجازت نہ ہوگی کہ کوئی فریق گھر سے کچھ نوٹ لکھ کر ساتھ لے آئے۔

میں نے آپ کا خط خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب کو پہنچا دیا تھا خلیفہ صاحب ان دنوں شملے پر ہی تھے میں نے.. آپ کے خط کے ہمراہ ایک اپنا نوٹ بھی لکھ کر دیا تھا جس میں بصد ادب یہ التجا کی تھی کہ حضرت مہربانی فرما کر اب آپ اس تفسیر نویسی کے مقابلہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو پیچھے ہٹنے کا موقع نہ دیں۔ اگر اب آپ پیچھے ہٹے تو پھر یہ احمدی جماعت کی کھلی شکست قرار دی جائے گی اور اس داغ کو دھونا بہت ہی مشکل ہوگا۔

میں نے اس موقع پر یہ بھی لکھا تھا کہ اس تفسیری مقابلہ میں جہاں ایک طرف حضرت مسیح موعود کا ایک پرانا دشمن رحمانی حجت سے پاک ہو جائے گا، وہاں خود آپ کی ذات پر جس قدر ناپاک اور گندے الزامات مباہلہ والوں نے لگائے ہیں دھل جائیں گے کیونکہ آیت کریمہ لا یمسه الا المطهرون کی رو سے علوم قرآنی خدا کی طرف سے کبھی کسی ناپاک اور گندے انسان پر نہیں کھولے جاسکتے

مجھے افسوس ہے کہ جناب میاں (محمود احمد) صاحب نے میرے اور آپ کے مطالبہ کی ذرہ برابر پرواہ نہ کی اور ایسے خاموش ہوئے کہ گویا ان سے کسی نے مطالبہ کیا ہی نہیں۔ مگر میں نے اسی سال سالانہ جلسہ کے موقع پر پھر تحریراً یاددہانی کرائی اور ہر طرح غیرت دلائی اور آپ کے مطالبہ کے ساتھ ساتھ مولوی محمد شریف گھڑیالوی امیر اہل حدیث کے مطالبہ مباہلہ کی طرف بھی توجہ دلائی کیونکہ میرے نزدیک مولوی محمد شریف صاحب

گھڑیالوی کا مطالبہ مدلل و معقول تھا اور انہوں نے اپنے آخری اشتہار میں میاں صاحب کے مباہلہ سے گریز کا ثبوت دیتے ہوئے ان پر حجت پوری کر دی تھی اور میاں صاحب نے اس معقول و مدلل مباہلہ سے فرار کر کے و لا یتمو نہ ا بداً بما قد مت اید یھم کی حجت اپنے اوپر وارد کر لی ہوئی ہے۔مگر جناب خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) ایسے ہوشیار نکلے کہ تفسیر نویسی اور مباہلہ میں مقابلہ پر نکلنے کی بجائے انہوں نے مجھے (منشی عمر الدین احمدی شملوی) ہی اپنی جماعت سے خارج کرنے کا اعلان کر دیا انا للہ و انا الیہ را جعو ن

آپ (ثناء اللہ) نے لکھا ہے کہ میاں (محمود احمد) صاحب نے عربی لغت اور کلید القرآن اپنے ساتھ رکھنے کو لکھا تھا مگر مجھے یاد ہے کہ اس وقت اصل جھگڑا یہ تھا کہ قرآن مجید کی تفاسیر ساتھ رکھنے کی اجازت ہونی چاہیے۔آپ کہتے تھے کہ نہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔میاں (محمود) صاحب فرماتے تھے کہ ایسا ہونا چاہیے تا کہ یہ دیکھ لیا جائے کہ جو معارف لکھے جارہے ہیں وہ واقعی جدید معارف ہیں یا پہلے لوگوں کے ذہن بھی اس طرف گئے ہیں۔

میں اس وقت یہ کہتا تھا کہ جب خلیفہ (محمود احمد) صاحب یہ کہتے ہیں کہ میں تمام معارف وہ بیان کروں گا جو سب کے سب جدید ہوں گے تو تفاسیر کو بیچ میں رکھنا بے معنی ہے کیونکہ وہ جدید معارف تو خدا نے بتانے ہیں اور خدا کے علم میں وہ سب تفاسیر ہیں۔لیکن چلو یک مفت کی حجت کو یوں ہی توڑ دیا جائے اور اجازت دے دی جائیے کہ تفاسیر وغیرہ جو چاہیں ساتھ رکھ لیں۔سو آپ نے میاں (محمود احمد) صاحب کو یہ اجازت اس رجسٹرڈ خط میں دے دی۔

خلیفہ صاحب سے مطالبہ

اول تو مجھے یقین ہے کہ خلیفہ (محمود احمد) صاحب میرے اس بیان کی تردید نہیں کریں گے کیونکہ وہ بہت ہوشیار ہیں اور جانتے ہیں کہ اس موقع پر خاموشی میں فائدہ ہے۔لیکن اگر کوئی ان کا مرید یا کوئی سرکاری گواہ یہ چاہے کہ میری تکذیب کرے تو وہ مہربانی کر کے خلیفہ صاحب کے حلفیہ بیان کے ساتھ ایسا کریں اور یا میرا وہ نوٹ اور مولوی ثناء اللہ والا خط شائع کر دیں تا کہ حق و باطل میں فیصلہ آسانی سے ہو جائے۔

اگر جناب میاں صاحب کو بات یاد نہ رہی ہو تو اپنے پرائیویٹ سکرٹری سے پوچھ لیں غالباً یہ ۱۹۳۱ء کا واقعہ ہے۔

میں جانتا ہوں کہ جناب میاں صاحب کا دماغ بہت اعلی ہے اور وہ مولوی ثناء اللہ صاحب سے بدرجہا بہتر معارف بیان کر سکتے ہیں چنانچہ میں نے اس وقت بھی میاں صاحب کولکھ دیا تھا کہ یقیناً مولوی ثناء اللہ صاحب آپ کے مقابل معارف قرآنی نہیں لکھ سکتے میاں صاحب کے خادموں میں کئی ایک عالم ہیں جو یقیناً اگر مولوی ثناء اللہ صاحب ان سے مقابلہ کریں تو وہ مولوی ثناء اللہ صاحب پر غالب آ جائیں گے مگر بایں ہمہ جناب خلیفہ صاحب نے راہ فرار ہی اختیار کی اور جو شخص بھی حقیقت سے مطلع ہوگا وہ میرے ساتھ اتفاق کرلے گا۔ و السلا م علی من اتبع الھد ی)،

میاں محمود احمد خلیفہ قادیان کے قرآنی معارف کی بات چل رہی ہے لہذا انہی منشی عمرالدین صاحب کی ایک تحریر بھی یہاں نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

منشی عمرالدین شملوی لکھتے ہیں:

پندرہ سولہ سال کی بات ہے کہ فاضل راجے کی صاحب دہلی میں بابو اعجاز حسین صاحب احمدی کے مکان پر درس قرآن دیا کرتے تھے ایک دن اسمه ا حمد کی پیش گوئی پر درس دیتے ہوئے فرمایا کہ احمد رسول اکرم ﷺ کا نام ہے اور یہ پیش گوئی انہیں کے حق میں ہے۔ اور جو لوگ اس کے خلاف کہتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

کسی کے اس کہنے پر کہ احمد رسول کے متعلق هو يد على الى الاسلا م کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہ احمد رسول آنحضرت نہیں بلکہ مرزا صاحب ہیں مولانا غلام رسول صاحب نے فرمایا کہ ایسا کہنے والوں کو سوچنا چاہیے کہ اگر هو يد عى الى الا سلا م سے مراد احمد رسول کا اسلام کی طرف بلایا جانا مراد لیا جائے تو پھر احمد کو مفتری علی اللہ قرار دینا پڑے گا کیونکہ جس ذات کی طرف ھو کی ضمیر يد عى الى ا لاسلام میں ہے اسی کے لئے و من ا ظلم ممن افترى على الله كذ با کا فقرہ بھی ہے۔ اس لئے یہ کہنا پڑے گا کہ احمد بڑا ہی ظالم ہے جو اللہ پر افتراء کرتا ہے۔

میں (منشی عمرالدین شملوی) نے کہا جزاک اللہ۔ مولانا مگر یہ تو جناب میاں (محمود احمد)صاحب فرماتے ہیں کہ هو يد عيه الى ا لاسلا م کے الفاظ احمد رسول کے تعین کے لئے ہیں اور اس سے احمد کا مدعو الى ا لاسلا م ہونا ظاہر ہے۔ لہذا یہ حضرت مرزا صاحب کے متعلق صحیح ہے اور وہی احمد رسول ہیں جنہیں علماء نے کفر کا فتوی لگاتے ہوئے دعوت الی الاسلام

دی ہے۔

یہ سن کر مولوی (غلام رسول راجیکی) صاحب نے کہا تو میری تفسیر غلط بکواس ہے جو جناب میاں ص (مرزا محمود احمد) احب نے لکھا ہے وہ ہی درست ہے۔

میں نے کہا کہ ابھی تو معارف قرآنی بیان ہو رہے تھے، ابھی وہ سب کچھ بکواس ہو گیا۔

(پیغام صلح لاہور ۹ جولائی ۱۹۴۷ء ص ۷)

جنگ یورپ اور قادیانی ملہم

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی میں یہ کمال تھا کہ قدرت کا کوئی واقعہ نادرہ ان کے سامنے پیش آتا تو اس کے متعلق فوراً اپنا کوئی الہام پیش شائع کر دیتے۔ پھر موقع بموقع اسی سے کام لیتے رہتے۔

پھر ان کو اس بات کی پرواہ نہ ہوتی کہ ہم اس الہام کو اس کے خلاف کسی موقع پر چسپاں کر چکے ہیں۔ اس کی مثال میں ہم دو بکریوں والا الہام اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۴۱ء میں پیش کر چکے ہیں۔

آج ہم مرزا صاحب قادیانی کا زلزلے والا الہام پیش کرتے ہیں جس کے متعلق ہمارے پاس دہلی سے ایک مطبوعہ ٹریکٹ پہنچا ہے۔

امریکہ میں ایک دفعہ سخت زلزلہ آیا جس کی خبر اخباروں میں بھی شائع ہوئی تھی۔ مرزا صاحب قادیانی نے اپنی طبیعت زکیہ کے مشورہ سے یہ پیش گوئی شائع کی:

> انسانی کاموں کا اس دن خاتمہ ہوگا۔ یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک ان سے محفوظ ہے۔ میں تو دیکھتا ہوں کہ شاید ان سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے۔ اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور

آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں:

آج کل اتباع مرزا، مرزا صاحب قادیانی کے ان الفاظ کو یورپ کی موجودہ جنگ (جنگ عظیم دوم) پر چسپاں کرتے ہیں۔ ہم اس الہامی پیش گوئی کو مثل دیگر الہامات کے غلط جانتے ہیں اور اس نزاع کے فیصلے کے لئے کسی بیرونی دلیل کو پیش نہیں کرتے بلکہ مرزا صاحب قادیانی ہی کے اصل لفظ پیش کئے دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

اب ذرا کان کھول کر سن لو کہ آئندہ زلزلہ کی نسبت جو میری پیش گوئی ہے اس کو ایسا خیال کرنا کہ اس کے ظہور کی کوئی بھی حد مقرر نہیں کی گئی۔ یہ خیال سراسر غلط ہے کہ جو محض قلت تدبر اور کثرت تعصب اور جلد بازی سے پیدا ہوا ہے کیونکہ بار بار وحی الٰہی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ پیش گوئی میری زندگی میں اور میرے ہی ملک میں اور میرے ہی فائدے کے لئے ظہور میں آئے گی۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ۔ ج ۵ ص ۹۷)

مرزائی دوستو! اپنے حکم عدل مسیح موعود مہدی مسعود نبی جری اللہ فی حلل الانبیاء کی بات مانو گے یا نہیں۔ دیکھو وہ صاف فرما رہے ہیں کہ:

زلزلے کی یہ پیش گوئی میری زندگی ہی میں میرے فائدے کے لئے میرے ہی ملک میں ظہور پذیر ہوگی۔

بتاؤ! یہ جنگ (عظیم دوم) مرزا صاحب قادیانی کے ملک پنجاب یا ہندوستان میں ہو رہی ہے یا روس میں۔ نیز بتاؤ کہ آج کل مرزا صاحب قادیانی زندہ ہیں؟

اچھا اگر جنگ پھیل کر ہندوستان میں بھی آ جائے تو بھی اس پیش گوئی کی مصداق نہیں ہوسکتی کیونکہ صاحب الہام (مرزا غلام احمد) زندہ نہیں ہیں۔ ان کا زندہ ہونا ضروری تھا مگر وہ زندہ نہیں ہیں، بلکہ وفات یافتہ ہیں جن کی قبر قادیان کے بہشتی مقبرہ میں نمایاں نظر آتی ہے۔ پھر کیا اس پیش گوئی کے غلط ہونے میں کسی کو شک ہوسکتا ہے؟

قادیانی ممبرو سنو!

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

نوٹ: مولوی محمد علی امیر جماعت مرزائیہ لاہور کا ایک مضمون اسی موضوع پر اخبار پیغام صلح ۲۱۔ اکتوبر میں شائع ہوا ہے۔ان کا جواب بھی ہمارے مضمون میں آ گیا ہے۔اگر یہ کافی نہ ہوا تو مزید جواب دیا جائے گا۔اس کے علاوہ مولوی محمد علی لاہوری نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی کذب بیانیوں پر جو پردہ پوشی کی ہے وہ سب کھول کر رکھ دی جائے گی۔انشاءاللہ تعالی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۱۔اکتوبر ۱۹۴۱ء مطابق ۹ شوال ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۴۴ ص ۴،۵)

مسیح ابن مریم کب آئیں گے

بجواب پیغام صلح لاہور

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ازالہ اوہام میں لکھا ہے کہ:

میرا دعوی ہے کہ میں مسیح موعود کا مثیل ہوں،جس کو کم سمجھ لوگوں نے مسیح موعود سمجھ لیا ہے یعنی مجھ کو اس حدیث کا مصداق قرار دینا جو مسیح موعود کے متعلق وارد ہوئی ہے کم فہم اور نادان لوگوں کا کام ہے۔

اس عبارت کا مطلب صاف ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ میں مسیح موعود کا مثیل ہوں (اس کی مانند) ہوں نہ کہ خود مسیح موعود۔

پھر مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں کہ:

یہ کوئی نیا دعوی نہیں جو آج ہی میرے منہ سے سنا گیا ہو...

میں نے یہ دعوی ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح موعود ہوں ...

میں تو مثیل مسیح ہوں یعنی حضرت عیسی کے بعض روحانی خواص اور عادات اور اخلاق وغیرہ خدا تعالی نے میری فطرت میں بھی رکھے ہیں۔

(ازالہ اوہام طبع اول۔ص ۱۹۰)

حضرت مولانا ثناءاللہ فرماتے ہیں: ایسے ہی لوگوں کی طرف سے جو بقول

مرزا صاحب قادیانی کم فہم ہیں، پیغام صلح میں ایک سوال شائع ہوا ہے کہ:

مرزا صاحب اگر مسیح موعود نہیں ہیں تو آنے والا مسیح موعود کب آئے گا اور اس کے آنے کا کون سا وقت آیا ہے۔ (پیغام صلح لاہور ۲۱۔ اکتوبر۔ ص ۵)

جواب: یہ سوال کرنے والے چونکہ حسب فتوی مرزا صاحب کم فہم ہیں اس لئے انہوں نے ایک کم فہمی تو یہ کی کہ مرزا صاحب کو حدیث مسیح موعود کا مصداق مان کر سوال اٹھایا دوسری یہ کہ یہ سوال فقط علمائے اسلام سے کیا ہے حالانکہ یہ سوال سب سے پہلے مرزا صاحب قادیانی پر ہونا چاہیے تھا کیونکہ مرزا صاحب بتصریح تام لکھتے ہیں

اس بات سے اس وقت (زمانہ تصنیف براہین احمدیہ میں) انکار نہیں ہوا اور نہ اب انکار ہے کہ شائد پیش گوئیوں کے ظاہری معنوں کے لحاظ سے کوئی اور مسیح موعود بھی آئندہ کسی وقت پیدا ہو۔ (ازالہ اوہام طبع اول۔ ص ۲۶۱)

حدیثوں میں مسیح موعود کے ظاہری نشانات جو آئے ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ منارۃ البیضاء دمشق کے پاس اترنا۔ ۲۔ صاحب حکومت ہونا۔

۳۔ آخری علامت آنحضرت ﷺ کے مقبرہ میں دفن ہونا۔

پس ایسی علامات والے مسیح موعود کا آنا ہم میں اور مرزا صاحب قادیانی میں متفق ہے۔ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں صاف لکھا ہے کہ میں مجازی مسیح ہوں یہ مسئلہ علم معانی علم اصول اور علم منطق میں مصرح ہے کہ امکان حقیقت کے وقت مجاز کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں پس ہم بقول مرزا صاحب قادیانی ایسے کم فہم سائلوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ یہ سوال علمائے قادیان خصوصاً خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کے سامنے پیش کر کے پوچھیں کہ

وہ مسیح موعود جو احادیث نبوی میں مذکورہ ظاہری نشانوں کے ساتھ آنے والا ہے، وہ کب آئے گا؟

اور اس سوال کے ساتھ یہ شعر بھی اہل قادیان کی نذر کریں

یاں کے آنے کا مقرر قا صدا وہ دن کرے
جو تو مانگے گا وہی دونگا خدا وہ دن کرے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ نومبر ۱۹۴۱ء۔ مطابق ۱۶ شوال ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۴۵ ص ۵۔ ۶)

نکاح آسمانی اور امیر پیغامی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مولوی محمد علی صاحب امیر پیغامیاں ان مرزائی اصحاب میں سے ایک بزرگ ہیں جن کا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے حق میں گویا اعلان ہے

میں وہ نہیں ہوں کہ تجھ بت سے دل میرا پھر جا
پھروں میں تجھ سے تو مجھ سے میرا خدا پھر جا

اس کا ثبوت ہم پہلے بھی کئی دفعہ دے چکے ہیں۔ آج ہم اس کے متعلق ایک نیا واقعہ پیش کرتے ہیں۔ مولوی صاحب موصوف نے منبر رسول پر (جو نہایت خوف کا مقام ہے) کھڑے ہو کر موجودہ جنگ کا ذکر بڑی رنگ آمیزی سے کرتے ہوئے دفع دخل کے طور پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے آسمانی نکاح کا ذکر بھی کیا اور ایسی خوبی سے کیا کہ اس کے سامنے یہ مصرع بھی ماند پڑ گیا

ہم کہیں گے حال دل اور آپ فرمائیں گے کیا

مولوی محمد علی صاحب لاہوری فرماتے ہیں کہ:

اصل بات یہی ہے کہ جو امور انسان کی اپنی ذات سے تعلق رکھتے ہیں ان کے فہم میں بسا اوقات غلطی لگ جاتی ہے لیکن وہ جو واقعات عالم سے تعلق رکھتے ہیں ان میں فہم اور اجتہاد کا دخل کم ہوتا ہے میں تو محمدی بیگم کی پیش گوئی کو ایک تنکے کے برابر وقعت نہیں دیتا۔ کیا یہ صحیح نہیں کہ لیکھ رام کے متعلق پیش گوئی کتنے صحیح طور پر پوری ہوئی۔ اگر محمدی بیگم کے متعلق پیش گوئی اس رنگ میں پوری نہیں ہوئی جس رنگ میں حضرت مرزا صاحب نے اسے سمجھا تھا، تو اس سے حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ جب وہ پیش گوئی نہ کی گئی تھی اس وقت صداقت میں کوئی نقص نہ تھا، نہ اس کے اس رنگ میں پورا نہ ہونے سے کوئی بڑا فرق پڑتا اگر وہ پیش گوئی اس طرح

پوری ہو جاتی جس طرح آپ نے سمجھا تھا۔ (پیغام صلح۔۲۱۔اکتوبر ۱۹۴۱ء ص ۷)

ناظرین کرام! اس اقتباس کے مضمون کے دو حصے ہیں۔

ایک یہ کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے پیش گوئی کا مطلب ہی نہیں سمجھا، دوسرا یہ کہ یہ پیش گوئی کوئی اہمیت نہیں رکھتی، بالکل معمولی پیش گوئی ہے۔

جواب دینے سے پہلے ہم ایک مثال پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ناظرین غور سے سنیں

ایک شخص نے کسی سوداگر سے سو روپئے لینے کا دعوی کر دیا۔ مدعا علیہ نے جواب میں اقبالی دعوی کیا، اور مقدمہ کسی وکیل کے سپرد کر دیا۔ وکیل صاحب نے تسلیم دعوی سے انکار کیا۔ حاکم نے کہا کہ آپ کا موکل (اصل مدیون) اقبال دعوی کر چکا ہے یہ اختلاف بیانی کیوں ہے؟

ہوشیار وکیل کہتا ہے کہ میرے موکل نے دعوی کا مضمون نہیں سمجھا، اس کو اسکے سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔ علاوہ اس کے یہ رقم بھی بہت قلیل ہے اس قابل نہیں کہ اس پر مزید بحث کی جائے۔

چونکہ مولوی محمد علی صاحب وکیل بھی ہیں اسی لئے میں ان سے ایک قانونی مسئلہ پوچھتا ہوں کہ ایسی حالت میں عدالتی فیصلہ کیا ہوگا۔ مدعا علیہ کا اقبال دعوی معتبر ہوگا یا وکیل کا انکار دعوی؟

ہمارا آئندہ بیان سن کر ناظرین اس امر میں خود ہی فیصلہ دے سکتے ہیں۔ پس سنئے

جس پیش گوئی کو مولوی محمد علی صاحب نہایت حقیر قرار دے کر نا قابل ذکر سمجھتے ہیں اس کو صاحب الہام مدعی کس قدر اہم جانتا ہے، مندرجہ ذیل الفاظ سے معلوم ہوسکتا ہے۔ غور سے سنئے:

> نفس پیش گوئی یعنی اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی کیونکہ اس کے لئے الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے کہ لا تبديل لكلمات الله یعنی میری یہ بات ہرگز نہیں ٹلے گی۔ پس اگر ٹل جائے تو خدا تعالی کا کلام باطل ہوتا ہے۔ (تبلیغ رسالت جلد سوم۔ص ۱۱۵)

مرزائی دوستو! بقول مولوی محمد علی صاحب پیش گوئی ٹل گئی اور بقول صاحب الہام (مرزا صاحب قادیانی) پیش گوئی ٹل جانے سے کلام الٰہی باطل ہو گیا۔ پھر کیا اس

بیان کے دونوں جزوں کا نتیجہ یہ نہیں کہ خود صاحب الہام کا دعوی ہی باطل تھا

آپ ہی اپنے ذرا جور و ستم کو دیکھو
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

باقی رہی پنڈت لیکھ رام والی پیش گوئی ہمارے خیال میں وہ بھی غلط ثابت ہوئی ہے۔اس کی تفصیل ہمارے رسالہ الہامات مرزا میں ملاحظہ ہو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ نومبر ۱۹۴۱ء مطابق ۱۶ شوال ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۴۵ ص ۶)

مرزا قادیانی کی نبوت اور وراثت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ ایک منطقی مسئلہ ہے: الشئی اذا ثبت ثبت بلوازمه

یعنی جب سورج ہو تو دھوپ کا ہونا لازمی ہے۔اہل سنت والجماعت کے کل فرقوں کا عقیدہ ہے کہ انبیائے کرام کی وراثت مالی ان کے ورثاء تک نہیں پہنچتی بلکہ ان کا ترکہ صدقہ فی سبیل اللہ ہوتا ہے۔شیعہ جماعت بظاہر اس مسئلہ میں اہل سنت سے مخالف ہے مگر ان کی کتابوں میں اہل سنت کی تائید ملتی ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پہلے حنفی المذہب اہل سنت تھے۔اسی مذہب میں انہوں نے نبوت کا دعوی کیا۔آخر ان کی وفات کے بعد جب ان کا ترکہ ان کی اولاد میں تقسیم ہوا، تو اعتراض اٹھا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تو نبی تھے پھر ان کا ترکہ تقسیم کیوں کیا گیا؟ تو بجائے اس کے کہ قادیانی جماعت اس اعتراض کو تسلیم کر کے تقسیم ترکہ سے رک جاتی اور اس مال کو فی سبیل اللہ صدقہ کر دیتی، الٹا حدیث نبوی پر دست تصرف دراز کرنے لگی۔چنانچہ الفضل قادیان ۲۔اکتوبر میں اعتراض مذکور کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے یہ عام قاعدہ نہیں ہے بلکہ صرف اپنی ذات خاص کے لئے ہے۔(ص۱)

ہمارے خیال میں قادیانیوں کی یہ کوئی نئی حرکت نہیں ہے۔ ان لوگوں کا طرزِ عمل ہی یہ ہے کہ حدیث نبوی چاہے بگڑ جائے، مگر مرزا صاحب قادیانی کا دعوی نہ بگڑے۔ چنانچہ حدیث دمشقی مشہور ہے جس کا مضمون ہے کہ مسیح موعود منارہ بیضاء کے پاس اتریں گے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے فوراً اس حدیث پر تصرف کیا کہ دمشق سے مراد قادیان ہے۔ انکے اتباع بھی اسی لائن پر چل پڑے۔ کیا حدیث شریف کو ماننے کے یہی معنی ہیں کہ جو جی میں آیا کہہ دیا۔

ان حضرات نے تو یہاں تک حدیثوں پر قبضہ کیا ہے کہ لکھتے ہیں:

حدیث اور قرآن کے متعلق جو فیصلہ میں کروں وہی معتبر ہے چاہے ساری دنیا اس کے مخالف ہو کیونکہ میں حکم عدل ہوں۔ (اعجاز احمدی)

اس شکوے کی تفصیل کا یہ مقام نہیں ہے۔ اس کے لئے بہت بڑی کتاب درکار ہے۔

مقام حیرت ہے کہ منشی عطا محمد امرتسری (نیچری المشرب) نے مرزا غلام احمد صاحب کو لکھا تھا کہ مجھے اپنی مسیحیت کا ثبوت صرف قرآن مجید سے دیجئے، حدیثوں کو میں نہیں جانتا۔ مرزا صاحب قادیانی اس پر اتنے برسے کہ ایک مستقل رسالہ شہادۃ القرآن اس کے ردّ میں لکھ مارا جس میں حدیث کی عظمت بڑے زور سے ثابت کی لیکن جب کبھی کوئی حدیث اپنے خلاف پائی فوراً اسکا گلا گھونٹ دیا۔ جب کوئی حدیث پیش کی گئی تو اس کو منسوخ نہیں بلکہ ممسوح کر دیا (مسخه الله)

وراثت انبیاء کے متعلق حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

نحن معا شر ا لا نبیاء لا نورث ما ترکنا صدقة۔

یعنی ہم انبیاء کی جماعت اپنا کسی کو والی وارث نہیں کرتے ہمارا ترکہ فی سبیل اللہ صدقہ ہوتا ہے

دیکھئے اس حدیث میں معا شر ا لا نبیاء جمع کا صیغہ ہے مگر چونکہ یہ حدیث مرزا صاحب قادیانی کی نبوت کیخلاف ہے اس لئے اس کو نبوت محمد یہ سے مخصوص ٹھہرا دیا۔ اسی کا نام تفسیر بالرائے ہے۔

محض دھوکہ دینے کو مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد پنجم سے ایک قول حضرت حسن بصریؒ کا نقل کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں

هذا الحكم مختص نبينا ﷺ ... قال ابن علية ذلك لنبينا عليه السلام۔(ج۵ص۵۰۶)

یعنی حسن بصری اور ابن علیہ کہتے ہیں کہ یہ حکم آنحضرت ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔

مگر اسی مرقاۃ میں یہ فقرہ نہ دیکھا:

اجمع اهل السنت ان هذا حکم جميع الانبياء (حوالہ مذکور)

اس کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے:

خالف الحسن البصری فی مسئلة العامة ... و صوب الجمهور خلاف قوله لخبر النسائی انا معاشر الانبياء لا نورث

یعنی جمہور علماء اہل سنت نے حضرت حسن بصری کا قول غلط قرار دیا ہے کیونکہ نسائی کی روایت میں انبیاء بصیغہ جمع آیا ہے۔

اس لئے حسن بصری کے قول سے سند پکڑنا اور حدیث کو چھوڑنا:

بہ بیں کہ از کہ بریدی و با کہ پیوستی

کا مصداق بنتا ہے

مختصر یہ کہ حدیث شریف میں حکم تمام انبیاء کا ہے اس لئے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نبوت غلط ہے یا تقسیم وراثت مرزا غلط ہے۔

اطلاع: قادیانی دوست ایسے مشکل مسائل میں ہم سے مشورہ لیا کریں تو ہم ان کو بہت اچھا مشورہ دیا کریں۔ مثلاً وہ یوں کہیں کہ مرزا صاحب بحیثیت مسیح موعود ہونے کے حضرت مسیح کے مشابہ ہیں جیسا کہ انکا دعوی ہے اور بقول نصاری حضرت مسیح کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک خدا کی دوسری مخلوق کی۔ اسی طرح مرزا صاحب قادیانی کی بھی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک امتی کی، دوسرے نبی ہونے کی۔ نبی ہونے کی حیثیت سے تو ان کا منکر کافر ہے (حقیقۃ الوحی) اور امتی ہونے کی حیثیت سے ان کی وراثت جاری ہے۔ شیخ عطار نے نفس انسانی کی اسی طرح تشریح کی ہے

چوں شتر مرغ شناس ایں نفس را
نے کشد بار و نہ پرّد بر ہوا

گر پر گو ئیش بگو ید اشترم
در نہی با رش بگوئد طائرم

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۱۴نومبر۱۹۴۱ء مطابق ۲۳شوال ۱۳۶۰ھ جلد۳۸نمبر۴۶ص۴،۵)

قادیانی مسیح کی یادگار ہونی چاہیے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار الفضل اور پیغام صلح دونوں میں عیدالفطر کے خطبات درج ہوئے ہیں جن کا مختصر مطلب یہ ہے کہ بزرگوں کی یادگار ہونی چاہیے۔بعض بزرگوں کے نام بھی لئے ہیں جن کی یادگاریں جائز یا ناجائز طور پر مشہور ہیں۔مگر افسوس ہے کہ ان دونوں گدیوں کے امیروں نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی یادگار کا کوئی ذکر نہیں کیا۔اس لئے اس کمی کو ہم پورا کرتے ہیں کیونکہ قادیانی نبی کے ساتھ ہمیں خاص تعلق ہے۔دونوں امیر اوران کے اتباع ہماری تجویز کو توجہ سے سنیں۔

ہر سال ۲۶مئی کو لاہور اور قادیان میں بہت بڑے جلسے کئے جائیں جس میں مرزا صاحب قادیانی کے فضائل وکمالات بیان کر کے ان کی دعا آخری فیصلہ کو پڑھ کر پرزور تقریریں کی جائیں کہ دیکھو یہ بزرگ کیسے مستجاب الدعوات تھے ان کی یہ دعا کیسی حرف بحرف پوری ہوئی۔دعا کا خلاصہ یہ تھا:

الٰہی ہم دونوں (مرزا قادیانی اورثناءاللہ امرتسری) میں سے جو جھوٹا ہے،اس کو سچے سے پہلے مار دے۔

خدا نے یہ دعا ایسی واضح طور پر قبول کی کہ خلیفہ قادیان (مرزامحمود احمد) اپنے رسالے تشحیذ الاذہان میں اورمولوی محمد علی امیر لاہوری امیر جماعت،رسالہ ریویو آف ریلی جنز بابت جون جولائی ۱۹۰۸ء میں لکھتے ہیں؛

ہم اس بات کو مانتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی دعا ثناءاللہ کے حق میں منظور ہوئی۔(ص۲۹۸)

ہم ان دونوں صاحبوں کی راست گوئی کی داد دیتے ہیں ۔ اس قسم کی تقریریں اس جلسہ یادگار میں ہونی چاہییں ۔ بلکہ اگر ہمت ہوتو لاہور کے جس مکان میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے انتقال فرمایا، اسی مقام پر ایک بلند منارہ بنایا جائے جس کے ارد گرد قطب صاحب کی لاٹ کی طرح آخری فیصلے کا اشتہار کندہ کرایا جائے ۔ اور اس کے خاتمے پر خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) اور مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت لاہور کے الفاظ پورے نقل کر دیئے جائیں ۔ یہ ہے صحیح معنی میں یادگار مرزا جس کے متعلق یہ کہنا صحیح ہوگا کہ :

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

مرزائی دوستو! اس یادگار کے خرچ کیلئے چندے کی ضرورت ہو، تو ہم بھی شریک ہوں گے ۔ اور اس کے متعلق جو خدمت ہم سے لی جائے ہم حاضر ہیں کیونکہ یہ دینی کام ہے اور بزرگوں کی یادگار ہے ۔ کیا تم لوگ اس تجویز کی تائید کرو گے ۔

جہاں تک میرا گمان ہے، نہیں کرو گے کیونکہ تمہارے دل میں یہ غلط فہمی ہے کہ یہ تجویز قادیانی مشن کے دشمن کی طرف سے ہے ۔ اس غلط فہمی کو دل سے نکال دیجئے بلکہ اسکی بجائے اس شعر کو جگہ دیجئے

مجھ سا مشتاق جہاں میں کہیں پاؤ گے نہیں
گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ نومبر ۱۹۴۱ء مطابق ۲۳ شوال ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۴۶ ص ۴۔۵)

پوتے کی وراثت میں مرزائی غلطی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ان کے اتباع قسم کھائے بیٹھے ہیں کہ جائز و ناجائز ہر امر میں علماء اور فقہاء کی مخالفت کریں گے ۔ قادیانی جماعت تو اس بارے میں اعلیٰ معراج پر ہے ۔ لاہوری جماعت کے ارکان بھی اس امر میں ان سے کچھ

کم نہیں ہیں ۔ لطف یہ ہے کہ اپنا دعویٰ ثابت کرنے سے پہلے ہی علماء اور فقہاء پر جارحانہ حملے شروع کر دیتے ہیں۔ مولوی محمد علی صاحب لاہوری کی ساری تفسیر میں یہی طرز عمل ملتا ہے ۔ اس جماعت کے دوسرے بڑے رکن ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ہیں جو عربی میں ناکافی قابلیت رکھنے کے باوجود فقہ میں امام ابوحنیفہ سے حدیث میں امام بخاری سے اور تفسیر میں امام رازی سے اعلیٰ ہونے کا زعم (گمان) رکھتے ہیں ۔ چنانچہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۸ ۔ اکتوبر ۱۹۴۱ء میں یتیم پوتے کی وراثت کے متعلق آپ کا ایک مضمون نکلا ہے جس کے الفاظ مع سرخی یہ ہیں :

<u>پوتے کی وراثت میں اجتہادی غلطی</u>

ان مسائل میں سے جن میں بعض فقہاء کو غلطی لگی ہے پوتے کی وراثت کا مسئلہ بھی ہے۔ ان کے نزدیک کسی شخص کے دادا کی زندگی میں اگر اسکا باپ مر جائے تو چچا کی موجودگی میں دادا کے ترکہ سے وہ پوتا محروم ہوئے گا۔ مثلاً زید کے دو بیٹے بکر اور عمر ہیں۔ اگر عمر اپنے باپ کی زندگی میں مر جائے تو اس کا بیٹا خالد اپنے دادا زید کے ترکہ سے محروم ہو جائے گا اور سارا ترکہ اس کے چچا بکر کو مل جائے گا۔

جہاں تک میں نے غور وفکر اور تحقیقات کی ہے پوتے کی محرومی غلط ہے۔ قرآن میں صاف لفظوں میں ارشاد ہے

یوصیکم الله فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (النساء)

اللہ تمہیں وصیت کرتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں کہ مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا۔

جس کے صاف معنی ہیں کہ زید کی جتنی اولاد ہو لڑکے ہوں یا لڑکیاں سب کو زید کے ترکہ میں سے حصہ دیا جائے ۔ کوئی وجہ نہیں کہ ایک باپ کی اولاد میں سے ایک شاخ کو ملے اور دوسری کو نہ ملے ۔ (پیغام صلح لاہور ۸ ۔ اکتوبر ۱۹۴۱ء)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں : طریقہء تحقیق یہ ہے کہ اس مسئلہ پر بحث کرنے سے پہلے یہ دیکھا جائے کہ قرآن مجید کے ارشاد گرامی یوصیکم الله

فی اولادکم میں اولاد کا لفظ بیٹوں اور پوتوں کو یکساں شامل ہے یعنی کلی متواطی ہے یا حقیقت ومجاز کی قسم سے ہے۔ ڈاکٹر بشارت صاحب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیٹوں اور پوتوں دونوں کو اولاد حقیقی کا مصداق جانتے ہیں۔....

پس وہ ہمارا سوال حل کرنے کیلئے تیار رہیں

زید کے دو بیٹے بکر اور خالد ہیں پھر بکر کے دو بیٹے ہیں عبداللہ اور عبدالرحمٰن۔

زید کے مرنے کے وقت اسکے دونوں بیٹے اور دونوں پوتے زندہ ہیں۔اب ڈاکٹر بشارت صاحب بتائیں کہ زید کا ترکہ کتنے رؤس پر تقسیم ہوگا۔

بقول آپ کے چار افراد پر تقسیم ہونا چاہیے کیونکہ چاروں اولاد ہیں جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک بیٹا اپنے دو بیٹوں کے ساتھ مل کر روپے میں سے بارہ آنے لے جائے گا دوسرا صرف چار آنے۔

علی ہذا القیاس اس کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں۔اور صلبی اولاد کو سراسر نقصان ہے۔کیا یہ صورت حال صحیح ہے؟ اگر اسکو غلط کہیں، تو بیٹوں کے مدارج تجویز کر کے بتائیں حقیقی کون ہیں اور مجازی کون؟ اگر دو پوتوں کے بارہ پوتے ہوں، تو کیا ترکہ چودہ پر تقسیم ہوگا۔ بینوا تو جروا۔

اگر جواب میں کہیں کہ چونکہ اصل (باپ) زندہ ہے اس لئے وہی حق دار ہے تو ہمارا عین مقصد ہے کہ اولاد کا لفظ پوتے کو حقیقۃً شامل نہیں ہے جیسا کہ آج کل ہم انسانوں کو یا بنی آدم کا لفظ شامل ہے۔ پس نتیجہ صاف ہے کہ جولڑکا بلاواسطہ اولاد کا مصداق ہے وہ بالواسطہ اولاد سے مقدم ہے...

سوال: پوتی کے نکاح کے موقع پر پوتی کا باپ اور دادا دونوں زندہ ہیں۔ نکاح کا ولی کون ہوگا۔ باپ یا دادا؟

دونوں میں اختلاف ہونے کی صورت میں ترجیح کس کو ہوگی؟

ڈاکٹر بشارت احمد سمجھتے ہوں گے کہ انہوں نے فقہاء کی بڑی غلطی نکالی ہے اور یتیم پوتے کو وارث بنا دیا ہے۔ اسلئے ہم ان کو بتاتے ہیں کہ یہ آواز دراصل پہلے امرتسر سے اٹھی تھی۔مولوی احمد الدین امرتسری متوفی منکر حدیث نے سب سے پہلے یہ آواز اٹھائی تھی جسکا جواب اہل حدیث میں بارہا دیا ہے اس لئے آپ ...دعوی کرتے

ہوئے اگر ے کہیں تو غلط ...

ہم پیروی قیس نہ فرہاد کریں گے
ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ نومبر ۱۹۴۱ء۔ مطابق ۳۰ شوال ۱۳۵۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۴۷۔ ص ۴۔۵)

جلسہ جمعیت تبلیغ لائل پور میں مرزائیوں سے گفتگو

جلسہ ہذا کی مفصل روداد اور جلسہ کے اندرونی واقعات تو ناظم صاحب لکھیں گے، سر دست ایک مختصر سی مجلس کی روداد لکھتا ہوں جسکے متعلق قادیانی مبلغ مولوی اللہ دتا صاحب نے غلط بیانی اور اخفاء سے کام لیا ہے۔

ایام جلسہ میں اتفاقاً مرزائیوں کی دونوں جماعتیں لائل پور میں موجود تھیں اسلئے دونوں کو دعوت دی گئی اور کافی وقت ان کی خدمت میں خرچ ہوا۔

حاجی عبدالکریم صاحب لاہوری کے اصرار پر مولانا ثناء اللہ صاحب نے تجویز فرمایا کہ ایک مختصر سی مجلس قادیانیوں سے گفتگو کیلئے مقرر کی جائے۔ مولانا صاحب نے اجازت دی کہ ایک مناظر چار آدمیوں کے ساتھ میرے ڈیرے پر آجائے اور بعد نماز مغرب آٹھ بجے شب تک مرزا صاحب کے آخری فیصلے والے اشتہار پر گفتگو ہو جائے۔ چنانچہ مولوی اللہ دتا صاحب غالباً پندرہ بیس مرزائیوں کے ساتھ آ گئے اور آہستہ آہستہ کئی اور آدمی بھی شامل ہو گئے یہاں تک کہ لاہوری جماعت کے افراد بھی شریک مجلس ہو گئے حاجی عبدالکریم صاحب لاہوری کو وقت بتانے کے لئے گھڑی دے دی گئی۔

مولانا ثناء اللہ صاحب ابھی تقریر کرنے ہی لگے تھے کہ مولوی اللہ دتا صاحب قادیانی نے کہا کہ پہلی تقریر ہماری ہوگی کیونکہ ہم مدعی ہیں۔

اس کے جواب میں مولانا ثناء اللہ صاحب نے کہا کہ پہلی تقریر ہماری ہوگی جس طرح لدھیانہ میں ہوئی تھی۔ اس مسئلے پر اسی طریق سے بحث ہونی چاہیے۔ اس

کے علاوہ مرزا صاحب کی مثال کافی ہے جنہوں نے امرتسر میں عیسائیو کے ساتھ بحث کرتے ہوئے پہلے تقریر کی تھی۔

مولوی اللہ دتا قادیانی یہی کہتے رہے کہ میں مدعی ہوں۔

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کہتے رہے کہ لدھیانہ کے مباحثہ میں اسی مضمون میں میں مدعی تھا۔

مولوی اللہ دتا صاحب قادیانی اپنی ضد پر قائم رہے اور آخر تک یہی کہتے رہے کہ پہلے میں تقریر کروں گا۔

سامعین سے مکان بھر گیا منتظم جلسہ نے کہا کہ جلسے کا وقت قریب آ گیا ہے ابھی مہمانوں کو کھلانا ہے، بے فائدہ وقت ضائع نہ کیجئے گفتگو ختم کیجئے۔

مولانا ثناء اللہ صاحب نے فرمایا کہ آپ اخبار الفضل میں رپورٹ دیجئے بے شک دیجئے اور جو چاہیں اس میں لکھیں، مگر یہ ضرور لکھیں کہ مولوی ثناء اللہ نے اپنی پہلی تقریر کے جواز میں دو مثالیں پیش کیں تھیں میں نے دونوں کو رد کر دیا۔

چنانچہ یہی ہوا کہ مولوی اللہ دتا صاحب نے الفضل ۱۱ نومبر ۱۹۴۱ء میں جلسہ لائل پور کی رپورٹ میں یہ واقعہ بھی لکھا ہے۔لیکن اس بات کا مطلق ذکر نہیں کیا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی پیش کردہ دو مثالوں کو میں نے تسلیم نہیں کیا۔

واقعات کا یہ اخفاء کسی خاص غرض پر مبنی ہے۔

اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ جب مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھیوں نے ان کو میری بات ماننے کے لئے کہا تو آپ ان سے جھگڑنے لگ گئے۔

میں اس مجلس میں موجود تھا۔مولانا ثناء اللہ امرتسری کے کسی ساتھی نے ایسا نہیں کہا بلکہ حافظ محمد شریف صاحب سیالکوٹی مولانا صاحب کی تائید میں زور سے تقریر کر کے مولوی اللہ دتا صاحب کو قائل کرتے رہے۔

غرض یہ مجلس اسی طرح مولوی اللہ دتا صاحب قادیانی کی ضد اور ہٹ کی وجہ سے ناکام برخاست ہوگئی۔

مولوی صاحب کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تحریرات یورپئن طریق پر ہوتی ہیں یعنی آپ واقعات کو ایسے گول مول پیرائے میں پیش کرتے ہیں کہ ان کی شکل

مسخ ہو جاسکتی ہے چنانچہ آپ کی مندرجہ ذیل عبارت قابل توجہ ہے:

لائل پور سے واپسی پر ۳ نومبر ۱۹۴۱ء کو بارہ بجے دن لاہور سے امرتسر کیلئے جس گاڑی میں سوار ہوا حسن اتفاق سے اسی گاڑی میں مولوی ثناء اللہ صاحب بھی آ گئے ۔ (ص ۵)

یہ فقرہ ایسا گول مول بنایا گیا ہے کہ آج کل کی جنگی خبریں بھی اسکا مقابلہ نہیں کرسکتیں ۔ اصل واقعہ یوں ہے کہ

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کے پاس انٹر کلاس کا ٹکٹ تھا ۔ آپ قلی کے ساتھ انٹر کی گاڑی دیکھنے جا رہے تھے کہ گاڑی نے سیٹی دے دی ۔ اسی اثنا میں مولوی اللہ دتا صاحب تھرڈ کلاس گاڑی کے دروازے پر کھڑے تھے ۔ مولانا ثناء اللہ صاحب کو دیکھ کر کہنے لگے:

آیئے آیئے یہیں تشریف لایئے ۔

مولانا صاحب نے کہا اچھا یہیں بیٹھ جاتا ہوں ۔

مولوی اللہ دتا صاحب کے ساتھ ایک اور احمدی بھی تھے ۔ راستے میں خوش طبعی کی باتیں (بغیر مذہبی جھگڑے کے) ہوتی رہیں ۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ اس واقعہ کو یوں کیوں لکھا گیا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب حسن اتفاق سے آ گئے ۔ غالباً اس لئے لکھا گیا کہ اصل واقعہ ظاہر کرنے سے ان داتا خفا ہو جائے گا ۔

یہ ہے ان لوگوں کی صحیح اطلاعات کا نمونہ ۔

راقم: رضاء اللہ ۔ شریک مجلس

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ نومبر ۱۹۴۱ء مطابق ۳۰ شوال ۱۳۵۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۴۷ ۔ ص ۵ ۔ ۶)

(لائل پور میں اس کانفرنس کے موقع پر حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سے قادیانیوں کا ایک مکالمہ ہوا ۔ جسے پیغام صلح لاہور ۴ دسمبر ۱۹۴۱ء کے شمارے میں نقل کیا گیا ہے ملاحظہ فرمایئے:

لائل پور میں تبلیغی جدو جہد...

۳۱ ۔ اکتوبر لغایت ۲ نومبر ۱۹۴۱ء اہل حدیث کانفرنس تھی...

مولوی ابراہیم صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ مرزا غلام احمد نے اپنا ایک باغ پانچ ہزار روپے میں اپنی بیوی کے پاس رہن رکھا۔ بیوی کے پاس روپئہ کہاں سے آیا ؟ ہمارے اہل حدیث ارشاد فرماتے تھے کہ میں نے براہین احمدیہ کی قیمت ادا کی مگر مرزا صاحب نے بدعہدی کی اور کتاب نہ بھیجی۔ براہین احمدیہ میں مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ کو زندہ لکھا بعد میں کہا کہ حیات مسیح ایک مشرکانہ عقیدہ ہے گویا پہلے خود مشرک رہے۔

مولوی (ابراہیم) صاحب کی اس تقریر پر ہم نے جواب کے لئے وقت مانگا۔ پانچ پانچ منٹ کی تین تقریروں کا ہمیں وقت دیا گیا۔ ہماری طرف سے جناب اختر حسین شاہ صاحب گیلانی مولوی فاضل بی اے جواب کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میر ناصر نواب ایک مشہور خاندان سے تعلق رکھنے والے تھے۔ اتنا روپئہ صاحبزادی کو بطور جہیز دے سکتے تھے (مشہور خاندان سے ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ امیر صاحب حیثیت بھی تھے۔ میر صاحب ایک غریب شخص تھے، جن کی کوئی جائداد نہیں تھی اور نہایت معمولی ملازمت کرتے تھے۔ بہاء)۔ حضرت مرزا صاحب بھی صاحب جائیداد تھے۔ دس ہزار کی جائیداد تو براہین کا جواب لکھنے والے کے لئے انعام رکھی تھی (انعام تو براہین کا جواب لکھنے پر مقرر تھا، جائداد مکفول نہیں کرائی گئی تھی۔ پھر شائد انعام دینے سے بچنے کے لئے ہی آپ نے براہین کو اپنی ساری زندگی میں مکمل نہ کیا، کہ کوئی جواب لے کر آئے اور انعام کا طلب گار ہو۔ تیس جلدیں لکھنے کا وعدہ تھا لیکن جو آخری جلد یعنی پانچویں لکھی اسے بھی اپنی زندگی میں شائع نہیں کیا بلکہ مسودہ چھپائے رکھا، جسے ان کی موت کے بعد شائع کیا گیا۔

اور شادی کے اخراجات کے لئے انہوں نے پانچ سو روپئہ قرض لیا تھا۔ اس سے پہلے اور بعد میں بھی وہ ادھر اودھر سے قرض لیتے رہتے تھے۔ ان کے باپ بھی مقروض رہے اور خود مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ انہوں نے مقدمات پر بے پایاں خرچ کیا اور ناکامی اور نامراد تھے۔ شائد ان کا گذارہ بھی طب کی آمدنی سے تھا جو پیشہ انہوں نے اختیار کر رکھا تھا۔ بہاء) کسی مامور پاس روپئہ کا ہونا کوئی برا نہیں حضرت نبی کریم ﷺ کی بیوی حضرت صفیہ کے پاس کثرت سے روپئہ تھا۔ اگر کوئی اہل حدیث مولوی حضرت مرزا صاحب کے دعوی کے بعد بدعہدی کا الزام لگاتا ہے تو یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت نبی کریم ﷺ کو دعوی نبوت سے پہلے الامین الامین کہنے والے دعوی کے بعد نعوذ باللہ ساحر اور کذاب کہنے لگے (یہ کس دعوی کی بات ہو رہی ہے۔ براہین کے وقت نہ تو مرزا صاحب نے نبی ہونے کا دعوی کیا تھا نہ مثیل مسیح، نہ مسیح موعود، نہ مہدی ہونے کا۔ بہاء) حضرت مرزا

صاحب کے دعوی سے پہلے اہل حدیث کے سردار مولوی محمد حسین بٹالوی نے حضرت مرزا صاحب کی نیکی، تقوی، امانت، علم اور قربانی پر بڑے زور سے گواہی دی۔ حضرت عیسی کی حیات کو مشرکانہ عقیدہ اسی رنگ میں کہا گیا ہے جس میں اہل حدیث حضرات اہل سنت کی پیر پرستی کو مشرکانہ فعل قرار دیتے ہیں حالانکہ پیر پرستی کے باوجود اہل سنت مسلمان، مسلمان سمجھے جاتے ہیں۔ (یعنی مرزا صاحب اسی طرح کے مشرک تھے جس طرح کے عام پیر پرست لوگ ہوتے ہیں۔ بہاء)

بطش قدیر گویا غضب قدیر ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کی تفسیر کبور پر (جو دراصل مجموعہ اغلوطات ہونے کی وجہ سے تحریف قرآن کے لقب سے ملقب ہونے کی حقدار ہے۔ ثناء اللہ) سر دست دس تعاقبات کا مجموعہ رسالہ بطش قدیر ہم نے شائع کیا تھا۔ ہماری نظر میں تو وہ رسالہ علمی حیثیت سے تفسیر کبور کا معمولی جواب تھا مگر قادیانیوں کے دماغوں پر اس کا کچھ ایسا اثر ہوا گویا اس میں غضب قدیر بھرا ہوا ہے۔ قادیانی پارٹی نے اس کے جواب میں ایک سلسلہ مضمون بظاہر ایک نوجوان کے نام سے شروع کیا ہوا ہے۔ بغور پڑھ کر ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ دانا لوگوں نے یہ سچ کہا ہے کہ ایک جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے کئی ایک جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ مثلاً کوئی شخص دوضرب دو پانچ کا دعوی ثابت کرنا چاہے، تو ایسا کرنے کے لئے وہ اتنے صحیح اصولوں کی تردید کرے گا جن کا شمار نہیں ہوسکتا۔

مجیب پارٹی جواب دینے میں کچھ ایسی حواس باختہ ہوگئی ہے کہ انہیں کچھ نہیں سوجھتا کہ ہمیں کیا کہنا چاہیے، یا ہم کیا کہتے ہیں۔

کتاب مذکور کے صفحہ ۱۵، ۱۶ پر ہم نے کسی تقریب کی بنا پر لکھا تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب متوفی نے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو میری موت کے متعلق جو اشتہار دیا تھا اس کے مضمون کو مؤلف تفسیر (خلیفہ محمود احمد) نے رسالہ تشحیذ الاذہان بابت جون جولائی ۱۹۰۸ء میں اس کو پیش گوئی لکھا ہے۔ مجیب پارٹی اس پر اتنی خفا ہوئی کہ ہماری طرف

کذب جیسے فعل قبیح کو منسوب کر دیا۔ یعنی ہم نے بقول ان کے تشحیذ الا ذہان کا جھوٹا حوالہ دیا تھا۔ یہ ایسی جرأت ہے کہ آج تک ہمارے کسی اشد مخالف کو بھی ہمارے حق میں ایسا کہنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔

ہم تو یہی سمجھے تھے کہ جھوٹا حوالہ دینا خاصہ قادیان ہے جو قرآن وحدیث کے صریح غلط حوالے دینے سے بھی نہیں جھجکتے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے

یخرج فی آخر الزمان رجال (بالراء) یختلون الدنیا بالدین ،

مگر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اس کو اپنی غرض فاسد سے رجال کی جگہ دجال لکھا ہے۔ اور دجال سے مراد گروہ اور گروہ سے مراد پادری لوگ بتائے ہیں۔ (دیکھو تحفہ گولڑویہ۔ حاشیہ ص ۴۳)۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی طرح قادیانی پارٹی بھی غلط حوالہ دینے سے نہیں بچ سکی جو دراصل تصرف قدرت ہے جس کا ثبوت آگے آتا ہے۔ اس لئے ہم اس الزام کی پرزور تردید کرتے ہیں تاکہ کہیں قادیان کا یہ خاصہ عرض عام نہ ہو جائے۔ پارٹی مذکور کے اصل الفاظ یہ ہیں:

> مولوی (ثناءاللہ) صاحب نے اپنے اعتراض میں حضرت امیر المومنین (خلیفہ قادیان محمود) کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے اس فیصلہ کو پیش گوئی لکھا ہے۔ مولوی صاحب کے اس جھوٹ (یہ لفظ یادرہے اسی پر ساری بحث ہے۔ ثناءاللہ) کو ظاہر کرنے کے لئے میں حضرت امیر المومنین کی عبارت تشحیذ الاذہان میں سے نقل کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ تاکہ قارئین خود اندازہ لگالیں کہ مولوی صاحب کہاں تک .... درست کہتے ہیں۔ حضور (مرزا محمود احمد) فرماتے ہیں:
>
> یہ ایک فیصلہ کا طریق تھا جس سے جھوٹے اور سچے میں فرق ہو جائے۔ اور اس کی غرض سوائے اس کے کچھ نہ تھی کہ حق اور باطل میں کچھ ایسا امتیاز پیدا ہو جائے کہ ایک گروہ بنی نوع انسان کا اصل واقعات کی تہ تک پہنچ جائے۔ اور شرافت اور نیکی کا مقتضا یہ تھا کہ مولوی ثناء اللہ اس دعا کو پڑھ کر اپنے اخبار میں شائع کر دیتا کہ ہاں مجھ کو یہ فیصلہ منظور ہے۔ مگر جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں۔ اس کو سوائے ہوشیاری اور چالاکی کے اور کسی بات سے تعلق

ہی نہیں اور اگر ایسا وہ کرتا تو خداوند تعالی اپنی قدرت دکھلاتا ۔ اور ثناء اللہ اپنی تمام گندہ دہانیوں کا مزہ چکھ لیتا

(کوئی ان بھلے آدمی سے پوچھے کہ گندہ دہانی کی سزا ثناءاللہ کی چالاکی سے کیوں رک گئی ۔ کیا کبھی ایسا ہوا کہ کوئی شخص کسی نبی کے حق میں گستاخ اور گندہ دہن ہو، لیکن جب اس پر عذاب الہی آنے کا موقع آئے تو اس کی چالاکی سے رک جائے ۔

نادانو ! کہتے ہوئے یہ تو سوچ لیا کرو کہ ملک میں بفضل خدا قرآن وحدیث کے جاننے والے آج بکثرت ملتے ہیں۔ مانا کہ تمہاری بھول بھلیوں میں بعض ناواقف پھنسے ہوئے ہیں مگر الہامی نوشتوں کے واقف اور عقل خداداد کے مالک بھی تو اکثر زندہ ہیں جو تمہاری ان باتوں کو جانچ سکتے ہیں ۔ کیا ابوجہل اور ابولہب اپنی چالاکیوں سے عذاب الہی کو ٹال سکتے تھے ۔ یا فرعون آخری وقت میں اظہار ایمان کر کے عذاب الہی سے بچ گیا تھا ۔ اوخودغرضو! جب تک مخلوق خدا کو دھوکے میں رکھو گے آخر ایک دن آنے والا ہے جس کی شان میں ہے یوم تبلی السرائر فما له من قوة و لا ناصر ۔

قریب ہے یارو روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستین کا

ناظرین باوجود اس سخت کلامی کے جو میاں محمود احمد نے تشحیذ الاذہان کے مرقومہ نمبر میں اٹھائیس صفحات تک اس پیش گوئی کے سلسلہ میں میرے حق میں کی ہے ایک صحیح فقرہ بھی ان کے قلم سے نکل گیا جو دراصل تصرف قدرت ہے ۔ اسی پر سارے مقدمے کے فیصلے کا مدار ہے ۔ وہ فقرہ وہی ہے جو اسی کتاب کے صفحہ ۷۵ سے ہم نے اسی پرچے میں نقل کیا ہے ۔ اسی تصرف قدرت کا اثر گاہے گاہے ظاہر ہوتا ہے جس کے متعلق عربی مثل ہے قضی الرجل علی نفسه ۔ اس مضمون کا اردو شعر یوں ہے

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں ۔ لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا ۔)

اور اسے معلوم ہو جاتا کہ ایک ذات پاک ایسی بھی ہے جو جھوٹوں اور سچوں میں فرق کر دکھلاتی ہے اور جو بدی اور بدذاتی کرتا ہے اپنے کئے کی سزا کو پہنچتا ہے اور شریر اپنی شرارت کی وجہ سے پکڑا جاتا ہے مگر جب کہ برخلاف اسکے اس نے فیصلہ سے بھی انکار کر دیا اور لکھ دیا کہ مجھ کو یہ فیصلہ منظور نہیں تو

آج جبکہ حضرت صاحب فوت ہو گئے ہیں، اس کا یہ دعوی کرنا کہ میرے ساتھ مباہلہ کرنیکی وجہ سے فوت ہوئے ہیں اور یہ میری سچائی کی دلیل ہے، کہاں تک سچائی پر مبنی ہے (تشحیذ الاذہان جلد۳ص ۶۔۷) (الفضل ۱۸ نومبر ۱۹۴۱ء ص ۳)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ناظرین کرام! مجیب پارٹی کی اس جرأت کو ملحوظ رکھ کر جواب سنیئے۔

قادیان کے رہنے والو! اور ان سے حسن ظن رکھنے والو! ہم پہلے تم لوگوں کو ایک حدیث نبوی سناتے ہیں جس کا مضمون یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی پر غلط الزام لگائے گا وہ نہیں مرے گا جب تک خود اسی الزام سے ملزم نہ ٹھہرے۔

ناظرین! دیکھئے اس مجیب نے ہم پر جھوٹا حوالہ دینے کا غلط الزام لگایا ہے حالانکہ وہ خود جھوٹ کا مرتکب ہو رہا ہے، مجیب مذکور مرقومہ عبارت کا تشحیذ الاذہان کے صفحہ ۶۔۷ پر حوالہ دیتا ہے۔ اگر وہ دکھا دے، تو ہم اسے ایک روپئے کے لڈو کھلائینگے

اس نزاع کے فیصلے کے لئے ہم قادیان کے اکبر العلماء مولوی سرور شاہ صاحب کو منصف ماننے کو تیار ہیں۔ موصوف گو مرزا صاحب قادیانی کے راسخ العقیدہ مرید ہیں مگر ہمیں ان پر اعتماد ہے۔ پس وہ رسالہ مذکور کا صفحہ ۶۔۷ دیکھ کر عبارت زیر بحث کے متعلق اپنا فیصلہ بھیج دیں۔ اگر ان کا فیصلہ مجیب کے حق میں ہوا، تو ہم انعامی لڈو مولوی عنایت اللہ صاحب امام اہل سنت قادیان کی معرفت بھیج دیں گے۔

اگر منصف مذکور کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوا، تو مجیب پارٹی اپنی کذب بیانی کا اعتراف شائع کرے۔

اب سنئے ہمارے حوالے کا ثبوت۔ ہم نے میاں محمود احمد کی جس کتاب کا حوالہ دیا ہے اس کا صفحہ ۹۷ نکال کر سامنے رکھ لیجئے اس میں صاف لکھا ہے:

حضرت اقدس (مرزا قادیانی) نے ثناء اللہ کی نسبت دعا کی اور خدا تعالی نے آپ کو (مرزا کو) اس (ثناء اللہ) کی ہلاکت کی خبر دے دی تو وہ ایک وعید کی پیش گوئی ہوگئی۔ (رسالہ تشحیذ الاذہان بابت جون جولائی ۱۹۰۸ء ص ۹۷ سطر ۷۔۸)

ناظرین کرام! یہ ہے ہمارا حوالہ اور یہ ہے اصل عبارت۔ قانون شہادت میں مدعا علیہ کو گواہ کی صورت میں پیش کرنا جائز لکھا ہے مگر ہم اس سے بڑھ کر یہ جرأت

دکھاتے ہیں کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کو منصف تجویز کرتے ہیں۔ اگر آپ اپنے رسالے کا مرقومہ مقام دیکھ کر ہمارے حوالے کی تردید کر دیں، یعنی لکھ دیں کہ یہ عبارت رسالہ تشحیذ الاذہان کے صفحہ مذکور پر نہیں ہے اور یہ حوالہ دینا مولوی ثناء اللہ کا جھوٹ ہے جیسا کہ مجیب پارٹی کا بیان ہے، تو ہم اس فیصلے کی یادگار میں بھی ایک روپے کے لڈو منشی مہرالدین صاحب قادیانی کی معرفت قادیان بھیج دیں گے۔

ہاں اگر میاں محمود احمد صاحب تسلیم کریں کہ واقعی میری کتاب میں یہ عبارت ہے، تو مجیب پارٹی کے ممبر غور کریں کہ پیش گوئی تو جملہ خبریہ ہوتی ہے۔ اور جملہ خبریہ کے صدق کے لئے وقوعہ ضروری ہے۔ پھر اس پیش گوئی کیلئے کون سا وقوعہ ہوگا جس کی وجہ سے اس کو سچا سمجھا جائے۔

اگرچہ ہم بھی اس پیش گوئی کو سچا ہی سمجھتے ہیں، یعنی ہم مانتے ہیں کہ کہ مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی کہ جھوٹا سچے سے پہلے مر جائے گا، بالکل سچی ثابت ہوئی۔ مگر تم لوگ اس کی صحت کو اپنے حق میں مضر سمجھتے ہو، تو خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) سے یہ عقدہ حل کراؤ کہ اس جملہ خبریہ کی حکایت کا محکی عنہ کہاں ہے۔

قادیانی ممبرو! تم میں کوئی اس حوصلے کا مالک ہے کہ خلیفہ (مرزا محمود احمد) سے اس عقدے کو حل کرا کر ہمیں ان کا تحریری فیصلہ دکھا کر ہم سے انعامی لڈو پائے۔ سنو! ہماری جرأت کا استاد غالب کے شعر سے مواز نہ کرو

اسد بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے
تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ نومبر ۱۹۴۱ء مطابق ۸ ذی قعد ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۴۸ ص ۴۔۵)

ثنائی دعوی کا ثبوت اور مرزائی دعوی کا مطالبہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۷ نومبر ۱۹۴۱ء میں قادیانی مشن کے نوٹ میں ایک حوالہ لکھا گیا تھا جس سے یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب کہتے ہیں

کہ میں مثیل مسیح موعود ہوں جس کو کم فہم لوگوں نے مسیح موعود سمجھ لیا ہے۔

پہلے اس مضمون کو صفحہ ۲ کالم ۵ پر روایت بالمعنی کی شکل میں لکھا گیا، چونکہ یہ روایت بالمعنی تھی اس لئے اس کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ اس کے متصل ہی چند سطور نیچے جہاں روایت باللفظ لکھی ہے وہاں ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۰ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود اخبار پیغام صلح ۸ نومبر میں اس روایت بالمعنی کا حوالہ بڑے زور سے طلب کرتے ہوئے ہم پر بہت کچھ ناراضگی کا اظہار کیا گیا ہے۔ ہم ان دو روایتوں بالمعنی اور باللفظ کو درج ذیل کر کے ناظرین سے انصاف چاہتے ہیں۔

روایت بالمعنی:

(قول مرزا) میرا دعوی ہے کہ میں مسیح موعود کا مثیل ہوں جس کو کم سمجھ لوگوں نے مسیح موعود سمجھ لیا ہے یعنی مجھ کو اس حدیث کا مصداق قرار دینا جو مسیح موعود کے متعلق وارد ہوئی کم فہم اور نادان لوگوں کا کام ہے (حوالہ ندارد)

روایت باللفظ:

(قول مرزا) یہ کوئی نیا دعوی نہیں جو آج ہی میرے منہ سے سنا گیا ہو۔ میں نے یہ دعوی ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں۔ میں تو مثیل مسیح ہوں، یعنی حضرت عیسی کے بعض روحانی خواص اور عادات اور اخلاق وغیرہ خدا تعالی نے میری فطرت میں بھی رکھے ہیں۔ (ازالہ اوہام طبع اول۔ص ۱۹۰)

ناظرین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ دونوں عبارتوں میں کچھ فرق ہے۔ دونوں متفق ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی اپنے آپ کو مسیح موعود کا مثیل کہتے ہیں کیونکہ مثیل مسیح موعود مرکب اضافی ہے اور مسیح موعود مرکب توصیفی۔ موعود کے معنی ہیں جس کے آنے کا وعدہ بزبان رسالت ہم کو دیا گیا ہے۔ اور ہر شخص جانتا ہے کہ مضاف، مضاف الیہ کی جگہ نہیں لے سکتا۔ یعنی عبداللہ، اللہ نہیں ہوسکتا، غلام محمد، محمد نہیں ہوسکتا۔ اور غلام احمد، احمد نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے مرزا صاحب قادیانی نے ان لوگوں کو کم فہم قرار دیا جنہوں نے ان کو مسیح موعود سمجھا۔ یعنی مضاف کو مضاف الیہ کی جگہ دینے والے بقول مرزا صاحب کم سمجھ ہیں (گو بعد میں خود بھی اس فتوی کے نیچے آ گئے)

یہاں تک تو روایت بالمعنی اور روایت باللفظ کی بحث تھی۔ اب ہم یہ بتاتے

ہیں کہ روایت بالمعنی کے مرتکب ہم ہی نہیں ہیں، بلکہ مرزا صاحب کلاں بھی ایسا کرتے تھے۔ پیغامی لیڈر اور قادیانی علماء ذرا غور سے سنیں۔ مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ ما زنا زان و هو مومن و ما سرق سارق و هو مومن (حقیقۃ الوحی۔ ص ۱۶۵)

احمدی ممبرو! اس حدیث کے ان لفظوں کا پتہ دے سکتے ہو کہاں ہیں؟ بتاؤ ورنہ ہمارا مشورہ مانو کہ مرزا صاحب قادیانی نے یہ روایت بالمعنی کی ہے۔

دیکھا! ہم تمہارے کتنے خیر خواہ ہیں۔ ہمیشہ نیک مشورہ دیا کرتے ہیں مگر تم ہو کہ لا تحبّون النّاصحين کے ماتحت عناد کے چشمے سے دیکھتے اور بغض کے کانوں سے سنتے ہو۔ سچ ہے کہ:

مجھ میں ایک عیب بڑا ہے کہ وفادار ہوں میں
ان میں دو وصف ہیں بد خو بھی ہیں خود کام بھی ہیں

ہمارے مضمون کا دوسرا حصہ یہ تھا کہ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ:

ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں (ظاہری نشانوں کی مثال یہ ہے) کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۲۰۰)

لفظ ،کیونکہ، سے لے کر آخر تک ظاہری نشانوں کی مثال ہے۔ اس لئے ہم نے بھی اہل حدیث ۷ نومبر میں صفحہ ۵ پر ظاہری نشانوں میں سے ایک نشان صاحب حکومت ہونا لکھا تھا۔ حقیقت میں یہی ایک نشان فیصلہ کن ہے اس کی فرع یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے دعوی میں سچے نہ تھے کیونکہ آپ باسیاست مسیح نہ تھے۔ اس کے جواب میں پیغام صلح لاہور کس دلیری سے لکھتا ہے:

پیش گوئیوں کے ظاہری معنی سے صرف ظاہری شان اور غلبہ مراد ہے۔

(پیغام صلح مذکور۔ ص ۴ کالم ۳)

معلوم نہیں اس ظاہری غلبہ سے اڈیٹر صاحب پیغام صلح کی مراد کیا ہے۔ اگر وہی ہے جس کو مرزا صاحب قادیانی نے بادشاہت اور حکومت سے تعبیر کیا ہے تو فهو المراد اگر اس کے سوا کچھ اور مراد ہے تو کہا جائے گا:

من چہ مے گویم وطنبورہ من چہ گوید

بہرحال مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مرقومہ بالا عبارات سے مندرجہ ذیل دو امر ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ مرزا صاحب قادیانی اپنے مسیح موعود ہونے کا انکار کرتے ہیں۔

۲۔ کسی وقت با حکومت مسیح موعود آنے کا امکان تسلیم کرتے ہیں۔

اب ہم اتباع مرزا قادیانی کے سامنے ایک علمی اصول صحة المجاز استحالة الحقيقة پیش کر کے دیانت اور راستی کا واسطہ دے کر پوچھتے ہیں کہ شیر قالین شیر نیستان کا مصداق ہوتا ہے۔

نوٹ۔ ہم نے جس عبارت کو روایت بالمعنی کہا ہے پیغام صلح نے اس پر اس لئے اعتراض کیا ہے کہ وہ عبارت ممتاز شکل میں بصورت منقولہ لکھی گئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ باوجود عبارت منقولہ شکل میں ہونے کے عبارت بالمعنی ہی ہے کیونکہ حوالہ نہیں لکھا گیا اور ہمارا دستور ہے کہ ہم منقولہ عبارت کا حوالہ ضرور لکھا کرتے ہیں۔

بحمد اللہ ہم پیغام صلح کے تقاضا سے فارغ ہو چکے اب ہم ان سے ایک مطالبہ کرتے ہیں۔ ذرا ہوشیار ہو کر سنیں اور غور سے جواب دیں۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

> صاحب تفسیر ثنائی لکھتا ہے کہ ابو ہریرہ فہم قرآن میں ناقص ہے اور اس کی درایت پر محدثین کو اعتراض ہے۔ ابو ہریرہ میں نقل کرنے کا مادہ تھا اور درائت اور فہم سے بہت ہی کم حصہ رکھتا تھا (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۲۳۴)

بتایئے تفسیر ثنائی کی کس جلد اور کس صفحے پر یہ مضمون لکھا ہے۔ اگر بتائیں گے تو ایک سیر لڈو انعام بھی پالیں گے۔ یاد رکھئے

سنے ہوں گے چمن میں سینکڑوں نالے ہزاروں کے
کلیجہ تھام لو اب دل جلے فریاد کرتے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ نومبر ۱۹۴۱ء مطابق ۸ ذی قعد ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۴۸ ص ۵۔۷)

مرزا صاحب کی یادگار

پیغام صلح کی ترمیم مع اضافہ منظور

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر کے ایک گذشتہ شمارے میں لکھا تھا کہ مولوی محمد علی اور میاں محمود احمد صاحبان اپنے خطبوں میں بزرگوں کی یادگار کا ذکر کرتے ہیں مگر اپنے بزرگ مرزا غلام احمد صاحب متوفی کی یادگار کا ذکر نہیں کرتے۔ انہیں چاہیے کہ مرزا صاحب قادیانی کی یادگار قائم رکھنے کے لئے ایک مینار بنائیں اور اس پر آخری فیصلہ کے اشتہار کا مضمون نہایت خوش خط لکھوائیں۔

لاہوری اخبار پیغام صلح ۱۷ نومبر ۱۹۴۱ء نے ہماری تجویز منظور کرتے ہوئے اس امر کا اضافہ کیا ہے کہ اہل حدیث امرتسر ۲۶۔ اپریل ۱۹۰۷ء کی عبارت بھی اسکے ساتھ لکھوائی جائے جسکے الفاظ یہ ہیں:

خدا تعالی جھوٹے دغاباز مفسد نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں کہ یہ بات ہمیں بھی منظور ہے بشرطیکہ مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت لاہور کے الفاظ جو ان دنوں قادیان میں رہتے تھے، درج کئے جائیں جو یہ ہیں:

> ہم تو اس بات کو اب بھی مانتے ہیں کہ حضرت اقدس (مرزا قادیانی) صاحب کی بد دعا اس (ثناء اللہ) کے حق میں منظور ہوئی اور وہ اس کا نتیجہ بھی انشاء اللہ دیکھ لے گا۔ (ریویو آف ریلی جنز بابت جون جولائی ۱۹۰۸ء ص ۲۹۸)

دونوں گدی نشینوں (مولوی محمد علی صاحب اور میاں محمود احمد صاحب قادیانی) کے الفاظ بھی اہل حدیث کے الفاظ کے ساتھ ہی درج ہوں۔ میاں محمود احمد کے الفاظ یہ ہیں:

> مرزا صاحب نے ثناء اللہ کی نسبت ہلاکت کی دعا کی اور خدا تعالی نے مرزا

صاحب کو ثناء اللہ کی ہلاکت کی خبر دی اور وہ ایک وعید کی پیش گوئی ہو گئی۔

(تشحیذ الاذہان جون جولائی ۱۹۰۸ء ص ۷۹)

اب ہمارا اور پیغام صلح لاہور کا اتفاق ہو گیا کہ مینار بننا چاہیے اور یہ چاروں عبارتیں اس پر لکھ دینی چاہییں تا کہ پچھلی نسلوں کو صحیح علم ہو سکے۔ کیا وہ ایسا کریں گے، غالباً نہیں۔ کیوں

نام میرا سن کے مجنوں کو جمائی آ گئی
بید مجنوں دیکھ کر انگڑائیاں لینے لگا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ دسمبر ۱۹۴۱ء مطابق ۱۵ ذی قعد ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۹ ص ۴۔۵)

(جس قادیانی مضمون کی طرف مولانا ثناء اللہ نے اشارہ فرمایا ہے وہ پیغام صلح لاہور ۱۷ نومبر ۱۹۴۱ء کے صفحہ ۴ پر بایں الفاظ شائع ہوا تھا

مولوی ثناء اللہ کی یادگار

مولوی ثناء اللہ کی تجویز ہے کہ:

ہر سال ۲۶ مئی کو لاہور اور قادیان میں بہت بڑے جلسے کئے جائیں جن میں حضرت مرزا صاحب کی دعا آخری فیصلہ پڑھ کر سنائی جائے کہ، دیکھو یہ بزرگ کیسے مستجاب الدعوات تھے ان کی یہ دعا کیسی حرف بحرف پوری ہوئی۔،

۲۔ بلکہ اگر ہمت ہو تو لاہور کے جس مکان میں مرزا صاحب نے انتقال فرمایا اسی مقام پر ایک بلند منارہ بنایا جائے جس کے اردگرد قطب صاحب کی لاٹ کی طرح آخری فیصلے کا اشتہار کندہ کیا جائے۔،

دونوں تجاویز کی ہم بصدق دل تائید کرتے ہیں اس قدر بڑھانا چاہتے ہیں کہ جلسوں میں آخری فیصلہ کی دعائے مباہلہ ( ) پڑھ کر سنانے کے بعد سامعین کو یہ بھی بتا دیا جایا کرے اور یہی الفاظ منارہ پر آخری فیصلہ کا اشتہار نقل کرنے کے بعد کندہ کر دیئے جائیں کہ:

مولوی ثناء اللہ نے اس اشتہار کے جواب میں یہ لکھا کہ:

یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اسے منظور کر سکتا ہے۔،

خدا تعالی جھوٹے دغا باز مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے تا کہ وہ اس مہلت میں

اور بھی برے کام کر لیں (اہل حدیث ۲۶۔اپریل ۱۹۰۷ء)

سو خدا نے مولوی (ثناء اللہ) صاحب کی سن لی اور انہیں لمبی عمر دے کر بتا دیا کہ:

جھوٹا دغا باز مفسد اور نافرمان کون ہے؟،

امید ہے مولوی صاحب اس کو پسند کریں گے۔ یہ ان کی ایسی یادگار دنیا میں رہ جائے گی جس سے آنے والی نسلیں بہت کچھ سامان عبرت حاصل کر سکتی ہیں)۔

عمر مرزا

قاری عبدالعزیز مدرس مدرسہ اشاعت العلوم بریلی لکھتے ہیں:

یادش بخیر! مرزا غلام احمد صاحب آنجہانی کے نئے وکیل مصنف احمدیہ پاکٹ بک نے جو تحقیقات ارقام فرمائی ہیں وہ پاکٹ بک دیکھنے والوں پر مخفی نہیں۔ جناب مصنف صاحب نے میرزا صاحب قادیانی پر سے اعتراضات دفعہ کرنے کی کوشش کیا فرمائی ہے حقائق شناس اصحاب کیلئے اچھا خاصہ تفریح کا سامان پیدا کر دیا۔ ایک الزام تاویل کر کرا کے دفعہ کر دیا تو دوسرا الزام قوی ہو گیا۔ ایک گھر بنایا تو نادانستگی سے دوسرا اجاڑ دیا۔ پھر تعجب یہ ہے کہ مرزائی اصحاب استار عنکبوت کو حصن حصین تصور فرمائے ہوئے ہیں۔ دلائل کی اور حوالجات کی لمبی فہرست دیکھ کر بغلیں بجاتے ہیں۔ اگرچہ محمدیہ پاکٹ بک کا مصنف (خدا تعالی اسے جزائے خیر عطا فرمائے) ان سب کے جوابات سے فراغت حاصل کر چکا ہے مگر تاہم احقر ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے خادم صاحب مصنف احمدیہ پاکٹ بک کی کوششوں کے چند نمونے پیش کرتا ہوں۔ خدا چاہے ساری پاکٹ بک کی حقیقت اور مرزائیت کی اصلیت انہی چند امور سے واضح ہو جائے گی۔ مصنف پاکٹ بک جناب خادم صاحب نے اگر اس پر کچھ توجہ فرمائی تو ہم اور نمونے پیش خدمت کریں گے۔

نمونہ پیش کرنے سے پہلے ناظرین مرزا غلام احمد صاحب آنجہانی کا تحریر کردہ یہ اصول سامنے رکھ لیں تو خود مرزائی مشعل کی روشنی میں پاکٹ بک کی حقیقت واضح سے واضح تر ہو جائے گی وہ اصول یہ ہے:

جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہوجائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔ (چشمہ معرفت۔ص ۲۲۲)

اب جناب خادم صاحب قادیانی نے جو جو کاروائیاں کی ہیں وہ اس مضمون میں نمونۃً عرض کی گئی ہیں اسے دیکھ کر ناظرین انصاف کریں کہ یہ جھوٹ ہوا یا نہیں۔ اگر ہوا تو بقول مرزا صاحب قادیانی ان کی دوسری باتوں کا اعتبار نہ رہا تو ساری پاکٹ بک جھوٹی ہوگئی۔

اب اس اصول کو پیش نظر رکھئے اور پاکٹ بک مرزائیہ کا صفحہ ۷ اڈیڈیشن سوم نکالئے تو یہ عبارت ملے گی:

تیری عمر اسّی (۸۰) برس یا اس کے قریب ہوگی۔ حضور فرماتے ہیں جو الفاظ وحی عمر کے متعلق ہیں وہ چوہتر اور چھیاسی سال کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ص ۹۷ حاشیہ)

خادم صاحب قادیانی پھر فرماتے ہیں:

پھر حضور کو الہام ہوا۔ اسی (۸۰) یا اس سے پانچ چار زیادہ یا پانچ چار کم۔

(حقیقۃ الوحی۔ص ۹۶)۔ (احمدیہ پاکٹ بک ص ۷۲۲)

مصنف صاحب پھر یوں گہرافشاں ہوتے ہیں:

چنانچہ اس پیش گوئی کے مطابق حضرت مسیح موعود ساڑھے پچھتر سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ (احمدیہ پاکٹ بک ص ۷۲۳)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مخالفین نے یہ ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب اپنی پیش کردہ الہامی عمر سے پہلے فوت ہو گئے اور ان کے دوسرے الہاموں کی طرح یہ الہام بھی غلط ثابت ہوا اس کے جواب میں خادم صاحب نے پاکٹ بک صفحہ ۷۲۲ سے ۷۳۳ تک سیاہ کر دی اور حساب وغیرہ لگا کر یہ ثابت کیا کہ مرزا جی اپنی الہامی عمر کے مطابق فوت ہوئے۔

خلاصہ حساب اس طرح لگایا گیا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۹ سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب پر ۱۲۹۰ھ میں سلسلہ وحی والہام ہوا اور اس وقت مرزا صاحب قادیانی کی عمر ان کی کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۸۶ کے

مطابق چالیس برس کی تھی تو معلوم ہوا کہ ۱۲۹۰ ے میں عمر چالیس سال تھی تو اب ۱۲۹۰ میں سے چالیس کم کر دینے سے ۱۲۵۰ ہوتے ہیں۔تو ثابت ہوا کہ سنہ پیدائش مرزا جی ۱۲۵۰ھ ہے اور وفات ۱۳۲۶ھ میں ہوئی تو بحذف کسر ۷۶ سال ہوئی۔ تاریخ ولادت ۱۴ شوال ۱۲۵۰ اور تاریخ وفات ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ ہے تو کل عمر پچھتر سال ۶ ماہ دس دن ہوئی۔

یہ خلاصہ ہے تحقیقات خادم صاحب کا۔ ملاحظہ ہو پاکٹ بک صفحہ ۷۲۶

اورلطف یہ کہ اس حساب پر بڑا ناز ہے اور اس تحقیقات کو قطعیات اور یقینیات سے تصور فرما رہے ہیں۔صفحہ ۷۲۶ سطر ۱۵ میں فرماتے ہیں

غرضیکہ مندرجہ بالا تحقیق کی رو سے قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہو گیا۔

ناظرین اس خلاصہ تحقیقات کو یاد رکھیں اور دوسرا رخ ملاحظہ فرمائیں

مصنف محمدیہ پاکٹ بک نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے آیت تقول پر استدلال لکھا تھا کہ یہ آیت مدعیان نبوت کے لئے ہے،مگر مرزا صاحب نے دعوی نبوت تو ۱۹۰۱ء میں کیا ہے (احمدیہ پاکٹ بک۔ص ۴۹۹) اس اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ اگر بقول مرزا صاحب مدعی نبوت و مفتری علی اللہ آیت تقول کی رو سے ۲۳ سال کی طویل زندگی نہیں پا سکتا اور اس آیت سے مرزا صاحب کا اپنی حقانیت پر استدلال درست ہے تو مرزا صاحب قادیانی نے دعوی نبوت ۱۹۰۱ء میں کیا اور ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے تو ۲۳ سال کب مہلت ملی بلکہ تقریباً ساڑھے سات سال یا سات سال کی مہلت ملی لہذا مرزا صاحب کا مفتری ہونا خود ان کے استدلال کی بنا پر بھی ثابت ہو گیا

اس اعتراض کا جواب دے کر خادم صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

پس حضور کو دعوی نبوت والہام و وحی کے بعد تیس برس کے قریب مہلت ملی جو آپ کی صداقت کی بین دلیل ہے (احمدیہ پاکٹ بک۔ص ۵۰۱)

اور یہ کہ مرزا صاحب قادیانی نے براہین میں دعوی نبوت کیا ہے اور براہین کے زمانہ میں بھی ہمارے عقیدہ میں حضور نبی تھے اور براہین کے بعد قریباً تیس سال تک مرزا صاحب زندہ رہے۔ ملاحظہ ہو ان کی پاکٹ بک صفحہ ۴۹۹

یہ ہے خادم صاحب قادیانی کا جواب محمدیہ پاکٹ بک کے ردّ میں۔ اب

ہمیں دیکھنا ہے کہ آیا واقعی مرزا غلام احمد صاحب دعوی الہام، و وحی کے بعد... تیس سال کے قریب زندہ رہے۔

وحی الہام مرزا جی پر ۱۲۹۰ھ میں شروع ہوا چنانچہ خادم صاحب پاکٹ بک صفحہ ۲۶۷ پر فرماتے ہیں:

ٹھیک ۱۲۹۰ھ میں حضرت مسیح موعود پر سلسلہ وحی والہام شروع ہوا

تو ۱۲۹۰ھ میں وحی والہام شروع ہونے کے بعد ۱۳۲۶ھ میں انتقال ہوا تو مرزا جی ۳۶ سال بعد دعوی نبوت ووحی والہام کے زندہ رہے، نہ کہ حسب ارشاد خادم صاحب قریباً تیس سال۔ تو خادم صاحب کی یہ تحقیق غلط کہ قریباً تیس سال زندہ رہے اور گر یہ تحقیق درست مانی جائے کہ براہین میں دعوی نبوت الہام وحی کے بعد قریباً تیس سال زندہ رہے تو ۱۲۹۰ھ میں وحی کے شروع ہونے کا قصہ غلط۔

اور اگر مرزا صاحب قادیانی واقعی دعوی نبوت والہام کے بعد قریباً تیس سال زندہ رہے، تو ان کا سن وفات ۱۳۲۰ھ ہونا چاہیے نہ کہ ۱۳۲۶ھ کیونکہ ۱۲۹۰ھ سن ہے دعوی کا اور تیس سال بعد دعوی کے زندہ رہے تو ۱۳۲۰ھ سنہ وفات ہونا چاہیے۔

اور اگر یہ صحیح ہے کہ چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی اور وحی شروع ہوئی (جیسا کہ ہر مامور کے لئے سنت الہیہ ہے) تو پھر عمر مرزا صاحب قادیانی کی ستر برس ہونا چاہیے کیونکہ چالیس برس کی عمر میں نبوت ملی اور تیس برس بعد دعوی نبوت کے زندہ رہے تو کل عمر ۷۰ برس ہوئی۔

خلاصہ یہ کہ

۱۔ اگر یہ صحیح ہے کہ الہام ووحی ۱۲۹۰ھ میں شروع ہوا اور وفات ۱۳۲۶ھ میں تو بعد دعوی کے ۳۶ سال زندہ رہے نہ کہ قریباً تیس سال۔

۲۔ اگر یہ صحیح ہے کہ براہین احمدیہ کے زمانہ میں بھی نبی تھے تو یہ غلط ہے کہ الہام ووحی ۱۲۹۰ھ میں شروع ہوا۔

۳۔ اور اگر بعد دعوی نبوت کے قریب ۳۰ سال کے زندہ رہے تو عمر ستر برس ہونا چاہیے۔ جو الہامی عمر سے کئی سال کم ہے، تو پچھتر سال کی عمر ہونا غلط اور عمر والا الہام جھوٹا۔

مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں: قادیانی جماعت کا اصول بھی عجیب ہے۔ اپنے

مطلب کیلئے قرآن کو بھی لیتے ہیں اور حدیث کو بھی بلکہ اقوال مرزا اور اپنے صدیق اکبر (خلیفہ اول حکیم نور الدین) کے اقوال کو بھی سر پر رکھ لیتے ہیں۔ مگر جہاں مطلب بگڑتا ہو وہاں سب کچھ چھوڑنے میں بھی تامل نہیں کرتے۔ مرزا صاحب کی عمر کا فیصلہ خود مرزا صاحب اور خلیفہ اول قادیان (جن کو صدیق اکبر کہا جاتا ہے) کا کیا ہوا موجود ہے

دھرمپال کے رسالہ ترک اسلام کے جواب میں حکیم نور الدین صاحب نے ایک رسالہ نور الدین لکھا تھا۔ اس کے صفحہ ۹۰۔۹۱ پر مرزا صاحب قادیانی کی پیدائش سن وار مفصل خود مرزا صاحب قادیانی کے قول سے لکھی ہے اور قریباً دو صفحوں پر ان کی عمر کا حساب لگایا گیا ہے۔ ۱۹۰۸ء میں جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے انتقال کا سنہ ہے مرزا صاحب قادیانی کی عمر انہتر سال (۶۹) بتائی ہے۔

حکیم نور الدین صاحب کی یہ تحریر وفات مرزا قادیانی سے پہلے کی ہے جس وقت ان لوگوں کو خیال نہ تھا کہ آئندہ کیا مصیبت ہم پر نازل ہوگی۔

جب آپ کا انتقال مئی ۱۹۰۸ء میں ہوا پھر وہی باتیں بنانے لگے جو خادم کی عبارات میں نامہ نگار صاحب نے نقل کی ہیں۔ اس پر ہمیں عرب کی ایک بڑھیا عورت کا قصہ یاد آگیا جو سر کے سفید بالوں کے لئے وسمہ لینے جارہی تھی۔ کسی شاعر نے اس سے پوچھا بڑی بی! کہاں جارہی ہو۔ اس نے جواب دیا کہ سر کے سفید بالوں کے لئے وسمہ لینے جارہی ہوں۔ شاعر نے فی البدیہہ کہا

تروح الی العطار تبغی شبابها
لن یصلح العطار ما افسده الدهر

بڑھیا عطار سے جوانی (سیاہ بال) لینے جارہی ہے جس کو زمانے نے خراب کر دیا ہو عطار اس کو کیسے اچھا کرے گا

یہی حال قادیانیوں کا ہے سچ ہے: مرتا کیا نہیں کرتا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ دسمبر ۱۹۴۱ء مطابق ۱۵ ذی قعد ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۴۹ ص ۵۔۷)

مرزائیت سے توبہ

خاکسار عنایت اللہ ولد الہ دین سکنہ اوڑ ضلع جالندھر کا عرصہ چار سال سے مرزائیوں کے دھوکے

میں آ کر ایمان کھو چکا تھا اب اللہ کے فضل وکرم اور عبد الرحمٰن ولد حاجی عبد اللہ کی تبلیغی کوشش سے واپس ایمان لاکر فرقہ مرزائیہ سے توبہ کرتا ہوں احباب بھی دعا کریں کہ اللہ تعالی استقامت بخشے ۔آمین ثم آمین ، خلیفہ قادیان کو چاہیے کہ میری بیعت منسوخ سمجھ کر اپنے دفتر بیعت سے میرا نام خارج کر دیں ۔

العبد عنایت اللہ بقلم خود

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ دسمبر ۱۹۴۱ء مطابق ۲۲ ذی قعد ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۵۰۔ص ۲)

بلی اور چوہا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کہتے ہیں بلی کبھی کبھی چوہے کو منہ میں پکڑ کر چھوڑتی ہے جب وہ دو چار قدم چلتا ہے، پھر پکڑتی ہے۔ پھر چھوڑ دیتی ہے، آخر کار کھا جاتی ہے۔

ہم بھی کبھی کبھی جماعت مرزائیہ سے تفریح کرتے ہیں۔جسکی صورت یہ ہوتی ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی کتابوں سے کچھ الفاظ نقل کرتے ہیں کچھ چھوڑ جاتے ہیں، جو ایک ہی صفحہ پر ہوتے ہیں۔ اسپر مرزائی اڈیٹر خوب اچھلتے اور کودتے ہیں۔ ہمیں برا بھلا کہہ کر جی خوش کر لیتے ہیں، دیکھو اہل حدیث کی بے ایمانی دیکھو، اس کی ڈھٹائی ۔آجکا نوٹ اسی تفریح کی ایک مثال ہے جسکا ذکر اوپر ہوا ہے ناظرین کی یاددہانی کیلئے ہم پچھلا حوالہ دیتے ہیں۔

اخبار اہل حدیث امرتسر ۷ نومبر ۱۹۴۱ء میں یہ ذکر ہوا تھا کہ مرزا صاحب کہتے ہیں میں مثیل مسیح موعود ہوں جسے کم فہم لوگوں نے مسیح موعود سمجھ لیا۔

اخبار پیغام صلح لاہور نے اس کا حوالہ طلب کیا تو ہم نے ۲۸ نومبر کے اہل حدیث میں مفصل حوالہ لکھا، بغرض تفریح اس حوالہ میں سے ایک لفظ مخفی رکھا گیا جو مرزا صاحب قادیانی کی کتاب ازالہ اوہام کے اسی صفحہ پر مرقوم ہے لیکن پیغام صلح کو بحکم علی ابصارھم غشاوۃ یہ لفظ نظر نہ آیا۔ اس ساری بحث کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں مرزا صاحب قادیانی نے ازالہ اوہام میں اپنے مسیح موعود ہونے سے انکار کیا اور اپنا دعوی فقط مثیل مسیح موعود قرار دیا ہے اور مرزا صاحب کو مسیح موعود ماننا کم

سمجھوں کا فعل بتایا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے صفحہ ۱۹۰ پر اپنے لئے دو مرتبہ مثیل کا لفظ لکھا ہے۔ ایک دفعہ تو اس کو موعود کا مضاف بنایا ہے یعنی مثیل موعود لکھا ہے دوسری مرتبہ مسیح کا مضاف بنایا ہے یعنی لکھا ہے میں مثیل مسیح ہوں۔ دونوں عبارتیں ایک ہی صفحہ پر قریب قریب مرقوم ہیں۔ ہم نے ۲۸ نومبر ۱۹۴۱ء کے پرچے میں دوسری عبارت نقل کی تھی اور پہلی کو بغرض تفریح موش چھوڑ دیا تھا۔ اس پر پیغام صلح آپے سے باہر ہو کر غضب ناک لہجے میں لکھتا ہے:

> (اہل حدیث کی) اس ڈھٹائی کی بھی کوئی انتہاء ہے کہ حضرت مسیح موعود کے الفاظ مولوی صاحب نے یہ نقل کئے ہیں کہ،
>
> میں نے یہ دعوی ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں میں تو مثیل مسیح ہوں اوراس کے معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ مسیح موعود کا مثیل ہوں، مثیل مسیح ، اور مسیح موعود کا مثیل ، ایسے الفاظ نہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب یا کوئی اور ادنی سمجھ کا انسان بھی ان کے معانی اور مفہوم کا فرق نہ سمجھ سکتا ہو۔
>
> باوجود اس کے مولوی صاحب کی ڈھٹائی ملاحظہ ہو کہ دونوں کو متفق المعنی قرار دے رہے ہیں اور پھر خود ہی ، مسیح موعود ، اور مثیل مسیح موعود ، میں مرکب توصیفی اور مرکب اضافی کا فرق بیان کر کے حضرت صاحب کو مسیح موعود ماننے والوں کو کم فہم بتانے لگ گئے کیا اس تعریف و تلبیس اور اس دیدہ دلیری کی کوئی مثال دنیا میں مل سکتی ہے؟ (پیغام صلح لاہور ۳۰ نومبر ۱۹۴۱ء ص ۴)

پیغام صلح لاہور کی اس خفگی پر ہم اسی طرح ہنستے ہیں جس طرح بلی چوہے کے فرار پر ہنستی ہے، آخر اسے ہڑپ کر جاتی ہے۔ پس سنئے وہ لفظ جسکو آپ تلاش کرتے ہیں... مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

> اس عاجز نے جو مثیل مسیح ہونے کا دعوی کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔ (ازالہ اوہام طبع اول۔ ص ۱۹۰)

دوسری عبارت کے الفاظ یہ ہیں کہ میں مثیل مسیح ہوں اہل علم کے لئے قابل غور بات یہ ہے کہ پہلی عبارت میں موعود کا لفظ جو مضاف الیہ ہے وہ دراصل صفت کا

صیغہ ہے اس کا موصوف کون ہے یقیناً مسیح کا لفظ ہے جو دوسری عبارت میں مرقوم ہے پس پہلی عبارت کے معنی دوسری کو ملا کے یہ ہوتے ہیں کہ اس عاجز نے جو مثیل مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا ہے کم فہم لوگ اس کو مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔

اب بتایئے اہل حدیث نے کیا غلطی کی۔ یہی نا کہ ایک صفحہ کی عبارت میں سے ایک لفظ نقل نہیں کیا جو بالکل واضح تھا، وہ بھی اسی لئے کہ چوہا خوشی میں ذرہ حرکت کر لے پھر خود بخود پکڑا جائے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اب تو پیغام صلح کی شکایت رفع ہوگئی دونوں عبارتوں کا مطلب صاف واضح ہو گیا کہ مرزا صاحب قادیانی کو مسیح موعود ماننے والے بقول مرزا صاحب کم فہم اور نادان ہیں۔

رہا یہ کہ پیغام صلح لاہور، اہل حدیث امرتسر کو ڈھٹائی کا مرتکب بتاتا ہے ہم اس کے جواب میں ڈھٹائی کو اسکی طرف منسوب نہیں کرتے کیونکہ ہم ڈھٹائی کو پیغام کی طرف منسوب کرنے میں ڈھٹائی کے لفظ کی توہین سمجھتے ہیں کیونکہ پیغام صلح اور اسکے ہم نوا ایک ایسے بزرگ کے پیرو ہیں جن پر یہ مصرع صادق آتا ہے

انت جمیل الو جه مستحسن الکذ ب

نوٹ: ہم نے اعیان مرزائیہ سے مرزا صاحب قادیانی کے دوحوالوں کا ثبوت مانگا تھا۔ دونوں اخبار (قادیانی اور لاہوری) جواب دینے سے خاموش رہے۔ اگر جرأت ہے تو ان کا ثبوت دیں، ورنہ ہمیں اجازت دیں کہ ہم ڈھٹائی کے لفظ سے بڑھ کر کوئی اور لفظ ان کی شان کے مطابق تجویز کریں۔

ایک حوالہ یہ تھا کہ تفسیر ثنائی میں ہم نے ابو ہریرہؓ کو کم فہم لکھا ہے۔

دوسرا حوالہ مطلوبہ یہ تھا کہ مرزا صاحب نے ما زنی زانٍ و هومومن کو حدیث قرار دیا ہے۔ یہ حدیث کہاں ہے۔

ان دونوں کا ثبوت دیجئے ورنہ ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے حق میں یہ شعر پڑھیں

کانت مواعید عرقوب لها مثلاً
و ما مواعیدها الا الاباطیل

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ دسمبر ۱۹۴۱ء مطابق ۲۲ ذی قعدہ ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۵۰۔ص ۴۔۵)

پیغام صلح لاہور ۳۰ نومبر ۱۹۴۱ء کے صفحہ ۴ پر شائع ہونے والے جس مضمون کا جواب مولانا ثناء اللہ مرتسری نے دیا ہے وہ مضمون یوں ہے:

مولوی ثناء اللہ کی روایت بالمعنی

پیغام صلح ۸ نومبر ۱۹۴۱ء میں ہم نے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی ایک غلط بیانی کا ذکر کرتے ہوئے یہ بتایا تھا کہ انہوں نے اہل حدیث ۱۷ نومبر میں ازالہ اوہام کے حوالہ سے حضرت مسیح موعود کی طرف ایسی بات منسوب کی ہے جو آپ نے ہرگز نہیں لکھی یعنی یہ کہ:

میرا دعوی ہے کہ میں مسیح موعود کا مثیل ہوں جس کو کم سمجھ لوگوں نے مسیح موعود سمجھ لیا ہے۔یعنی مجھ کو اس حدیث کا مصداق قرار دینا جو مسیح موعود کے متعلق وارد ہوئی ہے کم فہم اور نادان لوگوں کا کام ہے۔،

یہ الفاظ مولوی ثناء اللہ صاحب نے ایسے طریق سے علیحدہ نقل کئے تھے کہ پڑھنے والا اس کو حضرت مرزا صاحب کے اپنے الفاظ سمجھے بغیر نہیں رہ سکتا۔اسی لئے ہم نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ ازالہ اوہام کے جس صفحہ سے یہ الفاظ مولوی صاحب نے نقل کئے ہیں اس کا حوالہ دیا جائے۔ ورنہ وہ اقرار کریں کہ ان الفاظ کو حضرت مرزا صاحب کی طرف منسوب کرنے میں انہوں نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔،

لیکن چودھویں صدی کے مولوی سے یہ امید کرنا کہ وہ اپنی غلطی کو مان لے ایسا ہی ہے جیسے اونٹ کو سوئی کے ناکے سے گزارنے کی کوشش کرنا۔ چنانچہ ۲۸ نومبر ۱۹۴۱ء کے اہل حدیث میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس روایت کو روایت بالمعنی قرار دے کر اپنا پیچھا چھڑانا چاہا ہے یعنی یہ تو اعتراف کرلیا ہے کہ یہ حضرت صاحب کے اپنے الفاظ نہیں ہیں لیکن اس بات پر انہیں اصرار ہے کہ یہ ان کی عبارت کا مفہوم ہے جو روایت بالمعنی کے طور پر لکھا گیا ہے۔

ہمیں خوشی ہوتی اگر مولوی ثناء اللہ صاحب کے اس بیان میں ہی صحت وسچائی کا کوئی شائبہ ہوتا لیکن قارئین کرام یہ دیکھ کر حیران ہوں گے کہ اس روایت بالمعنی کی تائید میں حضرت مسیح موعود کے جو الفاظ مولوی صاحب نے خود نقل کئے ہیں انہیں اس معنی ومفہوم کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں جو منقولہ بالا الفاظ میں مولوی صاحب نے بیان کیا ہے۔ذیل میں ہم مولوی صاحب کی روایت بالمعنی،اوران کی اپنی نقل کردہ روایت باللفظ لکھتے ہیں اوراس بات کا انصاف قارئین

کرام پر چھوڑتے ہیں کہ جس بات کو مولوی صاحب نے روایت بالمعنی قرار دیا ہے وہ بے یہودیانہ تحریف وتلبیس کا صحیح نمونہ ہے یا نہیں۔

مولوی صاحب کی روایت بالمعنی

(قول مرزا) میرا دعوی ہے کہ میں مسیح موعود کا مثیل ہوں جس کو کم سمجھ لوگوں نے مسیح موعود سمجھ لیا ہے یعنی مجھ کو اس حدیث کا مصداق قرار دینا جو مسیح موعود کے متعلق وارد ہوئی کم فہم اور نادان لوگوں کا کام ہے (حوالہ ندارد)

مولوی صاحب کی روایت باللفظ

(قول مرزا) یہ کوئی نیا دعوی نہیں جو آج ہی میرے منہ سے سنا گیا ہو میں نے یہ دعوی ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں میں تو مثیل مسیح ہوں یعنی حضرت عیسی علیہ السلام کے بعض روحانی خواص اور عادات اور اخلاق وغیرہ خدا تعالی نے میری فطرت میں رکھے ہیں۔(ازالہ طبع اول ص۱۹۰)۔

ان دونوں عبارات کو یک جا لکھ کر مولوی صاحب اپنے ناظرین کو یوں خطاب کرتے ہیں:

ناظراین کرام! ملاحظہ فرمائیں لکہ دونوں عبارتوں میں کچھ فرق ہے۔ دونوں متفق ہیں کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو مسیح موعود کا مثیل کہتے ہیں۔

چہ دلاور است دز دے کہ بکف چراغ دارد۔ اس ھٹائی کی بھی کوئی انتہاء ہے کہ حضرت مسیح موعود کے الفاظ مولوی صاحب نے یہ نقل کئے ہیں کہ میں نے یہ دعوی ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں میں تو مثیل مسیح ہوں۔ اور اس کے معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ مسیح موعود کا مثیل ہوں۔مثیل مسیح، اور مسیح موعود کا مثیل، ایسے الفاظ نہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب یا کوئی اور ادنی سمجھ کا انسان بھی ان کے معانی اور مفہوم کا فرق نہ سمجھ سکتا ہو باوجود اس کے مولوی صاحب کی ڈھٹائی ملاحظہ ہو کہ دونوں کو متفق المعنی قرار دے رہے ہیں اور پھر خود ہی، مسیح موعود، اور مثیل مسیح موعود، میں مرکب توصیفی اور مرکب اضافی کا فرق بیان کرکے حضرت صاحب کو مسیح موعود ماننے والوں کو کم فہم بتانے لگ گئے۔ کیا اس تحریف وتلبیس اور اس دیدہ دلیری کی کوئی مثال دنیا میں مل سکتی ہے)۔

محمد علی لاہوری اور محمود احمد قادیانی کا مباحثہ

اور ابوالوفا ثناء اللہ کی مداخلت بجا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین آگاہ ہوں گے کہ اتباع مرزا صاحب قادیانی میں مرزا صاحب کی نبوت کے متعلق عرصہ سے اختلاف چلا آرہا ہے۔فریقین کی تحریریں شائع ہوتی رہتی ہیں مگر اس دفعہ جلسہ سالانہ سے پہلے ہی مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے قادیانی خلیفہ (مرزا محمود احمد) کو مباحثہ کی دعوت دی ہے جس کیلئے اونہی کے مختصر الفاظ یہ ہیں:

جلسہ سالانہ پر دعوت مناظرہ:

میں (محمد علی لاہوری) نے بہت چاہا ہے، سالہا سال سے خواہش کر رہا ہوں اور بارہا میاں محمود احمد صاحب سے کہہ چکا ہوں کہ یہ جو دن رات تو تو میں میں ہو رہی ہے، کیوں نہیں کھلے طور پر میدان میں آکر اپنے دلائل پیش کرتے اور میرے دلائل اپنی جماعت کو سننے دیتے...

میں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر وہ میری باتوں کو سننا اور اپنی جماعت کو سنانا پسند نہیں کرتے تو ہمارے ہی جلسہ پر لاہور تشریف لے آئیں۔جلسہ میں آکر مسئلہ نبوت اور کفر اسلام پر ایک گھنٹہ تقریر کرلیں اور دوسرے گھنٹے میں میرے سوالات کا جواب دیں...

اب میں اس انتظار میں ہوں کہ میاں (محمود احمد) صاحب کیا جواب دیتے ہیں۔(اخبار پیغام صلح مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۴۱ء ص ۵-۶)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: تصفیہ کے لئے یہ تجویز معقول ہے مگر میاں محمود احمد صاحب قادیانی نے اس تجویز کو منظور نہیں کیا اس کے متعلق ہم کچھ نہیں کہتے صاحب البيت ادرى بما فيه

البتہ مولوی محمد علی صاحب سے (انہی کے دعوت کے الفاظ کے ماتحت) کہتے ہیں کہ

آپ دونوں صاحبوں کا اختلاف جس قدر بھی ہے، وہ ہمارے اور آپ کے اختلاف سے بہت کم ہے۔ کیونکہ آپ دونوں فریق مرزا صاحب قادیانی کو صادق مصدوق مان کر صرف ان کے منصب نبوت میں مختلف ہیں، لیکن ہم اور آپ ان کے صادق اور مصدوق ہونے میں مختلف ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ یہ اختلاف آپ دونوں کے اختلاف سے بہت بڑا ہے۔ لہذا میں اگر آپ ہی کے الفاظ میں آپ سے درخواست کروں تو بے جا نہیں کہ:

مجھے اپنے جلسہ میں موقعہ دیجئے کہ میں مرزا صاحب متوفی کے آخری فیصلہ پر آپ سے مباحثہ کرنے کے لئے حاضر ہو جاؤں۔

آپ نے اپنی جماعت کے حق میں الفاظ مدحیہ خوب لکھے ہیں:

ہماری جماعت بڑی فعال (بڑی کارکن) ہے (حوالہ مذکور)

پس میں اس فعال جماعت سے یہ امید کیوں نہ رکھوں کہ میری درخواست ضرور قبول کرے گی اگر باوصف فعال ہونے کے جماعت کے سردار نے میرے ساتھ گفتگو کرنے سے انکار کیا یا کوئی عذر کیا تو کہا جائے گا

خود سوئے ماندید و حیا را بہانہ ساخت

آخر میں آپ نے اپنی جماعت کے افراد کو حکم دیا ہے کہ

فرداً فرداً قادیانیوں تک یہ بات پہنچا دیں کہ یہ سیدھی بات خدا کرے انکے دل پر اثر کر جائے اور وہ اس سیدھے فیصلہ کی طرف آجائیں۔ آخر کیا بات ہے کہ وہ کیوں سامنے آنے سے خائف ہیں کیوں بالمقابل سوال و جواب کی جرأت نہیں کرتے۔ (پیغام صلح مذکور۔ص ٦)

انہی الفاظ میں، میں بھی لاہوری مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ وہ (درصورت انکار) آپ کو اور آپ کی جماعت کے افراد کو فرداً فرداً سمجھائیں کہ آپ سامنے آنے سے کیوں خائف ہیں وغیرہ وغیرہ۔ کیا استاد غالب کا یہ قول صحیح ہے

نام میرا سن کے مجنوں کو جمائی آگئی
بید مجنون دیکھ کر انگڑائیاں لینے لگا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ دسمبر ۱۹۴۱ء مطابق ۲۹ ذی قعد ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۵۱ ص۔۴۔۵)

دنیا میں جنگ پر ماتم، قادیان میں خوشی کے نقارے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کے اخبار بڑی بغلیں بجارہے ہیں کہ یورپ کی لڑائی (جنگ عظیم دوم) سے جو تباہی ہوئی ہے وہ ہمارے حضرت صاحب کی اس پیش گوئی کے مطابق ہے جس میں حضرت صاحب نے یورپ امریکہ اور ایشیا کو زلزلہ سے بالتفصیل ڈرایا ہوا ہے۔ اس لئے ان واقعات میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی سچائی کا ثبوت ملتا ہے۔

دونوں پارٹیاں اس پر پھولی نہیں سماتیں۔ ہم کہتے ہیں کہ جماعت مرزائیہ اپنا مطلب نکالنے میں بڑی ہوشیار رہے۔ جو واقعہ مرزا صاحب کی تکذیب کا مظہر ہوتا ہے وہ اس کی تصدیق کا مظہر بنالیتے ہیں۔ بے شک مرزا صاحب قادیانی نے زلزلہ عظیمہ کی خبر دی ہوئی ہے بلکہ اس کی نسبت یہ بھی کہا ہوا ہے کہ:

ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ ظاہر الفاظ وحی سے زلزلہ ہی معلوم ہوتا ہے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ص ۹۹)

یہ تو ہے مرزا صاحب قادیانی کی تصریح، مگر آجکل اتباع مرزا اس زلزلہ کو جنگ یورپ پر چسپاں کر رہے ہیں حالانکہ خود مرزا صاحب قادیانی مذکورہ بالا تصریح کے ساتھ ہی لکھتے ہیں کہ:

ہماری رائے تو یہی ہے کہ سو میں سے نوے (۹۰) وجوہ یہی بتلاتی ہیں کہ حقیقت میں زلزلہ مراد ہے نہ کچھ اور (حوالہ مذکور)

تاہم ہم اس بحث میں نہیں جانا چاہتے کہ اس زلزلہ موعودہ سے بھونچال مراد ہے یا جنگ یورپ، باوجود اس کے کہ ہم للکار کر کہتے ہیں اور ڈنکے کی چوٹ سے کہتے ہیں کہ یہ پیشین گوئی بہر دو معنی مرزا صاحب قادیانی کی تکذیب کرنے کو کافی ہے کیونکہ اس کا زمانہ وقوع مرزا صاحب قادیانی نے خود مقرر کیا ہوا ہے جسے جماعت

مرزائیہ بحکم تبدو نھا وتخفونھا کثیراً مخفی کرتی رہتی ہے لیکن اہل حدیث چونکہ مخفیات مرزا قادیانی کو ظاہر کرنے کا مشتاق ہے اسلئے آج اس راز کو مخفی نہیں رکھنا چاہتا بلکہ ظاہر کرتا ہے۔ پس سنئیے ۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اس زلزلہ موعودہ کا زمانہ ان الفاظ میں بتایا ہوا کہ:

بار بار وحی الٰہی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ پیش گوئی (زلزلہ کی) میری زندگی میں اور میرے ہی ملک میں اور میرے ہی فائدہ کے لئے ظہور میں آئے گی

(حوالہ مذکور۔ص ۹۷)

احمدی دوستو! سچ بتانا اور ایمان سے بتانا کہ یہ بڑا زلزلہ یعنی جنگ یورپ مرزا صاحب کی زندگی میں اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ملک میں آیا ہے۔ جواب دیتے ہوئے سمجھ لینا کہ سامنے کون ہے

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنون
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ دسمبر ۱۹۴۱ء مطابق ۲۹ ذی قعد ۱۳۶۰ھ۔ جلد ۳۸ نمبر ۵۱ ص ۵)

مسیح اور قرآن

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مسیحی رسالہ اخوت بابت اکتوبر ۱۹۴۱ء میں ایک مضمون نکلا ہے جس کی سرخی ہے: عصمت مسیح۔

یہ مضمون مسٹر اکبر مسیح متوفی کا ہے جو جمہور عیسائیوں کے خلاف مسیح کی عبودیت (بندہ ہونے) کے قائل تھے۔ آپ نے الوہیت مسیح کے ابطال میں کئی ایک کتابیں لکھی تھیں ۔ آپ ایک شیعہ مولوی کے بیٹے تھے۔ عربی اور انگریزی جانتے تھے۔ ایک دفعہ شہر باندہ میں ایک جلسہ منعقد ہوا تھا جس میں آپ بھی شریک تھے۔

موصوف میرے ڈیرے پر تشریف لائے ۔ میں نے آپ کو عربی دان سمجھ کر کہا آپ کا نام اکبر مسیح ہے۔ اکبر اسم تفضیل (سپر لیٹو ڈگری) کا صیغہ ہے جو مضاف

ہے مسیح کی طرف ،جس کے معنی یہ ہوئے کہ آپ مسیح سے بھی بڑے ہیں ۔ایسا خیال کرنا آپ کے نزدیک بھی کفر ہے۔

معلوم ہوتا تھا یہ سوال ان پر نیا وارد ہوا ہے۔جلدی میں کہا آپ بھی تو اللہ اکبر کہتے ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ ہم اللہ کو اکبر کہتے ہیں آپ خود کو مسیح سے اکبر کہتے ہیں کیونکہ اعلام جتنے بھی ہوں مبتداء محذوف کی خبر ہوتے ہیں ۔ان کا مبتدا لفظ انا (میں) ہوتا ہے۔مثلاً کوئی مجھ سے پوچھتا ہے تم کون ہو تو میں جواب دیتا ہوں ثناء اللہ یا عبد اللہ۔یعنی میں ثناء اللہ یا عبداللہ ہوں۔

میرا یہ جواب سنکر آپ نہایت شرافت کے ساتھ خاموش ہو گئے۔

مختصر یہ ہے کہ آپ خوش خلق، خوش کلام موحد عیسائی تھے ۔کیا اچھا ہو کہ رسالہ اخوت ان کے مضامین متعلقہ الوہیت مسیح بھی وقتاً فوقتاً شائع کرتا رہے تاکہ ان کی یادگار قائم رہے۔

بہرحال مسٹر موصوف کا مضمون جیسا بھی ہے ،اس سے ہمیں خوشی حاصل ہوئی کیونکہ اس سے انجیل کی ایک پیش گوئی بزبان مسیح علیہ السلام بحق نبی اسلام علیہ السلام صحیح ثابت ہوتی ہے جس کی تفصیل آج ہم اس مضمون میں کرتے ہیں۔

مسٹر اکبر مسیح نے مسیح کی عصمت (بے گناہی) کا ثبوت صرف قرآن مجید سے دیا ہے۔اپنی الہامی کتاب انجیل وغیرہ کا نام تک نہیں لیا۔کیوں نہیں لیا؟ اس کی وجہ بھی ہم بتلائیں گے ناظرین مسٹر موصوف کا مضمون ملاحظہ فرمائیں۔آپ فرماتے ہیں:

> باوجودیکہ انبیاء اولوالعزم جن کی تاریخ و حالات قرآن میں قلم بند ہیں مثلاً آدم ،نوح، ابراہیم ،موسیٰ یا اور انبیاء مثل داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، یونس وغیرہ کے سب نے ضرور کہا کہ اپنی خطا و ذنب میں اپنے پروردگار کے روبرو توبہ کریں ..گناہوں کا اقرار کریں صرف مسیح ایک نبی ہے جس کے حالات قرآن میں ہم کو مشرّح ملتے ہیں مگر تاہم کسی ایک مقام پر بھی کوئی حرف نہیں جس سے ثابت ہو کہ وہ اپنے تئیں خاطی یا عاصی جانتے تھے یا خدا سے انہوں نے خطا کی معافی چاہی یا خدا نے کوئی وعدہ مغفرت یا عفو کا ان سے کیا

یا استغفار کی ہدایت کی۔ اور اس حالت کے لحاظ سے وہ بالکل فرشتوں کی مانند ہیں جن کو نہ کوئی ضرورت ہے کہ وہ خواستگار عفو کے ہوں کیونکہ کسی خطا کا سرزد ہونا ان سے ثابت نہیں، نہ خدا کا کوئی وعدہ ان کی بابت مغفرت کا ہے۔ پس اس دلیل منفی سے عصمت مسیح اسی طرح ثابت ہوتی ہے جس طرح عصمت ملائکہ۔ اس وجہ سے شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں:

کا ن عیسی علیه السلا م کا نه ملك یمشی علی و جه ا لا ر ض
عیسی گویا فرشتے تھے جو زمین پر چلتے تھے (اخوت لاہور بابت اکتوبر ۱۹۴۱ء ص ۱۳)

حضرت مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں: مضمون نگار (مسٹر اکبر مسیح) صاحب نے جو کچھ لکھا ہے ٹھیک ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ مسیح معصوم اور بے گناہ تھے، مگر اس کے ثبوت میں صرف قرآن مجید ہی کو پیش کرنا اور انجیل کا نام تک نہ لینا دراصل تصرف قدرت ہے جسکی تفصیل یہ ہے۔

انجیل یوحنا باب ۱۶ میں مسیح کا قول مذکور ہے

میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں، تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دونگا۔ اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔ گناہ کے بارے میں اسلئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے۔ راست بازی کے بارے میں اس لئے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں، اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت کے بارے میں اسلئے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے۔ مجھے تم سے اور بہت سی باتیں کہنی ہیں مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ (سچائی کا روح) آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا وہ میرا جلال ظاہر کرے گا۔ (بائبل مطبوعہ ۱۸۸۳ء میں جلال کی بجائے میری بزرگی لکھا ہے)۔

Nevertheless I tell you the truth; It is expedient for you that I go away: for if I go not away, the comforter will not come unto you; but if depart,

I will send him unto you.

And when he is come, he will reprove the world of sin, and of righteousness, and of judgement.

Of sin, because they believe not on me;

Of righteousness, because I go to my father, and ye see me no more.

Of judgement, because the prince of this world is judged.

I have yet many things to say unto you, but ye cannot hear them now.

However when he, the Spirit of truth is come, he will guide you into all truth: for he shall not speak of him self; but whatsoever he shall hear, that shall he speak.

He shall glorify me; for he shall receive of mine and shall shew it unto you. (St John 16 : 7-14_

خیر کچھ بھی ہو، مطلب دونوں لفظوں (جلال اور بزرگی) کا ایک ہی ہے۔ یعنی مسیح فرماتے ہیں آنے والا موعود نبی میری بزرگی یا جلال (عزت) کا اظہار کرے گا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ موعود نبی مسیح کی معصومیت نبوت اور رسالت سے لوگوں کو مطلع کرے گا۔

یہ بالکل ٹھیک ہے یہودیوں نے جو کچھ حضرت مسیح کے حق میں کہا ہے اور آج تک کہتے ہیں اس کو قرآن مجید نے بہتان عظیم قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو آیت کریمہ

و قولهم علي مريم بهتا نا عظيما

انجیل نے مسیح کا قول جو ان کی والدہ صدیقہ کے حق میں نقل کیا ہے وہ قرآن اور تورات کی اصطلاح میں گناہ کبیرہ ہے کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ اپنے ماں باپ کو جھڑکا نہ کرو، بلکہ عزت سے خطاب کیا کرو۔ ملاحظہ ہو آیت:

فلا تقل لهما اف و لا تنهر هما و قل لهما قو لاً كر يما۔

ماں باپ کو اوں (ہوں) بھی نہ کرو اور جھڑکا بھی نہ کرو بلکہ عزت سے خطاب کیا کرو۔

تورات میں بھی ماں باپ کی تعظیم وتکریم کرنے کا حکم ہے مگر انجیل میں مسیح کا

قول ان کی والدہ صدیقہ کے حق میں قابل غور ہے جسکے الفاظ یہ ہیں:

پھر تیسرے دن قانائے گلیل میں ایک شادی ہوئی اور یسوع کی ماں وہاں تھی اور یسوع اور اسکے شاگردوں کی بھی اس شادی میں دعوت تھی اور جب مئے ہو چکی یسوع کی ماں نے اس سے کہا کہ ان کے پاس مئے نہیں رہی یسوع نے اس سے کہا اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام ابھی میرا وقت نہیں آیا،

(انجیل یوحنا باب ۲ فقرہ ۱۔۲)

And the third day there was a marriage in Cana of Galilee; and the mother of Jesus was there .

And both Jesus was called, and his disciples, to the marriage.

And when they wanted wine, the mother of Jesus said unto him, They have no wine.

Jesus said unto her, Woman, what have I to do with thee, mine hour is not yet come. (St John 2 :1.4)

یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ معاذ اللہ مسیح سے بقول انجیل دو گناہ سرزد ہوئے ایک شراب کی مجلس میں حاضر ہونا، دوسرا اپنی ماں کی تعظیم کرنے کی بجائے اس کو توہین آمیز لفظوں میں مخاطب کرنا۔

غالباً اسی لئے مسٹر اکبر مسیح نے مسیح کی عصمت کے متعلق انجیل کا حوالہ نہیں دیا قرآن ہی سے استدلال کیا اور باوجود اس احسان کے قرآن سے انکار بھی کیا جاتا ہے اور جب کوئی شہادت نہیں ملتی تو قرآن ہی کو بطور شہادت پیش کیا جاتا ہے۔اس لئے قرآن بزبان حال کہتا ہے:

وفا کے واسطے میری تلاش ہوتی ہے
کوئی زمانے میں جب دوسرا نہیں ملتا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ دسمبر ۱۹۴۱ء مطابق ۷ ذی الحجہ ۱۳۶۰ھ نمبر ۵۲ جلد ۳۸۔ص ۳۔۴)

تمام احمدی جماعتوں اور افراد سے ایک سوال

یہ مطبوعہ اشتہار حسب معمول قادیان اور لاہور کے سالانہ جلسوں کے موقع پر تقسیم کیا گیا۔

حدیث شریف میں آیا ہے

من كذب عليّ متعمداً فليتبؤا مقعده فى النار۔

(ترجمہ: جو شخص مجھ (رسول اللہ ﷺ) پر جھوٹ لگائے یعنی میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے یعنی وہ جہنمی ہے)

یہ حدیث شریف سب مسلمانوں میں مسلّم ہے اور سب کا عقیدہ ہے کہ پیغمبر اسلام کے نام سے جھوٹی حدیث بیان کرنے کی سزا جہنم ہے۔

پس اب احمدی (مرزائی) بتائیں کہ مرزا صاحب متوفی نے جو یہ حدیث لکھی ہوئی ہے کہاں ہے:

آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی تو آپ نے فرمایا کہ آج کی تاریخ سے سو برس تک تمام بنی آدم پر قیامت آجائے گی۔

(ازالہ اوہام طبع اول۔ص ۲۵۳)

اگر اس مضمون کی کوئی حدیث ہے، تو پتہ بتائیں۔اگر حدیث کا پتہ نہ بتا سکیں تو یہ بتائیں کہ مرزا صاحب اس کو حدیث کہنے کی وجہ سے خدا کے کس جزاء کے مستحق ہوں گے۔

نوٹ: خدانہ کرے غیر مسلم (کافر) مرزا صاحب کی یہ تحریر دیکھ لیں ورنہ مرزا صاحب کے مریدوں کی تبلیغ روک دیں گے۔سب سے پہلے یہی کہیں گے کہ پیغمبر اسلام (ﷺ) کی اس حدیث کے مطابق دوسری صدی ہجری میں قیامت نہیں آئی۔ بتاؤ پیغمبر اسلام کا قول معاذ اللہ جھوٹ ہے یا مرزا صاحب کی روایت جھوٹ ہے؟ ہم تو صاف کہدیں گے کہ مرزا صاحب کی

روایت جھوٹ ہے
مرزائیو! تم کیا کہو گے۔ صحیح جواب سے اطلاع دو
المشتھر : خاکسار۔ رضاء اللہ
انچارج شعبہ اشاعت متعلقہ دفتر اخبار اہل حدیث امرتسر
(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ دسمبر ۱۹۴۱ء مطابق ۷ ذی الحجہ ۱۳۶۰ھ نمبر ۵۲ جلد ۳۸ ص ۴)

مرزا صاحب نہ نبی تھے، نہ مجدد

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:
لاہوری جماعت مرزائیہ کا اخبار پیغام صلح ایک مضمون کی سرخی یوں لکھتا ہے:
اس دور کے مجدد کو کیوں نہیں مانتے (پیغام صلح ۱۷ جنوری ۱۹۴۲ء ص ۳)

چونکہ وہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے حق میں نبوت و رسالت کا عقیدہ نہیں رکھتا لیکن ان کو مجدد مانتا ہے، اس لئے ہم سے سوال کرتا ہے کہ ہم مرزا صاحب کو مجدد کیوں نہیں مانتے؟ آج کی صحبت میں ہم اس سوال کا جواب دیتے ہیں اور پیغامی جماعت سے اس کی قبولیت کی امید رکھتے ہیں۔

مجدد کا وقت

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالی اس امت کی اصلاح کے لئے ہر صدی کے سر پر ایسا شخص یا اشخاص پیدا کرتا رہیگا جو دین اسلام کو رسوم قبیحہ سے پاک صاف کر کے پیش کرتے رہیں گے

اس میں کچھ شک نہیں کہ ایسے شخصوں کو مجدد کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب کی تحریرات اور ان کی جماعت کی تصنیفات و اخبارات سے یہ امر بالوضاحت ثابت ہوتا ہے کہ صدی کے سر سے مراد ان صاحبوں کے نزدیک صدی کا شروع ہے۔ دیکھئے ان کے رسائل ضرورت مجدد اور امت محمدیہ وغیرہ۔

اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کا دعوی مجددیت کس زمانہ میں

شروع ہوا۔ اس سے پہلے اس امر کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ مرزا صاحب کے دعاوی کتنے اور کیا کیا ہیں۔اوران میں نسبت کیا ہے؟

اسلامی اصطلاح میں آپ کے دعاوی تین ہیں۔مجدد، مسیح موعود، رسول۔

رسول کا لفظ ان سب کو جامع اور اعلی ہے۔مجدداس کے ماتحت ہونے کی وجہ سے کم درجہ ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب قادیانی ،حقیقۃ الوحی میں لکھتے ہیں:

مجھ سے پہلے مجدد تو بہت ہوئے مگر رسول کا نام میرے سوا کسی کونہیں ملا۔

(حقیقۃ الوحی ۔ص ۱۹۱،۱۹۳)

منطقی اصطلاح میں یوں سمجھنا چاہیے کہ مجدد رسول سے عام ہے اور رسول خاص ہے۔ ان میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے۔

یہ بات بالکل بدیہی ہے کہ خاص کے مادے میں عام کا تحقق ہوتا ہے۔ جیسے انسانیت کے ساتھ حیوانیت کا بھی تحقق ہوتا ہے۔

اب ہم بتاتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی چودھویں صدی کے آغاز سے بہت عرصہ پہلے تیرھویں صدی کے اخیر میں مدعی رسالت ہو چکے تھے۔ چنانچہ آپ اپنے ایک اشتہار: ایک غلطی کا ازالہ، میں (ص۱۴پر) صاف لکھتے ہیں:

براہین احمدیہ میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے۔

یہی مضمون براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۸ پر ملتا ہے جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ آپ زمانہ تصنیف براہین احمدیہ میں رسالت متضمنہ مجددیت کے مدعی تھے ۔چنانچہ اسی لئے آپ نے براہین احمدیہ کے اشتہار میں صاف لکھا ہے کہ :

مصنف (براہین) کواس بات کا علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے۔

پس ہمارا مختصر جواب یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب نہ نبی و رسول تھے، نہ مجدد تھے، کیونکہ آپ چودھویں صدی کے شروع میں مدعی مجددیت نہیں ہوئے، بلکہ تیرھویں صدی کے اخیر میں مدعی بنے جو قبل از وقت ہے۔

ہم لوگ چونکہ فرمان رسالت کے تابع ہیں اس لئے اس کام کے لئے حدیث میں جو وقت آیا ہے اس سے سرمو انحراف نہیں کر سکتے۔

ہمارے مخاطب بھی اس حدیث کو مانتے ہیں بلکہ اسی کی بنا پر وہ ہمیں مرزا

غلام احمد صاحب کی مجددیت کا قائل کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہمارا بھی حق ہے کہ ہم ان کو حدیث کے دائرے میں محصور کر کے پوچھیں:

شروع صدی سے دس بیس سال پہلے دعویٰ کرنے والا اس حدیث کا مصداق ہوسکتا ہے؟

اگر کہیں کہ ہوسکتا ہے تو براہ مہربانی ہمارے استفتا کا جواب دیں جو یہ ہے:

کیا فرماتے ہیں علماء احمد یہ اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص زوال آفتاب سے پہلے نماز ظہر پڑھ لے، تو اس کا فریضہ نماز ادا ہو جائے گا۔ بینوا تو جروا

احمدی دوستو! یہ ہے بحث کا مرکزی نقطہ

ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا
بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ فروری ۱۹۴۲ء مطابق ۱۹ محرم ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۶ ص ۴۔۵)

حضرت عیسیٰ مسیح کی توہین

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۶۔ جنوری ۱۹۴۲ء میں ہم نے لکھا تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب نے حضرت مسیح کو کھاؤ پیئو، متکبر اور شرابی وغیرہ لکھا ہے۔

قادیانی اخبار الفضل نے اپنی فضیلت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب میں کہا تھا کہ مرزا صاحب قادیانی نے جو کچھ لکھا ہے وہ الزامی طور پر ہے، جس طرح خود تم نے اخبار اہل حدیث مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۴۱ء میں انجیل کی رو سے مسیح کو گنہ گار ثابت کیا ہے۔

اس کے جواب میں ہم نے لکھا تھا کہ الزامی جواب تو اس کو کہتے ہیں جو مخالف کے مسلمات کی بنا پر ہو، ہم نے تو اپنے دعویٰ کا ثبوت انجیل سے دیا ہے مگر مرزا صاحب قادیانی کی سخت کلامی کا ثبوت انجیل میں کہاں ہے۔

اس کے جواب میں الفضل مورخہ ۲۰، ۲۱ جنوری ۱۹۴۲ء نے جتنی لوٹنیاں

کھائی ہیں وہ لوٹن کبوتر سے زیادہ دلفریب ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں ے دلوں پر بچھڑے کی محبت نے پورا قبضہ کیا ہوا ہے و اشر بوا فی قلو بھم العجل ۔ دوطرح سے جواب دیا ہے۔ ایک تو اس طرح کہ مرزا صاحب قادیانی نے جو کچھ لکھا ہے وہ الزامی طور پر ہے، ورنہ آپ دل سے مسیح کی عزت کرتے تھے ۔ اسی لئے ہم نے کہا تھا کہ الزامی جواب مسلمات خصم پر مبنی ہوتا آپ مسلمہ خصم ایسا حوالہ دکھایئے جس میں مسیح کے حق میں الفاظ مکروہہ آئے ہوں۔

اس کا جواب الفضل نے بڑی چالاکی سے دیا ہے جو قابل داد ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی پارٹی نے بڑی محنت کر کے ایک حوالہ نکالا ہے جو حقیقت میں ان کو مضر ہے۔ حضرت مسیح یہودیوں کی بدکلامی کا ذکر ان لفظوں میں کرتے ہیں:

ابن مریم کھاتا پیتا آیا اور وہ کہتے ہیں دیکھو کھاؤ پیئو اور شرابی آدمی محصول لینے والوں اور گنہ گاروں کا یار۔ (متی ۱۱:۱۹ بحوالہ الفضل ۲۱ جنوری ۱۹۴۲ء ص ۱)

الفضل قادیان نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ چونکہ یہ بات انجیل سے ثابت ہے اس لئے مرزا صاحب قادیانی نے بھی ان کو ایسا ہی لکھا ہے۔ مگر اس نے یہ نہیں سمجھا کہ یہ کلام مسیح کے دشمنوں (یہودیوں) کا ہے، مسیحیوں کا نہیں ہے۔ اس لئے جو شخص بھی مسیح کے حق میں ایسا کہے گا وہ یہودیوں کا ہمنوا سمجھا جائے گا۔

قادیانی ممبرو! جس طرح یہود مسیح کو ان مکروہ الفاظ سے یاد کرتے تھے اسی طرح کفار مکہ آنحضرت ﷺ کو شاعر ساحر اور مجنون وغیرہ کہا کرتے تھے جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے کیا کسی مخالف کا آنحضرت ﷺ کی شان میں ایسی گستاخی کرنا الزامی جواب ہوسکتا ہے

مالھؤلاء القو م لا یکا دون یفقھون حد یثا

اگر آپ کا جواب ہاں میں ہے، تو بتایئے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے حق میں مخالفین نے جو جو الفاظ کہے ہیں کوئی شخص تم کو جواب دیتے ہوئے ان الفاظ قبیحہ پر بنا کر کے تم کو الزامی جواب دے سکتا ہے۔ اگر نہیں اور ہرگز نہیں، تو اس اصول کو یاد رکھو

آنچہ بخود نہ پسندی بدیگراں مپسند

یہ عجیب بات ہے جو آپ بار بار کہتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی نے مسیح کی تعریف کی ہوئی ہے۔

واقعی ہم مانتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کبھی کبھی مسیح کی تعریف بھی کیا کرتے تھے۔ یہی تو ہمیں گلہ ہے کہ تعریف کرنے کے باوجود کبھی کبھی توہین بھی کر جاتے تھے۔ مسیح کی یہ توہین اسلام کی حمایت میں نہ ہوتی تھی، بلکہ کسی خاص غرض کے ماتحت ہوتی تھی۔ گویا مرزا صاحب قادیانی کا طرز عمل اس شعر کا مصداق تھا

حلف عدو سے قسم مجھ سے کھائی جاتی ہے
الگ ہر ایک سے چاہت بتائی جاتی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ فروری ۱۹۴۲ء مطابق ۲۶ محرم ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۷ ص ۵)

کیا تصانیف ثنائیہ مرزائیت کیلئے کھاد ہیں؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

میری تصانیف متعلقہ قادیان کا ذکر اخبار الفضل میں اسی طرح آتا ہے جس طرح استاد داغ مرحوم نے لکھا ہے

داغ کے نام سے نفرت ہے وہ جل جاتے ہیں
ذکر خوش بخت کا آنے کو تو اکثر آئے

اخبار الفضل مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۴۲ء میں لکھا ہے کہ:

ثنائی تصانیف متعلقہ قادیان بجائے مضر ہونے کے ہمیں مفید ہیں کیونکہ قادیانی کھیتی کے لئے کھاد کا کام دیتی ہیں۔ ان تصانیف نے کسی احمدی کو راہ راست سے نہیں بھٹکایا۔

سنئیے جناب! تصانیف ثنائیہ کا مصنف نہ الہام کا مدعی ہے، نہ مجددیت کا دعویدار ہے، نہ ہی نبی ہے، نہ رسول بلکہ ایک معمولی صاحب قلم ہے۔ برخلاف اس کے ہم آپ کے مجدد نبی و رسول کی تصنیف کا ذکر سناتے ہیں۔ آپ کے نبی صاحب اپنی کتاب براہین احمدیہ کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ:

اس کتاب سے ہمیشہ مجادلات کا خاتمہ فتح عظیم کے ساتھ ہو جائے گا۔

(براہین احمدیہ صفحہ و)

قادیانی اور لاہوری مرزائی دوستو! ایمان سے سچ بتاؤ خدا سے ڈر کر اور مخلوق سے شرم کر کے بتاؤ کہ آپ کی مایہ ناز کتاب براہین احمدیہ سے یہ نتیجہ پیدا ہوا یا مجادلات دن بدن بڑھتے چلے گئے اور غیر مسلم جماعتوں میں سے جو دو گروہ (عیسائی اور آریہ) مرزا صاحب قادیانی کے خاص مخاطب تھے ان پر بھی اس کتاب کا کوئی اثر ہوا؟ ہاں اتنا اثر ضرور ہوا کہ دونوں گروہ ہزاروں کے شمار سے لاکھوں کی تعداد تک پہنچ کر مرزا صاحب قادیانی کے غرور اور تکبر کا جواب دیتے ہیں

حباب بحر کو دیکھو یہ کیسا سر اٹھاتا ہے
تکبر وہ بری شئے ہے کہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ فروری ۱۹۴۲ء مطابق ۲۶ محرم ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۷ ص ۵)

رسالہ بطش قدیر پر برہان دہلی کا تبصرہ

خلیفہ قادیانی نے تفسیر قرآن کی ایک جلد (از سورہ یونس یا سورہ کہف) شائع کی ہے جس میں انہوں نے اپنے مسلک ومشرب باطل کے مطابق قرآن مجید میں جابجا تحریف سے کام لیا ہے مولانا ثناء اللہ صاحب نے جو اس پیرانہ سالی میں بھی ردّ قادیان کے معاملہ میں جوانوں کی سی ہمت رکھتے ہیں، اس مختصر رسالہ میں تفسیر موصوف کے دس مقامات پر دس تعاقبات کئے ہیں اور بدلائل قویہ قادیانی تفسیر کی رکاکت کو ظاہر کیا ہے۔ جن لوگوں کو بد قسمتی سے اس تفسیر کے مطالعہ کا اتفاق ہوا ہو انہیں بطش قدیر کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ فروری ۱۹۴۲ء مطابق ۲۶ محرم ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۷ ص ۶)

قادیان میں موسم بہار

پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مارچ کا مہینہ بہار کا موسم ہے۔ صوبہ پنجاب میں شالا مار باغ کا میلہ اسی

مہینے میں ہوتا ہے جس میں بڑی چہل پہل ہوتی ہے۔اس موقع پر شائقین لوگ تفریح کرتے نظر آتے ہیں۔اسی ماہ مارچ میں قادیان میں بڑی چہل پہل نظر آرہی ہے۔مگر ان دونوں خوشیوں میں فرق وہی ہے جو کہ بوندی کے لڈوؤں اور بور کے لڈوؤں میں ہوتا ہے۔

قادیانی اخباروں نے خوشی کی وجہ یہ بتائی ہے کہ مارچ کے مہینہ میں حضرت مرزا صاحب کے دو الہام بڑے زورشور سے صحیح ثابت ہوئے ہیں۔ایک پنڈت لیکھ رام کے قتل سے متعلق ہے جو ٦ مارچ کو پورا ہوا ،اور دوسرا موسم بہار میں جنگ تیز ہوجانے کے بارہ میں ہے۔الفضل نے اس خوشی میں صفحوں کے صفحے لکھ مارے ہیں۔

ہمارے خیال میں مرزا صاحب قادیانی کی یہ دونوں پیش گوئیاں ان کی دوسری پیش گوئیوں کی طرح بالکل غلط ثابت ہوئیں۔پس احمدی دوستو!

نالہ بلبل شیدا (الفضل) تو سنا ہنس ہنس کر
اب جگر تھام کے بیٹھو میری باری آئی

مرزا غلام احمد صاحب کا الہام پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی ، کی تاریخ نزول ۹ مئی سنہ ۱۹۰۵ء ہے (البشریٰ حصہ دوم۔ص۹۷)۔ اس کے متعلق پہلے ہم الفضل قادیان کے الفاظ پیش کرتے ہیں جو یہ ہیں:

پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی
یہ خدا کی وحی ہے اب سوچ لو اے ہوشیار

اب ہر وہ شخص جو عقل وسمجھ سے کام لے کر اور خدا کے خوف کو دل میں جگہ دے کر موجودہ جنگ اور ایام بہار کے تعلق پر غور کرے اسے تسلیم کرنا پڑے گا کہ فی الواقعہ یہ وہی المناک عذاب ہے جس کی خبر آج سے کسی سال پہلے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے دی تھی اور فرما دیا تھا کہ بہار کے ایام میں وہ عذاب خاص شدت اور وسعت اختیار کرلے گا۔ چنانچہ گذشتہ دو سال میں ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔سردی کے ایام میں جنگ ہر محاذ پر مدہم پڑ جاتی رہی ہے۔اور پھر ایام بہار آتے ہی اس میں غیر معمولی شدت پیدا ہوجاتی رہی ہے۔اب کے بھی ایسا ہی ہونے والا ہے اور پہلے کی نسبت بہت زیادہ

زور کے ساتھ ہونے والا ہے جیسا کہ ایک طرف اتحادی اور دوسری طرف ہٹلر بڑے زورشور سے کہہ رہا ہے۔ (الفضل یکم مارچ ۱۹۴۲ء صفحہ اول)

مولانا امرتسری فرماتے ہیں: سب سے پہلے ہم اس بات کی تحقیق کرتے ہیں کہ مرزا جی، صاحبِ الہام نے اس الہام کی تشریح کیا فرمائی تھی۔ اس کے لئے ہمیں اپنے الفاظ پیش کرنے کی ضرورت نہیں خود مرزا صاحب قادیانی ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم میں زلزلہ شدیدہ کی بابت اپنے الہام کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

خدا تعالی کا ایک الہام یہ بھی ہے:

پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زلزلہ موعودہ کے وقت بہار کے دن ہوں گے (حاشیہ۔ص ۹۷)

یہ عبارت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی طرف سے کھلی تصریح ہے کہ یہ الہام زلزلہ موعودہ کے متعلق ہے جو بقول ان کے موسم بہار میں آنا مقدر تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا موسم بہار کا موعودہ زلزلہ دنیا میں آیا؟ ہم ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ ہرگز نہیں آیا کیونکہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی صفحہ مذکور پر لکھتے ہیں کہ

بار بار وحی الٰہی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ (زلزلے والی) پیش گوئی میری زندگی میں، میرے ملک میں اور میرے ہی فائدے کے لئے ظہور میں آئے گی۔ (حوالہ مذکور)

ناظرین کرام! مرزا صاحب کے مریدوں سے پوچھئے کہ اس الہام کے بعد مرزا صاحب کی زندگی میں ان کے ملک میں اور موسم بہار میں زلزلہ شدیدہ کب آیا؟

ایک اور طرح سے:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا یہی الہام دوسرے لفظوں میں بھی آیا ہے۔ حقیقۃ الوحی میں دونوں الہام اکٹھے مرقوم ہیں، اس لئے ہم بھی یہ دونوں الہام یکجا دکھاتے ہیں۔ مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں

پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی

پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن

ان دونوں الہاموں کی تشریح خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جن الفاظ

میں فرماتے ہیں، وہ ان الہاموں کے بین السطور مرقوم ہیں:

بہار جب دوبارہ آئے گی تو ایک اور زلزلہ آئے گا پھر جب بار سوم آئے گی تو اس وقت اطمینان کے دن آجائیں گے۔ (حقیقۃ الوحی۔ص ۹۹۔۱۰۰)

یہ تشریح بآواز بلند پکار رہی ہے کہ، پھر بہار آئی والا، الہام اس شدید زلزلہ کے متعلق تھا جس کے بعد اطمینان کا زمانہ آنا مقدر تھا اور بقول مرزا صاحب قادیانی ان کی زندگی ہی میں ان سب واقعات کا وقوع پذیر ہونا ضروری تھا۔

احمدی دوستو! کیا ایسا ہوا؟ ہم سے پوچھو تو ہم اسکے متعلق عرب کا یہ شعر پیش کرتے ہیں

لا تغرنك ما منت و ما وعدت

ان الامانیّ و الاعلام تضلیل

ناظرین کرام! مرزا غلام احمد صاحب کے اپنے الفاظ میں اس الہام کی تشریح کافی ہو چکی ہے ۔ اب ہم ان چھوٹ بھیوں (مخلص مریدوں) کے ہتھ کنڈے ناظرین کو دکھاتے ہیں۔ یہ لوگ ایسے دلیر اور من چلے ہیں کہ ان کو اپنی بات کہتے ہوئے مرزا صاحب قادیانی کی مخالفت کا خوف بھی نہیں ہوتا ۔ یا یہ وجہ ہے کہ ان کو اقوال مرزا یاد نہیں رہتے۔ ان کی دلیری ملاحظہ کیجئے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تو اس زلزلہ بہار کو اپنے منکرین کے لئے عذاب بتاتے ہیں مگر یہ قادیانی چھوٹ بھیئے جوش میں آکر اس کو قادیان پر، بلکہ اپنی ہی جماعت پر وارد کر لیتے ہیں۔

۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو حکیم نورالدین خلیفہ اول کی وفات ہوئی۔ ان کی جگہ میاں محمود احمد خلیفہ ثانی مقرر ہوئے جس پر لاہوری جماعت الگ ہو گئی ۔ الفضل میں ان تینوں واقعات کو یکجا دکھا کر اس (بہاری) الہام کا مصداق بتایا ہے اصل الفاظ یہ ہیں:

ایک زلزلہ تو ہمارے اپنے گھر میں ہی آیا اور ۱۳۔ مارچ کو حضرت خلیفہ اول کی وفات کی صورت میں آیا۔ اس کے بعد خلافت کے تقرر پر شر الذین انعمت علیھم (پیغامی ممبرو! کیا کہتے ہو۔ اڈیٹر اہل حدیث امرتسر) کی حالت میں آیا۔ خدا کے مسیح کی مرادیں خلافت ثانی کے رنگ میں پوری ہوئیں۔ خدا تعالی اچانک فوجوں کے ساتھ آیا اور فتح نمایاں کا ظہور ہوا اور یہ سب کچھ

موسم بہار ہی میں ہوا (اخبار الفضل قادیان ۲۹۔اپریل ۱۹۱۴ء ص ۱۹ کالم اول)

مرزائی دوستو! کیا بہاری الہام کی یہی تفسیر ہے جسکو آپ لوگ پیش کر کے اپنے اوپر وارد کر رہے ہو۔ کیا ہی سچ ہے

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

اس الہام کے متعلق ابھی ہمارے پاس لکھنے کو بہت کچھ ہے

اندکے با تو گفتم و بدل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

نوٹ: پنڈت لیکھ رام والی پیشگوئی کی بابت انشاء اللہ آئندہ ہفتے لکھا جائے گا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ مارچ ۱۹۴۲ء مطابق یکم ربیع الاول ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۱۲ ص ۴۔۵)

کیا مرزا صاحب ایک قابل مصنف تھے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۷ فروری ۱۹۴۲ء میں اس عنوان کے ماتحت ہم نے ایک نوٹ لکھا تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب مسیح مہدی اور کرشن وغیرہ تو کیا ہوتے، آپ ایک قابل مصنف بھی نہیں تھے۔ ہم نے اتباع مرزا کو چیلنج دیا تھا کہ وہ اگر چاہیں تو اس مضمون پر ہم سے مباحثہ کرلیں۔ یہ امر ثابت کرنا ہمارے ذمہ ہوگا کہ مرزا صاحب قادیانی کوئی بڑے پایہ کے مصنف نہ تھے۔ قادیانی اخبار الفضل ۱۰۔مارچ نے اسکے جواب میں جو نوٹ لکھا ہے آج ہم اس کا جواب الجواب دیتے ہیں۔

الفضل قادیان نے ہم سے ہمارے دعوی کا ثبوت تو پوچھا نہیں، جلدی میں معارضہ کرنے بیٹھ گیا۔ چونکہ آپ بھی دراصل اسی بزرگ کے متبع ہیں جو اصول کلامیہ سے ناواقف ہونے کی وجہ سے لکھ چکے ہیں کہ معترض کی تقریر پہلے ہونی چاہیے کیونکہ وہ معترض ہے (حوالہ بروقت پیش کریں گے)

اس لئے اڈیٹر الفضل قادیان نے اگر اپنے نبی کی سنت کے اتباع میں ایسا کیا ہے تو یہ فعل قابل تعجب نہیں۔ کیوں؟

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
رو بسوئے خانۂ خمار دارد پیر ما

ہماری تردید میں آپ نے ایک دو گواہ بھی پیش کئے ہیں جنہوں نے مرزا صاحب قادیانی کی کتاب براہین احمدیہ کی تعریف کی ہوئی ہے ان میں سے ایک مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی مرحوم بھی ہیں انہوں نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں ایک مضمون شائع کیا تھا جس میں آپ نے اس کتاب (براہین احمدیہ) پر تبصرہ کیا تھا۔

کچھ شک نہیں کہ انہوں نے کتاب مذکور اور اس کے مصنف (مرزا) کی تعریف کی ہے۔ مولانا مرحوم اب اس دنیا میں موجود نہیں ہیں کہ اس کا مفصل جواب دے سکیں۔ البتہ ہم نے ان کی زندگی میں ان سے پوچھا تھا کہ آپ نے ایسا تبصرہ کیوں کیا ہے، انہوں نے ہمیں جواب دیا کہ میں نے مرزا صاحب قادیانی کے کتابی پروگرام پر اعتماد کر کے ایسا لکھ دیا، ورنہ حقیقت یہ نہیں ہے۔

حق تو یہ ہے کہ مولانا موصوف چونکہ دوسری دنیا میں چل بسے ہیں، اسلئے اصولاً نہ الفضل ان کو بطور گواہ پیش کر سکتا ہے اور نہ ہم ان سے جواب دلوا سکتے ہیں۔ اس لئے ہم اتباع مرزا کو گفتگو کے مرکز پر لانے کے لئے کہتے ہیں کہ کسی مصنف کی نسبت اچھی یا بری رائے قائم کرنے کیلئے بہترین شہادت اس کی تصنیف ہی ہوسکتی ہے بیرونی شہادتوں سے کام نہیں چلانا چاہیے۔

اگر الفضل بیرونی شہادت کو کافی سمجھتا ہے تو ہم بھی اس کو ہندوستان کے ایک عالی دماغ مصنف کی رائے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تصنیفات کی نسبت سناتے ہیں۔ اپنے الفاظ میں نہیں بلکہ خود مرزا غلام احمد صاحب کی زبان سے سنئیے۔ مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

سرسید احمد خان علی گڈھی نے اپنے ایک دوست کے نام جو سیالکوٹ میں رہتے ہیں اس عاجز کی تصنیفات کی نسبت لکھا تھا کہ وہ ایک ذرہ کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتیں۔ (دافع الوساوس۔ ص ۲۳۰)

یہ شہادت آپ کے نزدیک بھی کچھ وزن رکھتی ہے یا نہیں۔ اور سنیئے:

ہم جماعت مرزائیہ کی دونوں صنفوں (قادیانی ہوں یا لاہوری) کو چیلنج کرتے ہوئے اپنے دعوی کو دہراتے ہیں کہ: مرزا صاحب ایک قابل مصنف نہ تھے۔

بحث کو مرکز پر لانے کیلئے ہم مرکزی نکتہ بتائے دیتے ہیں۔ غور سے سنیئے!

علمائے کلام کے نزدیک قابل مصنف (مومن ہو یا کافر) وہ ہوتا ہے جس کے استدلال میں تقریب اور صحت نقل ہو۔ اسکا مطلب نہ سمجھے ہوں تو کسی متکلم سے پوچھ لیجئے۔ مرزا صاحب قادیانی کی تصنیفات میں یہ بات نہیں۔

مذکورہ بالا دونوں صنفوں میں سے کوئی صنف یا دونوں مل کر اپنے اپنے امیر کی نیابت میں ہم سے گفتگو کرلیں اس کام کیلئے بہتر مقام لاہور ہے کیونکہ لاہور اپنی مرکزی پوزیشن کے علاوہ بقول مرزا صاحب قادیانی بڑی عزت وشرافت رکھتا ہے۔ مرزا صاحب قادیانی کا الہام ہے کہ: ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔ چونکہ آپ لاہور میں فوت ہوئے، لہذا جماعت مرزائیہ کے نزدیک لاہور ہی مکہ یا مدینہ ہے۔ اس لحاظ سے لاہور کو دینی و دنیوی دونوں قسم کی شرافت حاصل ہے۔ سچ ہے

ہر اک مکاں کو ہے مکیں سے شرف اسد
مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۔ اپریل ۱۹۴۲ء مطابق ۱۶ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۱۴ ص ۴)

قادیان میں قرآن مجید کی نئی تفسیر

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ڈاکٹر اقبال مرحوم لاہوری نے کسی صحبت میں کہا تھا کہ امام حسینؓ کے بعد سب سے بڑا مظلوم قرآن مجید ہے، جو چاہتا ہے اس کی من مانی تفسیر کر لیتا ہے۔

قادیانی اخبار الفضل میں ایک سلسلہ مضمون کئی قسطوں میں شائع ہوا ہے جس میں سورہ کہف اور سورہ مریم کی بعض آیات کی تفسیر اپنے حسب منشاء کی گئی ہے

مضمون نگار کی زیادہ توجہ لفظ بأس شدید پر مرکوز رہی ہے جو سورہ کہف میں اس طرح آیا ہے لینذر بأسا شدیداً من لدنه (الکھف :۲)

اس بأس شدید سے مراد موجودہ جنگ بتائی ہے اور اس میں شامل ہونے والی اقوام کو یاجوج ماجوج قرار دے کر آیت موصوفہ کا مصداق بتلایا ہے جسکا صاف نتیجہ یہ ہے کہ موجوہ جنگ یاجوج ماجوج کے حق میں عذاب الٰہی کی شکل میں نازل ہوئی ہے۔ اسی اثنا میں خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے اپنے خطبہ جمعہ میں اس جنگ کا ذکر کرتے ہوئے اظہار خدمت کے طور پر کہا ہے کہ

ہماری جماعت اپنی طاقت اور قوت سے بڑھ کر فوجی کاموں میں حصہ لے رہی ہے۔ فوجی رنگروٹ دے رہی ہے۔ اس کے جگر گوشے اور بھائی لڑائی میں شریک ہیں۔ (الفضل قادیان ۲۲ مارچ ۱۹۴۲ء)

چونکہ ان دونوں مضمونوں کو ملا کر پڑھنے والے کے دل میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے جس کا رفع کرنا راقم مضمون کا فرض تھا اس لئے انہوں نے خود ہی یہ سوال اٹھا کر اس کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس جنگ میں جو بأس شدید کی شکل میں نازل ہوئی ہے اس میں مسلمان عموماً اور قادیانی جماعت خصوصاً کیوں شامل ہے؟

اس بارے میں قابل مضمون نگار لکھتے ہیں:

ایک سوال باقی ہے جو میرے دل میں کھٹکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب موجودہ یورپین جنگیں بأس شدید والے انذار کی مصداق ہیں تو جماعت احمدیہ کیوں اس میں حصہ لیتی اور کیوں برطانیہ کی فتح کے لئے دعائیں کرتی ہے۔ اس لئے اس بارہ میں احمدی نقطہ نظر سے خیالات کا اظہار کرنا ازبس ضروری معلوم ہوتا ہے۔

سو اس کے متعلق ایک جواب تو میں دے چکا ہوں جب میں نے کہا تھا کہ سورہ مریم کی آیت:

فو ربك لنحشر نهم و الشيا طين ثم لنحضر نّهم حول جهنم جثيّاً ۔(مریم:۶۸)۔

میں یہ پیش گوئی بھی کی گئی ہے کہ اس ہمہ گیر موعودہ ہنگامہ آرائی میں ناخلف مسلمان اقوام بھی عیسائی اقوام کے ساتھ شریک کی جائینگی فسو ف یلقون غیا تاکہ اپنی ناخلفی اور کجروی کی وہ بھی سزا پائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب یہ قیامت خیز بأس شدید دنیامیں قائم ہوگا تو دونوں قومیں عیسائی اور مسلمان خداتعالیٰ سے غافل اور شہوات نفس کے تابع ہوں گی عیسائی اقوام یاجوج ماجوج کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

من اغفلنا قلبه عن ذكر نا و اتبع هوا ه وكان امر ه فر طا (الكهف :٢٨)

اور مسلم اقوام کی بھی تقریباً یہی حالت بتائی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فخلف من بعدهم خلف اضا عوا الصلوة و اتبعوا الشهوا ت (مریم:۵۹)

صرف اس قدر فرق ہوگا کہ عیسائی اقوام بے دینی اور ضلالت میں

و كان امره فر طا

حدود سے گزری ہوئی ہوں گی اور مسلمان نمازیں تو پڑھیں گے

ا ضا عوا الصلوة

مگر نہ پڑھنے کے برابر ہوں گے واتبعوا الشهوات اور شہوات کے پیرو ہوں گے غرغ غفلت کیلحاظ سے دونوں قوموں کی حالت تھوڑے سے فرق کے ساتھ یکساں ہوگی اس لئے یہ ناخلف مسلمان بھی (فسو ف یلقو ن غیا) اپنی کجروی کی سزاپائیں گے (فو ر بك لنحشرنهم و الشياطين) اور انہیں بھی ضرور اس محشر میں شریک کیا جائے گا

۲۔ پس جماعت احمدیہ جو عالم اسلام کاایک حصہ ہے ایک ہزا رسالہ شطِ تاریک والے فیج اعوج کے بداثرات سے باہر نہیں رہ سکتی علاوہ ازیں بأس شديد کی سزا بھی عام گیر ہونے کی وجہ سے سب کو شامل کرنے والی ہے جو سب پر اثر انداز ہونے والی ہے اس سے ہم بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے اس لئے اگر ہم اس جنگ میں شریک ہیں تو ہماری یہ شرکت

اسی طرح غیر اختیاری ہے جس طرح تمام اقوام عالم کی شراکت ان معنوں میں گیرا ختیاری ہے کہ حالات نے ہم سب کو اس میں شریک ہونے کیلئے مجبور کر دیا ہے۔ (الفضل ۲۶ مارچ ۱۹۴۲ء ص ۳)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: قابل مضمون نگار کا یہ اقتباس دو حصوں پر مشتمل ہے۔

پہلا حصہ اس جنگ میں ناخلف مسلمانوں کی شرکت کے متعلق ہے۔ ناخلف کا لفظ قادیانی جماعت کو بھی شریک ہے جسکا ذکر خود خلیفہ قادیان نے اپنے خطبہ میں کیا ہے اور سب جانتے ہیں کہ ناخلف کے معنی نالائق کے ہیں اسلئے قادیانی مضمون نگار صاحب اپنی جماعت کو نالائق کے وصف سے بچانے کی عجیب توجیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

قادیانی جماعت اپنے مسیح موعود کی ہدایت کے ماتحت اس جنگ میں شریک ہوئی ہے اس لئے وہ ناخلف نہیں ہے۔

اس توجیہہ پر ہمارا سوال یہ ہے کہ یہ بأس شدید جو عذاب کی صورت میں یاجوج ماجوج پر نازل ہوا ہے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اتباع کے حق میں عذاب کی بجائے ثواب کیوں کر ہوسکتا ہے؟ کیا شریعت میں اس کی نظیر ملتی ہے کہ کوئی گناہ کبیرہ کسی غیر شارع کے حکم سے ثواب ہوجائے ان لهم شركاء شر عو لهم من الدين مالم يأذن به الله

کیا اس استثناء کا یہ نتیجہ نہیں ہے کہ سوائے قادیانی افراد کے دوسری اقوام کے افراد جو فوج میں بھرتی ہو کر اس جنگ میں شریک ہوئے ہیں قادیانی فتوے کے ماتحت سب ناخلف ہیں۔

دوسرا حصہ: فاضل مضمون نگار قادیان میں ایک معزز عہدیدار ہونے کے باوجود اقوال مرزا سے بے خبر معلوم ہوتے ہیں جو مرزا صاحب قادیانی کی تصریح کی خلاف موجودہ زمانے کو فیج اعوج (گمراہی کا زمانہ) کہتے ہیں حالانکہ مرزا غلام احمد صاحب نے چھٹے ہزار کو فیج اعوج کا زمانہ قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو لیکچر سیالکوٹ)

مرزا صاحب مسیح موعود اور مہدی مسعود وغیرہ جو کچھ بھی بنے ساتویں ہزار میں بنے جو بقول ان کے ہدایت کا ہزار ہے چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ:

ہزار ششم ضلالت کا ہزار ہے ...اس ششم کے لوگوں کا نام آنحضرت ﷺ فیج اعوج (سخت گمراہ لوگ) رکھا ہے ساتواں ہزار ہدایت کا ہزار ہے جس میں ہم موجود ہیں (قادیانی لیکچر سیالکوٹ ۔ص ۷)

مرزا صاحب قادیانی نے کل ۶۹ سال عمر پائی ۔دس سال چھٹے ہزار سے لئے اور ۵۹ سال ساتویں ہزار سے پائے آج ان کے انتقال کو قریباً ۳۴ سال ہو گئے ہیں اور ۳۴ کو ۵۹ سال میں جمع کرنے سے ۹۳ سال بنتے ہیں جو ساتویں ہزار میں سے گزر چکے ہیں لیکن جماعت مرزائیہ بقول، مضمون نگار صاحب ابھی تک فیج اعوج کے بد اثرات کے دلدل میں پھنسی ہوئی ہے جس سے باہر نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ۔ کیا کوئی امت اپنے نبی کی حدیثوں کو ایسے ہی یاد رکھا کرتی ہے جسکا نمونہ قادیانی جماعت نے دکھایا ہے اسلئے ہم نے بارہا ان کو مشورہ دیا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کی کتب کے حوالہ ہم سے پوچھ لیا کرو، کیوں ۔

رند بھی ہوں میں پارسا بھی ہوں
میری نگاہ میں رند و پارسا ہیں ایک ایک

مختصر یہ کہ یا تو قادیانی تفسیر غلط ہے یا بقول ان کے اس جنگ میں شامل ہونے والی دیسی اقوام کے افراد سب ناخلف ہیں ۔

بس یہی ایک مرکزی نقطہ ہے جس پر مولوی زین العابدین صاحب اور ان کی پارٹی کو خاص توجہ مبذول کرنی چاہیے

ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا
بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰۔اپریل ۱۹۴۲ء مطابق ۲۳ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۱۵ ص ۴۔۶)

مرزا قادیانی کی روش پر ان کا ایک مرید

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین اخبار اہل حدیث امرتسر آگاہ ہوں گے کہ امت مرزائیہ دو

جماعتوں میں منقسم ہے۔ایک قادیانی جماعت، دوسری لاہوری۔ لاہوری جماعت میں سے ایک شخص مسمی شیخ غلام محمد صاحب نکلے ہیں جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے روحانی فرزند ہونے کے مدعی ہیں۔مگر لاہوری جماعت نے ان کو اپنے سے علیحدہ کردیا ہے۔اسی طرح قادیانی جماعت بھی ان سے بے تعلق ہے۔اس لئے اب وہ مستقل اور نڈر ہوکر اپنے کام میں سرگرم ہیں۔ آپ الہام الٰہی کے دعوی دار ہیں۔ بلکہ منصب مہدویت کے بھی مدعی ہیں۔اور اپنے خیالات کی اشاعت کے لئے رسائل شائع کرتے رہتے ہیں۔آج تک تو ان کی تحریرات کا رخ قادیانی اور لاہوری جماعتوں کی طرف رہا ہے مگر ماہ اپریل سنہ رواں میں آپ نے جو تبلیغی رسالہ شائع کیا ہے اس میں ہندو اور عیسائی اقوام کو بھی مخاطب کیا گیا ہے۔آپ کے الفاظ قابل دید وشنید ہیں۔ خصوصاً اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ابتداء میں مرزا صاحب قادیانی متوفی کی بھی یہی روش تھی کہ آپ ہندو عیسائی اور آریہ وغیرہ غیر مسلم اقوام کو مخاطب کرکے اشتہارات وغیرہ شائع کیا کرتے تھے۔اس روش کے ماتحت ہم شیخ غلام ،محمد صاحب کو پکا مرزائی یا بالفاظ دیگر احمدی سمجھتے ہیں۔

قادیانی جماعت مرزا صاحب کی روش کو چھوڑ کر سیاست میں مشغول ہوگئی ہے۔ چنانچہ ان کی زیادہ توجہ سیاسیات پر لگی رہتی ہے۔اس لئے ہم خوش ہیں کہ شیخ غلام محمد صاحب یا نئی جماعت ثالثہ مرزا صاحب قادیانی کی راہ پر گامزن نظر آتے ہیں۔آپ ہندو قوم کو مخاطب کرکے لکھتے ہیں:

> ہندو قوم کو معلوم ہے کہ ہندوستان ہی تمام ممالک میں سرسبز وشاداب ہے اور تمام دنیا کی نعمت اور دولتیں اسی میں محفوظ رکھی گئی ہیں۔ اور اس میں صوبہ پنجاب وہ واحد صوبہ ہے جس میں پانچ دریاؤں اور بے شمار انہار سے ہندو قوم سب سے زیادہ فائدہ اٹھاتی ہے۔پس اسکے مطابق اللہ تعالیٰ نے اس آخری زمانہ میں اسلامی روحانیت کی تمام سرسبزی وشادابی اور بے شمار قیمتی خزانوں کو میرے واحد وجود میں اکٹھا اور محفوظ فرما کر ملک پنجاب میں پہنچا دیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ آزمائے کہ ہندو قوم کتنی عقل مندی اور ہشیاری سے مجھے جلد سے جلد قبول کرکے مجھ پر اپنا قدیمی قبضہ پاکر آسمانی دولتوں

سے مالا مال ہو جاتی ہے، یا پنجاب کی مسلمانوں کی اکثریت اور ہندوستان کی انگریزی حکومت کے غلبہ کے مقابل میرے معاملہ میں وہ پیچھے رہ کر اپنی اکثریت و آزادی حکومت کو برباد کر لیتی ہے کیونکہ وہ قدرت اور اس کے کاموں و بہترین انتخاب سے بے فائدہ اور جاہلانہ مقابلہ کرنے کی عادی و مجرم ہے اسلئے خطرہ ہے کہ اگر اس نے اپنی پرانی عادت کو نہ چھوڑا تو مجھے انگریزوں کی دانش مند قوم ہی سب سے پہلے خرید لے گی جس طرح ایک مومن مسلمان جنت کو اپنی جان و مال کی مکمل قربانی سے خرید لیتا ہے اگر ایسا ہی ظہور میں آیا تو جو قوم سب سے پہلے میرا خیر مقدم کرے گی میرا آسمانی رحمانی خدا اس سے جو اسلامی صلح حدیبیہ کا فیصلہ کر لے گا اسے سب پر مقدم رکھا جائے گا۔

میری پیاری ہندو قوم کے بزرگو و دانشمندو! آپ کو تمام اقوام عالم کے مقابل قدیمی ہونے کا دعوی ہے جس کے قابل اسلام اور مسلمانوں کو سب سے آخر گذشتہ ساڑھے تیرہ صدیوں سے پیدا ہونے کا دعوی ہے اور اب آپ کے قدیمی مذہب اور اس کے عمر رسیدہ علم برداروں کا اسلام کے بالکل تازہ اور نوجوان فرزند غلام محمد کی آسمانی روحانیت سے اسی طرح مقابلہ درپیش ہے جس طرح منٹو پارک کے میدان میں دوشنبہ کے دن دو نامی گرامی پہلوانوں کا مقابلہ ہوا تھا جس میں اللہ تعالی نے ایک مسلمان کشمیری تازہ دم نوجوان کو محض غیرت توحید اور اسلام کی مفید و بہترین طاقت وجسمانی غذاؤں کے سبب ہندو مشرک پہلوان پر فتح مبین عطا فرمائی۔ اور اب اس بھی بڑھ کر نہایت صفائی کے ساتھ اللہ تعالی میرے روحانی وجود میں اسلام کی توحید کو ہندو قوم کے شرک پر فتح مبین عطا فرمانے والا ہے۔ تم سوچ لو اور خوب غور کر لو کہ اس مقابلہ میں کیسی بدمزگی ہو گی جب ایک طرف ہندوستان کی قدیم قوم کے عمر رسیدہ نامی گرامی لیڈر جو میرے قدیمی تعلقات کے لحاظ سے میرے جسمانی باپ ہیں وہ میرے مقابل زور آزمائی کے لئے نکل کر شرمندہ ہوں گے کیونکہ ان کے ایسا کرنے پر اسلام

کی آسمانی توحید میری روحانیت کو سخت جوش اور غیرت دلائے گی کہ میں اپنے تازہ دم اور نوجوان وجود سے اپنے بوڑھے بزرگوں اور باپوں کے مقابل نکل کر انہیں خاک میں لیٹا ہوا دکھاؤں اور اپنے مقابل انہیں ذلیل و خوار بنا کر حسرت و نامرادی کی نیند سلاؤں ۔ پس میں انہیں ان کی قدیمی عزتوں اور پدری تعلقات کو ملحوظ رکھ کر نہایت خلوص دل سے یہ مشورہ دیتا ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں کشتی لڑنے کا نام تک نہ لیں بلکہ انہیں اس بات کے لئے اکسائے اور جوش دلائے اسے شیطان اور خطرناک دشمن یقین کریں ان کے لئے بہترین صورت صرف یہ ہے کہ وہ مجھے اپنا ہی نوجوان بچہ اور اپنا ہی جسم و جان اور اپنے ہی ملک ہندوستان کے اکھاڑے کا پہلوان سمجھ کر اپنی گود میں بٹھالیں اور مجھ پر فخر اور خوشی کرتے ہوئے مجھے ہر میدان مقابلہ میں غیروں کے سامنے پیش کریں اور میری عظیم الشان کشتی کا اپنی طرف سے انعامی اشتہار دیکھ کر میری بیشمار آمدنیوں سے اپنے گھروں کو مالا مال کریں، تاکہ میں ان کی ہندوقوم کا فرزند بنوں ۔ جس نے اسلام کے اندر پہنچ کر اس کے انتہائی کمال کے انعام سے اسکے تمام روحانی خزانوں کا ورثہ پالیا ہے اور عنقریب میں اسلام کے روحانی خزانوں کے کثیر حصہ کی تقسیم اس کے قریبی اور مناسب حق داروں میں عدل وانصاف سے کرنے والا ہوں ۔ (رسالہ، ہندوقوم اور کانگریس کے نام، ص۱۴۔۱۵)

مرزا غلام احمد صاحب کی ایک تحریر مندرجہ ازالہ اوہام کے پیش نظر بہت عرصہ سے ہمیں ایک سوال کھٹکتا ہے جس کو مرزا صاحب قادیانی کی دونوں جماعتوں میں سے کسی نے آج تک حل نہیں کیا، لیکن ہمیں امید ہے کہ شیخ غلام محمد صاحب اس کو حل کر دیں گے جس کا مضمون یہ ہے کہ عنقریب ہندو قوم نظر نہیں آئے گی، کوئی پڑھا لکھا ہندو نہیں کہلائے گا۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اصل الفاظ یہ ہیں:

عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ تم نظر اٹھا کر دیکھو گے کہ کوئی ہندو دکھائی دے، مگر ان پڑھوں لکھوں میں سے ایک ہندو بھی تمہیں دکھائی نہیں دے گا

۔سوتم ان کے جوشوں سے گھبرا کر نو میدمت ہو، کیونکہ وہ اندر ہی اندر اسلام کے قبول کرنے کے لئے تیاری کر رہے ہیں اور اسلام کی ڈیوڑھی کے قریب آ پہنچے ہیں ۔(ازالہ اوہام طبع اول:۳۲)

شیخ غلام محمد صاحب بتائیں کہ اگر مرزا صاحب قادیانی کی یہ پیش گوئی پوری ہو چکی ہے تو وہ کون سی قوم ہے جس کو آپ مخاطب کر رہے ہیں۔ اگر پیش گوئی پوری نہیں ہوئی تو ایسے پیر و مرشد کو آپ چھوڑتے کیوں نہیں؟

خیر آپ کی مرضی ۔ بہر حال ہم بھی اس کا نتیجہ دیکھنے کے متمنی ہیں:

یاں کے آنے کا مقرر قاصدا وہ دن کرے
جو تو مانگے گا وہی دونگا خدا وہ دن کرے

نوٹ: عیسائیوں کے متعلق آپ کے خطاب کا ذکر آئندہ ہفتے ہوگا۔ انشاءاللہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ مئی ۱۹۴۲ء جلد ۳۹ نمبر ۱۹ ص ۵۔۶)

آسمانی نکاح میں پھر تازگی

پھر دوبارہ عشق کا دل میں اثر پیدا ہوا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین کرام کو یاد ہوگا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنی برادری کے ایک شخص کو اس کی لڑکی کے ساتھ اپنے نکاح کا پیغام دیا تھا۔

لڑکی کے ولی کے انکار کرنے پر آپ نے الہامی پیش گوئی کی کہ خدا نے مجھے الہام کیا ہے کہ زوجنا کھا (ہم نے تیرا نکاح اس سے کر دیا)۔اس کا نام ہے آسمانی نکاح ۔مگر مرزا غلام احمد صاحب کے انتقال تک یہ نکاح نہیں ہوا۔

اس نکاح کے متعلق اخبارات ورسائل میں بکثرت مضامین لکھے گئے۔ اس لحاظ سے یہ نکاح ایک معنی سے تقویم پارینہ ہو گیا تھا مگر اخبار الفضل قادیان نے اس کے متعلق ایک نوٹ شائع کر کے اس کو نئے سرے سے تازہ کر دیا اس پر اہل حدیث

امرتسر کا خاموش رہنا کیونکر مناسب ہوتا جس کا قول ہے:

غالب! ہمیں نہ چھیڑ کہ پھر جوش اشک سے
بیٹھے ہیں ہم تہیہ طوفاں کئے ہوئے

اخبار الفضل مورخہ ۳ مئی ۱۹۴۲ء میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی آسمانی منکوحہ کے والد مرزا احمد بیگ کی وفات کے بعد اس کے عزیز و اقارب متوجہ الی اللہ ہو گئے۔ خصوصاً مرزا سلطان محمد بیگ ناکح منکوحہ آسمانی بہت کچھ خائف ہوا۔ وغیرہ۔

کیونکہ پیش گوئی کا اصل مقصد مرزا احمد بیگ کے بے دین گھرانے کو خدا کی طرف متوجہ کرنا تھا اور بس، جو حاصل ہو گیا اس لئے نکاح بھی فسخ ہو گیا۔

اس پیش گوئی کے متعلق ہماری طرف سے متعدد تحریریں شائع شدہ ہیں یہاں تک کہ ایک مستقل رسالہ (نکاح مرزا) بہت مشہور ہوا ہے۔ مگر آج ہم ایک حدیث سے آسمانی نکاح کا فیصلہ سناتے ہیں پہلے قرآن مجید کا ارشاد سنیئے۔

فلا و ربّك لا يؤ منو ن حتّى يحكّمو ك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا فى انفسهم حر جاً مما قضييت ويسلّموا تسليماً

(النساء: ۶۵) (اے پیغمبر! واللہ یہ کلمہ گو لوگ ہرگز مومن نہیں ہوں گے جب تک آپ کو اپنے تمام جھگڑوں میں منصف نہ ٹھیرائیں)

اس ارشاد خداوندی کے ماتحت ہم ایک حدیث پیش کرتے ہیں جو اس نزاع میں فیصلہ کن ہے۔ خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اس حدیث کو اس مخصوص امر میں پیش کیا ہوا ہے اس لئے ہم یہ حدیث مرزا صاحب قادیانی ہی کے الفاظ میں پیش کئے دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

اس پیشگوئی (آسمانی نکاح) کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہوئی ہے کہ يتزو ج و يولد له یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہو گا۔

اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خوبی نہیں

ہے، بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان (بصورت آسمانی نکاح) ہوگا۔ اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہوگی جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۵۳ کا حاشیہ)

قادیانی اور لاہوری ممبرو! یہ حدیث نبوی مرزا صاحب قادیانی کی پیش کردہ ہے۔ اس کا مطلب آپ لوگوں کو سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ مرزا صاحب قادیانی کا آسمانی نکاح کوئی معمولی نکاح نہیں بلکہ یہ نکاح ایسا عظیم الشان ہے جو مدینہ کے دربار رسالت میں رجسٹری ہو چکا ہے۔

اس کے دو جزء ہیں۔ ایک اصل نکاح کا وقوع، دوسرے منکوحہ آسمانی سے اولاد پیدا ہونا۔ کیا تم لوگ بتا سکتے ہو کہ یہ دونوں واقعات جو حدیث میں مذکور ہیں ظہور پذیر ہو گئے ہیں۔ اگر ہو گئے ہیں تو وہ اولاد کہاں ہے؟ اور تاویل یا تحریف کرو تو غلط ہوگی۔ تھوڑے سے تغیر کے ساتھ مرزا صاحب قادیانی کے الفاظ سن لو:

گویا رسول اللہ ﷺ ان سیاہ دل محرفوں کو تنبیہہ فرماتے ہیں کہ یہ باتیں اپنے وقت پر ضرور وقوع میں آنے والی ہیں پس جس مدعی میں یہ نشانات نہ ہوں وہ سچا مسیح موعود نہیں۔

ناظرین کرام! کیا ہمارا یہ استنباط غلط ہے، یا نص صریح کے موافق ہے۔ اسکے باوجود اگر الفضل اور پیغام صلح وغیرہ کچھ ٹیڑھی ترچھی باتیں کہتے جائیں، تو ہم یہ کہنے میں مجبور ہونگے کہ انہیں حق پسندی سے مطلب نہیں بلکہ مرزا پرستی کے متعلق انکا عقیدہ ہے:

پھرے زمانہ پھرے آسمان ہوا پھر جا
بتوں سے ہم نہ پھریں ہم سے گو خدا پھر جا

ناظرین! کس قدر ظلم اور کجروی ہے کہ ایک شخص کو مہدی مسعود اور مسیح موعود مانتے ہیں، قرآن وحدیث کے صحیح معنی بتانے میں اس کو حکم وعدل کہتے ہیں، مگر جب وہ اپنے منصب کے ثبوت میں کسی آیت یا حدیث سے استدلال کرتا ہے اور اسی دلیل سے اس کا منصب غلط ٹھہرتا ہے تو بھی اس کو نہیں چھوڑتے۔

کوئی قادیانی یا لاہوری ممبر ہے کہ مرزا صاحب کے استشہاد کے ماتحت اس

حدیث کا جواب دے۔ ہاں جس قسم کا جواب وہ دیتے ہیں ہم پہلے ہی بتا دیتے ہیں۔
یہ لوگ اپنے ناظرین کے حواس پر قبضہ کرنے کے لئے تمہید یوں اٹھایا کرتے ہیں:

امرتسری ناکام دشمن ہمیشہ کٹ حجتیں کرتا ہے اور منہ کی کھاتا ہے اور اپنی جہالت کی پردہ دری کرتا ہے حضرت مسیح موعود کے نشانات جو بارش کی طرح برس رہے ہیں دیکھ کر انکار اور استہزاء کرتا جاتا ہے جماعت احمدیہ کی روز افزوں ترقی اس کی نظر میں کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے وہ رات دن آہ و بکا کرتا ہے کوئی اس کی بات نہیں سنتا چنانچہ اس دفعہ بھی اس نے اہل حدیث میں ایک عظیم الشان سچی پیش گوئی (آسمانی نکاح والی) کے متعلق ہرزہ سرائی کی ہے جس کا جواب سلسلہ عالیہ کی طرف سے بارہا دیا گیا ہے۔ وغیرہ

ناظرین! یہ ہے ان لوگوں کا علم کلام یا ابلہ فریبی۔ ہم اجازت دیتے ہیں کہ ہمارے حق میں جو چاہو کہو کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ تم لوگ مرزا صاحب قادیانی سے زیادہ درشت کلامی نہیں کر سکتے۔ وہ اس فن میں مہارت تامہ رکھتے تھے یا ابن بغاء، او بدذات فرقہ مولویان وغیرہ الفاظ ان کے ورد زبان رہتے تھے۔

ہماری درخواست تو صرف یہ ہوگی کہ مرزا غلام احمد صاحب نے اس حدیث کو جو اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کیا ہے، آخر اس کا کیا مطلب ہے۔

گالیاں دو یا بدکلامی کرو، ہم اس سے نہیں روکتے نہ گھبراتے ہیں، ہاں صحیح جواب کے خواستگار ہیں۔ ہم پیش گوئی کرتے ہیں کہ دونوں تینوں بلکہ چاروں (قادیانی لاہوری شیخی، تیماپوری) پارٹیوں سے اس کا جواب نہ ہو سکے گا۔ کیوں:

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے۔ وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵۔ مئی ۱۹۴۲ء جلد ۳۹ نمبر ۲۰ ص ۴۔ ۶)

مرزا صاحب بحیثیت مصنف

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر ۳۔ اپریل میں ایک نوٹ لکھا تھا کہ مرزا

صاحب قادیانی کوئی قابل مصنف نہ تھے۔اس پر قادیانی اور لاہوری اخبارات تو ایک دفعہ بیرونی شہادت پیش کر کے خاموش ہو گئے ،البتہ قادیانی رسالہ ریویو آف ریلی جنز نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مریدی کا پورا ثبوت دیا ہے۔

اتباع مرزا کتاب براہین احمدیہ پر مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کا ریویو ہمیشہ پیش کیا کرتے ہیں۔ ہم نے اس کے جواب میں لکھا تھا کہ بیرونی شہادت مفید نہیں ہے،خود مرزا صاحب کی تصنیفات سے شہادت ہونی چاہیے۔اگر بیرونی شہادت کوئی چیز ہے،تو سرسید احمد خان صاحب علی گڈھی نے مرزا صاحب کی کتب کے متعلق جو رائے دی ہوئی ہے وہ بھی قابل اعتبار ہونی چاہیے ۔سرسید احمد صاحب کی رائے ہماری طرف سے ایک معارضہ تھا۔اس کو نہ سمجھتے ہوئے اڈیٹر صاحب ریویو لکھتے ہیں:

> مولوی ثناء اللہ صاحب کو متکلم ہونے کا بڑا دعوی ہے اور وہ بار بار اپنے مضامین میں اپنی علم کلام سے واقفیت کا ڈھول پیٹتے رہتے ہیں مگر اتنا نہیں جانتے کہ مخالف کی رائے کو حجت کے طور پر نہیں پیش کیا جا سکتا۔
>
> (ریویو آف ریلی جنز مئی ۱۹۴۲ء ص ۸)

اڈیٹر صاحب ریویو آف ریلی جنز نے جلدی میں ایسا لکھ دیا، ورنہ وہ اگر غور کرتے تو سمجھ جاتے کہ ہم نے سرسید احمد خان کے کلام کو بطور حجت پیش نہیں کیا تھا بلکہ معارضہ کے طور پر کیا تھا۔ جو شخص ان دو مفہوموں میں فرق نہ جانے اس کا حق نہیں کہ متکلم کہلائے۔

بعد اللتیا و التی ہم جماعت مرزائیہ کو پر زور چیلنج کرتے ہیں کہ وہ ہمارے سامنے آ کر اس موضوع پر بحث کریں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ایک قابل مصنف تھے یا نہیں؟

منفی جانب کے مدعی ہم ہوں گے۔مثبت جانب کے مدعی اتباع مرزا ہوں گے۔ہمیں یہ بھی منظور ہے کہ یہ مباحثہ احمدیہ بلڈنگ لاہور میں ہو (میں عاجز محمد ابراہیم میر سیالکوٹی جو اس وقت اتفاق سے دفتر اہل حدیث میں موجود ہوں، اس تجویز مباحثہ کو پسند کرتا ہوں لیکن اتنی ترمیم عرض کرتا ہوں کہ یہ مباحثہ بجائے لاہور کے سیالکوٹ میں ہونا چاہیے۔ کیونکہ لاہور میں آج کل جنگی توجہات کی وجہ سے مباحثہ کا انتظام مشکل ہوگا۔ نیز مرزا صاحب سیالکوٹ میں بسلسلہ ملازمت سرکاری

عرصہ تک اقامت فرما چکے ہیں سیالکوٹ میں مباحثہ ہونے کی صورت میں جملہ انتظامات مجھ عاجز کے ذمہ ہوں گے۔ محمد ابراہیم میر بقلم خود نزیل امرتسر ۲۰ مئی ۱۹۴۲ء) اگر اس مباحثہ میں جماعت احمدیہ کی تمام پارٹیاں مل کر ہمارے سامنے آئیں تو ہم بہت خوش ہوں گے۔

اگر خدانخواستہ احمدیہ بلڈنگ میں انتظام نہ ہو سکے یا بلڈنگ والے اجازت نہ دیں، تو اس کے سامنے ہی مسجد مبارک میں اس مباحثے کا انتظام ہوسکتا ہے۔ مباحثہ تحریری ہو یا تقریری، دونوں صورتیں ہمیں منظور ہیں۔

احمدی دوستو!

ہم وہ نہیں کہ دور سے باتیں کیا کریں
ہم وہ نہیں کہ دون کی بیٹھے لیا کریں
اپنا تو ہے یہ قول کہ آئے ہیں آیئے
دعوی اگر کیا ہے تو کچھ کر دکھایئے

امید ہے کہ اتباع مرزا قادیانی خاموش رہ کر ہم کو یہ موقع نہ دیں گے کہ ہم اس موضوع پر کوئی رسالہ شائع کر دیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ مئی ۱۹۴۲ء جلد ۳۹ نمبر ۲۲ ص ۷)

مسیح موعود نمبر

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

لاہور کے مرزائی اخبار پیغام صلح نے ۲۶ مئی کو یعنی مرزا غلام احمد صاحب کی وفات کے روز ایک خاص نمبر (مسیح موعود نمبر) نکالا ہے۔ اس نمبر میں مشہور مصرع،

پیراں نمے پرند مریداں ہمیں پرانند،

کی پوری تصدیق ہوگئی ہے۔ اس قسم کا ہوائی قلعہ بنا کر دکھایا ہے کہ دیکھنے والا حیران رہ جاتا ہے۔ باوجود طول کلامی کے ایک ضروری واقعہ چھوڑ گئے حالانکہ یہ واقعہ بہت مختصر تھا غالباً اہل حدیث امرتسر کے لئے چھوڑ گئے ہوں گے۔

واقعہ یہ ہے کہ ۲۶ مئی کا دن خدائی فیصلے کا دن تھا جس کو مرزا غلام احمد صاحب نے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے اعلان میں یوم الفصل قرار دیا تھا۔ جس کا مختصر مضمون یہ تھا کہ مرزا اور ثناء اللہ میں سے جھوٹا سچے سے پہلے مر جائے گا۔

لیجئے جو بات آپ لوگوں نے اہل حدیث امرتسر کے لئے چھوڑی تھی ہم نے اسے پیش کر کے کمی پوری کر دی۔ اس نمبر میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے فضائل وکمالات بہت کچھ لکھے ہیں۔ ان سب کا خلاصہ اتنا ہی ہے کہ مرزا صاحب قادیانی عام انسانوں کی خصوصاً مسلمانوں کی اصلاح کے لئے آئے تھے۔ چنانچہ آپ نے بہت بڑی اصلاحیں کیں۔ اس بارے میں اصل الفاظ یہ ہیں۔ اڈیٹر پیغام صلح لکھتے ہیں:

> جب حضور (مرزا) احیائے اسلام کیلئے مامور ہوئے تو اس وقت مسلمانوں میں اسلام سے تغافل اورتساہل کے علاوہ ایسی اخلاقی اور روحانی بیماریاں پیدا ہوچکی تھیں جو مردہ اقوام میں پیدا ہو جایا کرتی ہیں ہر لحاظ سے مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی حضرت سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا
>
> کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم اما مکم منکم (اس وقت تمہاری حالت کیا ہوگی جب ابن مریم نازل ہوگا جس حالت میں کہ وہ تمہارا امام ہوگا)
>
> اس ارشاد نبوی میں زوال کا نقشہ کھینچا گیا ہے جو آج سے نصف صدی قبل تھا ان عوارض کو دور کرنے کے لئے ایک مسیحا کی ضرورت تھی اور اس کی آمد کا مسلمانوں سے وعدہ بھی تھا۔ (پیغام صلح مسیح موعود نمبر ۲۷ مئی ۱۹۴۲ء ص ۳)

اس کے متعلق کسی ایرے غیرے کے نہیں بلکہ خود مرزا صاحب قادیانی ہی کے الفاظ پیش کرتے ہیں تا کہ ان کا دعوی اور مقصد بالفاظ دیگر فرض منصبی پوری روشنی میں آجائے چنانچہ مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

> ۱۔ میرے آنے کے دو مقصد ہیں۔ مسلمانوں کے لئے یہ کہ اصل تقوی اور طہارت پر قائم ہو جائیں۔ وہ ایسے سچے مسلمان ہوں جو مسلمان کے مفہوم میں اللہ تعالی چاہتا ہے اور عیسائیوں کے لئے کسر صلیب ہو اور ان کا مصنوعی خدا نظر نہ آء دنیا اس کو بھول جائے اور خدائے واحد کی عبادت ہو۔
>
> (مقولہ مرزا قادیانی مندرجہ الحکم ۱۷ جولائی ۱۹۰۵ء ص ۱۰)

۲۔ پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا۔ (اخبار بدر قادیان ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء ص ۱)

ناظرین! اب سوال یہ ہے کہ کیا مرزا غلام احمد صاحب اس فرض کی ادائیگی سے سبک دوش ہوئے۔ یا بالفاظ دیگر اس امتحان میں کامیاب ہوئے۔ واقعات ہمارے سامنے ہیں مولانا حالی نے مسلمانوں کی جو شکایت کی ہوئی ہے:

رہا دین باقی نہ اسلام باقی۔ اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

اسے بھی ہم نظر انداز کرتے ہیں۔ ہاں بحکم شهد شا هد من اهلها خود مرزا غلام احمد صاحب کے گھر کی شہادت پیش کرتے ہیں۔ قادیان کا سرکاری آرگن الفضل مسلمانوں کی حالت زار کا نقشہ یوں دکھاتا ہے:

آج نہ مسلمانوں کے کسی معاہدے کا اعتبار ہے نہ کسی معاملے کا۔ لین دین ان کا خراب ہو چکا ہے۔ کسی سے قرض لیں تو واپس نہ دیں گے۔ مصیبت زدہ لوگوں کے ساتھ ان لوگوں کا سلوک ہمدردانہ نہیں۔ ہمسایوں سے بھی سلوک اچھا نہیں۔ (الفضل قادیان ۳۰ جولائی ۱۹۴۱ء ص ۵)

کیا یہ اصلاح شدہ قوم کا حال ہے۔ یہ نہ کہیے گا کہ یہ حالت مرزا صاحب قادیانی کے منکروں کی ہے خود قادیان میں بھی اس وقت ایسے لوگ ہیں جن کا نقشہ اسی کے قریب قریب ہے۔

ممکن ہے پیغام صلح، الفضل کی شہادت غیر معتبر سمجھے کیونکہ اس کے نزدیک وہ فرقہ غالیہ کا آرگن ہے اس لئے ہم پیغام صلح ہی کے الفاظ پیش کرتے ہیں چنانچہ اڈیٹر صاحب پیغام صلح رقم طراز ہیں:

مسلمانوں کی افسوس ناک حالت

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جس قدر بلند مقصد اسلام نے پیش کیا تھا اسی قدر مسلمان اس سے دور جا پڑے ہیں۔ ان کی نظریں تنگ ہوگئی ہیں۔ عقائد کی اس قدر پیچیدگیاں ان میں پیدا ہوگئی ہیں اور اسلام کی سادہ تعلیم سے اس قدر دور نکل گئے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے کہ کیا یہ وہی مسلمان ہیں جن کی طرف اسلام جیسا اعلیٰ مذہب آیا تھا۔ (پیغام صلح ۱۲۔ اپریل ۱۹۴۱ء ص ۵)

پس یہ دو شہادتیں اور واقعات صحیحہ بتا رہے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب اپنے دعوی میں بری طرح فیل ہوئے باوجود اسکے مرزا صاحب قادیانیکی جماعت ان کو کامیاب سمجھے تو ان کے حق میں کہا جائے گا

مجھے تو ہے منظور مجنوں کو لیلی
نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ جون ۱۹۴۲ء جلد ۳۹ نمبر ۲۳ ص ۶-۷)

مرزائی مداحوں کا شعری تخیل

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اہل منطق کے نزدیک ایک صناعت شعری ہوتی ہے جس میں متکلم محض اپنا تخیل محسوس کر کے دکھاتا ہے، حقیقت اس کی کچھ نہیں ہوتی۔ مثلاً استاد غالب کہتا ہے:

یوں ہی گر روتا رہا غالب تو اے اہل جہاں
دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویراں ہو گئیں

اس لئے جس استدلال کو اہل منطق غلط کہنا چاہتے ہیں اس کو ان کا کلام شعری کہنا ہی کافی ہوتا ہے۔

ہم علی وجہ البصیرت کہتے ہیں اور اس کہنے کی دلیل بلکہ دلائل رکھتے ہیں (اگر موقع ملا تو انشاء اللہ سیالکوٹ کے مباحثے میں پیش کریں گے۔ بحوالہ اہل حدیث ۲۹ مئی) کہ مرزا صاحب قادیانی کے استدلالات عموماً کلام شعری ہوتے تھے۔ وہ اس قسم کے ہوائی قلعے بناتے تھے کہ ناواقف دیکھنے والے ان کو انٹو رپ کا قلعہ سمجھتے تھے۔ مثلاً ہم وہ واقعہ پیش کرتے ہیں جس میں انہوں نے ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی مناظر سے موت کی پیش گوئی ٹلنے تک کے متعلق ذکر کیا ہے۔

اللہ اللہ! کس قدر شاعرانہ تخیل سے ڈپٹی آتھم کو سانپوں کا نظر آنا، اس کا موت سے گھبرانا، اسی گھبراہٹ میں امرتسر سے فیروز پور چلے جانا، ہر وقت موت کا

تصور رکھنا، اور اس سے ڈرتے رہنا، بتا کر اپنی پیش گوئی کو سچا دکھایا ہے جو حقیقت میں اس شعر کا مصداق ہے

نام میرا سن کے مجنوں کو جمائی آ گئی
بید مجنوں دیکھ کر انگڑائیاں لینے لگا

اس قسم کے شاعرانہ تخیلات مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے ساتھ ہی نہیں لے گئے بلکہ اپنے حلقہ بگوشوں کو پوری تعلیم دے گئے ہیں۔ مرزا صاحب قادیانی کے اس قسم کے حلقہ بگوشوں میں ایک صاحب ڈاکٹر بشارت احمد لاہوری ہیں، جو اس خاص وصف میں یدطولی رکھتے ہیں۔ آپ مرزا صاحب کی باتوں کو اس طرح بناتے ہیں کہ خود مرزا صاحب قادیانی کے ذہن میں بھی نہ آئی ہونگی۔ آپ ہی وہ استادفن ہیں جنہوں نے مرزا صاحب قادیانی کے آسمانی نکاح کی یہ تاویل کی تھی کہ، یہ نکاح مسماۃ مخصوصہ سے نہیں ہے بلکہ اس سے مراد وہ انگریز ہیں جو ہماری تبلیغ سے مسلمان ہوئے ہیں۔ مرزا صاحب کی پیش گوئی میں انہی کو محمدی بیگم کہا گیا ہے۔

عرب کا شاعر اپنی محبوبہ کے خلف وعد کا ذکر کرتا ہوا کہتا ہے:

كانت مواعيد عرقوب لها مثلاً
ما مواعيدها الا الاباطيل

(شخص عرقوب بڑا کذاب ہے اس محبوبہ کی مثل نہیں ہوسکتا کیونکہ محبوبہ کے کل وعدے جھوٹے ہیں وہ اس سے بھی بڑھ گئی ہے)

اسلامی فرقوں میں شیعہ فرقہ شاعرانہ تخیل کا بڑا دلدادہ ہے۔ عموماً ان کی تحریرات خصوصاً واقعہ کربلا کے متعلق اسی قسم کی ہوتی ہیں۔ مگر ہماری تحقیق یہ ہے کہ مرزا صاحب کی تعلیم سے جماعت مرزائیہ اس وصف میں ان سے بھی بڑھی ہوئی ہے۔ آج ہم جس مضمون پر کچھ لکھنا چاہتے ہیں وہ ڈاکٹر بشارت احمد کا مضمون ہے جو پیغام صلح لاہور کے مسیح موعود نمبر مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۴۲ء میں شائع ہوا ہے جس میں بالکل شاعرانہ تخیل سے کام لیا گیا ہے آپ کے قصیدہ مدحیہ نثر کا اختصار یہ ہے کہ:

مرزا صاحب کے اثر سے ذہنی انقلاب بہت ہوا ہے مثلاً حیات مسیح کا مسئلہ لوگ اسے بھول گئے ہیں کہ اب اس کا ذکر تک نہیں کرتے عیسائیت مرزا صاحب کے

سامنے ایسی کمزور ثابت ہوئی ہے کہ یورپ میں بھی اس کا کوئی نام نہیں لیتا۔

چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

آپ (مرزا قادیانی) کا بڑا مقصد کسر صلیب تھا۔ وفات مسیح کا مسئلہ نہ صرف مریدین نے مانا بلکہ معاندین کے دلوں میں بھی گھر کر گیا۔ حیات مسیح کے مسئلہ کو جس طرح زوال ہوا ہے وہ قابل صد عبرت ہے۔ اب کوئی اس کا نام بھی نہیں لیتا۔ مسیحیت کی تردید میں آپ نے نہ صرف زبردست لٹریچر پیدا کیا بلکہ ذہنیتوں میں ایسا انقلاب آ گیا کہ عیسائیت خود بخود نظروں سے گر گئی خود عیسائی ممالک میں اس کی کوئی عزت واحترام باقی نہیں رہا وہ مذہب مر گیا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ (پیغام صلح مذکور۔ ص۴)

وفات مسیح کے بانی سر سید احمد خان ہیں۔ اگر بقول ڈاکٹر بشارت صاحب اس میں کچھ فتح ہوئی ہے، تو اس کا سہرا سر سید احمد خان کے سر ہے۔ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی امام مرزا صاحب قادیانی نے بھی اپنی کتاب سیرت مسیح موعود میں تسلیم کیا ہے کہ اس مسئلے کے بانی سر سید احمد خان ہیں۔ لہذا فتح اگر کچھ ہے تو انہی کے نام کی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ فتح نہیں ہے کئی ایک مقامات پر خود میرے ساتھ اس مسئلے پر مباحثے ہوئے ہیں۔ امرتسر میں مولوی نظام الدین کے ساتھ۔ ریاست رام پور میں بانتظام نواب صاحب زبدۃ الاعیان احمدیہ کے ساتھ اسی مسئلے پر مباحثہ ہوا جس میں نواب صاحب موصوف نے مجھے اعلی درجے کا سرٹیفیکیٹ عنایت فرمایا۔ مگر چونکہ علماء اسلام مرزا صاحب قادیانی کی چال کو سمجھ گئے کہ وہ مسئلے کی آڑ میں اپنے دعاوی کو پیچھے رکھتے ہیں جو اصل مقصود ہیں اس لئے انہوں نے بھی ہمیشہ کے لئے اس مسئلے کو زیر بحث لانے سے پہلو تہی اختیار کر لی مگر یہ وجہ نہیں کہ غلط سمجھ کر چھوڑ دیا بلکہ مرزائی بہانہ سمجھ کر اس کو زیر بحث لانے کی ضرورت نہ سمجھی۔ رہا یہ کہ عیسائیوں کے مقابلے میں مرزا صاحب قادیانی کا لٹریچر زبردست ہوتا ہے یہ ذرا تفصیل طلب ہے

مرزا صاحب کا لٹریچر عیسائیوں کے متعلق دو حصوں میں تقسیم ہو سکتا ہے ایک قلمی دوسرا الہامی۔ قلمی کا نمونہ مباحثہ امرتسر ہے جو ۱۸۹۳ء میں ڈپٹی آتھم سے ہوا۔ مباحثہ بڑا زبردست تھا۔ غالباً ساری عمر میں یہی ایک مباحثہ مرزا صاحب نے کیا تھا۔

مباحثہ کے بعد آپ نے اپنے مباحثہ کے متعلق یہ الفاظ کہے کہ

میں خود حیران تھا کہ اس بحث میں مجھے کیوں آنا پڑا۔ آخر رات کو مجھے الہام کے ذریعہ بتایا گیا کہ عیسائی مناظر ۱۵ مہینے کے عرصہ میں بسزائے موت ہاویہ میں ڈالا جائے گا، تو میں سمجھا کہ اس مباحثہ میں میرا آنا اس غرض سے ہے۔ (جنگ مقدس)

بس یہ ہے امتیازی ہتھیار جو مرزا صاحب قادیانی نے عیسائیوں کے مقابلہ میں برتا۔ اس ہتھیار کے استعمال میں مرزا صاحب قادیانی کہاں تک کامیاب ہوئے؟ اس کا جواب ڈپٹی عبداللہ آتھم کی موت سے ملتا ہے کہ وہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تک مرنے کی بجائے جولائی ۱۸۹۶ء میں مرا۔ اس پر بھی مرزا صاحب قادیانی اپنے شاعرانہ تخیل سے خاموش نہیں رہتے۔ کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھا کہ

کسی کی نسبت اگر یہ پیش گوئی ہو کہ وہ پندرہ مہینے میں کوڑھی ہو جائے گا، اگر وہ ۱۵ کی بجائے ۲۰ مہینوں میں ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ آخر ہو تو گیا۔ (حقیقۃ الوحی۔ ص ۱۸۵)

کیا ہی شاعرانہ تخیل ہے:

اللہ رے ایسے حسن پہ یہ بے نیازیاں
بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں

عرب کا شاعر اپنی محبوبہ کی وعدہ خلافی کا عذر کرتا ہے جو مرزا غلام احمد صاحب کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے:

اذا غدرت حسناء اوفت بعھدھا
و من عھدھا الّا یدوم لھا عھد

(محبوبہ جب وعدہ خلافی کرے تو سمجھو کہ اس نے وعدہ پورا کیا کیونکہ اس وعدہ میں داخل تھا کہ وہ وعدہ پورا نہیں کرے گی)

دنیا کے کسی اخلاقی یا الہامی نوشتے یا قانون سلطنت میں یہ مسئلہ نہیں ملتا کہ ۱۵ دن یا ۱۵ مہینے کا وعدہ کرنے والا ۲۴ مہینوں میں وعدہ پورا کرے، تو بھی اسے وعدہ وفا سمجھا جائے۔ یہ اصطلاح خاص قادیانی مسیح کی ہے۔ معلوم ہوا کہ آج کل جو وعدہ

خلافی کی ترقی ہو رہی ہے یہ دراصل مرزا صاحب قادیانی ہی کی تعلیم کا اثر ہے۔

رہا عیسائیت کا تنزل، سو ہندوستان کی مردم شماری کی رپورٹ تو یہ بتاتی ہے کہ پچھلی مردم شماری میں سب قوموں سے زیادہ ترقی عیسائیوں نے کی ہے۔

رہا یورپ میں عیسائی مذہب کا تنزل، تو وہ مرزا صاحب قادیانی کی بدولت نہیں، بلکہ الحادو دہریت کی ہوا کی بدولت ہوا ہے۔ وہاں مذہب تو کیا، وہ تو خدا کو بھی چھوڑے ہوئے ہیں۔ چنانچہ آپ کے بڑے بھائی الفضل کی شہادت ہے:

کون نہیں جانتا کہ یورپ کی زندگی میں آج عبادت گاہوں کو کوئی خاص وقعت حاصل نہیں۔ لوگوں کو بالعموم مذہب سے کوئی خاص دلچسپی نہیں۔ اگر کہیں کوئی لگاؤ نظر آتا بھی ہے تو برائے نام۔ (الفضل ۴ جون ۱۹۴۲ء ص ۱)

اس لئے اس کو بھی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا غلبہ بتانا اسی قسم کا ہے جو کسی شاعر نے اپنے محبوب کے حق میں کہا ہے:

ناوک نے ترے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ جون ۱۹۴۲ء جلد ۳۹ نمبر ۲۴ ص ۵۔۶)

مولانا محمد حسین بٹالوی اور مرزا قادیانی

خلیفہ قادیانی اپنے باپ سے بڑھ گئے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

دنیا کے اخلاق نویسوں نے اس بات کو بہت برا منایا ہے کہ کسی شخص پر بہتان لگایا جائے۔ خاص کر فوت شدہ شخص پر جو اس دنیا میں آکر جواب دینے کے قابل نہیں ہے۔ مگر قادیانی اصطلاح میں یہ سب کچھ جائز ہے۔

مرزا صاحب قادیانی کی زندگی میں ان پر ایک مقدمہ ہوا تھا جس میں مستغیث ایک عیسائی ڈاکٹر تھے اور مرزا صاحب قادیانی ملزم۔

مستغیث نے اپنے دعوے کے اثبات کیلئے مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی مرحوم کو گواہ لکھوا دیا تو مجبوراً ان کو عدالت میں پیش ہونا پڑا۔

مرزا غلام احمد صاحب نے اس شہادت کے متعلق افسانہ تراشا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ عدالت میں مجھے تو کرسی ملی ہے مگر مولوی محمد حسین بٹالوی کو نہیں ملی۔ اس کا ذکر مرزا صاحب قادیانی کی کتاب، کتاب البریہ میں ملتا ہے۔

اس غلط بیانی کا تردیدی جواب مولانا محمد حسین موصوف نے اسی زمانہ میں اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ (جلد ۱۸ نمبر ۹ ص ۲۸۰ ۔ ۲۸۳) میں دیدیا تھا۔ اس کے علاوہ مرزا صاحب قادیانی کو ایک چٹھی بھی لکھی تھی جس کے چند الفاظ خود مرزا صاحب قادیانی نے بھی نقل کئے ہیں جو یہ ہیں:

میاں غلام احمد۔ خدا آپ کو راہ راست پر لائے۔

آپ نے کتاب البریہ صفحہ ۱۱ ' ۱۴ ' ۱۵ میں تین دعوے کئے ہیں۔

اول یہ کہ محمد حسین نے صاحب ڈپٹی کمشنر سے کرسی طلب کی اور کہا کہ اس کو عدالت میں کرسی ملتی تھی اور اس کے باپ کو بھی کرسی ملتی تھی۔ جس پر صاحب ڈپٹی کمشنر نے اس کو تین جھڑکیاں دیں اور کہا تو جھوٹا ہے۔ بک بک مت کر ۔ دوسرا یہ دعوی کہ پھر وہ باہر کے کمرے میں ایک کرسی پر جا بیٹھا تو کپتان صاحب کی نظر اس پر جا پڑی اس وقت کنسٹیبل کی معرفت جھڑکی کے ساتھ اس کرسی سے اٹھایا گیا۔

تیسرا یہ دعوی کہ پھر وہ ایک شخص کی چادر لے کر اس پر بیٹھ گیا تو اس شخص نے چادر اس کے نیچے سے کھینچ لی۔

یہ تینوں دعوی محض دروغ ہیں جن میں راستی کا شمہ دخل اور شائبہ تک نہیں۔

(تبلیغ رسالت جلد ہفتم ۔ص ۲۹)۔

(مولانا ثناء اللہ امرتسری کہتے ہیں) اس کے بعد بات آئی گئی ہوگئی۔ مگر خلیفہ قادیان (محمود احمد) کو گڑے مردے اکھاڑنے کا شوق ہوا تو آپ نے اپنے خطبہ جمعہ میں اس واقعہ کو دہرایا اور نہائت مکروہ الفاظ میں اس کا ذکر کیا۔ آپ کے پاکیزہ اور شستہ کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے مولوی محمد حسین کے کرسی مانگنے پر کہا:
بک بک مت کر۔ پیچھے جوتیوں میں کھڑا ہو جا۔(الفضل ۳۰ مئی ۱۹۴۲ء)

یہ کلام ایسا جھوٹ اور مکروہ افتراء ہے کہ باپ کو بھی نہ سوجھا تھا۔ کیا خلیفہ قادیان کے مرید ہمیں بتا سکتے ہیں کہ عدالت میں جوتیوں کے لئے کوئی خاص جگہ ہوتی ہے جہاں مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کو کھڑا ہونے کو کہا گیا۔

خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) تو ان دنوں نابالغ بچے کی صورت میں پھدکتے پھرتے ہوں گے، پھر کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ یہ روائت ان سے کس نے بیان کی ہے۔ تاکہ ہم اس راوی کا جائزہ لے سکیں کہ وہ جابر جعفی ہے یا اس کچھ کم وبیش ہے۔

لطف یہ ہے کہ اس واقعہ کو مرزا صاحب قادیانی کے اس الہام کا مصدق بتایا گیا ہے جس میں بقول ان کے خدا ان کو مخاطب کر کے فرماتا ہے

انّی مهين من اراد اهانتك

(اے مرزا جو تیری اہانت کا ارادہ بھی کرے گا میں اس کو ذلیل کرونگا)۔

یہ الہام پیش کر کے نتیجہ یہ نکالا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب چونکہ مرزا صاحب کے خلاف گواہی دینے گئے تھے اس لئے خدا نے ان کو ذلیل کیا (جل جلالہ)

یہ واقعہ صحیح ہو یا غلط۔ مگر اتنی بات تو بالکل صحیح ہے کہ اسی ضلع کے ڈپٹی کمشنر نے مولانا محمد حسین بٹالوی کے حفظ امن کا دعوی دائر کرنے پر مرزا غلام احمد صاحب سے یہ وعدہ لیا تھا کہ

'میں (مرزا قادیانی) اپنے الہام کی بنا پر کسی کی موت کی پیشگوئی نہیں کرونگا۔ اور مولوی محمد حسین کے حق میں توہینی الفاظ بطالوی وغیرہ ہرگز نہیں لکھونگا'

اس واقعہ کے بعد مرزا غلام احمد صاحب اپنے مخالفوں کے حق میں موت کی پیشگوئی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ کسی کو مباہلے کی دعوت دینے کی جرأت بھی نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ اعجاز احمدی میں لکھتے ہیں

ہم موت کے مباہلہ میں اپنی طرف سے کوئی چیلنج نہیں کر سکتے کیونکہ حکومت کا معاہدہ ایسے چیلنج سے ہمیں مانع ہے۔ (ص ۱۴)

آہ! نبوت مرزا چھن گئی۔ مخالفین کی موت کی پیش گوئیاں بند ہو گئیں۔ آتھم

کی موت کے متعلق میعاد پوری ہونے پر پبلک نے نعرے لگائے کہ

غضب تھی تجھ پہ ستم گر چھٹی ستمبر کی
نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی

آسمانی منکوحہ کے ساتھ مرزا صاحب قادیانی کا نکاح نہ ہونے پر عدالتوں میں ہنسی اڑائی گئی۔ مرزا سلطان محمد ناکح منکوحہ آسمانی کی زندگی مرزا صاحب قادیانی کے لئے موجب ہتک ہوکر ان کی موت کا باعث بنی۔ آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ مطابق دعا آخری فیصلہ (۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء) ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں جب آپ کا انتقال ہوا تو لاہور شہر میں آپ کی نعش مبارک کی جو توہین کی گئی خدا کسی کی نہ کرے۔

اپریل ۱۹۱۲ء میں بمقام لدھیانہ آخری فیصلہ پر مباحثہ ہو کر ساری جماعت احمدیہ کے لئے موجب ہتک اور ندامت ہوا (اس کے متعلق پورے الفاظ دیکھنے ہوں تو پیغام صلح لاہور ۱۲۔ اپریل ۱۹۱۲ ملاحظہ کیجیئے جس میں لکھا ہے کہ قاسم علی (قادیانی مناظر) نے ساری جماعت احمدیہ کو ذلیل کیا)۔ وغیرہ ذالک۔، مگر پھر بھی مرزا غلام احمد صاحب کی فتح کے نقارے بجائے جاتے ہیں۔ غالباً ایسے موقع کے لئے یہ پنجابی ضرب المثل مشہور ہے کہ:

جاٹ کی پینتا لیس عزتیں

جب مذکورہ بالا واقعات ظاہر کئے جاتے ہیں تو سر ظفر اللہ خان جیسے معزز رکن جماعت احمدیہ بھی اپنی تقریر میں کہہ دیا کرتے ہیں کہ اس قسم کے توہینی واقعات انبیاء کے ساتھ بھی ہوتے رہتے ہیں۔ سچ ہے:

ہم جو چپ ہوں تو سڑی کہلائیں
شیخ چپ ہو تو توکل ٹھہرے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ جون ۱۹۴۲ء مطابق ۴ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۲۵ ص ۴۔۵)

(حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے کرسی والے اس معاملے پر اظہار خیال فرماتے ہوئے لکھا تھا:

کشتی نوح میں اس مقدمہ خون کا حال، جو عیسائیوں نے اس پر دائر کیا تھا، ذکر کر کے مرزا قادیانی صفحہ ۵۱ و ۵۲ میں کہتا ہے:

مسیح بن مریم ایک مجرم کی طرح عدالت کے سامنے کھڑا تھا لیکن میرے مقدمہ میں اس کے

برعکس ہوا یعنی یہ کہ برخلاف دشمنوں کی امیدوں کے کپتان ڈگلس نے جو پیلا طوس کی جگہ عدالت کی کرسی پر تھا، مجھے کرسی دی۔

اور جب مولوی محمد حسین نے، جو گواہی کیلئے آیا تھا، مجھے کرسی پر بیٹھا ہوا پایا اور جس ذلت کو دیکھنے کیلئے میری نسبت اس کی آنکھ شوق رکھتی تھی، اس ذلت کو اس نے نہ دیکھا، تب مساواۃ کو غنیمت سمجھ کر وہ بھی اس پیلاطوس سے کرسی کا خواہش مند ہوا، مگر اس پیلاطوس نے اسے ڈانٹا اور زور سے کہا کہ تجھے اور تیرے باپ کو کبھی کرسی نہیں ملی۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ یہ دروغ گوئی بھی کمال بے حیائی اور ہٹ دھرمی پر مبنی ہے مرزا قادیانی اور اس کے اتباع اس کو ۱۸۹۷ء سے شائع و مشتہر کر رہے ہیں اور باوجودیکہ اس کا جواب پہلی دفعہ کے اشتہار پر اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ کے صفحہ ۲۸۰ سے ۲۸۴ تک ایسا دیا گیا تھا کہ اگر کوئی ان میں سے خوف آخرت یا شرم دنیا رکھتا تو پھر اس قصہ کرسی کا نام نہ لیتا، مگر یہ حضرات ایسے با شرم اور صاحب حیا ہیں کہ اس کا ذکر مسلسل میں کئے جاتے ہیں۔ اور اب کشتی نوح میں مرزا قادیانی نے میرے والد ماجد کی (جو اہل دنیا اور اہل دین دونوں جماعتوں میں معزز اور مسلّم بزرگ تھے) توہین کی ہے اور مجسٹریٹ گورداسپورہ سے یہ غلط بات نقل کی کہ اس نے خاکسار محمد حسین بٹالوی کو کہا کہ تجھے اور تیرے باپ کو کبھی کرسی نہیں ملی۔ لہذا حمیت و حمایت پدری نے مجھے اس امر پر مجبور کیا کہ ایک دفعہ پھر اس قادیانی کا دروغ پبلک پر ظاہر کروں۔

پس پہلے تو میں خدا تعالیٰ کے حضور، جو منتقم حقیقی ہے، اس کے جھوٹ اور افتراء کو پیش کر کے دعا مانگتا ہوں کہ اے باری تعالیٰ تو اس بات میں جھوٹ بولنے والے پر ہزار لعنت کر۔ اور اس جھوٹ کی سزا میں اس کو دنیا میں بھی ذلیل و خوار کر۔ آمین ثم آمین۔ و یرحم الله عبداً قال آمینا پھر میں ناظرین پر اس دروغ گوئی کے ثبوت میں سرکاری تحریر کی شہادت پیش کرتا ہوں جس سے ہر شخص کو یقین ہوگا کہ کپتان ڈگلس مجسٹریٹ نے ہرگز وہ بات نہیں کہی جو مرزا قادیانی نے ان سے نقل کی ہے۔

میرے والد ماجد شیخ رحیم بخش صاحب رئیس بٹالہ سکھوں کی عمل داری میں بھی معزز عہدوں پر مامور رہے، انگریزی عمل داری میں وہ تحصیل دار وغیرہ رہ چکے ہیں۔ ایسے عہدہ دار کی نسبت کوئی حاکم باخبر کب کہہ سکتا ہے کہ اس کو کبھی کرسی نہیں ملی۔ ۱۸۷۷ء میں بمقام امرتسر قیصری دربار

ہوا، تو شیخ صاحب مرحوم اس میں مدعو ہوئے اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ جو دربار میں مدعو ہوتے ہیں ان کو کرسی ملتی ہے۔ ذیل میں ہم وہ اعلان نقل کرتے ہیں جو ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی طرف سے شیخ صاحب مرحوم کے نام پہنچا تھا:۔

از دفتر ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور

جلسہ بتقریب اختیار کرنے القاب قیصر ہند جنابہ ملکہ معظّمہ

اعلان بنام شیخ رحیم بخش صاحب رئیس بٹالہ

ایک جلسہ بمقام امرتسر بروز عام اعلان اختیار کرنے القاب قیصر ہند جنابہ ملکہ معظّمہ یکم جنوری ۱۸۷۷ء کو ہوگا، اس اطلاع کی رو سے لکھا جاتا ہے کہ واسطے شمول جلسہ مذکور کے بمقام امرتسر آؤ۔ ۳۱ دسمبر ۱۸۷۶ء و یکم جنوری ۱۸۷۷ء کے واسطے مکان رہائش اور کھانا من جانب سرکار والا، معرفت ڈپٹی کمشنر امرت سر ملے گا۔ المرقوم ۲۱ دسمبر ۱۸۷۶ء مقام گورداسپور

شیخ الاسلام بٹالوی فرماتے ہیں کہ میں اپنا حال کیا کہوں؟ صفحہ ۲۸۲ جلد ۱۸، اشاعۃ السنہ میں لکھ چکا ہوں۔ تاہم صرف مرزا کا جھوٹ ظاہر کرنے کی غرض سے (نہ اپنی بڑائی بیان کرنے کی نیت سے)، صرف اس قدر کہتا ہوں کہ باوجویکہ میں ایک گوشہ نشین خادم دین ہوں، جب کبھی قومی ضرورتوں کیلئے وائسراؤں، کمانڈران چیف، لفٹیننٹ گورنروں، اوران کے سکرٹریوں اور صاحبان فنانشل کمشنرز، کمشنرز، ڈپٹی کمشنرز کے گھروں پر انکی ملاقات کیلئے گیا ہوں، یا درباروں میں شامل ہوا ہوں، تو انہوں نے میری عزت کی اور مجھے کرسی دی ہے۔ سب سے آخری دربار کارونیشن (دربار تاج پوشی) دہلی میں وائسرائے کی طرف سے مدعو ہوا تھا اور یہ امر دیسی اخباروں (وطن وغیرہ) میں مشتہر ہو چکا ہے۔ اس شمولیت دربار کا اعزازی تمغہ بھی خاکسار کو حکومت کی طرف سے عطا ہوا ہے جیسا کہ ایک اور رئیس بٹالہ میاں غلام فرید خان بہادر کو عطا ہوا ہے۔ اگر کبھی خاکسار کو مرزا کے مقابلہ میں کسی عدالت میں پہنچنے کا اتفاق ہوا تو میں اس تمغے سے مرزا کو بر سر عدالت شرمندہ کرونگا۔ شائد اسی تمغہ کو دیکھ کر مرزا کی زبان وقلم جھوٹے قصہ کرسی سے بند ہو۔ مجھے کوئی ضرورت نہیں کہ تحریر وائسرائے (گورنر جنرل) کو جو خاکسار کے نام دعوت دربار کے متعلق پہنچی تھی، نقل کروں۔ مرزا اب بھی کسی تحریر میں اس قصہ کرسی کو نقل کرے گا تو پھر اس تحریر کو نقل کروں گا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی اس مقام پر حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ مرزا کے مقدمہ خون

میں، میں سرکاری گواہ تھا، میں نے عدالت کے عام دستور کے مطابق کھڑے ہوکر شہادت دی تو اس سے مرزا نے جھوٹا قصہ کرسی بنا لیا۔ مگر خدا تعالیٰ نے اس کا صلہ و معاوضہ اس کو بہت جلد ایک مقدمہ ملتان کی شہادت میں دے دیا ہے۔ اور اس پر یہ بیت سچا کر دکھایا

دیدی کہ خون نا حق پروانہ شمع را
و چنداں اماں ندارد کہ شب را سحر کند

اور اگست سن حال (۱۹۰۳ء) میں اس معاوضہ پر اور یہ اضافہ ہوا کہ مقدمہ مولوی کرم الدین صاحب ساکن بھین میں ایک ہندو مجسٹریٹ گورداسپورہ کی عدالت میں جس میں بہت سے حکام ضلع و دیگر شرفاء کرسیوں پر بیٹھے رہے، شہادت کیلئے پیغمبر قادیان کو پانچ گھنٹہ کامل کھڑا رہنا پڑا جس سے اس کا منہ سوکھتا تھا اور پل بہ پل اس کو برف ملا کر دودھ پلایا جاتا تھا۔

کرسی والے معاملے پر بعد میں بھی لکھا جاتا رہا جب مرزا صاحب کو عدالتوں میں خود کھڑے ہوکر گواہی دینا پڑتی تھی۔ اخبار وطن بحوالہ سراج الاخبار لکھتا ہے کہ:

اگست (۱۹۰۳ء) میں عدالت رائے چندولال مجسٹریٹ درجہ اول ضلع گورداسپور میں کئی مقدمات یکے بعد دیگرے پیش ہوئے...

پہلے گواہان استغاثہ پر من جانب وکلاء مولوی کرم دین کچھ جرح کی گئی۔ پھر مرزا صاحب کا، جو بطور گواہ ملزم طلب ہوئے تھے، بیان ہوا جو ۱۱ بجے سے شروع ہوکر ۴ بجے ختم ہوا۔ مرزا صاحب کا سارا بیان عام گواہوں کی طرح اجلاس میں کھڑا کر کے لیا گیا۔ اس عرصہ میں مرزا صاحب تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد دودھ میں برف ملا کر نوش جان فرماتے رہے۔ باقی گواہوں کے لئے ۲۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء کی تاریخ مقرر ہوئی۔

(شحنہ ہند ضمیمہ۔ یکم ستمبر ۱۹۰۳ء۔ ص ۵)

جناب قاسم علی خان ہیڈ کلرک محکمہ نہر، مرزا صاحب کو توجہ دلاتے ہوئے لکھتے ہیں:

اب شمار کرلو کتنی ذلتیں ایک ہی جون میں بھوگنی پڑیں اور ابھی تو پہلا ہی پیالہ ہے کیونکہ مرزا جی کا خود قول ہے کہ اسی دنیا میں بہشت اور دوزخ شروع ہو جاتی ہے۔...

دس بجے سے لے کر برابر پانچ بجے شام تک بلا وقفہ عدالت میں کھڑے رہنا اور سیروں دودھ اور برف کھڑے کھڑے اوڑا جانا۔ جو شخص مرض ذیابیطس میں مبتلا ہو وہ سیروں دودھ اوڑا جائے پھر دس بجے سے پانچ بجے شام تک یعنی سات گھنٹہ تک برابر کھڑا رہے اور بول کی بھی

حاجت نہ ہو...اگر ذیابیطس نہ ہوتا تو شاید دھڑیوں اور منیوں دودھ اور برف اڑا جاتے ۔..

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴۔اپریل ۱۹۰۴ء)

مولانا احمد حسن شوکت مرزا صاحب کے ایک مقدمہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

یہ وہ مقدمہ ہے جس میں مرزا قادیانی تقریباً دو سال کش مکش میں مبتلا رہے ۔ نہ دن کو آرام نہ رات کو نیند۔ تصانیف بند، الہامات منقطع ۔ یہ وہ مقدمہ ہے جس میں روزمرہ آپ کو متواتر (پیشی کے دنوں میں) چھ چھ گھنٹے پاؤں پر کھڑا رہنا پڑا۔ اور یہ وہ مقدمہ ہے جس کے غم وخوف سے اثناء تحقیقات میں مرزا جی پر طرح طرح کی بیماریوں نے سخت حملے کئے اور مختلف پیشیوں پر ناگہانی غشی سکتہ وغیرہ طاری ہوتے رہے ۔ ہاں یہ وہ مقدمہ ہے جس میں آپ نے شدت پیاس سے گھبرا کر پانی کا مطالبہ کیا تھا، لیکن نصیب نہ ہوا۔

(شحنہ ہند میرٹھ ۔ضمیمہ ۱۶۔اکتوبر ۱۹۰۴ء ۔ص ۲)

مرزا صاحب کی کامیابی

اپنی بعثت کی اغراض میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی پریس شروع سے آج تک یہی کہتا چلا آیا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب اپنی بعثت کی اغراض سے پورے کامیاب ہو کر فوت ہوئے۔

آپ کی بعثت کی اغراض کیا تھیں ۔ بقول الفضل ۱۴ جون یہ تھیں:

۱۔اسلام کو دیگر ادیان پر غالب کرنا۔

۲۔کسر صلیب کرنا بالفاظ دیگر عیسائیت کو شکست فاش دینا۔

۳۔مسلمانوں کے باہمی اختلافات کا فیصلہ کرنا۔

۴۔ایمان جو اٹھ چکا ہے اس کو دلوں میں دوبارہ پیدا کرنا۔ وغیرہ

ان سب اغراض کی تکمیل کا مجمل جواب خلیفہ قادیان کے الفاظ میں یہ ہے کہ:

ابھی تو مرزا صاحب کے مقاصد کا اربواں حصہ بھی پورا نہیں ہوا۔

(الفضل قادیان ۱۶۔اکتوبر ۱۹۳۷ء)

ناظرین خود مرزا صاحب قادیانی کا اپنا ارشاد بھی سن لیجئے اور بتایئے کہ کیا واقعہ میں ایسا ہو گیا ہے۔آپ فرماتے ہیں:

مسیح کے نزول کے وقت اسلام دنیا میں کثرت سے پھیل جائے گا اور ملل باطلہ ہلاک ہو جائیں گی اور راست بازی ترقی کرے گی (ایام صلح۔ص ۱۳۶)

قادیانی ممبرو! بتاؤ تو سہی کہ بدھ مذہب، عیسائی مذہب، یہودی مذہب، وغیرہ مذاہب باطلہ دنیا سے نابود ہو گئے ہیں؟

جواب دیتے ہوئے سمجھ لینا کہ دنیا میں باخبر اصحاب بھی موجود ہیں۔سب قادیانی ہی نہیں ہیں۔

دور جانے کی ضرورت نہیں صرف قادیان کا حال ہی بتایئے۔کیا وہاں سب ملل فنا ہو گئی ہیں؟ کیا ہندو نہیں ہیں؟ آریہ نہیں ہیں؟ عیسائی اور سکھ وغیرہ نہیں ہیں؟ ذرا اوپر نظر کر کے بتایئے کہ ضلع گورداسپور میں ان مذاہب کا شمار کتنا ہے؟ پھر پنجاب میں کتنا اور سارے ہندوستان میں کتنا ہے؟ ہاں یہ بھی بتا دیجئے کہ وہ زمانہ کب آئے گا جس کی بابت مسیح موعود فرما گئے ہیں کہ:

عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ تم نظر اٹھا کر دیکھو گے کہ کوئی ہندو دکھائی دے،مگر ان پڑھے لکھے لوگوں میں سے ایک ہندو بھی تمہیں دکھائی نہ دے گا۔ (ازالہ اوہام طبع اول۔ص ۳۲)

ہندو کالک ہندو یونیورسٹی اور ہندو مہا سبھا وغیرہ،کیا ان الفاظ میں ہندو کا معنی وہی ہے جو اس شعر سے مفہوم ہوتا ہے:

چو ہندو رفت در کعبہ مسلمان گشتہ بے ایمان
چو کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی

ناظرین کرام! اتباع مرزا قادیانی، اپنا شمار چھ لاکھ بتا کر اس پر فخر کیا کرتے ہیں۔آج کل اخباروں میں سندھ کے حالات شائع ہو رہے ہیں جہاں پیر پگاڑو کے مریدوں (حروں) نے بڑا اودھم مچا رکھا ہے۔ ان کا شمار بھی چھ لاکھ بتایا جاتا ہے۔ گویا یہ تعداد قدرت کی طرف سے اتباع مرزا کا جواب ہے کہ محض چھ لاکھ کا شمار کوئی

قابل فخر بات نہیں ہے۔پیر پگاڑو کے مریدوں کو ہم عارفانہ نظر سے دیکھتے ہیں تو قادیانیوں کی تعلیموں کے جواب میں بے ساختہ ہمارے منہ سے یہ شعر نکل جاتا ہے:

آج دعوی ان کی یکتائی کا باطل ہو گیا
رو برو ان کے جو آئینہ مقابل ہو گیا

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے مسلمانوں کے اختلافات کیا مٹائے قابل غور بات یہ ہے کہ خود مسلمانوں میں ایک بہت بڑا اختلاف پیدا کر دیا کہ میرے ماننے والوں کے سوا باقی سب کافر ہیں۔(حقیقۃ الوحی۔ص ۱۶۳؟)

کیا اچھا اختلاف رفع ہوا۔غالباً اس کا بدلہ خدا نے ان کو یہ دیا کہ ان کے اتباع میں اس مسئلے پر وہ سر پھٹول ہو رہا ہے کہ الامان و الحفیظ۔

یعنی یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ مرزا صاحب نبی تھے یا نہ؟ منکرین نبوت مرزا(لاہوری جماعت) نبوت مرزا کے قائلین کو سخت گمراہ اور غالی وغیرہ الفاظ سے یاد کرتی ہے ۔قائلین نبوت مرزا،منکرین نبوت کو بدترین الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔اس کے علاوہ اور بھی کئی اختلافات پیدا ہو گئے ہیں جس پر استاد داغ کا یہ شعر تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ صادق آتا ہے؛

کبھی معشوق تھے وہ بھی جو اب عاشق کہاتے ہیں
کسی کا دل دکھایا تھا اسی کی داد پاتے ہیں

ہاں کسر صلیب جو کیا،اس کے جواب میں عیسائی رسائل سرنگوں ہیں دیکھیں المائدہ، اخوت،نور افشاں ، مسیحی مزدور،اورحق وغیرہ،اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔

ہاں اتنا ہم کہہ سکتے ہیں کہ براہین احمدیہ کی تصنیف کے زمانے میں بقول مرزا صاحب قادیانی ، ہندوستان میں عیسائی پانچ لاکھ تھے،لیکن تازہ مردم شماری میں پچاس لاکھ سے بھی متجاوز ہیں ، اگر اتباع مرزا قادیانی اس کا عذر یہ کریں کہ:

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دعا کی

تو ہم بھی جواب میں کہیں گے کہ یہ عذر ٹھیک ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ جون ۱۹۴۲ء مطابق ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۲۶ ص ۵)

چودھویں صدی کے مجدد: مرزا صاحب؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جماعت مرزائیہ کی لاہوری شاخ نے مرزا صاحب قادیانی کے منصب نبوت کا ثبوت کٹھن یا غلط سمجھ کر ان کی طرف دعوی نبوت منسوب کرنا چھوڑ دیا مگر دعوی مجددیت وغیرہ برابر منسوب کئے جاتے ہیں۔ ہم علی وجہ البصیرت کہتے ہیں اور اپنے اس دعوی کا ثبوت دینے کو ہر وقت طیار ہیں کہ مرزا صاحب نہ نبی تھے، نہ مجدد، نہ ملہم، نہ محدث، نہ ثقہ راوی تھے، نہ قابل مصنف۔ ان دعاوی کا ثبوت ہم بارہا دے چکے ہیں اور اب بھی دینے کو تیار ہیں۔ لیکن وائے بر حال امت مرزائیہ کہ سنی بات کو ان سنی کردیتی ہے کانّ فی اذنیه وقراً

ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۶ فروری ۱۹۴۲ء میں ایک مضمون لکھا تھا جس کا عنوان تھا: مرزا صاحب نہ نبی تھے، نہ مجدد۔، اس مضمون میں ہم نے کتب مرزا قادیانی کے حوالہ جات سے اپنا دعوی ثابت کیا تھا قادیان اور لاہور کے کسی اخبار یا رسالہ میں اس کا جواب ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ ہاں اخبار پیغام صلح ۱۰ جون میں وہی پرانی رٹ لگائی گئی ہے جو مرزا صاحب قادیانی کے دعوے کے آغاز سے لگاتے چلے آئے ہیں۔ یعنی گزشتہ صدیوں کے صلحاء امت اور مجددین اسلام کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ:

> اے نام لیوایان اسلام! اے غفلت شعاران امت محمدیہ! اے تشنہ کامان بادیہ ضلالت!...
>
> صدی کا سر گذر چکا ہے بلکہ اس پر کئی برس اور بھی گزر گئے ہیں۔ لیکن آہ! صد آہ! کہ رسول کریم ﷺ کا وہ ارشاد تمہارے نزدیک پورا نہ ہوا اور کوئی مجدد دنیا میں نہ آیا...
>
> مگر نہیں رسول اللہ ﷺ کے وعدے ٹل نہیں سکتے۔ اللہ تعالی نے ایک خاص

بندہ اس وقت بھی ہم میں مبعوث فرمایا ہے اور اپنے زبردست نشانوں اور زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کیا ہے۔ وہ آیا بھی اور اپنا پیغام دے کر چلا بھی گیا لیکن افسوس کہ تم خواب غفلت سے ابھی تک بیدار نہ ہوئے۔ (پیغام صلح لاہور ۱۰ جون ۱۹۴۲ء ص ۸)

٦ فروری کے اہل حدیث امرتسر میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنا دعوی چودھویں صدی کے سر پر نہیں کیا، بلکہ براہین احمدیہ کے زمانہ تالیف میں آپ مجددیت کے مدعی ہوئے جو تیرھویں صدی کا آخری حصہ ہے۔ ملاحظہ ہو ازالہ اوہام و آئینہ کمالات اسلام وغیرہ۔ پس چونکہ مرزا صاحب نے چودھویں صدی کے شروع میں دعوی مجددیت نہیں کیا، اس لئے آپ اس صدی کے مجدد نہیں ہو سکتے اور نہ تیرھویں صدی کے مجدد ہو سکتے ہیں کیونکہ تیرھویں صدی کے اخیر میں دعوی کیا تھا جیسا کہ ازالہ اوہام وغیرہ سے ثابت ہے۔

رہا یہ سوال کہ پھر اس صدی کا مجدد کون ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ ہم ایک دو نہیں بلکہ بیسیوں مجدد پاتے ہیں۔ ہر ایک فرقہ اپنے خیال کے مطابق اپنے مقتداء کو مجدد کہتا ہے۔ بریلوی حنفیہ کے نزدیک مجدد مأۃ حاضرہ مولوی احمد رضا خان صاحب ہیں جو اسی صدی میں گزر رہے ہیں۔ جماعت اہل حدیث کے نزدیک نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی مجددین میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ بھی اسی صدی میں فوت ہوئے ہیں۔ رہی یہ بات کہ مرزا صاحب قادیانی نے پیغام دیا مگر لوگوں نے قبول نہ کیا، ہم بھی اس کے قائل ہیں۔ دیکھئے ان کا پیغام کیسے صاف لفظوں میں ہے جس کا نام انہوں نے خود ہی آخری فیصلہ رکھا ہے، اور جس کے مقابلہ میں پہلے سب نشانات ہیچ بلکہ کالعدم قرار دیئے ہیں جس کا مضمون یہ ہے کہ:

اے میرے دعوی کو ماننے والو!
بلکہ اے میرا نام سننے والو!
اے میرے مریدو اور غیر مریدو!
غور سے سنو کانوں کے پردے ہٹا کر سنو!

میں اپنے دعوی کی صداقت کا مدعی ہوں مگر مولوی ثناء اللہ میری تکذیب

کرتا ہے۔ اسلئے میں تم کو آخری پیغام دیتا ہوں کہ میں نے خدا کے حضور اس نزاع کے تصفیہ کے لئے یوں دعا کی تھی:

الٰہی ہم دونوں (مرزا قادیانی وثناء اللہ امرتسری) میں سے جو جھوٹا ہے اس کو سچے کی زندگی میں فوت کر دے۔ (اشتہار ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء)

خدا نے میری یہ دعا قبول کر لی اور بالفاظ قرآنی الہام

اجیب دعوۃ الداع مجھ پر نازل فرمایا۔

پس اے میرے مریدو! بلکہ میرا نام سننے والو! تم سب گواہ رہو کہ یہ آخری فیصلہ ہے جب یہ واقع ہو جائے تو تم اس پر ایمان لانا

ہم بھی پیغام صلح کے الفاظ میں افسوس سے کہتے ہیں کہ:

اے نام لیوایان احمدیت! اے غفلت شعاران قادیانیت! اے تشنہ کامان بادیہ ضلالت! تمہیں کیا ہو گیا کہ تم مرزا صاحب کے اس کھلے فیصلے اور پیغام حق کو قبول نہیں کرتے اور حجت پر حجت کئے جاتے ہو۔ یاد رکھو ایک دن آنے والا ہے جب تمہیں اس گمراہی غفلت شعاری اور مرزا صاحب کی ناقدر شناسی کا جواب دینا ہوگا

قریب ہے یارو روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۳ جولائی ۱۹۴۲ء مطابق ۱۸ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۲۷ ص ۴۔۵)

مرزا صاحب کا سر صلیب؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ، مسیح موعود ہو کر دنیا میں تشریف لائیں گے تو صلیب کو توڑ دیں گے (یکسر الصلیب)۔ مطلب یہ کہ عیسائی مذہب مغلوب ہو جائے گا۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جب مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو ان پر

سوال وارد ہوا کہ بحیثیت مسیح موعود ہونے کے آپ کے فرائض میں کسر صلیب بھی داخل ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ صلیب کی شکست نہیں ہوئی۔

اس سوال کا جواب مرزا صاحب قادیانی اور ان کے اتباع کی طرف سے ہمیشہ وہی دیا گیا جو اخبار الفضل ۲۶ مئی میں نکلا ہے کہ:

کسر صلیب سے مراد یہ ہے کہ مرزا صاحب نے دلائل کے ساتھ ثابت کر دیا کہ مسیح کی موت صلیب پر نہیں ہوئی ،اس لئے ان کا کفارہ بھی نہیں ہوا ،کیونکہ عیسائی عقیدہ کی رو سے کفارہ کیلئے صلیبی موت شرط ہے جو واقع نہیں ہوئی۔اس سے عقیدہ کفارہ خود ہی باطل ہو گیا۔پس یہی کسر صلیب ہے۔

آج معلوم ہوا کہ علماء اسلام کا عقیدہ متعلقہ حیات مسیح تردید کفارہ کے لئے بہترین حربہ ہے کیونکہ اس عقیدہ سے مثل مشہور: نہ بانس رہے نہ بانسری بجے۔،خود صادق آتی ہے یعنی کفارے کا تصور خود بخود اٹھ جاتا ہے۔اب یہ علماء قادیان کا کام ہے کہ اس امر کا فیصلہ کریں کہ کفارہ مسیح کی تردید کے لئے کون سا مذہب ابلغ اور مفید تر ہے۔اس کی تفصیل ہم یہیں چھوڑ کر عیسائیوں کا جواب پیش کرتے ہیں جوانہوں نے الفضل قادیان کو دیا ہے۔اخبار الحق راولپنڈی لکھتا ہے کہ:

ان (مرزا غلام احمد قادیانی) کے دعوی کسر صلیب کا یہ اثر ہے کہ آج ملک ہند کے شہروں کے علاوہ دیہاتوں میں بھی صلیب کے نشان دکھائی دیتے ہیں اور میسیحیت کا بطلان کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ مرزا جی اور ان کے دعاوی کا بطلان کرنے والوں میں زیادہ تعداد ان مسیحیوں کی ہے جو مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوئے اور اب مسیح پر ایمان لاکر صلیب کے شیدائی بنے ہوئے ہیں اور اگر مرزا جی کی کسر صلیب سے یہی مراد ہے کہ صلیب کے پیرؤوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاءتو اس کسر صلیب پر قادیانیوں کو ناز نہیں کرنا چاہیے۔(الحق راولپنڈی ۲۰ جون ۱۹۴۲ء ص ۵)

احمدی ممبرو!

مشکل بہت پڑیگی برابر کی چوٹ ہے۔آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کے

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۳ جولائی ۱۹۴۲ء مطابق ۱۸ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۲۷ ص ۵)

قادیانی مسیح موعود اور یاجوج ماجوج

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:
عیسائی لوگ حضرت عیسی کی الوہیت کا ثبوت دینے میں جس قدر زور آزمائی کرتے ہیں، مرزائی اصحاب مرزا غلام احمد صاحب کی مسیحیت ثابت کرنے میں اس سے کچھ کم زور نہیں لگاتے، مگر ریگ کی دیوار میں جو قوت ہوتی ہے اس کو سب جانتے ہیں۔ آج ہم اس کی ایک جدید مثال پیش کرتے ہیں۔

لاہور کے مرزائی اخبار پیغام صلح میں ایک مضمون چھپا ہے جس میں جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مسیح موعود بنا کر زمانہ مسیح موعود کے نشانات کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً یاجوج ماجوج کا خروج، طاعون کا پھیلنا، حج کا روکا جانا، رمضان میں کسوف وخسوف وغیرہ

اخبار اہل حدیث امرتسر میں ان باتوں کا مفصل جواب کئی دفعہ دیا گیا ہے مگر چونکہ یہ لوگ اپنے اخباروں اور رسالوں میں بار باران باتوں کا ذکر کرتے ہیں، اس لئے ان کا جواب دینا ضروری ہے۔ بقول مضمون نگار یاجوج ماجوج سے مراد یورپ کی اقوام ہیں جن کے مابین آج کل جنگ (عظیم دوم) ہو رہی ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ بتائی ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں یورپ کی عیسائی اقوام تمام دنیا پر پھیل جائیں گی اور خشکی اور تری کے تمام مقامات پر ان کا تصرف ہوگا۔ (پیغام صلح لاہور ۳ جون۔ ص ٦)

حضرت مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں: حیرت ہے کہ یہ لوگ مذہبی امور میں کتنے دلیر واقع ہوئے ہیں، اور ہوائی قلعے بنانے میں کس قدر مشاق ہیں۔ پہلے تو اپنے پیر ومرشد قادیانی کی تعلیم کے ماتحت اقوام یورپ کو یاجوج ماجوج ٹھہرایا ہے (حمامۃ البشری)، پھر ان کے ملکی تصرفات کو ان کا خاص نشان قرار دیا ہے۔ مگر حدیثوں میں یاجوج ماجوج کا جو صریح نشان آیا ہے اس کو چھپا لیا اور حدیث کی تحریف کر کے خوش

ہو گئے کہ ہم نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مسیح موعود ثابت کر دیا۔

سنئے! حدیثوں میں دجال اور یاجوج ماجوج کے واقعات کا ذکر اس ترتیب سے ملتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ، دجال کو قتل کر کے فارغ ہوں گے تو خدا ان کو اطلاع دے گا کہ میں ایسے انسان بھیجنے والا ہوں کہ تم میں سے کسی کو ان کے ساتھ مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے۔

فحرز عبادی الی الطور و یبعث اللہ یاجوج ماجوج و ھم من کل حدب ینسلون۔ (مشکوۃ کتاب الفتن باب علامات بین یدی الساعۃ)۔

(پس میرے فرمانبردار بندوں کو کوہ طور پر لے جاؤ اس وقت اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر بلندی سے نیچے اتر آئیں گے)

یہ حدیث جو بحوالہ ترمذی شریف مشکوۃ میں ملتی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج اس وقت خروج کریں گے جب مسیح موعود، دجال کے قتل سے فارغ ہو جائیں گے۔ لیکن ان کے خروج سے پہلے مسیح موعود کو حکم ہوگا کہ میرے بندوں کو کوہ طور پر لے جاؤ اور وہ ان کو لے جائیں گے۔

یہ ترتیب تو حدیثوں میں مذکور ہے۔ اس کے مقابلہ میں مرزا غلام احمد صاحب کی تصریحات یہ ہیں کہ مسیح موعود میں ہوں، دجال سے مراد عیسائیوں کے پیشوا پادری لوگ ہیں۔ اور یاجوج ماجوج سے مراد یورپی اقوام جرمنی، روس اور انگریز وغیرہ ہیں۔ (حمامۃ البشریٰ)۔

(مولوی محمد علی امیر جماعت مرزائیہ لاہور نے مرزائیوں کے لئے ایک اور مشکل پیدا کر دی ہے۔ آپ نے واضح الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ:

موجودہ زمانہ کی یورپین اقوام دجال ہیں۔ (پیغام صلح یکم جولائی ۱۹۴۲ء ص ۵)۔

بالفاظ دیگر جرمنی، اٹلی، روس اور انگلستان وغیرہ میں بسنے والی قومیں بقول موصوف دجال ہیں۔ لطف یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی، دجال کو قتل کرنے کی بجائے اس کی حکومت کے ماتحت رہے، اور اس ماتحتی پر عمر بھر فخر کرتے رہے یہاں تک کہ فوت ہو گئے۔ اب ان کے اتباع بھی دجال کے ماتحت ہیں۔

کیا خوب مسیح موعود ہیں کہ آئے تو تھے دجال کو قتل کرنے، مگر خود اس کے غلام بن گئے۔

ناظرین یہ ہے اس جماعت متکلمین کا علم کلام جو نہ دیکھا جائے نہ سنا جائے۔ امام کچھ کہتا ہے اسکے اتباع کچھ

کہتے ہیں۔ کیا خوب! من چہ سرائم طنبورہ من چہ سراید)

اب سوال یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے دجال یعنی پادریوں کو کب قتل کیا؟ وہ تو اب تک زندہ پھرتے ہیں۔ اور اعتبار نہ ہو، تو پادری برکت اللہ صاحب اور ان کے احباب کو دیکھ لیں کس طرح دندناتے پھرتے ہیں۔ اور آئے دن اسلام کے خلاف لکھتے رہتے ہیں۔ ہاں مرزا صاحب قادیانی خود بدولت عرصہ ہوا وفات پا چکے ہیں۔

اگر کہا جائے کہ دجال کے قتل سے مراد جسمانی قتل نہیں بلکہ دلائل کے ساتھ غلبہ پانا مراد ہے جو مرزا صاحب قادیانی پا چکے ہیں تو جواب میں ہم کہیں گے کہ یہ تو شاعرانہ قتل ہے جس کا ذکر استاد ذوق نے یوں کیا ہے

دیکھنا اے ذوق ہو جائیں گے پھر لاکھوں کے خون
ہے لگایا آج اس نے لب پہ لاکھا پان کا

شاعرانہ نقطہ نگاہ سے تو یہ تخیل موزوں ہے، مگر واقعہ کے خلاف ہے اور شرعی اصطلاح میں کذب ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب کا دجال بھی زندہ ہے اور یاجوج ماجوج بھی خوب ترقی پر ہیں۔ خود مرزا صاحب آج دنیا میں نہیں ہیں۔

گئی محفل کی رونق داغ کے ساتھ
وہی بس تھا غنیمت وہ نہیں ہے

طاعون کا ذکر حدیثوں میں مسیح موعود کی علامات کے سلسلہ میں نہیں آیا۔ ہاں مرزا صاحب قادیانی نے کہا تھا کہ قادیان میں طاعون نہیں آئے گا۔ اس لئے ان کی تکذیب کرنے کو قادیان میں طاعون ضرور آیا (حقیقت الوحی۔ ص۸۴ حاشیہ ملاحظہ ہو)۔

اس لحاظ سے تو طاعون کا نشان ٹھیک ہے کہ اس سے مرزا غلام احمد صاحب کا دعویٰ نمایاں طور پر باطل ثابت ہوتا ہے۔

مضمون نگار نے لکھا ہے کہ مرزا قادیانی کے زمانہ میں بحکم سرکار حج روک دیا گیا تھا۔ یہ روکاوٹ بھی آپ کی صداقت کی دلیل ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حج کبھی نہیں روکا گیا۔ بیماری پھیل جانے کی وجہ سے

صرف ٹیکہ کرا کر جانے کا حکم ہوا تھا۔
مسیح موعود کی علامتوں میں سے آگ ظاہر ہونے کی علامت کا ذکر کسی صحیح حدیث میں نہیں ملتا۔

اسی طرح رمضان کی خاص تاریخوں میں سورج گرہن مسیح موعود کی علامتوں میں سے کوئی علامت نہیں ہے۔اس کے علاوہ وہ مکذوبہ روایت جواس گرہن کے متعلق پیش کی جاتی ہے، نہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے نہ کسی صحابی کا قول۔ بلکہ بہت پیچھے آنے والا ایک شخص محمد بن علی کہتا ہے کہ ہمارے مسیح موعود کی دو بڑی نشانیاں ہیں جب سے زمین آسمان پیدا کئے گئے وہ واقع نہیں ہوئیں۔ یعنی رمضان میں قمر کی پہلی تاریخ کو چاندگرہن لگے گا،اورنصف رمضان میں سورج کو۔

مرزا غلام احمد کواس بات کا اعتراف ہے کہ ۱۳۱۱ھ (مرزا کی زندگی) سورج اور چاند کے دوگرہن جووقوع پذیر ہوئے ایسے گرہن پہلے بھی ہو چکے تھے (حقیقۃ الوحی۔ص ۱۹۶)۔

مختصر یہ ہے کہ روایت مذکورہ نہ حدیث ہے، نہ کسی صحابی کا قول۔اگر کچھ ہے بھی تو اس سے مرزا صاحب قادیانی کی صداقت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ ان کو تسلیم ہے کہ ایسے گرہن پہلے بھی ہو چکے ہیں۔

ہاں ان کا یہ کہنا کہ پہلے گرہنوں کے وقت کوئی شخص مدعی نہیں ہوا۔
ہوتا کیسے جب کہ روایت کے مطابق وقوعہ ہوا ہی نہیں۔ یہ تو آپ ہی کا خاصہ ہے کہ قرآن وحدیث کے صریح الفاظ کے خلاف ان کے معانی بتاتے ہیں۔

ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا
یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۱۰ جولائی ۱۹۴۲ء مطابق ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۲۸ ص ۵۔۶)

خلیفہ قادیان اور گورنمنٹ برطانیہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:
خلیفہ صاحب قادیان (مرزامحمود احمد) عرصہ سے اپنے رؤیا اور الہام وغیرہ

شائع کر رہے ہیں کہ اس جنگ میں آخر کار انگریزوں کی فتح ہوگی ۔ ۲۸ مارچ ۱۹۴۱ء کے الفضل میں خلیفہ صاحب کی طرف سے ہدایت شائع ہوئی تھی کہ ۳۔ اپریل کو روزہ رکھو اور ۴۔ اپریل بروز جمعہ انگریزوں کی فتح کے لئے دعا کرو۔

پھر اس سے بھی بڑھ کر دعوی کیا کہ انگلستان کی حفاظت کا کام خدا تعالی نے میرے سپرد کیا ہے۔ (الفضل ۱۱۔ اپریل ۱۹۴۱ء ص ۵)

ان حالات کے ماتحت یقین کیا جاتا تھا کہ انگریزوں کو ضرور فتح حاصل ہوگی مگر لیبیا میں طبروق کی حالت دگرگوں دیکھ کر خلیفہ قادیان کے تیور بھی بدل گئے۔ چنانچہ ۳ جولائی سن رواں کے الفضل میں خلیفہ صاحب کا خطبہ شائع ہوا ہے جس میں آپ نے ستمبر ۱۹۴۰ء کے ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے:

> میں نے رات کو رؤیا دیکھا کہ گویا میں مصر میں ہوں اور لیبیا کے محاذ پر دشمن کی فوجوں کے درمیان جنگ ہو رہی ہے۔ اس وقت لڑائی کا میدان مجھے اس شکل میں دکھایا گیا کہ گویا انگریزی علاقہ ایک ہال کی طرح ہے۔ اس ہال میں ایک طرف سے سیڑھیاں اترتی ہیں۔ چوڑی چوڑی سیڑھیاں کچھ دور تک سیدھی جا کر پھر ایک طرف کو مڑ جاتی ہیں۔ گویا وہ اس ہال میں آنے کا راستہ ہے۔ میں نے دیکھا کہ انگریزی فوج دشمن کے دباؤ کو برداشت نہ کرتے ہوئے پیچھے ہٹی ہے۔ وہ بڑی بہادری سے لڑتی ہے مگر دشمن کا زور اتنا زیادہ ہے کہ وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی...
>
> میں نے یہ رؤیا ۱۹۴۰ء کے جلسہ پر بھی پچیس ہزار کے مجمع میں سنایا تھا اور غالباً جلسہ کی روداد میں شائع بھی ہو چکا ہے۔ (الفضل ۳ جولائی ۱۹۴۲ء ص ۱)

نکتہ بعد الوقوع کے اصول سے یہ خواب برمحل بنایا گیا ہے۔ ہم نے اس لئے کہا ہے کہ خلیفہ صاحب نے ۱۹۴۰ء کے جلسہ قادیان کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس میں بھی یہ خواب ہزارہا کے مجمع میں سنایا گیا۔ اس کے علاوہ یہ خواب غالباً ۱۹۴۰ء کے جلسہ کی روداد میں بھی شائع ہوا ہے۔ سو تلاش کرنے پر معلوم ہوا کہ اس جلسہ کی روداد الفضل ۳۱ دسمبر ۱۹۴۰ء میں اور خلیفہ صاحب کی تقریر یکم جنوری ۱۹۴۱ء کے الفضل میں چھپی ہے۔ ان ہر دو پرچوں میں نہ تو مصر و لیبیا وغیرہ کی جنگ کا ذکر ہے، نہ ہی

مذکورہ خواب کا۔ البتہ الفضل یکم جنوری ۱۹۴۱ء میں خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کے ایک اور خواب کا ذکر بعنوان سیر روحانی مندرج ہے۔ اس میں بھی اس خواب کے متعلق کوئی اشارہ تک نہیں ہے۔

اب معاصر الفضل قادیان کا فرض ہے کہ وہ ہمیں اس پرچے کا پتہ بتائے جس میں خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب کا یہ خواب شائع ہوا ہے ورنہ ہمارا جملہ نکتہ بعد الوقوع تسلیم کرے اور اس تسلیم سے نہ گھبرائے کیونکہ اس قسم کی مثالیں قادیانی لٹریچر میں بکثرت ملتی ہیں جن میں حکایات تو ہوتی ہیں مگر محکی عنہ نہیں ہوتا۔ مثال کے لئے یہ فقرہ سامنے رکھ لے:

تفسیر ثنائی میں لکھا ہے ابو ہریرہ ناقص الفہم تھا۔ (براہین احمدیہ ج ۵ ص ۲۳۴)

معاصر پیغام صلح لاہور بھی ہمارے اس دعوی (نکتہ بعد الوقوع) کی تائید کرتا ہوا ۸ جولائی کی اشاعت میں صفحہ ۳ پر رقم طراز ہے:

یہ خوابیں اور پیش گوئیاں بھی عجیب ہیں۔ واقعہ جب ہو چکتا ہے تو اس کے بعد خواب اور پیش گوئی شائع ہوتی ہے۔ یہ تو محض عوام کی ذہنیت سے ناجائز فائدہ اٹھانا روحانیت نہیں۔ (پیغام صلح ۸ جولائی ۱۹۴۲ء ص ۳)

دوسرا رخ۔

خلیفہ صاحب الفضل کے اسی پرچہ میں پینترا بدلتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر میں اور جماعت احمدیہ دعا کریں تو انگریزوں کو کامیابی ہو سکتی ہے

(الفضل قادیان ۳ جولائی ۱۹۴۲ء ص ۲)

کیوں صاحب! یہ اگر مگر کیسا۔ انگلستان کی حفاظت کا کام آپ کے سپرد کیا گیا۔ آپ نے اپنے مریدوں کو بتاکید حکم دیا کہ روزہ رکھ کر نماز جمعہ کی دوسری رکعت میں انگریزوں کے لئے دعا کریں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اس کے بعد انگریزوں کو کامیابی حاصل ہوتی۔ مگر ہوا کیا؟ وہی جس کا سب کو علم ہے۔

آگے چل کر ایک اور پینترا بدل کر خلیفہ صاحب کہتے ہیں:

میں نے متواتر انگریزوں کو توجہ دلائی ہے کہ اگر وہ سچے دل سے ہماری طرف دعا کے لئے متوجہ ہوں تو اللہ تعالی ان کی مشکلات دور کر دے گا۔ مگر

افسوس کہ اپنی مادی ترقیات کی وجہ سے ان کو یہ تحریک نہیں ہوتی کہ ہمیں دعا کے لئے کہیں ...

مگر بعض مشیروں نے یہ رائے دی ہے کہ اس سے مختلف قوموں میں انگریزوں کے متعلق بدظنی پیدا ہو جائے گی۔ حالانکہ انگریزی قوم اس وقت ایسے مصائب میں سے گزر رہی ہے کہ ایسی بدظنیوں کی کوئی پرواہ نہ کرنی چاہیے۔ اب کیا مختلف قوموں میں اس کے متعلق بدظنی نہیں پائی جاتی۔ ہر قوم اس پر الزام لگاتی ہے کہ وہ ہر موقع پر دوسری سے مل جاتی ہے اور فساد پیدا کر دیتی ہے کانگریس کو یہ شکایت ہے کہ وہ مسلم لیگ سے مل کر ہندو مسلم اتحاد نہیں ہونے دیتی۔ مسلم لیگ کہتی ہے کہ وہ کانگریس سے ڈر کر مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق سے محروم رکھ رہی ہے۔ سوشلسٹ کہتے ہیں کہ وہ مالداروں کے ہاتھ میں ہے۔ اور کیپٹلسٹ شور مچاتے ہیں کہ وہ برطانوی کیپلسٹوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے ہمیں نقصان پہنچاتی ہے۔ غرض کہ کوئی ایک قوم بھی نہیں جو موجودہ حکومت پر خوش ہو۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ وہ ان قوموں میں بدظنی پیدا ہو جانے کے ڈر سے دعا کرانے کی طرف متوجہ نہ ہوں اور اللہ تعالی سے مدد نہ چاہتی ہوئی اپنی مشکلات کو لمبا کرتی جائے۔

(الفضل ۳ جولائی ۱۹۴۲ء ص ۲)

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ مریدوں کو بتاکید دعا کرنے کا حکم دیا جاتا ہے کہیں انگلستان کی حفاظت اپنے ذمے لی جاتی ہے مگر جب دیکھتے ہیں کہ میری دعاؤں کا اثر وہی ہوا ہے جو استاد مومن خان نے کہا ہے:

آخر تو دشمنی ہے دعا کو اثر کے ساتھ

تو یہ شرط لگادی کہ انگریز مجھ سے دعا کی درخواست کریں اور درخواست نہ کرنے کی صورت میں چند غیر ضروری واقعات بھی پیش کر دیئے۔ اس کے باوجود اصل مقصد میں ہم خلیفہ قادیان کی تائید کرتے ہیں کہ انگریزی حکومت ان سے دعا کی درخواست کرے کیونکہ آپ ایسے باپ کے بیٹے ہیں جن کی دعائیں قبول ہوتی تھیں۔ جس کی ایک ہی مثال پیش کرنا کافی ہے جناب ممدوح نے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک دعا شائع

کی تھی جس کے مختصر الفاظ یہ ہیں:

الٰہی مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما ہم دونوں میں سے تیرے نزدیک جو جھوٹا ہے اسکو سچے کی زندگی میں ہلاک کردے۔

یہ دعا ایسی قبول ہوئی کہ سب نے اس کی قبولیت کا نظارہ دیکھا کہ حسب دعا مرزا غلام احمد صاحب بفرمان اماما ینفع الناس فیمکث فی الارض سچا آج تک زندہ ہے۔ کسی مومن یا کافر کو اس میں شک کرنے کی گنجائش نہ رہی۔ خلیفہ صاحب بھی اسی باپ کے بیٹے ہیں اس لئے ان کی بھی دعاؤں کی قبولیت میں کوئی شبہ نہ کرنا چاہیے کیا ہی سچ ہے:

ترا دیدہ و یوسف را شنیدہ
شنیدہ کے بود مانند دیدہ

ناظرین کرام! قادیانی بھول بھلیاں ملاحظہ کیجئے۔ بڑے میاں بزرگوار مرزا صاحب قادیانی تو لکھتے گئے۔

انا حرز للبرطانیہ (نورالحق۔ص۳۲) میں حکومت برطانیہ کے لئے تعویذ ہوں۔

بقول ابن الفقیہ نصف الفقیہ خلیفہ جی نے بحیثیت ذمہ داری خلافت انگلستان کی حفاظت کا ذمہ لیا اور مریدوں کو روزہ رکھ کر جمعہ پڑھنے اور جمعہ میں برطانیہ کے لئے دعاء فتح مانگنے کا حکم دیا۔ اب اخیر میں کہہ دیا کہ حکومت برطانیہ ہم سے درخواست کرے کہ ہم اس کے لئے فتح کی دعا کریں تو فتح یقیناً ہوگئی۔ چہ خوش!

کوئی ان مقدس لوگوں سے پوچھے کہ انگلستان کی حفاظت کی ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے حکومت سے درخواست کرانے کی کیوں ضرورت پیش آئی۔ اس کے متعلق دوسرے نمبر میں کچھ اور بھی لکھیں گے:

نہیں معلوم تم کو ماجرائے دل کی کیفیت
سنائیں گے تمہیں ہم ایک دن یہ داستان پھر بھی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ جولائی ۱۹۴۲ء جلد ۳۹ نمبر ۲۹ ص ۴۔۵)

خلیفہ قادیان اور گورنمنٹ برطانیہ

ایک اور پینترا بدلا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

گذشتہ ہفتے اس مضمون کی پہلی قسط میں ہم بتا آئے ہیں کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے اپنے فرض (حفاظت انگلستان) سے خود بخود سبک دوش ہونے کی بجائے انگریزوں کو کہا کہ:

جنگ میں فتح یابی کے لئے مجھ سے دعا کرانے کی درخواست کرو تو خدا تم کو یقیناً فتح دے گا۔

خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کا ایسا کہنا کیسی غیر معقول بات ہے جب کہ خود ہی اقرار کرتے ہیں کہ خدا نے انگلستان کی حفاظت کا کام میرے سپرد کیا ہے۔

(الفضل ۱۱۔اپریل ۱۹۴۱ء)

اس اعتراف ذمہ داری کے باوجود انگریزوں کو حکم دیتے ہیں کہ مجھ سے دعا کی درخواست کرو۔ آج ہم جو حوالہ پیش کرنا چاہتے ہیں وہ اس سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ اخبار الفضل اپنے خلیفہ کے خطبہ جمعہ کا اقتباس یوں نقل کرتا ہے:

پھر (خلیفہ صاحب) فرمایا کہ اگر یہ لوگ خدا تعالی کے حضور استدعا کریں کہ ہم تجھ سے وعدہ کرتے ہیں کہ تیری صداقت جہاں ملے گی ہم اسے ضرور قبول کریں گے اور اگر متحارب قوموں سے کوئی اتنی تبدیلی کے ساتھ خدا تعالی مدد مانگے تو مجھے یقین ہے کہ وہ اس مصیبت کو ٹال دے گا۔

(الفضل ۴ جولائی ۱۹۴۲ء ص ۶)

متحارب قوموں کے معنی ہیں لڑنے والی قومیں۔ ان معنی سے جہاں یہ لفظ ایک طرف انگریزوں اور ان کے اتحادیوں کو شامل ہے، تو دوسری طرف جرمنی اور اٹلی وغیرہ کو بھی شامل ہے۔ پس خلیفہ صاحب کے مندرجہ بالا کلام کے معنی یہ ہوئے کہ:

اگر جرمنی اور اٹلی وغیرہ بھی خلیفہ صاحب سے دعا کی درخواست کریں تو آپ کی دعا ان کے لئے بھی مفید ثابت ہوگی یعنی ان کو بھی فتح حاصل ہوگی ایسا ہی اگر جاپان بھی درخواست کرے تو وہ بھی فتح یاب ہوگا۔

کیوں نہ ہو، قادیانی فیض کا چشمہ سب کے لئے کھلا ہے:

پیاسو! سبیل ہے سرکوثر لگی ہوئی

ایک طرف بالخصوص انگریزی حکومت کو اولی الامر منکم کا مصداق ماننا (ضرورۃ الامام از مرزا قادیانی) دوسری طرف کل متحارب اقوام کو اپنی دعا سے فائدہ پہنچانے کا شوق دلانا اس شعر کا مصداق ہے

حلف عدو سے قسم مجھ سے کھائی جاتی ہے
الگ ہر ایک سے چاہت بتائی جاتی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ جولائی ۱۹۴۲ء جلد ۳۹ نمبر ۳۰ ص ۵۔۶)

مسیح قادیان قابل مصنف نہ تھے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج سے پہلے کئی پرچوں میں ہم نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے بلکہ جماعت مرزائیہ (قادیانی ہو، یا لاہوری، پوربی ہو، یا پچھمی، دکنی ہو، یا اتری) کو چیلنج بھی دیا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ اس موضوع پر بحث کرلے۔

مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے اس مباحثہ کے لئے سیالکوٹ میں انتظام کرنے کا وعدہ بھی کیا تھا۔ ملاحظہ ہو اہل حدیث امرتسر ۲۹۔مئی ۱۹۴۲ء

ہمارے اس چیلنج پر قادیان کے رسالہ ریویو آف ریلیجنز بابت جولائی ۱۹۴۲ء میں توجہ کی گئی ہے۔ ادھر ادھر کی حشو و زوائد باتیں کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ہمیں یہ مباحثہ منظور ہے مگر تحریری ہونا چاہیے۔ جس کی صورت یہ بتائی ہے کہ ایک طرف اہل حدیث امرتسر میں مباحثے کے پرچے شائع ہوتے رہیں، دوسری طرف ہم

ریویو آف ریلی جنز میں شائع کرتے رہیں گے۔

تحریری مباحثہ ہمیں منظور ہے۔ مگر اس طرح نہیں جس طرح اڈیٹر صاحب ریویو آف ریلی جنز نے لکھا ہے ۔ اس طریق سے یہ مباحثہ بہت طویل ہوتا چلا جائے گا کیونکہ اخبار اہل حدیث امرتسر ہفتہ وار ہے اور ریویو آف ریلی جنز ماہوار ۔ مثلاً اہلحدیث یکم جنوری میں جو مضمون چھپے گا، یکم فروری تک اس کے جواب کا انتظار کرنا پڑے گا ۔ لہذا ہم ایک ایسی تجویز پیش کرتے ہیں جس سے انکار کرنا جماعت مرزائیہ کو عموماً اور جماعت قادیانیہ کو خصوصاً ہرگز جائز نہیں ۔ وہ یہ ہے کہ تحریری مباحثہ اس طرح ہو جس طرح مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے امرتسر میں ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی سے کیا تھا۔ جس کی صورت یہ تھی کہ ہر ایک مناظر بصورت املاء تقریر کرتا جاتا تھا اور فریقین کے محرر لکھتے جاتے تھے اور پرچہ مکمل ہونے کے بعد سب کو سنا دیا جاتا تھا۔ اسی طریق سے تحریری مباحثہ ہمیں منظور ہے۔

پس ہم نے قادیانیوں کے سامنے ان کے نبی کا اسوہ حسنہ پیش کر دیا ہے جس سے انکار کرنا ان کے لئے کسی طرح زیبا نہیں بلکہ جائز بھی نہیں کیونکہ ان کا عقیدہ ہے :

عالم بمنت یک طرف　　　　آں شوخ تنہا یک طرف

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ جولائی ۱۹۴۲ء جلد ۳۹ نمبر ۳۰ ص ۶)

اخبار ایمان، صدق، پیغام صلح اور مسیح موعود

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزائی اخبار پیغام صلح مورخہ ۲۷۔ اگست روایت کرتا ہے کہ پٹی کے اخبار ، ایمان ، نے اور صدق لکھنو نے مان لیا ہے کہ یاجوج ماجوج یورپ کی اقوام ہیں۔

پیغام صلح لاہوران دونوں اخباروں کے اس تسلیم کرنے پر ان سے سوال کرتا ہے کہ مسیح موعود کہاں ہیں؟ یعنی جب تم دونوں اقوام یورپ کو یاجوج ماجوج مان گئے، تو مرزا صاحب قادیانی کو مسیح موعود مان لو، ورنہ بتاؤ مسیح موعود کہاں ہے؟

اس سوال کا معقول جواب تو یہ اخبارات ہی دیں گے مگر اہل حدیث امرتسر

اس سوال کا جواب ملتوی رکھ کر پوچھتا ہے کہ:

یاجوج ماجوج کہاں رہتے ہیں؟

پیغام صلح لاہور کے اسی پرچے کے صفحہ ۵ پر یاجوج ماجوج کے متعلق ایک روایت لکھی ہے جس میں گو اپنے مجدد قادیانی کی طرح پوری تحریف کی ہے تاہم اصل مطلب فوت نہیں ہوسکا۔ پہلے ہم روایت مذکورہ کے الفاظ سنن ترمذی سے نقل کرتے ہیں پھر ان پر بحث کریں گے وہ روایت یہ ہے:

یو حی الله الیه ان حرّز عبادی الی الطور فا نی قد انزلت عبا داً لی لا ید ان لا حدا بقتا لهم قا ل و یبعث الله یا جو ج و ما جو ج .. فیر غب عیسی ابن مر یم الی الله و اصحا به قا ل فیر سل الله علیهم النغف فی رقا بهم فیصبحو ن فر سی موتی کمو ت نفس وا حدة (ترمذی باب فتنۃ الدجال۔ حدیث نمبر ۲۲۴۰)

اس روایت کا ترجمہ یہ ہے:

اللہ تعالی مسیح موعود کو اطلاع دے گا کہ میرے ایمان دار بندوں کو طور کی طرف لے جا۔ میں ایسے لوگ بھیجنے والا ہوں جن سے لڑنے کی کسی کو طاقت نہیں پھر خدا تعالی یاجوج ماجوج کو بھیج دے گا (یہاں تک کہ) حضرت عیسی اوران کے ساتھی اللہ کی طرف دعا کرتے متوجہ ہوں گے تو خدا تعالی یاجوج ماجوج کی گردنوں میں زہریلی پھنسی پیدا کر دے گا جس سے وہ سب یک دم مرجائیں گے۔

ناظرین! حدیث کے الفاظ اور ترجمہ ملحوظ رکھ کر پیغام صلح کے الفاظ سنئیے۔

پیغام صلح لاہور اپنے مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے زمانے کے طاعونی کیڑوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

یہ وہی طاعونی کیڑا ہے جس کا ذکر حدیث میں ان الفاظ میں موجود ہے

فیر غب عیسی و اصحا به فیرسل الله علیهم النحف (اسی طرح مرقوم ہے۔ ثنا) فی رقا بهم فیصبحو ن فر سی کمو ت نفس واحدة

(پیغام صلح لاہور ۲۷۔ اگست ۱۹۴۲ء ص ۵)

اس روایت کا ترجمہ یوں کیا ہے:

پس خدا کا نبی مسیح موعود اور اس کے اصحابی متوجہ ہوں گے اور خدا تعالی ان مخالفوں کے خیموں میں ایک پھوڑا ظاہر کرے گا پس ایک چیرے پھاڑے ہوئے شخص کی موت کی طرح ہو جائیں گے۔

(پیغام صلح۔۲۷۔اگست ۱۹۴۲ء ص ۵)

مضمون نگار نے اس ترجمے میں جو کمال کیا ہے اسے ہم اہل علم کی تفریح کے واسطے چھوڑ دیتے ہیں۔ہاں اس ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ یورپئن اقوام جن کو مرزا صاحب قادیانی اور آپ لوگ اور آپ کے ہم نوا یاجوج ماجوج کہتے ہیں، ہمیں بتائیں کہ ان کی گردنوں یا بقول پیغام صلح خیموں میں پھوڑے کب پیدا ہوئے اور مسیح موعود اور ان کے ساتھیوں کی دعا سے یہ لوگ کس زمانہ میں مرے؟

ارے بھیا! سچ تو یہ ہے کہ اگر یورپئن اقوام یاجوج ماجوج ہونے کی حیثیت سے اس حدیث کے مصداق ہوتے، تو آپ کے مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی زندگی ہی میں مر کر ختم ہوگئے ہوتے اور آج دنیا ان کی وجہ سے اس مصیبت میں مبتلا نہ ہوتی جس میں کہ ہو چکی ہے۔

مرزا صاحب قادیانی کے مریدو! لگے ہاتھ اس سوال کا جواب بھی بتا دو کہ کوہ طور کا مقام کہاں ہے جہاں حضرت مسیح موعود نے اپنی جماعت کو لے جانا تھا۔

کیا قادیان کے منارہ پر تو نہیں لے گئے۔ہم بھی اس تاویل کو مان لیتے مگر مشکل یہ ہے کہ منارہ تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زندگی میں تعمیر ہوا ہی نہیں۔گو اسکا نام منارۃ المسیح ہے۔

بھئی واللہ! تمہاری ایسی ایسی باتیں سن کر سید ابوالحسن ملا دو پیازہ مرحوم کی زندگی کے واقعات سامنے آجاتے ہیں۔کیا اچھا شاعرانہ تخیل ہے جو استاد ذوق نے اس شعر میں پیش کیا ہے:

نام میرا سن کے مجنوں کو جمائی آ گئی
بید مجنون دیکھ کر انگڑائیاں لینے لگا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱ستمبر ۱۹۴۲ء ص ۵،۶)

مولانا اسماعیل علی گڈھی اور مرزا قادیانی

بجواب پیغام صلح لاہور

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو (بقول اتباع خود) اپنا علم کلام ایجاد کیا تھا اس میں ایک طریق استدلال یہ تھا کہ کوئی مخالف مرجاتا تو فوراً آپ اس کی بابت لکھ دیتے کہ اس نے کہا تھا کہ ہم میں سے جھوٹا مرجائے گا، چنانچہ وہ مرگیا، اس لئے وہ جھوٹا تھا اور میں سچا ہوں۔ چاہے متوفی کو یہ مضمون خواب میں بھی نہ سوجھا ہو۔ ہمارے پاس اس کی مثالیں بکثرت ہیں۔

پیغام صلح لاہور نے مولانا اسماعیل علی گڈھی مرحوم کا ذکر کیا ہے اس لئے آج ہم اس مثال پر بحث کرتے ہیں۔

مولانا اسماعیل مرحوم جماعت اہل حدیث میں بڑے ذی اقتدار عالم اور رئیس تھے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ۱۳۰۸ھ میں دعوی مسیحیت کیا تو مرحوم نے فوراً ۱۳۰۹ھ میں ان کی تردید میں ایک رسالہ لکھا جس کا نام ہے اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح۔ اس کتاب کا جواب مرزا صاحب قادیانی کی طرف سے ہم نے نہیں دیکھا۔ مرحوم ۷ شوال ۱۳۱۱ھ مطابق ۴ مئی ۱۸۹۴ء کو فوت ہوگئے۔ رحمہ اللہ۔ یعنی کتاب کی اشاعت کے دوسال بعد۔

ناظرین یہ تمہیدی نوٹ یاد رکھیں اور آگے چلیں۔

مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے جدید علم کلام سے (دوسرے لفظوں میں جس کا معزز لقب افتراپردازی ہے) جھٹ لکھ دیا:

> مولوی اسماعیل نے صفائی سے خدا تعالی کے روبرو یہ درخواست کی کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ مرجائے۔ سو خدا نے اس کو بھی اس جہان سے جلد تر رخصت کردیا۔ ان وفات یافتہ مولویوں کا ایسی دعاؤں کے بعد

مرجانا خدا ترس مسلمان کیلئے کافی ہے۔ (قادیانی اشتہار انعامی ۵۰۰ روپیہ ص ۷)

مضمون بالکل صاف ہے۔ ہم نے مرزا غلام احمد صاحب کی زندگی ہی میں یہ سوال اٹھایا تھا کہ مولوی اسماعیل صاحب کی عبارت کا حوالہ بتایئے۔ مرزا صاحب قادیانی نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ ہم نے سمجھا کہ یہ سب کرشمے قادیانی جدید علم کلام کے ہیں۔ جس کے موجد مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں۔

حال ہی میں کسی معترض نے مولانا علی گڈھی کی بابت یہ سوال اٹھایا تو پیغام صلح لاہور نے اپنے پیشوا اور اپنے مجدد سلطان القلم کی حمایت میں جو لکھا وہ کذب بیانی میں اصل سے بھی بدرجہا ترقی پذیر ہے۔ چنانچہ پیغام صلح کا نامہ نگار لکھتا ہے:

رہا مولوی محمد اسماعیل علی گڈھی کا معاملہ، یہ صرف آپ جیسے مولویوں کی بددیانتی اور ناخدا ترسی کا نتیجہ ہے کہ ان کی کتاب کے وہ الفاظ اور وہ بددعا جوان کی موت کا باعث ہوئی آج ہمارے سامنے نہیں کیونکہ کتاب ابھی زیر طبع تھی کہ مولوی اسماعیل مر گیا اور حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا ثبوت اپنے پیچھے چھوڑ گیا۔ اس کی موت کے بعد مولویوں نے اس خیال سے کہ وہ الفاظ حضرت مرزا صاحب کی صداقت کے لئے ایک زبردست گواہ کا کام دیں گے، انہیں کتاب سے نکال دیا۔ اصل کتاب کو ایک احمدی مولوی عبداللہ سنوری (یہ عبداللہ سنوری وہ معتبر گواہ ہیں جن کو مرزا صاحب اپنے اس دعوی پر پیش کیا کرتے تھے کہ میں نے دنیا کی قضاو قدر کی ایک مسل مرتب کی اور اسپر خدا سے دستخط کرانے چاہے۔ خدا نے سرخی سے دستخط کرنے کے لئے جو قلم چھڑکا تو روشنائی کے سرخ نشان میرے کرتے پر پڑ گئے۔، وہ کرتہ عبداللہ سنوری کے پاس موجود ہے۔

میرے مطالبہ پر ایک دفعہ عبداللہ سنوری مع چند ارکان قادیانیہ کے صبح سویرے ہی ثنائی درس قرآن میں آ گئے اور کہا کہ ہم حلف اٹھانے کو تیار ہیں آپ ہم سے حلف لیجئے۔

میں نے کہا آپ یوں کہیے کہ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ خدا نے میرے سامنے سرخ دوات میں قلم ڈبویا اور چھڑکا۔ اس کا نشان مرزا صاحب کے کرتے پر پڑ گیا۔

بولے یہ حلف تو میں نہیں اٹھاتا۔ میں تو یہ حلف اٹھاؤنگا کہ میں نے مرزا صاحب کے کرتے پر سرخ نشان دیکھے۔

میں نے کہا یہ شہادت کافی نہیں۔ ممکن ہے چھپکلی نے گلاب کے پھول کھائے ہوں اور چھت پر چلتے ہوئے سرخ پیشاب کر دیا ہو۔

آخر اس نزاع میں وہ چلے گئے۔

دوسرا نشان ان عبداللہ سنوری صاحب کا یہ ہے کہ آپ نماز میں رفع یدین سنت سمجھ کر کیا کرتے تھے۔ مرزا صاحب قادیانی چونکہ حنفی المذہب تھے انہوں نے کہا

عبداللہ! رفع یدین بہت کر چکے۔

عبداللہ نے صرف اتنا فقرہ سن کر رفع یدین چھوڑ دی (سیرت المہدی)

کوئی ایسے مریدوں سے پوچھے کہ جس کام کو تم مسنون سمجھ کر کرتے رہے، اسے غیر شارع (مرزا قادیانی) کے کہنے سے تم نے چھوڑ دیا، تو تمہارے حق میں یہ آیت صادق نہ آئے گی؟ ام لم یعرفوا رسو لھم فھم له منکرون (المومنون:٦٩) کیا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں ہے کہ اس کی رسالت اور سنت سے انکار کر بیٹھے۔

ناظرین! خواجہ کے گواہ ایسے ہی ہوتے ہیں جن کے حق میں کہا گیا ہے:

وزیرے چنین شہر یارے چناں جہاں چوں نہ گیرد قرارے چناں)

نے دیکھا تھا جن کی شہادت کی بنا پر حضرت مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی میں لکھا کہ:

مولوی محمد اسماعیل نے اپنے رسالہ میں میری موت کے لئے بددعا کی تھی پھر بعد اس بددعا کے جلد مر گیا اور اس کی بددعا اسی پر پڑ گئی۔

اگر یہ صحیح نہیں تو چاہیے تھا کہ حضرت مرزا صاحب کی زندگی میں آپ پر اعتراض کیا جاتا۔ لیکن اس وقت تمام آپ جیسے معترضین کو سانپ سونگھ گیا اب آپ کی وفات کے پچیس تیس سال بعد اس کو جھوٹ قرار دینا اپنے جھوٹا ہونے کی شہادت دینا ہے۔ (پیغام صلح لاہور ۳ ستمبر ۱۹۴۲ء ص ۹)

ہم نے حکماء کا یہ مقولہ نہ سنا ہوتا کہ ایک جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے کئی جھوٹوں کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے، تو بھی وہ جھوٹ ثابت نہیں ہوتا، تو ہمیں اس مضمون نگار کی بدگوئی اور کذب بیانی پر تعجب ہوتا مگر اس قسم کی باتیں ہمارے کانوں میں نئی داخل نہیں ہوئیں بلکہ ہم نے اخلاق نویس استادوں سے سنا ہوا ہے:

چو حجت نماند جفا جوئے را
بہ پیکار گردن کشد روئے را

کوئی قادیانی مسیح کے حواریوں سے پوچھے کہ تمہارے اس بیان کا ثبوت کچھ ہے جس کو تم نے بد دیانت مولویوں کی طرف منسوب کر کے اپنے قافلہ سالار کی غلط بیانی کو مٹانا چاہا ہے۔

او ظالمو! کب تک نادانوں کی آنکھوں میں خاک ڈالو گے۔ یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے جو تم نے لکھا ہے کہ: کتاب ابھی زیر طبع تھی کہ مولوی اسماعیل مر گیا۔

او عقل مندو! کیا تم سمجھتے ہو کہ مرحوم کی کتاب نایاب ہوگئی ہے۔

سنو دفتر اہل حدیث میں بچشم خود دیکھ لو اس پر سنہ طباعت ۱۳۰۹ھ لکھا ہے اور مرحوم کی تاریخ وفات کا ثبوت درکار ہو تو مرحوم کے صاحبزادہ کی تحریر دیکھ لو۔ یعنی دو سال بعد ہوئی۔ علاوہ اس کے مولانا اسماعیل مرحوم کوئی معمولی آدمی نہ تھے، علی گڈھ میں عالمانہ اور رئیسانہ حیثیت رکھتے تھے۔ اب بھی علی گڈھ جا کر موتی مسجد کے متولی خاندان سے مرحوم کی تاریخ وفات معلوم کر سکتے ہیں۔ مگر اس تحقیق کے بعد یہ ظاہر کرنا ہوگا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے غلط لکھا ہے۔

ہاں ۱۳۰۹ھ سے پہلے کی کوئی مطبوعہ کتاب ان کی ہو تو پیش کرو۔ مگر یاد رہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے دعوی ۱۳۰۸ھ میں کیا۔ دعوی سے پہلے تردیدی کتاب شائع نہیں ہو سکتی۔

لطیفہ: حدیث شریف میں آیا ہے کہ جھوٹا آدمی جھوٹ بولنے کا عادی ہو جاتا ہے، تو اس کے منہ سے بے ساختہ جھوٹ نکلتا رہتا ہے، اسے اس جھوٹ کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ حدیث کے جملہ حتی یکتب عند الله کذاباً کے یہی معنی ہیں۔

مضمون نگار کا بے ساختہ کذب دیکھئے۔ لکھا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی وفات کو پچیس تیس سال گذر گئے ہیں۔ حالانکہ ان کی وفات مئی ۱۹۰۸ء میں ہوئی تھی جسے آج پورے ۳۴ سال ہوتے ہیں۔ بھلا چونتیس لکھ دیتے تو آپ کے مضمون میں کچھ ضعف آ جاتا؟ نہیں بلکہ قوت پیدا ہو جاتی۔ مگر کیسے لکھتے قدرت کو منظور تھا کہ حدیث نبوی اثر دکھائے۔

تابع متبوع کے نقش قدم پر:

ناظرین کی تفریح کے لئے ہم مرزا غلام احمد صاحب کی تحریر سے بھی ایک ایسی ہی مثال پیش کرتے ہیں۔

موصوف ایک موقعہ پر قادیان کا محل وقوع بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قادیان ضلع گورداسپور میں ہے جو لاہور سے جنوب مغرب میں ہے۔ حالانکہ ضلع گورداسپور، لاہور سے شمال مشرق میں ہے۔ صحیح لکھ دیتے تو اصل مطلب میں کمی نہ آجاتی لیکن حدیث موصوف کا اثر ثابت نہ ہوتا، جو ہونا ضروری تھا۔

ناظرین کرام! یہ ہے قادیانی علم کلام کے نمونے جن کی بابت یہ کہنا بے جا نہیں ہے:

كانت مواعيد عرقوب لها مثلاً
ما مواعيدها الا الاباطيل

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸ستمبر ۱۹۴۲ء مطابق ۶ رمضان ۱۳۶۱ھ ص ۵-۶)

موضوعات قادیانیہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

محدثین کی تحریروں میں کسی روایت کو اسرائیلی لکھا جائے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح آج مسلمانوں کی تحریروں میں روایت قادیانیہ کا لفظ ملے تو اس کے یہی معنی سمجھے جاتے ہیں کہ یہ روایت جھوٹی ہے۔

اخبار الفضل قادیان میں سلسلہ روایات شروع کیا گیا ہے جس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا کہ اسرائیلی سلسلہ سے کم نہیں ہے۔ حسب گنجائش ہم بھی انشاء اللہ اس کے متعلق وقتاً فوقتاً لکھا کریں گے کیونکہ تنقید روایات قادیانیہ کا ملکہ بفضلہٖ تعالیٰ ہمیں حاصل ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب نے ۱۹۰۲ء میں کتاب اعجاز احمدی شائع کی جو ایک معنی میں میرے ہی لئے موضوع تھی۔ اس میں مرزا صاحب قادیانی نے مجھے بصورت

چیلنج دعوت دی کہ میں قادیان پہنچ کر ان کی ڈیڑھ سو پیش گوئیوں کی تحقیق کروں ۔اور اس تحقیق پر کل انعام ایک لاکھ پندرہ ہزارروپیہ دینا منظور کیا۔

آخر میں ۱۲ جنوری ۱۹۰۳ء کومرزا صاحب قادیانی کے اس چیلنج پر قادیان جا پہنچا۔لیکن میرے پہنچ جانے پرمرزا صاحب قادیانی نے گفتگو کرنے سے انکار کر دیا۔ اب جب کہ واقعہ پرانا ہو گیا ہے قادیانی راوی کلام کو روایت گھڑنے کا موقع مل گیا چنانچہ یکم ستمبر ۱۹۴۲ء کے اخبار الفضل میں صفحہ ۴ پر ایک روایت یوں درج ہے :

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے زمانہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری قادیان میں پولیس کے سپاہیوں کے ساتھ آئے اور آریوں کے مکان میں اترے ۔جس میں پہلے کبھی پنڈت لیکھ رام اترا تھا۔پولیس کو اس لئے ساتھ لائے کہ احمدی مجھے نہ ماریں ۔ان کی آمد کی غرض یہ تھی کہ حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کی پیش گوئیوں کے متعلق دریافت کریں۔کسی صحابی نے مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق ذکر چھیڑا کہ وہ حضور کی پیش گوئیوں کے متعلق تحقیق کرنے آئے ہیں ۔اوراس مکان میں ٹھہرے ہیں جس میں لیکھ رام اترا تھا۔ اس پر حضور (مرزا قادیانی) نے فرمایا اگر وہ ہمارے پاس آتے تو ہم ان کو مکان دیتے، اور مہمان نوازی کرتے،اور پیش گوئیوں کے متعلق بھی سمجھا دیتے ۔حضور نے اور بھی بہت سی عمدہ باتیں فرمائی تھیں مگر افسوس کہ وہ مجھے یاد نہیں رہیں ۔(الفضل قادیان یکم ستمبر ۱۹۴۲ء ص۴)۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کہتے ہیں کہ ہم اس کے متعلق اپنی طرف سے کچھ کہنا نہیں چاہتے بلکہ اسی زمانہ کے قادیانی اخبار البدر مورخہ ۱۶ جنوری ۱۹۰۳ء سے یہ واقعہ نقل کرتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں:

عصر کے وقت خدا کے برگزیدہ حضرت مسیح کو خبر ملی کہ مولوی ثناءاللہ امرتسری قادیان میں آئے ہوئے ہیں ۔مگر آپ نے اس کے متعلق صرف یہی فرمایا کہ ہر روز ہزاروں راہ رو لوگ آتے ہیں ہمیں اس سے کیا۔

اس عبارت میں لفظ ،صرف، کے معیار سے قادیانی روایت جانچیے ۔ہمیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ قادیان میں ہمارا کوئی مکان نہ تھا،آریوں نے از راہ مسافر

نوازی ہمیں جگہ دی۔ جنوری کا مہینہ بڑا سخت سرد ہوتا ہے ہم نے سر چھپانے کو بسا غنیمت سمجھا۔اس میں کیا عیب ہوا۔ اگر ہوا تو کس پر؟ داعی پر یا مدعو پر؟

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی طرف سے کوئی پیغام ان کے مکان پر پہنچنے کا ہمیں نہیں ملا۔غنیمت ہے قادیانی راوی نے بھی اس پیغام مرزا کا ذکر نہیں کیا بلکہ ایک چلتا فقرہ کہہ دیا کہ :

وہ (ثناءاللہ) ہمارے پاس آتے تو ہم ان کو مکان دیتے۔

حقیقت میں قادیانی راوی کی یہ روایت بھی موضوعہ ہے۔قادیانی ممبرو! سن رکھو گوش دل سے سن رکھو کہ : ورنہ درمجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

دیکھیں قادیان کا پرانا اخبار الحکم اس کے متعلق کیا کہتا ہے ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ ستمبر ۱۹۴۲ء مطابق ۱۳ رمضان ۱۳۶۱ھ ص ۵۔۶)

لیکھ رام اور مرزا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب متوفی اوران کے اتباع کو پنڈت لیکھ رام والی پیشگوئی پر بڑا ناز ہے۔ ہم نے اس کے متعلق رسالہ الہامات مرزا میں مختصر ذکر کیا ہوا ہے، مگر مریدان مرزا کی بار بار کی تعلّی اور اصرار کی وجہ سے ہم نے مزید تحقیق کی تو اس پیش گوئی کو دوسری پیش گوئیوں سے زیادہ غلط اور جھوٹا پایا، تو اس کے متعلق ایک رسالہ لکھا جس کا نام زیب عنوان ہے یعنی: لیکھ رام اور مرزا۔

یقین ہے کہ کوئی راسخ العقیدہ مرید مرزا بھی اس رسالے کو بنظر انصاف دیکھے گا تو اس کا دل ہی مان جائے گا کہ یہ پیش گوئی نہ صرف غلط ہی ثابت ہوئی بلکہ مرزا صاحب قادیانی کی بہت سی کارستانیاں اس میں پائی جاتی ہیں۔ ہمارے دوست جو قادیانی دعاوی کو باطل سمجھ کر اس کا دفعیہ کرنا چاہتے ہیں وہ اس رسالے کو خرید کر اپنے اپنے حلقہ میں مرزائیوں تک پہنچائیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ ستمبر ۱۹۴۲ء مطابق ۱۳ رمضان ۱۳۶۱ھ ص ۶)

مرزا قادیانی اپنے دعوی میں ناکام گئے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ادعا اور اختراع سے ہمیں اتنا رنج نہیں ہے جتنا اس بات سے ہے کہ وہ اپنے دعوے میں ناکام گئے ۔اس لئے ان کا صدق و کذب پرکھنے کے لئے یہی ایک معیار کافی ہے۔

آپ کا دعوی کیا تھا؟ ہم اپنے لفظوں میں نہیں بلکہ قادیان کے آرگن اخبار الفضل کے الفاظ میں بتائیں گے۔مگر پہلے ہم ناظرین کو مسلمانوں کی حالت کا نقشہ دکھاتے ہیں۔

نہ صرف ہندوستان کے مسلمان بلکہ کل دنیا کے مسلمان اپنی حالت زار پر مرثیہ خوانی کرنے میں مشغول ہیں۔اپنی زبوں حالی پر آٹھ آٹھ آنسو رو رہے ہیں۔ان کے پاس نہ دولت وثروت ہے، نہ اخلاق حسنہ ہے، نہ دینداری۔ بلکہ ان چیزوں کی بجائے بداخلاقی رسوم شرکیہ اور بدعات ہر جگہ ترقی پر ہیں۔اس بدحالی کا مجمل ذکر مولانا حالی مرحوم کے اس شعر میں ملتا ہے:

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

اس بدحالی کی اصلاح کیلئے مرزا صاحب آئے تھے چنانچہ الفضل لکھتا ہے:

موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کی اسی حالت کو بدلنے کے لئے جس پر وہ ماتم کرنے کے لئے وقف ہو رہے ہیں حضرت مسیح موعود (مرزا) کو بھیجا اور آپ نے ایسے باکمال انسان پیدا کئے (کون کون؟ بہاء) جو اسلام کی حقیقی تعلیم کا نمونہ ہیں۔آج اگر کوئی اپنی کورچشمی کی وجہ سے انہیں شناخت نہ کرے تو نہ کرے ۔عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جب تسلیم کیا جائے گا کہ فی الواقعہ شجر اسلام باثمر شجر ہے اور اس نے ایسے ثمر پیدا کئے ہیں جن کی مثال اور کہیں نہیں مل سکتی۔ (الفضل ۱۳ستمبر ۱۹۴۲ء ص ۱)

اہل نظر کے نزدیک قابل غور بات یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی سے پہلے

مسلمان اپنی جس حالت زار پر رو رہے تھے حسب بیان الفضل موجودہ زمانہ کے مسلمان بھی اسی بدحالی پر رو رہے ہیں تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے آنے سے ان کی اصلاح کیا ہوئی ؟

بڑے فخر سے کہا جاتا ہے کہ قادیان کے سالانہ جلسہ میں پچیس تیس ہزار نفوس جمع ہو جاتے ہیں جو سب اصلاح شدہ ہیں ۔مرزا صاحب کی یہ بہت بڑی کامیابی ہے ۔ ہمارے نزدیک یہ کامیابی ایسی ہے کہ اس پر مثال مشہور کوہ کندن و کاہ برآوردن صادق آتی ہے۔ کہنے کو تو کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی صرف پنجاب نہیں، بلکہ بلکہ کل دنیا کی اصلاح کے لئے آئے تھے (الفضل ۲۲ ستمبر) لیکن واقعہ یہ ہے کہ کل دنیا میں بدعملی بداخلاقی لادینی اور لامذہبی روز افزوں ترقی پذیر ہیں، مگر قادیانی لوگ پچیس تیس ہزار کی حاضری پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں حالانکہ اس موقع پر تماشہ بین غیر مرزائی اصحاب بھی بکثرت شریک ہوتے ہیں۔

اے کاش ! یہ لوگ ذرا ہندوستان نہیں صرف پنجاب کے مزارات کی سیر کرتے جہاں ہر سال اعراس ہوتے ہیں تو وہاں لاکھوں کا شمار دیکھ کر خود ہی شرما جاتے

اجمیر میں کیا ہوتا ہے؟ ہم اپنے لفظوں میں نہیں بلکہ ایک معتبر عالم مولوی معین الدین صاحب مرحوم مدرس عثمانیہ اجمیر کی زبانی سناتے ہیں ۔مرحوم نے اجمیر ہی میں عندالملاقات ہمیں بتایا کہ میں اجمیر کے زائرین اور ساکنین کو کہا کرتا ہوں کہ تم لو مشرک نہیں ہو جو کوئی تمہیں مشرک کہتا ہے غلط کہتا ہے کیونکہ مشرک تو وہ ہوتا ہے جو خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرے یعنی خدا سے بھی مانگے اور غیر خدا سے بھی مانگے ۔مگر تم لوگ تو خدا سے مانگتے ہی نہیں تمہیں تو سب کچھ دینے والے خواجہ صاحب ہیں اس لئے تم مشرک نہیں ہو۔

مولوی صاحب مرحوم کا یہ فقرہ بڑا بامعنی ہے ۔اے کاش ! مرزا صاحب قادیانی صرف اجمیر کے عرس کی اصلاح کر جاتے اگر اجمیر کو دور سمجھ کر وہاں نہیں جا سکے تو صرف لاہور میں حضرت علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش کے مزار پر جو سالانہ عرس ہوتا ہے اسی کی اصلاح کر جاتے تو ہم سمجھتے کہ آپ بہت بڑا کام کر گئے۔

مزارات پر بڑی دھوم دھام سے عرس ہوتے ہیں۔ بت خانے بھرے

ہوئے ہیں۔عیسائی (خاص جن کے مٹانے کے لئے مرزا صاحب قادیانی تشریف لائے تھے) دن بدن ترقی کررہے ہیں۔زمانہ تالیف براہین احمدیہ میں بقول مرزا صاحب عیسائی پانچ چھ لاکھ تھے مگر آج ان کی تعداد ایک کروڑ تک پہنچ گئی ہے۔کیا اندریں حالات مرزا صاحب قادیانی کی ناکامی میں کچھ شک ہے؟

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے ایک موقع پر بالکل سچ کہا تھا کہ مرزا صاحب قادیانی کے مواعید میں سے اربواں حصہ بھی پورا نہیں ہوا (الفضل ۱۶۔اکتوبر ۱۹۳۷ء)۔

ہمارا بھی یہی قول ہے:

ہزار وعدوں میں گر ایک ہی وفا کرتے
قسم خدا کی نہ ہم تم کو بے وفا کہتے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۔اکتوبر ۱۹۴۲ء مطابق ۲۰ رمضان ۱۳۶۱ھ ص ۵۔۶)

مرزا صاحب کی صلح جوئی اور مصالحت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عرب کی عباسی حکومت جب ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی، تو ہر ٹکڑے کا والی اپنی جگہ پر بادشاہ بن بیٹھا، اوران کے درباری شاعر بھی ان کو بڑھانے چڑھانے لگے۔ایک شاعر اپنے بادشاہ کی تعریف میں کہتا ہے

یصعّد حتی یظن الجھول
ان لہ حاجۃ فی السماء

(میرا ممدوح ترقی کے درجات پر چڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ ناواقف لوگ سمجھتے ہیں کہ اس کو آسمان میں کوئی کام ہے)

ہم دیکھتے ہیں کہ یہی کیفیت دربار قادیان کی ہے۔مرزا غلام احمد صاحب اوران کے جانشین کا کوئی کام کتنا ہی بھونڈا ہو، قادیان کے اہل قلم اس کو ایسا خوش نما ظاہر کرتے ہیں کہ عرب کے خوش آمدی شاعروں کو بھی مات کردیتے ہیں۔عرب کا

ایک خوش آمدی شاعر اپنے ممدوح کی تعریف میں کہتا ہے:

ثلاثة تشرق فی الدنیا ببهجتها
شمس الضحی و ابو اسحاق و القمر

(دنیا کو تین چیزوں سورج چاند اور میرے ممدوح ابو اسحاق سے روشنی ملتی ہے)

آج ہم قادیانی دربار میں اس شعر کی مثال بتاتے ہیں اخبار الفضل ۲۷ ستمبر ۱۹۴۲ء میں ایک مضمون نکلا ہے جس کی سرخی ہے:

ہندو مسلم اتحاد کرنے والی بہترین تجویز۔

یعنی ہندو مسلمانوں میں مصالحت کی سب سے اچھی تجویز وہ ہے جس کی بنیاد مرزا صاحب قادیانی نے رکھی تھی۔ اور جس پر خلیفہ مرزائیہ (مرزا محمود احمد) نے عمارت کھڑی کر دی۔ اس کے ثبوت میں الفضل نے مرزا صاحب کلاں کی کتاب پیغام صلح سے کچھ اقتباسات نقل کئے ہیں ہم ان کو اصل الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

۱۔ ہم وید کو خدا کی طرف سے مانتے ہیں۔

۲۔ خدا تعالی کی تعلیم کے موافق ہمارا پختہ اعتقاد ہے کہ وید انسان کا افترا نہیں ہے۔

۳۔ ہم خدا سے ڈر کر وید کو خدا کا کلام جانتے ہیں (ص ۲۳۔۲۵)

اسکے بعد لکھتے ہیں کہ:

۴۔ اگر اس قسم کی صلح تام کے لئے ہندو صاحبان اور آریہ صاحبان تیار ہوں تو وہ ہمارے نبی ﷺ کو خدا کا سچا نبی مان لیں اور آئندہ توہین و تکذیب چھوڑ دیں تو میں سب سے پہلے اس اقرار نامے پر دستخط کرنے کو تیار ہوں کہ ہم احمدی سلسلہ کے لوگ ہمیشہ وید کے مصدق رہیں گے۔

(کتاب پیغام صلح از مرزا۔ ص ۲۵۔۲۶)

ناظرین ذرا غور کریں کہ ان دونوں اقتباسوں میں کہاں تک اختلاف ہے۔ پہلے تین نمبروں میں بلا شرط ویدوں کی تصدیق کرتے ہیں لیکن چوتھے نمبر میں شرط لگا دی ہے کہ ہندو صاحبان ہمارے پیغمبر پر ایمان لے آئیں تو ہم ویدوں کی تصدیق

کریں گے۔

اس کی مثال تو یہ ہوئی کہ ایک شخص کسی کے متعلق تین مجلسوں میں علی الاعلان کہہ دیتا ہے کہ یہ میرا باپ ہے، لیکن تھوڑی دیر کے بعد کہتا ہے کہ اگر یہ شخص اپنی جائیداد کا نصف حصہ مجھے ہبہ کر دے، تو میں اسے باپ ماننے کو تیار ہوں۔

کیا قرآن مجید کی تعلیم یہی ہے اور کسی دانا کا شیوہ ہوسکتا ہے کہ پہلے کسی بات کو اس لحاظ سے تسلیم کرے کہ وہ واقعی ہے پھر اس کی تسلیم کے لئے کوئی ایسی بھونڈی شرط لگا دے جو پوری نہ ہوسکے۔

ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اس رویہ کی تردید قرآن مجید سے بھی پیش کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں یہود کے ذکر میں ارشاد ہے

و یکفرو ن بما ورا ئه

(یہودی اپنی کتاب کے علاوہ باقی الہامی کتب قرآن وغیرہ کا انکار کرتے ہیں)

باوجود اس کے مسلمانوں کے لئے یہودیوں کی الہامی کتاب کو ماننا داخل ایمان قرار دیا۔ اس شرط سے مشروط نہیں ٹھہرایا کہ تم یہودی ہمارے قرآن کو مان لو تو پھر ہم تمہاری تورات کو مان لیں گے بلکہ صاف لفظوں میں فرمایا

یؤمنو ن بما انز ل الیك و ماانز ل من قبلك (البقرۃ:۴)

یعنی متقی وہ لوگ ہیں جو قرآن کو اور اس سے پہلی تمام الہامی کتب کو مانتے ہیں

پس مرزا غلام احمد صاحب کا پہلے ویدوں کو بلا شرط کلام الٰہی تسلیم کرنا پھر ان کی تسلیم کے لئے ایک جدید شرط لگانا اقرار کرنے کے بعد انکار کر جانے کے مترادف ہے جس کی بابت یہ کہنا بالکل بجا ہے

نہیں وہ قول کا پکا ہمیشہ قول دے دے کر
جو اس نے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

علاوہ اس کے مصالحت کی یہ کون سی صورت ہے کہ ہندو اور آریہ لوگ ہمارے پیغمبر کی رسالت کی تصدیق کریں پھر ہم ان کے وید کی تصدیق کریں گے۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ ہندو مسلمان ہو جائیں تو صلح ہوسکتی ہے۔ یہ اصول بھی قرآن مجید کی تجویز کردہ مصالحت کے خلاف ہے چنانچہ ارشاد ہے:

قل یااھل الکتا ب تعا لوا الی کلمة سوا ء بیننا و بینکم ان لا نعبد الّا الله ولا نشر ك به شیئاً و لا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دو ن الله (آل عمران؛۶۴) (اے اہل کتاب آؤ ہم ایک ایسی بات پر متفق ہو جائیں جو ہم دونوں میں برابر ہے وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں ہم میں سے کوئی کسی کو خدا کے سوا رب نہ بنائے)

دیکھئے! اس آیت میں نبوت محمدیہ اور قرآن مجید کی تسلیم کا کوئی ذکر نہیں ہے کیونکہ یہ امر فریقین میں مساوی نہیں ہے متنازعہ فیہ ہے متنازعہ فیہ کو بنائے مصالحت قرار دینا گویا منازعت پیدا کرنا ہے۔

ناظرین کرام! اس جگہ ہم زمانہ رسالت کا ایک واقعہ پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی پیش کردہ صورت مصالحت بھی سنت نبویہ کے خلاف ہے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرتﷺ اور قریش مکہ کے مابین ایک صلح نامہ لکھا جانا تجویز ہوا، تو صلح نامہ کے کاتب نے اپنی خوش اعتقادی سے اس کی پہلی سطر یوں لکھ دی:

یہ وہ صلح نامہ ہے جو محمد رسول اللہﷺ اور قریش مکہ کے درمیان ہوا ہے۔

قریش مکہ نے اس پر سوال کیا کہ اگر ہم آپ کو رسول اللہ مان لیں تو پھر تو جھگڑا ہی ختم ہو گیا۔

اس پر آنحضرتﷺ ان کا عذر معقول قرار دے کر حکم دیا کہ محمد رسول اللہ کی بجائے محمد بن عبداللہ لکھ دو۔

کیا ہی اعلیٰ اخلاق کا نمونہ اخلاق اور عقل مندی کا ثبوت ہے مگر مرزا صاحب قادیانی مصالحت کے لئے ایک ایسی شرط لگاتے ہیں جو ناممکن ہونے کے علاوہ اسوہ حسنہ نبویہﷺ کے بھی خلاف ہے۔شائد یہ غرض ہو کہ بول: نہ نو من تیل ہو گا نہ رادھا ناچے۔مصالحت ہونے کی نوبت ہی نہ آئے۔

اب ہم ایک اور واقعہ بتاتے ہیں جس سے ثابت ہو گا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نہ تو کوئی بلند پایہ مصنف تھے اور نہ اپنی بات کے پکے۔

آپ جس وید کی تصدیق ان حوالہ جات میں کر چکے ہیں اور مسلمانوں کو عموماً اور اپنی جماعت کو خصوصاً تاکید کرتے ہیں کہ وہ بھی وید کی تصدیق کریں، ناظرین سینے پر ہاتھ کر اسی وید کے متعلق مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا مقولہ سنیں:

کئی مرتبہ ہم لکھ چکے ہیں کہ وید توحید اور معرفت الٰہی کا سخت مخالف اور دشمن ہے اور ایک گمراہ کرنے والی کتاب ہے۔ پس جس کتاب نے ایسی گندی تعلیم پھیلائی ہے کہ نہ توحید کو باقی چھوڑا، اور نہ عمل صالح کی ترغیب دی، اور نہ ایک ذرہ بھر اس میں کوئی خوبی ہے، اس کی ایسی تعریف کرنا کہ گو یا اس کے بعد کسی الہامی کتاب کی حاجت نہیں، یہ سراسر بے حیائی ہے اور خواہ نخواہ خدا کی کتابوں پر بے جا حملہ ہے۔ (چشمہ معرفت۔ ص ۱۸۵)

ایضاً۔ اگر آریہ ورت میں اس آتش پرستی اور آفتاب پرستی اور گنگا وغیرہ کی اصل جڑ وید نہیں ہیں تو پھر وہ کون سی کتاب ہے جس نے یہ گند آریہ ورت میں پھیلا دیا۔ ہر ایک دانش مند رگ وید کا پہلا صفحہ ہی دیکھ کر بلکہ پہلی سطر ہی دیکھ کر ضرور اس بات کا اقرار کرے گا کہ بلاشبہ یہ سب گند وید کے ہی ذریعہ سے پھیلا ہے۔ (چشمہ معرفت۔ص ۲۵۷)

مرزا صاحب قادیانی کے مریدو! بتاؤ ایسی کتاب جس کی بابت تمہارے نبی مجدد مسیح اور مہدی نے یہ رائے قائم کی ہے جو مذکورہ اقتباسات سے معلوم ہوتی ہے اس کی تصدیق کر کے تم لوگ خدا کے نزدیک مومن رہ سکتے ہو؟ یا خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اس تصدیق کے بعد مومن رہے تھے؟

مقولہ مشہور الانصاف خیر الاوصاف کو ملحوظ رکھ کر انصاف سے کہنا کہ مرزا صاحب نے ہندوؤں سے مصالحت کی جو تجویز بتائی ہے اس کی بیل منڈے چڑھی یا نہ چڑھی لیکن تمہارے ایمان پر بم کا گولی مارا گیا یا نہیں؟ کیونکہ ایسی کتاب کو داخل ایمان کیا گیا جس کے متعلق خود مرزا صاحب قادیانی کے الفاظ (گندی تعلیم دینے والی، توحید کے مخالف وغیرہ) اوپر نقل کئے گئے ہیں۔

ناظرین کرام! یہ ہیں راز کی وہ باتیں جن کی وجہ سے ہم علی وجہ البصیرت کہتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی ملہم و مامور تو کجا ایک قابل مصنف بھی نہ تھے۔ ہم

ڈنکے کی چوٹ اعلان کرتے ہیں کہ اس قسم کی وجوہات ہم سے علی الاعلان سن لیجئے۔ مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی اس مناظرہ کا انتظام اپنے ذمہ لے چکے ہیں ملاحظہ ہو اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۹ مئی ۱۹۴۲ء۔ مگر قادیانی پہلوان ہمارے سامنے آنے سے جھجکتے ہیں۔ کیوں؟

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔۱۶۔ اکتوبر ۱۹۴۲ء مطابق ۲۷ رمضان ۱۳۶۱ھ ص ۵۔۷)

قادیان میں میرا نزول

فاذا نزلنا بساحتهم فساء صباح المنذرين

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین کرام! آپ لوگ غالباً ہم سے متفق ہوں گے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی میں اور کوئی کمال تھا یا نہیں، لیکن ایک کمال تو ان میں ضرور تھا جس کو خلط مبحث کہتے ہیں۔ یعنی بحث کسی بات پر ہو اور لے جائیں کسی اور طرف۔

شاعروں کے قصیدے اور غزلیں ہر زبان میں ہزاروں لاکھوں ہیں مگر ان سب کا مضمون ایک ہی ہے جو اس شعر میں ملتا ہے:

مصور کھینچ وہ نقشہ کہ جس میں یہ رسائی ہو
ادھر تلوار کھینچی ہو ادھر گردن جھکائی ہو

یہی رنگ مرزا صاحب قادیانی کی تصنیفات میں نظر آتا ہے۔ جو کوئی گہری نظر سے ان تصنیفات کو دیکھے گا، اس وصف خاص (خلط مبحث) میں مرزا صاحب کو یکتا پائے گا۔ یہ امر لازمی تھا کہ یہ وصف ان کے اتباع میں بھی اپنا اثر دکھاتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آج ہم اس کی جدید مثال پیش کرتے ہیں۔

۲۵ ستمبر ۱۹۴۲ء کے اہل حدیث امرتسر میں ایک مضمون نکلا تھا جو ناظرین کے

ملاحظہ سے گزرا ہوگا۔اس میں ہم نے بتایا تھا کہ الفضل کے نامہ نگار نے میرے نزول قادیان (بتاریخ ۱۲ جنوری ۱۹۰۳ء کے ذکر میں غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے لکھا ہے کہ :

حضور (مرزا) نے فرمایا کہ اگر وہ (ثناءاللہ) ہمارے پاس آتے تو ہم ان کو مکان دیتے اور مہمان نوازی کرتے اور پیش گوئیوں کے متعلق بھی سمجھا دیتے (الفضل یکم ستمبر ۱۹۴۲ء)

ان فقرات کی تردید میں ہم نے اسی زمانہ کے قادیانی اخبار بدر سے ایک حوالہ نقل کیا تھا جس میں اس مضمون کا کوئی لفظ نہ تھا چاہیے تو یہ تھا کہ الفضل ہمارے جواب میں اپنی غلطی مان لیتا یا ہمارے پیش کردہ حوالہ کا جواب دیتا مگر اس نے ایسا نہیں کیا ہاں باتباع سنت مرزا خلط مبحث کرنے کو اس زمانے کے واقعات (میرے قادیان پہنچنے اور مرزا صاحب کے انکار کرنے) کا ذکر چھیڑ بیٹھا،

اہل دانش تو اس سے سمجھ گئے ہوں گے کہ اس کے پاس اصل الزام کا جواب نہیں ہے۔اس لئے ہم بھی اس بات کو نظر انداز کر کے دوسرے محاذ پر اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔الفضل قادیان نے جو کچھ لکھا ہے ناظرین اس کا ملخص مندرجہ ذیل نمبروں میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ جن شرائط پر مرزا صاحب قادیانی نے مولوی ثناءاللہ کو بلایا تھا مولوی صاحب نے ان کو پورا نہیں کیا۔

۲۔مرزا صاحب نے لکھا تھا کہ فریقین کی گفتگو منہاج نبوت کے ماتحت ہوگی۔

۳۔ مرزا صاحب نے لکھا تھا کہ مولوی صاحب مغرض تحقیق آئیں مباحثہ کے لئے نہ آئیں۔اس کے باوجود مولوی صاحب مجلس عام میں مباحثہ کرنا چاہتے تھے۔

۴۔ کتاب انجام آتھم میں مرزا صاحب نے خدا سے وعدہ کیا تھا کہ اب میں مولویوں سے مباحثہ نہیں کرونگا اس لئے مولوی صاحب کو کورا جواب دیا (الفضل یکم اکتوبر ۱۹۴۲ء)

جوابات:

پہلے نمبر کا جواب یہ ہے کہ میں نے کسی ایسی شرط کے ماننے سے انکار نہیں کیا جو مرزا صاحب قادیانی نے مجھے قادیان میں پہنچنے کی دعوت دینے کے ساتھ لگائی ہو ۔یہ بالکل جھوٹ ہے۔

۲۔ میں نے منہاج نبوت کی تسلیم سے انکار نہیں کیا، نہ انکار کرنا میں جائز جانتا ہوں۔ یہ بھی مجھ پر افتراء ہے۔

۳۔مجلس میں گفتگو کرنا میرا مقصود تھا۔اس سے مرزا صاحب نے بھی انکار نہیں کیا۔ہاں اتنا کہا تھا کہ مجلس میں لمبی گفتگو نہیں کرنی ہوگی مجھے بھی اس کی ضرورت نہ تھی۔

۴۔یہ دعوی محض جھوٹ ہے۔ چاہے مرزا صاحب کے قلم سے نکلا ہو یا الفضل کے قلم سے۔اگر الفضل اپنے اس منقولہ فقرہ کو جو بقول اس کے مرزا صاحب کا مرقومہ ہے(یقیناً مرزا صاحب ہی کا ہے) کتاب انجام آتھم سے ثابت کر دے تو ہم لدھیانہ کی انعامی رقم مبلغ تین سو میں سے ایک سو روپیہ بطور انعام دیں گے۔

یاد رہے کہ کتاب انجام آتھم ہمارے پاس موجود ہے اس کے آخری صفحہ پر مرزا صاحب کے اصل عربی الفاظ یوں ہیں:

از معنا ان لا نخاطب العلماء بعد هذه التو جيها ت و لو سبو نا ... و هذه منا خا تمة المخا طبا ت ۔(انجام آتھم)

(یعنی ہم نے قصد کر لیا ہے کہ ان تو جیہات کے بعد اب ہم علماء کو مخاطب نہیں کریں گے اور یہ رسالہ ہماری طرف سے علماء کے ساتھ مخاطبات کا خاتمہ ہے)۔

اس عبارت میں نہ خدا کے ساتھ کوئی وعدہ ہے نہ کسی مباحثہ کا ذکر ہے۔ بلکہ صرف اپنا ارادہ ظاہر کیا ہے کہ ہم علماء سے خطاب ہی نہ کریں گے۔ یہ بات ہر طالب علم جانتا ہے کہ خطاب اور چیز ہے مباحثہ اور چیز۔قرآن مجید میں کئی جگہ

یا ایها الذ ین آ منوا ...

یا ایها الذین کفروا وغیرہ الفاظ آئے ہیں۔

یہ خطابات الہیہ تو ہیں،مگر مباحثات الہیہ نہیں ہیں۔

اب ہم بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی اس بات پر بھی پختہ نہیں رہے۔ واضح رہے کہ رسالہ انجام آتھم ۱۸۹۶ء کا مطبوعہ ہے۔چاہیے تو یہ تھا کہ مرزا صاحب قادیانی اپنے پختہ ارادہ کے ماتحت ۱۸۹۶ء کے بعد علماء کو ناقابل خطاب سمجھ کر ان کو شرف خطاب نہ بخشے،لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد بھی آپ ہر تحریر میں علماء اسلام کو اپنی عادت حسنہ کے ماتحت الفاظ قبیحہ سے یاد کرتے رہے۔چنانچہ اس کتاب کے بعد دوسری کتاب ضمیمہ انجام آتھم میں علماء کو ان لفظوں میں مخاطب فرماتے ہیں:

عبدالحق غزنوی مولوی محمد حسین بٹالوی مولوی احمد اللہ امرتسری یا مولوی ثناء

اللہ امر تسری قسم کھانے سے اپنا تقوی دکھائیں..مگر کیا یہ لوگ قسم کھالیں گے۔ ہرگز نہیں کیونکہ جھوٹے ہیں اور کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھا رہے ہیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۲۵)

قادیانی اور لاہوری ممبرو! مرزا صاحب کی اس شیریں کلامی کے جواب میں اگر گنبد سے کوئی آواز نہ آئے تو تمہیں تلخ تو نہیں معلوم ہوگی۔ افسوس ہے کہ مرزا صاحب پر ناصح مشفق کی نصیحت کا بھی کچھ اثر نہ ہوا۔سنیئے ناصح مشفق فرماتے ہیں:

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

آپ کی ہر کتاب میں علماء کا ذکر اسی طرح ملتا ہے۔طوالت کے خوف سے ان سب باتوں کو جانے دیجئے ،اسی کتاب اعجاز احمدی کو سامنے رکھ لیجئے جوخاص مجھ کو مخاطب کر کے لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب ۱۹۰۲ء کی مطبوعہ ہے۔یعنی انجام آتھم کی طباعت کے چھ سال بعد طبع ہوئی تھی۔اگر مرزا صاحب قادیانی اپنے ارادہ (مندرجہ انجام آتھم) پر پختہ تھے تو آپ نے مجھے قادیان میں آنے کی دعوت کیوں دی تھی۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے ارادہ پر پختہ نہیں رہے جب میں حسب دعوت گرامی قادیان میں جا پہنچا تو اپنے ارادہ کو یہاں تک اہمیت دی کہ اس کو خدا سے وعدہ قرار دے کر مجھے ٹال دیا

عرب کا ایک مقبول شاعر اپنی محبوبہ سعاد کے حق کیا خوب کہتا ہے:

لا تدوم علی حال تکون بها
کما تلون فی اثوابها الغول

(میری محبوبہ ایک حال پر نہیں رہتی بلکہ جنگلی چھلاوے کی طرح مختلف شکلیں بدلتی ہے)

ہم نے بھی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے حق میں یہی پایا ہے کہ ان کے وعدے محبوبانہ وعدے ہوتے تھے۔

پس الفضل مرزا غلام احمد صاحب کا دعوی انجام آتھم سے دکھا کر اپنی اور مرزا صاحب کی تصدیق کر دے اور ہم سے سو روپیہ انعام پائے۔

ناظرین اس واقعہ کی تفصیل ہماری کتاب الہامات مرزا میں ملاحظہ فرمائیں تو

اس شعر کی تصدیق کرنے پر مجبور ہوں گے

نہیں وہ قول کا پکا ہمیشہ قول دے دے کر
جو اس نے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

مرزا صاحب قادیانی کی بابت کوئی ہم سے پوچھے تو ہم خدا لگتی کہیں گے کہ آپ کسی بات پر پختہ نہیں رہتے۔ نہ کسی مذہبی عقیدہ پر، نہ کسی وقوعہ پر، نہ کسی وعدہ پر، نہ وعید پر۔غرض آپ اس عربی شعر کے پورے مصداق تھے جو عرب کے کسی شاعر نے اپنی محبوبہ کے حق میں کہا ہے:

لکنها خلة قد سیط من دمها
فجع و ولع و اخلاف و تبدیل

(میری محبوبہ ایسی پیاری ہے کہ بے قراری وعدہ خلافی اور تبدیلی گویا اس کے خون میں ملائی گئی ہے)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳۔اکتوبر ۱۹۴۲ء ص ۵۔۶)

مرزا صاحب کی کامیابی اور ناکامیابی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم بارہا اس مضمون کو مدلل لکھ چکے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب اپنے مشن میں ناکام گئے ،مگر مرزائی پریس ایسا ضدی واقع ہوا ہے کہ ہماری دلیل پر توجہ نہیں کرتا، زبانی باتیں بنائے جاتا ہے۔ہم نے بارہا لکھا کہ کسی شخص کا کامیاب ہونا یہ ہے کہ اس کا مقصد پورا ہو جائے ،اور ناکام ہونا یہ ہے کہ مقصد پورا نہ ہو۔

مثلاً ایک شخص اپنا مقصد یہ ظاہر کرے کہ میں ایک کالج بناؤں گا۔اگر نہ بناؤں تو میں ناکام سمجھا جاؤں۔،

لیکن واقعہ یہ ہو کہ وہ اپنی زندگی میں پرائمری سکول بھی مکمل نہ کر سکے، بلکہ پہلے ہی فوت ہو جائے تو کہا جائے گا کہ وہ یقیناً ناکام مرا، لیکن اس کے حامی اس کو کامیاب ثابت کرنے کے لئے دوسرے سکولوں کے مقابلہ میں اپنے پرائمری سکول کی

رونق اور لڑکوں کی کثرت بطور ثبوت پیش کریں تو ان کو کہا جائے گا:

سخن شناس نہء دلبرا خطا ایں جاست

اب ہم بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنی بعثت کا مقصد کیا بتایا ہوا ہے مرزا صاحب قادیانی کے مریدین ذرا توجہ سے سنیں۔ آپ فرماتے ہیں:

طالب حق کے لئے میں یہ بات پیش کرتا ہوں کہ میرا کام جس کیلئے میں اس میدان میں کھڑا ہوا ہوں یہ ہے کہ میں عیسی پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور بجائے تثلیث کے توحید پھیلاؤں اور آنحضرت ﷺ کی جلالت اور عظمت اور شان دنیا پر ظاہر کروں۔ پس اگر مجھ سے کروڑوں نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں۔ پس دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے وہ میرے انجام کو کیوں نہیں دیکھتی۔ اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود اور مہدی معہود کو کرنا چاہیے تو پھر میں سچا ہوں اور اگر کچھ نہ ہوا اور میں مر گیا تو سب لوگ گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں۔ (اخبار بدر قادیان ۱۹ جولائی ۱۹۰۲ء)

ناظرین کرام! یہ ہیں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی بعثت اور تبلیغی زندگی کے مقصد کے الفاظ۔ خدارا انصاف فرمایئے کہ مرزا صاحب قادیانی کا یہ مقصد پورا ہو گیا؟ یعنی عیسی پرستی دنیا سے معدوم ہو کر توحید الہی پھیل گئی؟

واللہ اگر ایسا ہو گیا ہوتا تو ہم بھی مرزا صاحب کے اس دعوی کے مصدق ہوتے۔ مگر افسوس ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ عیسائیت اور تثلیث دن بدن ترقی کر رہی ہے اور ہر دس برس کے بعد مردم شماری کے کاغذوں میں عیسائیوں کی کثرت نظر آتی ہے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے براہین احمدیہ کے شروع میں عیسائیوں کی تعداد ہندوستان میں چھ لاکھ لکھی ہے، مگر آج ہندوستان میں عیسائیوں کا شمار (بقول مسیحی رسالہ المائدہ اگست) ایک کروڑ ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب کے مریدو! کب تک نادانوں کی آنکھوں میں کنکریٹ ڈالو گے۔ ہمارے جواب میں الفضل کس ہشیاری سے لکھتا ہے کہ بہت سے انبیاء ایسے گذرے ہیں جن کے ماننے والوں کا شمار بہت کم تھا۔ کیا وہ انبیاء کرام بقول

مولوی ثناء اللہ نا کام گئے؟

اس کا جواب ہماری پیش کردہ مثال اور مرزا غلام احمد صاحب کی منقولہ عبارت میں ملتا ہے جسے ہم پھر دہراتے ہیں کہ نا کام وہ ہوتا ہے جو اپنے بتائے ہوئے مقصد میں فیل ہو جائے۔ مرزا صاحب قادیانی نے اپنا مقصد واضح لفظوں میں بتا ہوا ہے اس مقصد کے لحاظ سے وہ نا کام گئے یہاں تک کہ ان کے صاحبزادے امیر مرزائیہ کو کہنا پڑا کہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے وعدوں کا اربواں حصہ بھی پورا نہیں ہوا (الفضل ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۳۷ء) اسی لئے ہم بھی کہتے ہیں:

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ نومبر ۱۹۴۲ء ص ۴۔۵)

قادیانی مولود مصلح موعود

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کسی نے اونٹ سے کہا کہ تیری گردن بہت ٹیڑھی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ یاروں کی اور کون سی کل سیدھی ہے۔

یہی حال قادیانی پیش گوئیوں کا ہے۔ بڑے میاں کی کوئی پیش گوئی ہو، وہ اپنی گولائی کی وجہ سے ہر نقطہ پر ٹھہرائی جاسکتی ہے۔

کچھ تو اس کی گولائی قابل تعریف ہوتی ہے، اور کچھ قادیانی علم کلام کا کمال جو اس کو مشین کے ہر ایک پرزے پر فٹ کر دیتا ہے۔ کیسی صاف پیش گوئی تھی جو مرزا صاحب قادیانی نے کی تھی کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی لڑکی محمدی بیگم سے میرا نکاح ہوگا اور اس سے اولاد ہوگی جسکی بشارت مجھے بذریعہ الہام دی گئی ہے اور حدیث نبوی میں بھی اس کی تصدیق ہے۔

جب یہ نکاح وقوع میں نہ آیا، تو قادیانی اہل علم نے اس کو مختلف خرادوں پر

چڑھا کر سیدھا کرنے کی کوشش کی۔ بلکہ بزعم خویش کر ہی دیا، چنانچہ مفتی محمد صادق صاحب نے تو اس نکاح کو مفسوخ (فسخ شدہ) قرار دیا۔ کیوں؟ وہ جانیں۔

حکیم نورالدین صاحب جو قادیان میں چوٹی کے عالم بلکہ اعلم تھے اور جن کو نورالدین اعظم لکھا جاتا تھا، اپنے کمال علمی کا جوہر دکھانے کو یوں گویا ہوئے کہ اس پیش گوئی میں

مرزا احمد بیگ کی کوئی خاص لڑکی مراد نہیں ہے، اور نہ مرزا صاحب قادیانی کی ذات خاص مراد ہے۔ بلکہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی درلڑکی درلڑکی قیامت تک اور مرزا صاحب کا لڑکا درلڑکا قیامت تک ان دونوں سلسلوں کے جس درجہ میں بھی لڑکے اور لڑکی کا رشتہ ہو گیا تو یہ پیش گوئی پوری ہو جائے گی۔

(ریویو آف ریلی جنز قادیان۔ص ۴۷۹۔ ۱۹۰۸ء)

اس کی مفصل بحث ہمارے رسالہ نکاح مرزا میں ملتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کے فنا ہونے تک اس پیش گوئی کا انتظار کرو۔ اس سے پہلے کسی کو اعتراض کرنے کا حق نہیں۔ چلو چھٹی ہوئی

اللہ رے ایسے حسن پہ یہ بے نیازیاں
بندہ نواز! آپ کسی کے خدا نہیں

لطیفہ: ہم عرصہ سے سنتے آئے ہیں کہ بنگالے میں ایسے جادوگر ہیں جو آدمی کو مکھی بنا کر دیوار پر بٹھا دیتے ہیں۔ وہ لوگ تو ہم نے دیکھے نہیں مگر قادیان میں ایسے علم دار ضرور پائے جاتے ہیں جو سیدھی بات کو ٹیڑھی اور ٹیڑھی کو سیدھا کرنے میں کمال رکھتے ہیں جن کا یہ قول ہے

نازک کلامیاں میری توڑیں عدو کا دل
میں وہ بلا ہوں شیشے سے پتھر کو توڑ دوں

ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۷ نومبر ۱۹۴۲ء میں اس پیش گوئی کے متعلق کچھ لکھا تھا اور مرزا غلام احمد صاحب کی مندرجہ ذیل عبارت پیش کی تھی آج پھر اسے نقل کرتے ہیں:

اس پیشگوئی (آسمانی نکاح) کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی

پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہوئی ہے کہ یتزوج و یولد له یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔

اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خوبی نہیں۔، بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان (بصورت آسمانی نکاح) ہوگا۔ اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہوگی جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتین جرور پوری ہوں گی۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص۵۳ کا حاشیہ)

اس عبارت میں دو جملے قابل غور ہیں جو یہ ہیں:

۱۔ اس منکوحہ سے اولاد ہوگی۔

۲۔ جسکی بابت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے۔

ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر کے پرچہ مذکور میں لکھا تھا کہ اس مبشر اولاد سے مصلح موعود مراد ہے جس کی بشارت مرزا صاحب کو دی گئی تھی۔ ان دنوں قادیانیوں اور لاہوریوں میں یہ مسئلہ زیر بحث تھا کہ مصلح موعود کون ہے۔ قادیانی کہتے تھے مرزا محمود احمد (موجودہ خلیفہ مرزائیہ) مصلح موعود ہے، لاہوری اس سے سخت منکر تھے اور ہیں۔ ہم نے لکھا تھا کہ ان دونوں جماعتوں کی اس نزاع کا فیصلہ مرزا صاحب قادیانی کی اس عبارت سے ہوسکتا ہے کیونکہ مصلح موعود لڑکا آسمانی منکوحہ کے بطن سے پیدا ہونا مقدر تھا جب آسمانی نکاح ہی نہیں ہوا تو منکوحہ بھی نہیں اور منکوحہ کے بغیر اولاد مبشر بھی نہیں ہوئی۔ بقول: نہ بانس ہوا نہ بانسری بجی۔

اس کا جواب الفضل مورخہ ۴ فروری میں نکلا ہے کہ اہل حدیث امرتسر نے اس پیش گوئی کا مطلب نہیں سمجھا۔ مصلح موعود لڑکا مرزا صاحب قادیانی کی دوسری بیوی سے پیدا ہوا جس کا ذکر کتاب ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۱۵ پر ہے اور یہ منکوحہ آسمانی بعد نکاح تیسری ہوتی...

پس ہم اس بحث کو مختصر کرنے کے لئے الفضل قادیان سے ایک سوال

کر کے اس کے جواب کی امید رکھتے ہیں۔

سوال: مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو اس عبارت میں حدیث نبوی پر بنا کر کے مسیح موعود کی علامت اس کے لئے اعجازی لڑکا پیدا ہونا بتائی ہے اس کی پیدائش اس اعجازی (آسمانی) منکوحہ سے مقدر تھی یا کسی اور بیوی سے؟

یعنی حدیث مرقومہ کے لفظ یو لد له میں منکوحہ آسمانی کی اولاد مراد ہے یا کسی اور بیوی کی؟

جواب دیتے ہوئے نفس حدیث کا مضمون اور مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی کے الفاظ (اعجازی لڑکا پیدا ہونے کی بشارت دی گئی ہے) کو ملحوظ رکھ کر جواب دیجئے کیونکہ سارا فیصلہ اسی پر موقوف ہے۔

ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا
بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ فروری ۱۹۴۳ء مطابق ۲۰ صفر ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۹ ص ۴-۵)

مولانا محمد حسین بٹالوی اور مرزا قادیانی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۹ جون ۱۹۴۲ء اور ۵ فروری سنہ رواں میں ان دونوں صاحبوں کا ذکر ہو چکا ہے۔ اب الفضل نے ۱۲ فروری میں پھر ایک جوابی نوٹ شائع کیا ہے ہم اس بحث کو مختصر کرنے کے لئے الفضل سے دو سوال کرتے ہیں:

۱۔ مرزا صاحب قادیانی نے کتاب البریہ میں اس قصہ کے ضمن میں لکھا ہے کہ امرتسر سے میرے نام وارنٹ جاری ہوا جو روکا گیا کیونکہ مجسٹریٹ کو بعد میں معلوم ہوا کہ دوسرے ضلع میں وارنٹ بھیجنے کی قانوناً اجازت نہیں (کتاب البریہ)

کسی قانون دان سے پوچھ کر بتایئے کہ مرزا صاحب قادیانی کے اس دعوی میں کچھ صداقت ہے؟ کیا واقعی امرتسر سے گورداسپور یا گورداسپور سے لاہور وارنٹ

نہیں بھیجا جا سکتا۔

۲۔ آپ کے خلیفہ میاں محمود احمد نے جو بیان دیا ہے کہ ڈپٹی کمشنر نے مولوی محمد حسین بٹالوی کو کہا تھا کہ جوتیوں میں کھڑا ہو جا، اس کا بھی کوئی ثبوت ہے؟

کیا عدالت میں جوتیوں کے لئے کوئی خاص جگہ ہوتی ہے۔ حالانکہ مرزا صاحب قادیانی نے لکھا ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کو ڈپٹی کمشنر نے کہا تھا کہ سیدھا کھڑا ہو جا۔ (کتاب البریہ)

ان دونوں بیانوں میں سچا کون ہے اور جھوٹا کون؟ اس سوالات کا جواب پہنچنے پر ہم محدثین کے قاعدہ متعلقہ وضع حدیث کے بموجب (جو حقیقۃ الوحی میں مرزا صاحب قادیانی کو بھی مسلّم ہے) جانچیں گے کہ جھوٹا راوی کون ہے:

تا سیہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ فروری ۱۹۴۳ء مطابق ۲۰ صفر ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۹ ص ۵)

سیٹھ عبداللہ سکندر آبادی مولوی محمد علی لاہوری

سیٹھ صاحب دس ہزار روپیہ فوراً بھیج دیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے اتباع کو ایک خاص سبق دیا ہوا ہے کہ مخالف کی بات کا ذکر تک نہ کرو، اور اپنی ہی کہے جاؤ۔

جرمنی کے ڈکٹیٹر ہٹلر نے اپنی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ جھوٹ کو سچ باور کرانے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے بار بار کہتے جاؤ۔ بالکل یہی اصول اتباع مرزا کا معمول ہے جو انہوں نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے سیکھا ہوا ہے۔

۱۹۲۳ء کا واقعہ ہے جب میں حیدر آباد دکن گیا تو وہاں کے ایک سوداگر سیٹھ عبداللہ الہ دین نے جو مرزا صاحب قادیانی کے مخلص ترین مریدوں میں سے ہیں، مجھ سے درخواست کی کہ میں مرزا صاحب قادیانی کے متعلق حلفیہ بیان دوں جس میں

اپنے لئے ایک سال کے اندر موت کی دعا کروں، اور ایسا کرنے پر میں (عبداللہ) آپ کو دس ہزار روپئہ دوں گا۔

اسکے بعد وہاں جو کچھ ہوا، اس کا ذکر رسائل اور اخبارات میں بار بار ہو چکا ہے اور آج بھی ہم اس مضمون کے اخیر میں کریں گے مگر پہلے ان دونوں بھائیوں قادیانیوں اور لاہوریوں کا جھگڑا ناظرین کو سنالیں۔ اخبار الفضل قادیان لکھتا ہے:

گذشتہ سال جناب سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب نے جناب مولوی محمد علی صاحب کے سامنے ایک حق اور فیصلہ کن طریق پیش کیا تھا یعنی اگر مولوی صاحب موصوف مؤکد بعذاب حلف اٹھائیں کہ ان کا مسلک اور ان کے عقاید ۱۹۱۴ء تک وہی تھے جو آج ہیں، تو ایسا حلف اٹھانے پر سیٹھ صاحب کی طرف سے دو ہزار روپئہ بطور انعام دیا جائے گا...

لیکن جناب مولوی صاحب نے بالکل وہی جواب دیا جو اس قسم کی چیلنج کا مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے دیا تھا چنانچہ لکھا:

جہاں تک مجھ سے حلف موکد بعذاب کا مطالبہ ہے میں اس کے لئے صرف ایک بات چاہتا ہوں یعنی یہ کہ سیٹھ صاحب نے جو خدا سے فیصلہ لینے کا طریق ظاہر کیا ہے کیا اس کی سند خدا کے کلام میں یا اس کے رسول کی حدیث میں ہے (پیغام صلح ۱۴۔اپریل ۱۹۴۲ء)۔

(الفضل قادیان ۱۷ جنوری ۱۹۴۳ء ص ۳)

مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے جو جواب دیا ہے وہ صحیح ہے کیونکہ مذہبی امور میں مذہب کی ہدایت کے مطابق فیصلہ ہونا چاہیے۔ مگر اس کے ساتھ میرا ذکر غلط پیرایئے میں کیا گیا ہے۔ اس میں وہی طریق اختیار کیا گیا ہے جو انہوں نے ہٹلر کی کتاب اور مرزا صاحب کی تحریرات سے سیکھا ہے۔

سکندر آباد دکن میں جب یہ معاملہ میرے سامنے پیش ہوا، تو میں نے اس پر دستخط کر دیئے۔ عرصہ ہوا کہ میرا حلف نامہ انجمن اہل حدیث سکندر آباد دکن نے ایک رسالہ کی صورت میں شائع کر دیا تھا جو اسی رسالہ کے حوالہ سے درج ذیل ہے:

حلف نامہ تحریر کردہ مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کے لئے خان صاحب احمد الہ دین صاحب غلام حسین الہ دین صاحب اور قاسم علی الہ دین کی جانب سے جو حلف نامہ کی عبارت پیش کی گئی تھی جس میں مرزا صاحب قادیانی کی تکذیب اور انکار کے متعلق الفاظ تھے بجنسہ مولانا ثناء اللہ صاحب فاضل امرتسری نے مندرجہ ذیل حلف نامہ ۶ فروری ۱۹۲۳ء کو لکھ دیا جو عبداللہ الہ دین صاحب کے حوالہ کیا گیا تاکہ وہ اپنے خلیفہ قادیان مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سے وہی حلف نامہ لکھوا دیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

میں ثناء اللہ اڈیٹر اہل حدیث خداتعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اس بات کا اظہار کرتا ہوں کہ میں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے تمام دعاوی و دلائل کو بغور دیکھا اور سنا اور سمجھا اور اکثر تصانیف ان کی میں نے مطالعہ کیں اور عبداللہ الہ دین کا چیلنج انعامی دس ہزار روپیہ والا بھی بغور پڑھا مگر میں نہایت وثوق اور کامل ایمان ویقین سے یہ کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کے تمام دعاوی و دلائل جو چودھویں صدی کے مجدد امام وقت مسیح موعود وامتی نبی ہونے کے ہیں وہ سراسر جھوٹ اور افتراء و دھوکہ وفریب اور غلط تاویلات کی بنا پر ہیں۔ برخلاف اس کے حضرت عیسیٰؑ وفات نہیں پائے بلکہ وہ بجسد عنصری زندہ آسمان پر اٹھالئے گئے ہیں اور ہنوز اس جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر موجود ہیں اور وہی آخر ہی زمانہ میں آسمان سے اتریں گے اور وہی مسیح موعود ہیں۔ اور مہدی علیہ السلام کا ابھی ظہور نہیں ہوا جب ہوگا تو وہ امام مہدی حسب ضرورت تلوار اور جہاد سے بھی کام لیں گے مرزا صاحب نہ مجدد وقت ہیں نہ مہدی ہیں نہ مسیح موعود ہیں نہ امتی نبی ہیں بلکہ ان غلط دعاوی کے سبب میں میں ان کو مفتری اور دجال سمجھتا ہوں۔ اگر میرے یہ اعتقاد خداتعالیٰ کے نزدیک جھوٹے اور قرآن اور صحیح احادیث کے خلاف ہیں اور مرزا غلام احمد اپنے دعووں میں خداتعالیٰ کے نزدیک سچے ہیں تو میں دعا کرتا ہوں کہ اے

قادر خدا ذوالجلال خدا تو تمام روے زمین کا مالک واحد ہے اور ہر چیز کے ظاہر و باطن کا تجھے علم ہے تمام قدرتیں تجھی کو حاصل ہیں تو قہار و غالب و منعم حقیقی ہے تو علیم و قدیر و سمیع و بصیر ہے اگر میں اپنے اس حلف میں محض ضد وہٹ دھرمی یا نافہمی سے کام لے رہا ہوں تو تو مجھ پر ایک سال کے اندر موت وارد کر جس میں انسانی ہاتھ کا دخل نہ ہوتا لوگوں پر صاف ظاہر ہو جائے کہ میں ناحق پر تھا اور حق و راستی کا مقابلہ کر رہا تھا جس کی پاداش میں خدا تعالی کی طرف سے مجھے یہ سزا ملی۔ آمین آمین آمین

سال تمام ہو کر بھی میں زندہ رہا تو سچا سمجھا جاؤں گا خلیفہ قادیان اسکا اقرار کرے کہ بعد سال قادیانی مذہب سے تائب ہو کر بحکم خداوندی کونوا مع الصادقین میرے ساتھ قادیانی مذہب کی تردید کریں۔ مفصل یہ بات میں پبلک جلسہ میں اور اشتہار ۶ فروری ۱۹۲۳ء میں ظاہر کر چکا ہوں،

دستخط بقلم خود۔ ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: چونکہ یہ واقعہ ۱۹۲۳ء کا جس پر آج بیس سال گذر گئے اور میں بفضلہ تعالی زندہ ہوں، اسلئے سیٹھ صاحب اگر صداقت کے ساتھ انعام دینا چاہیں تو انعامی رقم بھیج دیں ورنہ کہا جائے گا کہ سیٹھ صاحب کے انعام بھی مرزا صاحب قادیانی کے انعاموں کی طرح درحقیقت بور کے لڈو ہیں

نہیں وہ قول کا پکا ہمیشہ قول دے دے کر
جو اس نے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ مارچ ۱۹۴۳ء مطابق ۲۷ صفر ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۱۰ ص ۵۔۶)

خلیفہ قادیان اور گاندھی جی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی جماعت کا معمول ہے کہ ملک میں کوئی بھی تحریک یا آواز اٹھے، اس میں ان کی شرکت ضرور ہوتی ہے کیونکہ اسی میں زندگی کا ثبوت ہے۔ رہی یہ بات کہ ان

کی بات کوئی سنتا ہے یا نہیں، اس کی انہیں پرواہ نہیں بقول:

کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے مے کنم

گذشتہ ایام میں گاندھی جی کے برت کی بڑی شہرت رہی ہے۔ جس طرح قادیانی جماعت اپنے اصول پر کام کرتی ہے اسی طرح گاندھی بھی ایک اصول رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے عقیدہ کے مطابق ۲۱ روز کا برت رکھا، اور اسے کامیابی سے ختم کیا۔ ملک کے اس سرے سے اس سرے تک اسکا چرچا ہوا۔ اخبارات میں بھی دھوم مچی۔ دہلی میں لیڈرز کانفرنس بھی ہوئی جس نے گورنمنٹ کو توجہ دلائی کہ وہ گاندھی جی کو غیر مشروط طور پر رہا کر دے تا کہ وہ اپنا برت کھول دیں۔

ناممکن تھا کہ اس برت کے متعلق قادیان سے کوئی آواز نہ اٹھتی۔ چنانچہ یہ آواز بڑے زور سے اٹھی۔ یعنی خلیفہ قادیان نے گورنر بمبئی کی معرفت گاندھی جی کو تار بھیجا کہ مجھے خدا تعالیٰ طرف سے فارسی زبان میں الہام ہوا ہے جسکا اردو ترجمہ یہ ہے:

افسوس ہے ایسے علم پر جو اپنے رکھنے والے کی تباہی کا باعث بن جاتا ہے۔

(الفضل قادیان ۲۴ فروری۔ ۱۹۴۳ء ص ۱)

اس کے بعد اس الہام کی تشریح آپ نے یوں کی ہے کہ

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ علم جو آپ کو دیا گیا ہے اسے آپ (گاندھی جی) کو ایسے رنگ میں استعمال نہیں کرنا چاہیے جو خود آپ کی ہلاکت کا خطرہ پیدا کر دے۔ (حوالہ ایضاً)

اس تشریح میں خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) نے اس کو گاندھی جی پر لگایا ہے اور بذریعہ تار ان کو مطلع کیا کہ تم اپنا برت کھول دو۔

ہم منتظر تھے کہ جدید ملہم کے اصل الفاظ دیکھیں تا کہ غور کیا جائے کہ الہام کے معنی کیا ہیں اور خلیفہ صاحب کی نفسی تشریح کیا ہے کیونکہ ان کے مورث اعلیٰ نے بتایا ہوا ہے کہ ملہم بعض اوقات اپنے الہام کی تشریح غلط بھی کر جاتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ الفضل میں الہام کے فارسی الفاظ بھی شائع ہو گئے ہیں جو یہ ہیں:

وائے بر علمے کہ برباد کند عالم را (الفضل ۵ مارچ ۱۹۴۳ء ص ۱)

خلیفہ قادیان نے اعتراف کیا ہے کہ میں نے فارسی نہیں پڑھی نہ فارسی کتب

کا مطالعہ کیا ہے (حوالہ مذکور) اس لئے آپ کو الہام کے سمجھنے میں غلطی لگی بلکہ آپ نے الہام میں دانستہ بے جا تصرف اور خیانت سے کام لیا ہے کیونکہ ترجمہ میں الفاظ (اپنے رکھنے والے کو) خواہ مخواہ اپنی طرف سے داخل کر کے مطلب بگاڑا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صحیح معنی میں ملہم نہیں ہیں۔ خیر اس کا فیصلہ تو لاہوری جماعت کرے گی ہم تو بڑے میاں (مرزا محمود احمد) اور چھوٹے میاں (مرزا غلام احمد) دونوں کو ایک ہی سمجھتے ہیں۔

آپ اقرار کرتے ہیں کہ عالم کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں یا بکسر اللام (لام کی زیر سے) ہوگا یا بفتح اللام (لام کی زبر سے) ہوگا باوجود اس کے آپ خود کہتے ہیں کہ عالم کا لفظ جو الہام میں ہے اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں زبر ہوگی یا زیر۔ باوجود اس کے کہ آپ نے زیر والی صورت کو ترجیح دے کر اسکو گاندھی جی پر لگا دیا ہم اس کے صحیح معنی بتاتے ہیں۔

ہمارے نزدیک عالم بالفتح ہے جس کے معنی دنیا یا جہان کے ہیں۔ پس قادیانی الہام کے صحیح معنی یہ ہیں کہ:

افسوس ہے اس علم پر جو جہان کو برباد کرے۔

غالبًا خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) رات کو سوتے وقت اس خیال میں ہوں گے کہ یورپ نے علم سائنس میں کتنی ترقی کی ہے اور کیسے کیسے آلات حرب اور آلات صنعت اور آلات حرث ایجاد کئے ہیں۔ کتنا بڑا علمی کمال یورپ کو حاصل ہے۔ اس غلط خیال کی اصلاح کیلئے آپ کو رہنمائی کی گئی ہے کہ یورپ جس علم سے دنیا کو برباد کر رہا ہے اس پر افسوس ہے یعنی وہ علم نہیں جہالت۔ علم دراصل خدا کی ذات وصفات کو جاننے اور اس سے ڈرنے کا نام ہے۔ قرآن شریف کی ایک آیت بھی ہماری اس تشریح کی تائید کرتی ہے جسکے الفاظ مبارکہ ہیں

اضله الله على علم

(ایسے لوگ بھی ہیں جن پر خدا تعالی ان کے علم کی وجہ سے گمراہی کا حکم لگا دیتا ہے)

ہاں ہم ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ یہی معنی صحیح ہیں اگر خلیفہ کی تشریح مراد ہوتی تو فارسی عبارت یوں ہونی چاہیے تھی کہ:

وائے بر علمے کہ برباد کند صاحبش را

اس قسم کی غلطی کہ ملہم الہامی لفظ کے خلاف اس کی تشریح کر جائے کوئی بڑی بات نہیں، بلکہ آپ کو ورثہ پدری میں ملی ہوئی۔ ہم اس پر سر دست دوشہادتیں پیش کرتے ہیں۔

پہلی شہادت:

ایک دفعہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو ایک لڑکا پیدا ہونے کی خوش خبری ملی۔ آپ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ آپ نے فوراً اشتہار دیا کہ لڑکا مبشر پیدا ہو گیا جو ایسا ہو گا، اور ویسا ہو گا:

کان الله نزل من السماء (گویا آسمان سے خود خدا نازل ہوگیا)۔

تھوڑے دنوں کی زندگی پا کر وہ مر گیا۔ مخالفین کی طرف اعتراضوں کی بوچھاڑ ہوئی، تو آپ نے جواب دیا کہ اس لڑکے کی تعیین میرا اجتہادی فع تھا جو غلط ہو گیا مگر لڑکا پیدا ہونے کے متعلق نفس الہام صحیح ہے

(قادیانی اشتہار حقانی بر وفات بشیر یکم دسمبر ۱۸۸۸ء)

دوسری شہادت:

ڈپٹی عبداللہ آتھم کی بابت پیش گوئی شائع کی کہ وہ پندرہ مہینوں کے اندر بسزائے موت ہاویہ (جہنم) میں گرایا جائے گا (جنگ مقدس)

جب وہ پندرہ ماہ کی میعاد کے اندر نہ مرا، تو منجملہ تاویلات رکیکہ کے ایک تاویل آپ نے یہ کی کہ سزائے موت کا لفظ میرا ذاتی اجتہاد ہے جو بطور تشریح درج ہو گیا تھا۔ یہ اگر غلط ہو گیا تو کوئی ہرج نہیں، اصل الہام تو صحیح ہے۔ ہاویہ یہی ہے کہ آتھم موت کے ڈر کے مارے امرتسر سے فیروز پور اپنی لڑکی کے پاس چلا گیا سچ ہے:

بت کریں آرزو خدائی کی۔ شان ہے تیری کبریائی کی

چونکہ قادیانی تحریک کے بانی نے یہ نمونہ دکھایا ہے کہ الہام کی تشریح میں ملہم سے کبھی غلطی ہو جاتی ہے اس لئے خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) سے بھی غلطی ہو جانی کوئی امر مستبعد نہیں بلکہ خاندانی وراثت ہے۔

دوسری طرح سے:

اب ہم مانے لیتے ہیں کہ عالم (بالکسر) ہے اور ترجمہ بھی آپ کا کیا ہوا صحیح

ہے مگر اس کے معنی کیا ہوئے؟ یہی کہ جو علم دار اپنے علم پر عمل نہ کرے وہ علم اس کی تباہی کا باعث ہے بالکل صحیح ہے قرآن شریف ایسے عالموں کو جو اپنے علم پر عمل نہ کریں گدھا قرار دیتا ہے غور سے پڑھئے کمثل الحمار یحمل اسفا را

شیخ سعدی مرحوم نے اسی آیت سے یہ مضمون اخذ کیا ہے

علم چنداں کہ بیشتر خوانی
چوں عمل در تو نیست نادانی
نہ محقق بود نہ دانشمند
چار پایہ برو کتابے چند

پس یہ الہام اپنے عموم کی حیثیت سے قادیان امرتسر لاہور وغیرہ بلاد پر سب جگہ کے بے عمل علماء کو شامل ہے۔

پھر اس کو خصوصیت سے گاندھی جی کے برت پر چسپاں کرنا اگر حکومت کی بے جا خوش آمد نہیں تو کیا ہے۔ ہاں گاندھی جی نے اس کا کیا جواب دیا ہوگا ہمارا گمان ہے کہ یہی کہا ہوگا

ناصحا اتنا تو دل میں تو سمجھ اپنے کہ ہم
لاکھ نادان ہوں کیا تجھ سے بھی ناداں ہوں گے

اس الہامی تبلیغ کے بعد خلیفہ قادیان گاندھی جی اور انکے ساتھیوں کو جو ملکی آزادی کے خواہش مند ہیں چکمہ دیتے ہوئے کہتے ہیں:

> مجھے خدا کی طرف سے یہ علم دیا گیا ہے کہ ہندوستان کی آزادی کا وقت آرہا ہے مگر آپ کو کچھ اور وقت انتظار کرنا ہوگا اور آپ کو وقت کے آنے سے پہلے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہیں ڈالنا چاہیے اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ خدا کے سامنے اس شخص کی طرح ہوں گے جو خدا کی دی ہوئی طاقتوں کو خود اپنے ہاتھ سے ضائع کر دیتا ہے۔ (الفضل ۲۴ فروری ۱۹۴۳ء)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) نے اس اقتباس میں ہندوستان کے آزاد ہو جانے کا ذکر کیا ہے۔ کیا یہ ملکی آزادی اس زمانہ میں حاصل ہوگی جب کہ حکومت کی باگیں احمدیوں کے ہاتھوں میں ہوں گی جیسا کہ

آپ کے خطبہ جمعہ مندرجہ الفضل ۱۷ جنوری ۱۹۳۷ء میں مرقوم ہے جس کے متعلق آپ نے ابھی سے اپنی جماعت کو حکم دے رکھا ہے کہ جس طرح سلطان محمود غزنوی نے بت توڑے تھے اسی طرح تم بھی ریڈیو توڑ دینا کیونکہ اس کے ذریعہ سے گانے بجانے کا پروگرام نشر کیا جاتا ہے۔ (الفضل قادیان ۲۵ فروری ۱۹۴۳ء)

مقام تعجب ہے کہ بڑے میاں (مرزا غلام احمد) تو ساری عمر یہی کہتے رہے کہ میری تحریک روحانی ہے، سیاسی نہیں۔ مجھے حکومت سے کچھ سروکار نہیں۔ بلکہ میری تحریک حکومت کا خود کاشتہ پودا ہے (تبلیغ رسالت) مگر چھوٹے میاں (مرزا محمود احمد) کو حکومت کے خواب آنے لگے ہیں۔ غنیمت ہے۔

لاہور کے پیغامی آپ کا یہ الہام اور اعلان پڑھ کر شائد خطرہ محسوس کریں گے کہ ریڈیو کے ساتھ احمدیہ بلڈنگ لاہور بھی نہ اڑادی جائے کیونکہ آپ کے ایک مرید نے پہلے سے ہی آپ کی فوج کو تاکید کر رکھی ہے کہ

سن لے اے لشکرِ محمود ! یہ شور ناقوس

شہر لاہور میں پنہاں کوئی بت خانہ (احمدیہ بلڈنگ) نہ ہو

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ مارچ ۱۹۴۳ء مطابق ۴ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۱۱ ص ۵۔۶)

قادیان میں کارگاہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۸ جنوری سنہ رواں میں... ہم نے مولوی شیر علی قادیانی کے ایک بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ یہ بیان غلط ہے اگر قادیانی جماعت ہمیں یہ حوالہ دکھادے تو مبلغ پچاس روپیہ تک انعام دینے کو تیار ہیں۔ الفضل قادیان ۲ فروری میں اسکا جواب نکلا کہ ہمیں یہ چیلنج منظور ہے مولوی صاحب انعامی رقم کسی کے پاس رکھوا دیں ہم زیر بحث حوالہ دکھانے کو تیار ہیں۔

اس کے جواب میں ہم نے اہل حدیث امرتسر ۱۹ فروری میں لکھا کہ حوالہ سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کا قول متعلقہ آتھم بحیثیت بناء پیش گوئی

دکھایا جائے ۔اب پھر الفضل ۲۳ فروری میں ایک نوٹ نکلا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ اہل حدیث امرتسر انعام دینے سے گریز کرتا ہے۔ وغیرہ

جواب دینے سے پہلے ہم الفضل قادیان کی متنازعہ عبارت جو اہل حدیث مورخہ ۱۸ فروری میں شائع ہو چکی ہے دوبارہ نقل کرتے ہیں:

حضور (مرزا) کے لٹریچر (تحریرات) میں جہاں بھی سختی ہے جو مخالف کو ناگوار ہے اس کی تہ میں ہمیشہ یہی جذبہ غیرت (بحق رسالت محمدیہ) کام کر رہا ہے بلکہ آپ کی تین بڑی پیش گوئیاں بھی آپ کے اسی جذبہ غیرت کا نشان ہیں عیسائیوں سے آپ نے آتھم کے حق میں جو پیش گوئی فرمائی اس کی وجہ بھی یہی غیرت تھی کیونکہ آپ نے اپنی پیش گوئی کے وقت آتھم کو یہی کہا تھا کہ تم نے اپنی کتاب اندرونہ بائیبل میں آنحضرت ﷺ کو دجال کہا ہے۔

(الفضل ۸ جنوری ۱۹۴۳ء)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: اس عبارت پر غور کرکے ہر ایک اردو دان اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ مولوی شیر علی یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آتھم نے چونکہ آنحضرت ﷺ (کے دشمنوں) کو اپنی کتاب اندرونہ بائیبل میں دجال لکھا تھا، اس غیرت سے متاثر ہوکر مرزا صاحب نے آتھم کے حق میں پیش گوئی کر دی یعنی آتھم کا آنحضرت ﷺ کو ایسا کہنا اس پیش گوئی کا مدار تھا ورنہ اس غیرت پر پیش گوئی کو مرتب کرنیکے کیا معنی ہیں ۔تعجب ہے قادیان کو مرکز علم کہنے والے بھی اردو عبارت کو نہیں سمجھتے

قادیان والو! سنو! اہل حدیث للکار کر تمہیں کہتا ہے

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ
ہندوستان میں دھوم ہماری زبان کی ہے

مولوی شیر علی کو دراصل مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہی کے کلام سے یہ بات کہنے کی جرأت ہوئی جو انہوں نے صفحہ ۶ پر اعتماد کر کے کہی ہے کہ اس پیش گوئی کی بنا یہی تھی کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم نے آنحضرت ﷺ کو اپنی کتاب اندرونہ بائیبل میں دجال کہا تھا (الفضل ۸ جنوری ۱۹۴۳ء)

ہم نے جو مبلغ پانچ سے پچاس روپئے تک انعام دینے کا چیلنج کیا تھا اس کے

لئے یہ شرط تھی کہ اگر مولوی شیر علی صاحب یا کوئی اور صاحب، مرزا غلام احمد صاحب کی پیش گوئی متعلقہ ڈپٹی آتھم کی بنا آنحضرتﷺ کو دجال کہنا، جنگ مقدس، سے دکھا دیں تو ہم انعام دینے کو تیار ہیں۔

ہمیں گمان تھا کہ قادیانی جماعت مولوی شیر علی کو کذب بیانی سے محفوظ رکھنے کی کوشش نہ بھی کرے تو خیر، لیکن اپنے نبی ورسول (مرزا قادیانی) کی ذات والاصفات کا داغ کذب سے آلودہ ہونا کسی طرح گوارا نہ کرے گی اس لئے وہ اصل کتاب (جنگ مقدس) سے حوالہ دکھانے کی ضرور کوشش کرے گی جس سے مرزا صاحب اور مولوی شیر علی دونوں کی پوزیشن صاف ہو جائے گی۔ مگر افسوس کہ انہوں نے ایسا نہ کیا اور کر بھی کیسے سکتے ہیں جب کہ قانون قدرت ہے

لن یصلح العطار ما افسد الدھر

اب اڈیٹر صاحب الفضل کا ہم پر یہ الزم لگانا کہ ہم انعامی چیلنج دے کر پھر گئے ہیں بالکل غلط ہے۔ سنیئے جناب! ہم پھرے نہیں ہیں بلکہ اس پر مضبوطی سے قائم ہیں۔ آپ کو چاہیے کہ وہ مولوی شیر علی کی ساری عبارت جو ہم نے دوبارہ نقل کر دی ہے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اس فقرہ کے ساتھ ملا کر غور سے پڑھیں جس کے زیر اثر مولوی شیر علی نے ایسا کہا ہے تو آپ کو ہمارا مطلب سمجھنے میں ذرا دقت نہ ہو گی۔ ہاں انصاف شرط ہے۔

بہت اچھا! اگر آپ لوگ مولوی شیر علی کی ذات سے الزام دفع کرنا نہیں چاہتے یا نہیں کر سکتے تو نہ سہی، لیکن بڑے میاں (مرزا غلام احمد) کی ذات گرامی سے تو الزام دفع کیجئے جنہوں نے کشتی نوح میں ڈپٹی عبداللہ آتھم کا آنحضرتﷺ کو دجال کہنا اپنی پیش گوئی کی بنا قرار دیا ہوا ہے مجلس میں اس کا ثبوت پیش کر کے ہم سے انعام لیں مگر یاد رکھیں کہ اہل حدیث کا یہ آہنی پنجہ وہ ہے جس کی گرفت سے بڑے میاں بھی چیختے چلاتے گئے۔ اہل حدیث اب بھی انعام دینے کو تیار ہے گریز نہیں کرتا۔ ذرا مرد میدان بن کر سامنے آؤ:

ادھر آ پیارے ہنر آزمائیں۔ تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ مارچ ۱۹۴۳ء مطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۳۶۲ جلد ۴۰ نمبر ۱۲ ص ۴۔۵)

لاہوری مصلح موعود کا اعلان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین اہل حدیث کو یاد ہوگا کہ مرزا صاحب قادیانی کے مریدوں میں ایک شخص شیخ غلام محمد لاہور میں رہتا ہے جو مرزا غلام احمد صاحب کی پیش گوئی کے ماتحت جماعت احمدیہ کیلئے مصلح موعود ہونے کا مدعی ہے۔اس نے ایک مضمون دفتر اہل حدیث امرتسر میں بغرض اشاعت بھیجا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ

میں بزبان مرزا صاحب قادیانی، مصلح موعود ہوں اور قادیانیوں نے میاں محمود احمد صاحب کو میرے قابل مصلح موعود بنا رکھا ہے۔

میاں صاحب (محمود احمد) نے جو فارسی الہام شائع کر کے گاندھی جی پر چسپاں کیا ہے جس کے الفاظ ہیں کہ: وائے بر علمے کہ بر باد کند عالم را

میں اس کو خدا کی طرف سے مانتا ہوں لیکن اس کا مصداق میاں محمود احمد صاحب ہی کو ٹھہراتا ہوں کیونکہ میں ان کی اصلاح کے لئے خدا کی طرف سے مصلح موعود ہو کر آیا ہوں مگر وہ مجھے نہیں مانتے (غلام محمد از لاہور)

حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

بھئی! یہ آپ کا اندرونی مسئلہ ہے کہ مصلح موعود کون ہے:

محتسب را درون خانہ چہ کار

ہم تو دونوں کو ایک ہی تنے کی شاخیں سمجھتے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ مارچ ۱۹۴۳ء مطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۳۶۲ جلد ۴۰ نمبر ۱۲ ص ۵)

نظام نو اور قادیانی

نہ پیروی قیس نہ فرہاد کریں گے

وہ طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

شاہی زمانہ میں مسافر لوگ سراؤں میں اترتے تھے۔ ایک سرائے میں کوئی سفید پوش رہتا تھا جسکا گذارہ اس طرح تھا کہ جو مسافر کھانا کھانے لگتا، اسکے سالن میں لیموں کا ٹکرا نچوڑ کر خود بھی کھانے میں شریک ہو جاتا۔ اس وجہ سے اسکا نام ہی لیموں نچوڑ مشہور ہو گیا۔

یہی حال قادیانی جماعت کا ہے ملک میں کسی واقعہ کا چرچا ہو یہ اس میں دخل دینے کو تیار ہو جاتی ہے بلکہ دخیل ہو جاتی ہے۔ گاندھی جی نے برت رکھا تو اس میں بھی دخل دے دیا۔ آج کل اخباروں میں نظام نو کا چرچا ہو رہا ہے یعنی جنگ ختم ہونے کے بعد دنیا کا ایک نیا نظام حکومت قائم ہو گا۔ اس آواز کے پہلے منادی ڈاکٹر اقبال مرحوم ہیں جنہوں نے جنگ سے بہت پہلے ایک شعر یوں کہا تھا

جہان نو ہو رہا ہے پیدا وہ عالم پیر مر رہا ہے
جسے فرنگی مقامروں نے بنا دیا ہے قمار خانہ

آجکل مختلف آوازیں اٹھ رہی ہیں کہ دنیا کا نیا نظام کیسا ہو گا۔ جتنے منہ اتنی ہی باتیں۔ اس وقت دنیا میں بڑے نظام دو ہی ہیں: روسی اور غیر روسی۔ روسی نظام میں شخصی سرمایہ داری نہیں ہے جو غیر روسی نظام میں پائی جاتی ہے اس وقت اس کی تفصیل میں جانا ہمارا مقصد نہیں ہے۔

رہا یہ سوال کہ دنیا میں آئندہ کون سا نظام ہوگا، یہ خدا کے علم میں ہے۔ ہاں قادیان سے آواز اٹھی ہے (ہم بھی اس جرأت کی داد دیتے ہیں) کہ دنیا کا آئندہ نظام جماعت احمدیہ کے ہاتھ سے قائم ہو گا۔ کب قائم ہو گا؟ یہ بات قابل غور ہے۔ خدا بھلا کرے اخبار الفضل قادیان کا جس نے صاف لفظوں میں لکھ دیا کہ جب تک دنیا میں احمدیت کی کثرت نہیں ہو جائے گی ہمارا نظام قائم نہیں ہوسکتا چنانچہ الفضل کے فاضل نامہ نگار کے الفاظ یہ ہیں:

اکثریت اس لئے ضروری ہے کہ اگر بالفرض یہ جماعت ایک صوبہ یا ایک ملک تک ہی محدود رہے تب تمام دنیا کے وسیع علاقے میں اپنا نظام قائم نہیں کرسکتی یا بالفرض ہر ملک میں کچھ احمدی پائے جائیں مگر ان کی اکثریت نہ ہو

تب بھی غلبہ کفر کا باقی رہے گا اور نظام شریعت کا نفاذ اور اس پر عمل محال ہو جائے گا پس نیا آسمان نئی زمین بنانے کے لئے یہ ضرورت ہے کہ یہ جماعت ہر ملک اور ہر خطہ زمین میں اس قدر بڑھ جائے کہ دوسرے لوگ بقول حضرت مسیح موعود (مرزا) صرف سانسی اور خانہ بدوش اقوام کی طرح رہ جائیں اگر یہ اکثریت ہم پیدا نہ کر سکے تو گو ایک محدود علاقے میں نئے نظام کو صرف ایک ناتمام حد تک چلانے میں کامیاب بھی ہو جائیں تب بھی یہ نظام نو آفاق پر نہیں چھا سکے گا۔ (الفضل ۱۱ مارچ سنہ رواں۔ ص ۶)

قادیانیوں کی ایسی اکثریت کب ہوگی؟ اس کا جواب مولوی محمد علی لاہوری کی ایک تقریر سے مفہوم ہو سکتا ہے جس میں انہوں نے قادیانی جماعت کا کل شمار اڑھائی لاکھ بتایا ہے (پیغام صلح لاہور ۲۸ جنوری ۱۹۴۳ء)

مرزا صاحب متوفی نے لکھا تھا کہ چودھویں صدی کے شروع میں مجھے الہام ہوا کہ تو اس صدی کا مجدد ہے۔ آج ۱۳۶۲ھ ہے۔ اتنے طویل عرصہ میں (بقول مرزا صاحب لاکھوں معجزات ظاہر ہونے کے باوجود) اڑھائی لاکھ کی مٹھی بھر جماعت پیدا ہوئی ہے تو پھر ایسے متقی احمدیوں کی اکثریت کب ہوگی جو دوسری قوموں کے مقابلہ میں غالب آکر دنیا میں ایسا نظام جاری کر سکے۔ اس کا جواب دینا الفضل کا فرض ہے۔

ہمارا مشورہ: ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۴ جولائی ۱۹۴۱ء میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی متوفی کا ایک قول پیش کیا تھا کہ آپ فرماتے ہیں:

اگر چالیس مخلص مومن مجھے مل جائیں تو میں دنیا فتح کر سکتا ہوں

(الفضل قادیان ۷ مئی ۱۹۳۶ء)

یہ قول پیش کر کے ہم نے مشورہ دیا تھا کہ خلیفہ قادیان اپنی اڑھائی لاکھ جماعت میں سے چالیس مخلص مومن منتخب کر کے جنگ کے کسی محاذ پر چلے جائیں تو فتح یقینی ہے۔ آپ کو میدان جنگ میں جو فتح حاصل ہوگی اسے دیکھ کر سب لوگ آپ کے مرید بن جائیں گے اور قادیانی نظام بھی بآسانی جاری ہو سکے گا۔

مگر افسوس ہے کہ انہوں نے ہمارا مشورہ قبول نہ کیا بلکہ دنیا کو جنگ کی مصیبت میں مبتلا دیکھنا گوارا کیا۔ اگر وہ آج بھی ہمارے اس مخلصانہ مشورہ پر عمل کریں

یعنی چالیس مومن کامل (جو قادیانی جماعت میں آسانی مل سکتے ہیں) لے کر خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) خود جائیں، یا ان کو اپنے بیٹے کی قیادت میں بھیج دیں، تو ان سب کی مرادیں پوری ہوسکتی ہیں۔ اور اس بات سے نہ ڈریں جو کسی شاعر نے کہا

پہنچ کر وہیں کے ہو نہ رہنا
کوئی جا کر یہ کہہ دے نامہ بر سے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ مارچ ۱۹۴۳ء مطابق ۱۹ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۱۳ ص ۵)

اخبار مسلمان اور خلیفہ قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے خطبہ جمعہ ۸ جنوری میں (جو الفضل ۷ فروری ۱۹۴۳ء میں شائع ہوا ہے) اپنا تبحر علمی ظاہر کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس سال جمعہ کے دن کئی بڑے بڑے کام ہوئے ہیں۔ مثلاً قادیان کا سالانہ جلسہ بھی بوجہ سرکاری تعطیلات کے جمعہ کے روز شروع ہوا۔ حج بھی جمعہ کے روز ہوا۔ مرزا صاحب کی پیدائش بھی جمعہ کے روز ہوئی تھی اس دفعہ شمسی اور قمری سال بھی جمعہ کے دن ہی شروع ہوئے ہیں۔ جمعہ ہفتے کا ساتواں دین ہے غیر المغضوب علیھم ولاالضالین بھی سورہ فاتحہ کی ساتویں آیت ہے۔

ان تمام امور سے (مرزا محمود احمد نے) یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اس سال احمدیت کے عالمگیر غلبہ کی بنیاد رکھی گئی ہے جو آئندہ چند سالوں میں وقوع میں آنے والا ہے۔

اخبار مسلمان لاہور نے ظریفانہ رنگ میں اس نوٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

خلیفہ صاحب نے بھان متی کا کنبہ خوب جوڑا ہے (مسلمان ۲۸ فروری۔ ص ۱)

اس کے باوجود اڈیٹر صاحب مسلمان ایک ضروری بات اخبار اہل حدیث امرتسر کیلئے چھوڑ گئے ہیں جو خاص اسی کا حصہ ہے۔

خلیفہ مرزائیہ نے بڑی کاوش سے چند واقعات کا وقوع جمعہ کے روز بتایا ہے

جن میں ایک حج بھی ہے حالانکہ امسال حج جمعہ کے روز نہیں ہوا بلکہ بدھ کے روز ہوا ہے جیسا کہ شیخ عبدالرحمٰن مظہر رئیس الحجاج کے تار سے معلوم ہوا ہے جو اخبارات میں شائع ہو چکا ہے،۔ ہاں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے جمعہ کے دن پیدا ہونے سے کسی پرانے شاعر کا ایک شعر ہمیں یاد آ گیا جو شائد اسی مناسبت سے اس نے جمعہ کے متعلق کہا تھا

ہر گناہے کہ کنی در شب آدینہ (جمعہ) بکن
تا کہ از صدر نشینانِ جہنم باشی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ مارچ ۱۹۴۳ء مطابق ۱۹ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۱۳ ص ۵۔۶)

نشانات مرزا

فی کل شیء له آیة ۔ تدل علی انه واحد

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

شعر مندجہ بالا کسی عارف خدا کا ہے جو فرماتے ہیں ہر چیز میں نشانی ہے جو دلالت کرتی ہے کہ اللہ ایک ہے۔

اسی طرح ہم سمجھتے ہیں کہ ہر بڑے واقعہ میں ایک نشان ہوتا ہے جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعوی پر روشنی ڈالتا ہے۔

یہاں تک تو ہمارا اور قادیانیوں کا اتفاق ہے۔ آگے تھوڑا سا اختلاف ہے وہ اس روشنی میں مرزا صاحب قادیانی کی صداقت دیکھتے ہیں اور ہم ان کی بطالت پاتے ہیں ۔ یہ فرق کچھ زیادہ نہیں ہے دونوں فریق دیانت داری اور صداقت شعاری سے غور کریں تو یہ اختلاف مٹ سکتا ہے۔

مثلاً آجکل کے جنگی واقعات بے شک بڑے اہم واقعات ہیں اسی لئے ان کے متعلق اہل قادیان مسلسل مضامین لکھ رہے ہیں۔ چنانچہ مولوی زین العابدین قادیانی جلسہ سالانہ قادیان میں ایک تقریر کی تحریر پڑھی تھی جو اخبار الفضل ۹ مارچ ۱۹۴۳ء تک سات قسطوں میں چھپ کر ہمارے پاس آئی ہے۔ قابل مضمون نگار نے

اپنی ساری ہمت ایمان داری اور دیانتداری سے آج کل کے جنگی واقعات کو مرزا صاحب قادیانی کی صداقت کا نشان بتایا ہے۔

اہل عرب چونکہ بڑے بہادر لوگ تھے جاہلیت کے زمانے میں بھی ان میں یہ وصف تھا کہ وہ اپنے بہادر دشمن کی جنگی قابلیت کی تعریف کر کے کہا کرتے تھے کہ ہم نے ایسے بہادر دشمن پر فتح پائی ہے۔ عرب کے اس دستور کے مطابق ہم بھی اپنے مخاطب اصحاب کی تعریف کرتے ہیں کہ وہ بات بنانے میں بڑے مشاق ہیں مگر اہل حدیث کے مقابلہ میں ان کی مشاقی نہ چلے تو الگ بات ہے۔

قابل مضمون نگار نے مرزا صاحب قادیانی کی بہت سی پیش گوئیاں نقل کر کے ان کو موجودہ جنگوں پر چسپاں کیا ہے۔ ان پیش گوئیوں میں جو زلزلے کا لفظ بار بار آیا ہے اس سے مراد کی زمین کی جنبش نہیں بلکہ موجودہ جنگیں بتائی ہیں۔

بہت خوب! اس طریق سے ان لوگوں نے موجودہ جنگ کی روشنی میں صداقت مرزا قادیانی کا ثبوت دیا ہے۔

ناظرین! اب ہمارا طریق بھی ملاحظہ کیجئے جس سے ہم مرزا غلام احمد صاحب کے کلام کی روشنی میں ان کی بطالت پاتے ہیں

قادیانی اور لاہوری ممبرو!

نالہ بلبل شیدا تو سنا ہنس ہنس کر
اب جگر تھام کے بیٹھو میری باری آئی

اپنی دلیل پیش کرنے سے پہلے مولوی زین العابدین اور مولوی قمر الدین مضمون نگار الفضل کے اس شریفانہ طرز عمل کا ذکر نا مناسب جانتے ہیں جو مدینہ میں ایک شریف قوم نے آنحضرت ﷺ کے سامنے اختیار کیا تھا۔ مولوی زین العابدین نے خدائی تصرف سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ:

وہ زلزلہ تیری زندگی میں آئے گا۔ (الفضل ۴ مارچ ۱۹۴۳ء ص ۳)

مگر اس شریف قوم کی طرح آیت رجم پر ہاتھ رکھ کر آگے چل دیئے جن کے حق میں ارشاد باری ہے تبدو نہا و تخفو ن کثیرا نازل ہوا تھا۔ گو یہ الفاظ (میری زندگی میں) بھی ہمارے دعوے کے ثبوت کیلئے کافی ہیں لیکن ہم ان پر کفایت نہیں

کرتے بلکہ ہم مرزا صاحب کے وہ سارے الفاظ نقل کر دیتے ہیں جو ہمارے اور ہمارے مخاطب کے درمیان فیصلہ کن ہیں مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

ان زلزلوں (یا بقول ہمارے مخاطبین، جنگوں) کے متعلق بار بار وحی الٰہی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ پیش گوئی میری زندگی میں اور میرے ہی ملک میں اور میرے ہی فائدے کے لئے ظہور میں آئے گی (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۹۷)

قادیانی دوستو! خدا کو حاضر ناظر سمجھ کر ہمارے سوال کا جواب دو کہ کیا یہ جنگیں مرزا غلام احمد صاحب کی زندگی میں اور مرزا صاحب کے ملک میں ہو رہی ہیں؟ کیا روس جرمنی اور تیونس وغیرہ مرزا صاحب قادیانی کے ملک ہیں؟

اگر ہاں میں جواب دو گے تو ہم ایک آسان درخواست کریں گے کہ آپ لوگ مرزا صاحب قادیانی کے قائم مقام اصحاب سے روس اور جرمنی کی زبانوں میں لیکچر دلوا دیجئے تا کہ معلوم ہو سکے کہ یہ لوگ واقعی ان ملکوں کے رہنے والے ہیں۔

ناظرین کرام! یہ ہے اہل حدیث کا وہ طریق استدلال جسکا جواب اتباع مرزا قادیانی سے ہرگز نہیں دے سکتے۔ صاف الفاظ ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں

یہ واقعہ (زلزلہ یا جنگ) اگر میری زندگی میں اور میرے ملک میں نہ ہوا تو میں جھوٹا ٹھہروں گا۔

اسکا نتیجہ صاف ہے کہ یہ جنگیں اگر مرزا صاحب قادیانی کے الہام کی مصداق ہیں تو مرزا صاحب اپنے دعوے میں جھوٹے تھے کیونکہ یہ جنگیں نہ مرزا صاحب قادیانی کی زندگی میں ہوئیں اور نہ ان کے ملک میں ہوئیں۔

کون نہیں جانتا کہ مرزا غلام احمد صاحب پنجابی تھے اور پنجاب ہی آپ کا ملک تھا۔ چنانچہ آپ کا ایک الہام یہ بھی ہے انا انزلناہ قریباً من القادیان یعنی ہم (خدا) نے مرزا صاحب کو قادیان کے قریب اتارا ہے۔

ہم نے جو اپنا مسلک بتایا ہے کہ ہم مرزا صاحب قادیانی کے کلام کی روشنی میں ان کی بطالت پاتے ہیں بالکل صحیح ہے نہایت مشکل بلکہ ناممکن ہے کہ اتباع مرزا اہل حدیث کے مواخذہ کا جواب دے سکیں۔ کیوں

نام میر اسن کے مجنوں کو جمائی آگئی
بید مجنون دیکھ کر انگڑائیاں لینے لگا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۔اپریل ۱۹۴۳ء مطابق ۲۶ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۱۴ ص ۴۔۵)

قادیان میں کوئی آفت آنے والی ہے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی اخبار الفضل میں بڑی گھبراہٹ سی معلوم ہوتی ہے یہاں تک کہ خلیفہ محمود احمد کی والدہ کی طرف سے ایک اشتہار نکلا ہے جو درج ذیل ہے:

حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کا ارشاد

آجکل حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کیلئے خصوصیت سے دعائیں کی جائیں

چونکہ آج کل بعض احباب نے میرے پیارے بیٹے محمود اور جماعت کے موجودہ سربراہ کے متعلق بعض خوابیں دیکھی ہیں، اسلئے میں جماعت کے احباب سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ اپنے امام کے لئے آج کل خصوصیت کے ساتھ دعائیں کریں کہ اللہ تعالی اسے تمام خطرات اور تکالیف سے محفوظ رکھے اور اعلی سے اعلی خدمت دین کے ساتھ لمبی اور صحت کی عمر عطا کرے آمین ۔ ام محمود۔ ام المومنین۔قادیان ۱۵ مارچ ۱۹۴۳ء

مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں: ہم متفکر ہیں کہ یہ گھبراہٹ کیسی ہے۔کیا اسکا باعث وہ واقعہ تو نہیں کہ میاں محمود احمد کو ایک دفعہ خواب میں ایک اژدہا نظر آیا تھا جو انکی چارپائی کی طرف دوڑا آرہا تھا۔ بہرحال جو کچھ ہوگا وہ پبلک دیکھ لے گی ہم بھی اس دعا میں شریک ہیں۔

۲۵ مارچ کی صبح درس ثنائی میں ام محمود احمد کا یہ اعلان پڑھا گیا اور دعا کی گئی کہ خداتعالی میاں محمود احمد کو ہدایت بخشے اور ہدایت کے ساتھ محفوظ رکھے۔

یہ ہے مخلصانہ دعا جو حلقہ اہل حدیث کی طرف سے قادیان پہنچائی جاتی ہے

قادیان والو:

مجھ سا مشتاق جہاں میں کہیں پاؤ گے نہیں
گر چہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۔اپریل ۱۹۴۳ء مطابق ۲۶ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۱۴ ص ۵۔۶)

مرزا کے دعوی نبوت سے پہلے کی حالت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی مبلغوں اوراخباروں میں یہ کمال ہے کہ اپنی کاغذی عمارت کو ہر پختہ عمارت کے مقابلہ میں پیش کر دیتے ہیں، چاہے نتیجہ کچھ ہی ہو،ایک دفعہ تو مقابلہ میں ضرور آ جاتے ہیں۔ہم انکی اس جرأت اور بہادری کی داد دیتے ہیں۔

اخبار احسان لاہور میں کسی صاحب کی ایک تقریر چھپی تھی جس میں انہوں نے آنحضرتﷺ کے دعوی نبوت سے پہلے کے حالات صادقہ پیش کر کے نبوت محمدیہ کا ثبوت دیا تھا۔ اخبار الفضل قادیان ۲۳ مارچ میں اس تقریر پر قادیانی نبوت کی عمارت کھڑی کی گئی ہے۔لکھا ہے کہ جس طرح آنحضرتﷺ کے حالات قبل نبوت غیر مشکوک تھے کسی کو ان حالات پر انگشت رکھنے کی جرأت نہ تھی، اسی طرح مرزا صاحب قادیانی کے حالات زندگی قبل از دعوی پیغمبری غیر مشکوک اور غیر مشتبہ تھے۔اس سے نتیجہ یہ نکالا ہے کہ نبوت مرزا قادیانی، نبوت محمدیہ کی طرح سچی ہے۔

اہل قادیان عموماً یہی تقریر مرزا غلام احمد صاحب کے منکرین کے سامنے کیا کرتے ہیں۔ اسلئے ہماراحق ہے کہ ہم اسپر کچھ روشنی ڈالیں۔ پس اہل قادیان غور سے سنیں اور سچائی کو مدنظر رکھ کراس کا جواب دیں۔ہم پھر کہتے ہیں کہ دل سے محبت اور جانب داری نکال کر غور سے سنیں اور واقعات صحیحہ سے جواب دیں۔

مرزا غلام احمد صاحب نے براہین احمدیہ کا اشتہار دے کر مسلمانوں کو بڑے زور دار لفظوں میں ترغیب دی کہ اس کتاب کے شائقین پیشگی قیمت دیں تاکہ کتاب

چھپ جائے ۔ یہ کتاب کیسی ہے؟ اس کے متعلق مرزا صاحب کے اپنے الفاظ یہ ہیں :

یہ کتاب تین سو محکم اور قوی دلائل حقیت اسلام اور اصول اسلام پر مشتمل ہے کہ جن کے دیکھنے سے صداقت اس دین متین کی ہر ایک طالب حق پر ظاہر ہو گی ۔ (براہین احمدیہ ۔ص ۱۳۶)

کتاب براہین احمدیہ کے یہ توصیفی الفاظ دیکھ کر حامیان اسلام نے پیشگی قیمتوں کی صورت میں کافی امداد بھیجی ۔مگر افسوس صد افسوس باوجود گراں قدر رقوم پہنچ جانے کے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے تین سو دلائل والی براہین شائع نہ کی اور رقوم بغیر ڈکار لئے ہضم کر گئے ۔

یہ واقعات ۱۸۸۰ء ۔ ۱۸۹۰ء کے درمیان رونما ہوئے تھے اور آپ نے دعوی نبوت بقول میاں محمود احمد خلیفہ قادیان ۱۹۰۱ء میں کیا۔

ناظرین کرام ! یہ ایک ہی واقعہ کئی ایک جرائم پر متضمن ہے:

۱۔ بحکم او فوا بالعهد وعدہ ایفاء نہ کیا۔

۲۔ مسودہ کتاب ابھی مرتب نہ ہوا تھا کہ مکمل ہونے کا اعلان کر دیا۔

۳۔ غلط بیانی سے مبلغات وصول کئے ۔

۴۔ قیمتیں وصول کرلیں مگر کتاب نہ دی۔

۵۔ خریداروں کے تقاضا کے باوجود اپنے ذاتی مشاغل میں مشغول ہوگئے ۔

۶۔ تیئیس سال کے بعد مجبوراً ایک کتاب شائع کی جسکا نام براہین احمدیہ حصہ پنجم رکھا ۔اس میں بھی تین سو دلائل موعودہ میں سے ایک دلیل بھی نہ لکھی ۔

قرآن شریف میں یہودی علماءسوء اور صوفیا دنیا پرست کے ذکر میں آیا ہے کہ لوگوں کا مال نا جائز طریقوں سے کھاتے ہیں ۔ ارشاد ہے

ان كثيرا من الاحبار والرهبان لياكلون اموال الناس بالباطل (التوبۃ:۳۴)

(بہت سے یہودی عالم اور درویش لوگوں کا مال نا جائز طریق سے کھاتے ہیں)۔

معلوم ہوا کہ نا جائز طریق سے مال کھانا گناہ کبیرہ ہے۔ واقعات صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے براہین احمدیہ کا اشتہار مبالغہ آمیز الفاظ میں

دے کر سیدھے سادھے مسلمانوں سے پیشگی رقم وصول کر لی مگر کتاب شائع نہ کی بلکہ اس کا مسودہ بھی مکمل نہ لکھا، اندریں حالات اس آیت کے ماتحت آپ کی اخلاقی حالت دعوی نبوت سے قبل کیسے صحیح ہوسکتی ہے۔

قادیانی ممبرو! وہ براہین احمدیہ جس میں تین سو دلائل موعودہ حقیت اسلام کے درج ہیں، ہمیں دکھاؤ تو ہم اپنا اعتراض واپس لے لیں گے۔

ہم ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ ہرگز نہ دکھاسکو گے چاہے لاہوری جماعت کو بھی اپنے ساتھ ملالو و لوکان بعضکم لبعض ظهيراً

پھر کس منہ سے کہتے ہو کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے حالات قبل از دعوی نبوت بے غبار اور بے داغ تھے۔

جامی چہ لاف زنی از پاک دامنی
بر خرقۂ تو ایں ہمہ داغِ شراب چیست

نوٹ: اس مضمون میں ہم نے مرزا صاحب کی اخلاقی حالت کا صرف نمونہ دکھایا ہے ورنہ اس کے اس کے سوا اور بہتیرے واقعات ہیں جو حسب ضرورت پیش کئے جاسکتے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔اپریل ۱۹۴۳ء مطابق ۳ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۱۵ ص ۵۔۶)

قادیانی وفد کا دورہ یورپ

قادیانی وفد آج کل تبلیغ کی غرض سے یورپ کا دورہ کر رہا ہے۔ جہاں جائے وہاں کے احباب اگر ضرورت سمجھیں تو انکی تردید کے لئے دفتر اخبار اہل حدیث امرتسر سے لٹریچر (کچھ مفت کچھ قیمتاً) منگوا سکتے ہیں۔

(اہل حدیث امرتسر ۱۶۔اپریل ۱۹۴۳ء مطابق ۱۰۔ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۱۶ ص ۲)

مرزا صاحب کی صداقت کا معیار

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

الفضل قادیان نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ایک پرانی کتاب نشان آسمانی کے حوالہ سے ایک نوٹ لکھا ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی

نے استخارہ کے ذریعہ اپنی صداقت پرکھنے کا جو معیار بتایا ہے وہ بہت مفید ثابت ہوا ہے کئی ایک اشخاص نے اس سے فائدہ اٹھایا ہے۔

مضمون نگار کے اصل الفاظ بالاختصار درج ذیل ہیں:

اول تو بہ نصوح کر کے رات کے وقت دو رکعت نماز پڑھیں جس کی پہلی رکعت میں سورہ یٰس اور دوسری رکعت میں اکیس مرتبہ سورہ اخلاص اور پھر بعد اس کے تین سو مرتبہ درود شریف اور تین سو مرتبہ استغفار پڑھ کر خدا تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ

اے قادر کریم تو پوشیدہ حالات کو جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے اور مقبول اور مردود اور مفتری اور صادق تیری نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا

پس ہم عاجزی سے تیری جناب میں التجا کرتے ہیں کہ اس شخص کا تیرے نزدیک جو مسیح موعود اور مہدی اور مجدد الوقت ہونے کا دعوی کرتا ہے کیا حال ہے؟

کیا صادق ہے یا کاذب اور مقبول ہے یا مردود۔

اپنے فضل سے یہ حال رؤیا یا کشف یا الہام سے ہم پر ظاہر فرما تا اگر مردود ہے تو اس کے قبول کرنے سے ہم گمراہ نہ ہوں اور اگر مقبول ہے اور تیری طرف سے ہے تو اس کے انکار اور اسکی اہانت سے ہم ہلاک نہ ہو جائیں۔

ہمیں ہر ایک قسم کے فتنہ سے بچا کہ ہر قوت تجھ کو ہی ہے۔ آمین

(الفضل قادیان ۱۳ مارچ ۱۹۴۳ء)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: عرصہ دراز ہوا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زندگی میں حکیم نور الدین صاحب قادیانی نے مجھے مشورہ دیا تھا کہ تم بھی اسی طرح استخارہ کرو۔ چنانچہ ان کے کہنے کے مطابق میں نے بڑی صفائی قلب سے استخارہ کیا۔ اس کے نتیجہ میں میں نے مرزا صاحب قادیانی کو جس شکل میں دیکھا اسکا ذکر میرے رسالہ الہامات مرزا میں مفصل مل سکتا ہے۔

یہ تو ہوا الفضل کا پیش کردہ معیار۔ اب ہم خود مرزا صاحب قادیانی کا

بتایا ہوا معیار پیش کرتے ہیں۔ امید ہے کہ الفضل کا سٹاف اور دوسرے قادیانی ممبر اس پر غور کر کے ہمیں نتیجہ سے اطلاع دیں گے۔ وہ معیار بقول مرزا صاحب ایسا ہے اس کے مقابلے میں اور کوئی معیار ہو ہی نہیں سکتا۔ مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں کہ

بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان ہو ہی نہیں سکتا۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ص ۲۸۸)

ناظرین کرام! مرزا صاحب قادیانی نے اپنی صداقت کے اظہار کے لئے بطور معیار تین بڑی قوموں کے لئے تین پیش گوئیاں شائع کر کے انکے نتائج کا انتظار کرایا تھا۔ چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، کتاب شہادۃ القرآن میں لکھتے ہیں:

اگر کوئی طالب حق ہے تو ان پیش گوئیوں کے وقتوں کا انتظار کرے یہ تینوں پیش گوئیاں ہندوستان اور پنجاب کی تینوں بڑی قوموں پر حاوی ہیں۔ یعنی ایک مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہے، ایک ہندوؤں سے اور ایک عیسائیوں سے۔ اوران میں سے وہ پیش گوئی جو مسلمانوں کی قوم سے تعلق رکھتی ہے بہت ہی عظیم الشان ہے کیونکہ اس کے اجزاء یہ ہیں:

۱۔ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری (والد منکوحہ آسمانی) تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو۔

۲۔ پھر داماد اس (احمد بیگ) کا اڑہائی سال کے اندر فوت ہو۔

۳، پھر مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو۔

۴۔ پھر یہ کہ وہ دختر بھی تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح کے فوت نہ ہو۔

۵۔ پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورا ہونے تک فوت نہ ہو۔

۶۔ پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جائے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں۔

(شہادۃ القرآن مصنفہ مرزا قادیانی۔ص ۸۱)

ان تینوں پیش گوئیوں کا جو حشر ہوا وہ سب کو معلوم ہے۔ ڈپٹی عبداللہ آتھم اور آسمانی نکاح والی پیش گوئیوں کا انجام تو ایسا برا ہوا جس سے خود مرزا صاحب قادیانی

اوران کے اتباع سخت پریشان نظر آنے لگے۔البتہ پنڈت لیکھ رام والی پیش گوئی پر ان لوگوں کو کچھ ناز تھا لیکن جب سے ہماری طرف سے ایک نیا رسالہ لیکھ رام اور مرزا شائع ہوا ہے جس میں پہلی دو پیش گوئیوں کی طرح اس پیش گوئی کو بھی غلط ثابت کیا گیا ہے یہ لوگ کچھ کھسیانے سے نظر آتے ہیں۔

کیا اخبار الفضل قادیان بتا سکتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کا آسمانی نکاح، جس کو آپ نے عظیم الشان پیش گوئی قرار دیا تھا، کب وقوع میں آیا؟

خدا جزائے خیر دے مولوی محمد علی لاہوری کو جنہوں نے صاف اقرار کیا کہ، یہ نکاح نہیں ہوا۔، (پیغام صلح لاہور ۱۶ جنوری ۱۹۲۱ء ص ۵)

مقام غور ہے کہ ان تین شاندار پیش گوئیوں میں سے ایک بھی پوری نہ ہوئی اگر ان کے ساتھ چوتھی پیش گوئی بھی ملالیں تو معاملہ بالکل صاف ہو جاتا ہے۔اس کا عنوان ہے: مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

یہ پیش گوئی تو دوسری تمام پیش گوئیوں پر گویا سیمنٹ کا کام دیتی ہے۔ہم نے مرزا صاحب قادیانی کی اجازت کے ماتحت آپ کی تمام متحدیانہ پیش گوئیوں کو جانچا اور خوب جانچا، آخر ہم نے آپ کو اس شعر کا مصداق پایا

ہزار وعدوں میں اگر ایک بھی وفا کرتے
قسم خدا کی نہ ہم تم کو بے وفا کہتے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶۔اپریل ۱۹۴۳ء مطابق ۱۰۔ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۱۶ ص ۲)

قادیان سے مرزا صاحب کے خلاف آواز

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی اخبارات اگرچہ ملمع سازی میں بڑے مشاق ہیں، واقعات کو تبدیل کر کے گویا مسخ کر دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، مگر واقعات بھی اپنے اندر بہت بڑا اثر رکھتے ہیں، اسلئے بحکم حصحص الحق وہ اپنا جلوہ دکھا دیتے ہیں۔

ازراہ ہمدردی ہم نے بار ہا لکھا ہے کہ قادیانی اخبارات و رسائل مضامین لکھنے سے پہلے ہمیں دکھالیا کریں ہم ان کو اس نظر سے نہیں دیکھیں گے کہ وہ صحیح ہیں یا غلط ؟ بلکہ اس نظر سے دیکھیں گے کہ وہ بڑے میاں (مرزا غلام احمد صاحب قادیانی) کی تصریحات کے خلاف تو نہیں۔

ہماری طرف سے یہ تجویز ایسی خدمت کی پیش کش ہے کہ اہل قادیان کو چاہیے تھا کہ اسے شکریہ کے ساتھ قبول کرتے۔ ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس کا ثبوت دینا ہمارے ذمہ ہے۔

ہم نے لکھا ہے کہ واقعات صیحہ اپنا اثر دکھا دیتے ہیں چاہے وہ اثر موجودہ جماعت مرزایہ یا بانیء جماعت مرزائیہ کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

ناظرین سے مخفی نہیں کہ اس زمانہ میں مذہب سے غفلت اور ضلالت دن بدن ترقی پر ہے چنانچہ اسی کا اثر ہے کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کے منہ سے یہ الفاظ نکل گئے ہیں کہ

> اس پرفتن پرشورش اور طرح طرح کی گمراہیوں سے معمور زمانہ میں بچوں کی تعلیم و تربیت کا کام نہایت نازک اور بڑی ذمہ داری کا ہے۔
>
> (الفضل قادیان ۲۔ اپریل ص ۱)

ناظرین! یہ فقرہ اپنے اندر پوری صداقت رکھتا ہے۔ بے شک یہ زمانہ بڑے فتنہ و فساد کا ہے مگر افسوس ہے کہ بڑے میاں (مرزا غلام احمد) کی تصریحات اس کے خلاف ہیں۔ آپ فرما چکے ہیں کہ

> ہزار ششم ضلالت کا ہزار ہے اور وہ ہزار ہجرت کی تیسری صدی کے بعد شروع ہوتا ہے اور چودھویں صدی کے سر تک ختم ہوتا ہے۔ اس ششم ہزار کے لوگوں کا نام آنحضرت ﷺ نے فیج اعوج رکھا ہے اور ساتواں ہزار ہدایت کا ہے جس میں ہم موجود ہیں۔ (قادیانی لیکچر سیالکوٹ۔ ص ۷)

ناظرین کرام! قادیانی مسیح موعود جس زمانہ کو ہدایت کا زمانہ کہیں، اس کا فرزند اسی کو گمراہی کا زمانہ قرار دے تو ایک ثالث بالخیر بحکم حدیث احدکما کاذب کہنے پر مجبور ہوگا۔ اور مرزا صاحب اس تبدیلی پر یہ شعر پڑھتے ہوں گے

لے گیا دل کون میرا ذوق کس کا نام لوں
سامنے آجائے تو شائد بتا دوں دیکھ کر

قادیانی لٹریچر میں اس مضمون کی یہ ایک ہی مثال نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ بیسیوں مثالیں اور ہیں جن میں باپ بیٹا بلکہ قادیانی مسیح موعود اور ان کی امت کے مابین بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔مزید وضاحت کے لئے ایک اور مثال سنیئے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، حضرت مسیح کی ولادت کو بن باپ مانتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ

من عجب تر از مسیح بے پدر۔(ازالہ اوہام)

مگر مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت لاہور اور ان کے بہت سے اعوان وانصار مسیح کی ولادت باپدر ہونے کے قائل ہیں (تفسیر بیان القرآن)

حالانکہ مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو حکم عدل، شارع شریعت، ملہم ربانی اور مجدد زمان کہتے ہیں۔ باوجود اس کے مخالفت بھی کرتے ہیں تو کیوں نہ کہا جائے کہ: تیلی بھی کیا اور سوکھا کھایا

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۳۔اپریل ۱۹۴۳ء مطابق ۱۷۔ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۱۷ص ۴۔۵)

خلیفہ قادیان تشریح کریں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) گول مول بات کرنے میں اپنے باپ کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔کیوں نہ ہو، نسلی اور تبعی دونوں لحاظ سے آپ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اس وصف خاص کے وارث ہیں۔آپ نے اپنا ایک خوب شائع کیا ہے جسکا سمجھنا حاشہ خیالی سے بھی زیادہ مشکل ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دل میں کوئی بات ہے مگر بیرونی دباؤ کی وجہ سے اس کو ظاہر نہیں کرتے۔اس میں بھی آپ اپنے والد کے پورے متبع ہیں۔

بڑے میاں (مرزا غلام احمد) نے ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی عدالت میں وعدہ کیا تھا

کہ میں کسی شخص کی موت کی پیش گوئی نہیں کروں گا۔ اس وعدہ سے آپ ایسے متاثر تھے کہ ایک دفعہ آپ کے دل میں مخالفت کا جوش اٹھا تو آپ نے لکھا:

میں نوح نبی کی طرح ہاتھ پھیلا کر رب انی مغلوب کہتا ہوں بغیر فا نتصر کے۔ (اشتہار ملحقہ تریاق القلوب طبع اول)

اسی طرح خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے اپنا ایک خوب شائع کیا ہے مگر ڈر کے مارے ایسے پیرائے میں بیان نہیں کیا جس سے اسکا مطلب صاف مفہوم ہو حالانکہ قرین قیاس یہ تھا کہ اگر مخلوق کا خوف مانع تھا تو اس کو شائع ہی نہ کرتے۔

آپ ناظرین خلیفہ صاحب کا خواب پڑھیں اور ساتھ حواشی میں تشریح نوٹ بھی پڑھتے جائیں۔ آپ خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں:

میں نے ایک رؤیا (خواب) دیکھا ہے جس سے میں سمجھتا ہوں کہ یہ جنگ ابھی کئی شکلیں تبدیل کرنے والی ہے جن میں سے بعض شکلیں اسلام کیلئے بہت خطرناک ہوں گی اسی قسم کے اور رؤیا میں نے پہلے بھی دیکھے تھے مگر میں ان دو کو الگ الگ واقعات نہ سمجھتا تھا لیکن اس رؤیا نے بتا دیا ہے کہ وہ ایک ہی واقعہ کی دو شکلیں نہیں بلکہ آگے پیچھے آنے والے الگ الگ واقعات ہیں۔ اس تازہ رؤیا کو میں عام طور پر بیان نہیں کر سکتا اور شاید اس کا بیان کرنا حکومت کی مصلحت کے بھی خلاف ہو۔ اشارۃً صرف اتنا بتاتا ہوں کہ میں نے دیکھا ہے کہ یورپ کی دو طاقتیں ہیں اور ایک ایشیائی طاقت ہے (واقعات کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ یورپ کی دو طاقتوں سے مراد برطانیہ اور روس ہیں اور ایشیائی دو طاقتیں چین اور جاپان ہیں مگر شریک مشورہ ہونے والی طاقت چین ہے جاپان نہیں۔ مدیر اہل حدیث امرتسر) ایشیائی طاقت کا سردار ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سمجھتا ہے کہ اسکے ملکی معاملات کے بارہ میں میرا مشورہ بھی مفید ہوسکتا ہے یا شائد اسے احمدیت سے کوئی دلچسپی ہے۔ وہ اپنے ملک کے حالات بیان کر کے مجھ سے مشورہ پوچھتا ہے کہ ان حالات میں ہم کیا کریں۔ میں نے اسے کوئی مشورہ دیا ہے مگر یہ یاد نہیں کہ اس نے کیا پوچھا اور میں نے کیا بتایا...

پھر میں دیکھتا ہوں کہ ان دو یورپئن حکومتوں میں سے ایک کے نمائندہ اور اس

ایشیائی حکومت کے سردار کے درمیان کمیٹی ہوئی ہے۔ دونوں جمع ہوئے ہیں کہ صورت حالات پر غور کریں اور سوچیں کہ کیا کاروائی کرنی چاہیے۔ میں بھی وہاں گیا ہوں اور پرے ہٹ کر کھڑا ہوں۔ اس مغربی ملک کا نمائندہ ایک کھلے میدان میں کسی پتھر پر یا ایسی کرسی یا کوچ ہو جس کی پشت نہیں بیٹھا ہے اور ایشیائی حکومت کا سردار کھڑا ہے اور اس سے بات کرتا ہے کہ ہمارے ملک کے یہ حالات ہیں ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اجتماع کسی معاہدہ کی بات چیت کے لئے یا آئندہ کسی کے لئے کوئی سکیم بنانے کیلئے ہے۔ دس بارہ گز ہٹ کر میں بھی کھڑا ہوں اور گفتگو سن رہا ہوں (یہ گفتگو کس زبان میں ہوئی تھی کیا آپ وہ زبان جانتے ہیں۔ اڈیٹر) ایشیائی حکومت کے نمائندہ اس مغربی حکومت کے نمائندہ کو بتاتا ہے کہ ہمارے ملک کے فلاں فلاں علاقوں میں فلاں یورپئن ملک کی فوجیں موجود ہیں جسے ہم پسند نہیں کرتے ہمارا ملک آزاد ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس کی فوجیں وہاں موجود رہیں۔ اس پر وہ یورپئن حکومت کا نمائندہ پوچھتا ہے کہ کیا تم نے اس پر احتجاج نہیں کیا۔ تمہیں چاہیے تھا کہ اسپر احتجاج کرتے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ ہم نے احتجاج تو کیا ہے مگر وہ حکومت جواب دیتی ہے کہ یہ فوجیں ہم نے تمہارے فائدہ کیلئے رکھی ہیں۔ جب وہ یہ بات بیان کرتا ہے تو مغربی حکومت کا نمائندہ حقارت کے ساتھ مسکراتا ہے جسکا مطلب گویا یہ ہے کہ یہ کیسا بے وقوفی کا جوا ہے، اسے کون مان سکتا ہے۔ اس موقعہ پر وہ ایشیائی حکومت کا سردار اس سے کہتا ہے کہ میں نے ان سے (مجھ سے) بھی مشورہ لیا ہے اور انھوں نے (یہ) مشورہ دیا ہے مگر مجھے پھر پتہ نہیں کہ اس نے کیا بتایا کہ اس نے کیا مشورہ پوچھا تھا اور میں نے کیا دیا۔ اس پر اس مغربی حکومت کے نمائندہ نے حیرت کا اظہار کیا کہ اچھا ان سے بھی تم نے مشورہ لیا ہے۔ پھر وہ آپس میں بحث کرتے ہیں کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔، اس وقت میں صورت حالات کو پوری طرح معلوم کر کے گھبراتا ہوں (گھبرانے کی وجہ کیا تھی؟ اپنی قوت یا ضعف۔ اڈیٹر اہل حدیث) اور خیال کرتا ہوں کہ ہمیں بھی اب کسی

اقدام کی ضرورت ہے

(یہ اقدام وہی ہے جسکا ذکر ہم نے اہل حدیث ۴ جولائی ۱۹۴۱ء میں کیا تھا کہ آپ بڑے میاں کے دعوی کے ماتحت چالیس کامل مردمومن لے کر میدان جنگ میں جائیں اور دشمن پر فتح پا کر اس کو پابہ زنجیر قادیان میں لائیں۔ خدا کی طرف سے خواب میں بھی آپ کو اسپر متوجہ کیا گیا ہے اوراس کے سامنے یہ شعر پڑھیں

نچائیں گے تجھے اک ناچ ایسا۔ یہی بس ہے مصمم دل میں ٹھانی

اب تو میدان جنگ میں جانے سے کوئی عذر مانع نہ ہوگا۔ پس جلد کیجئے ورنہ وقت نکل جائے گا ۔ پھر پچھتاوے کیا ہووت، جب چڑیاں چگ گئیں کھیت) جوں ہی یہ خیال میرے دل میں آتا ہے ایک صورت میرے سامنے نمودار ہوتی ہے جومعلوم ہوتا ہے کہ خدتعالی کا فرشتہ ہے اور وہ کہتا ہے:

دعا سے کام لینا ہی اچھا ہے آخروقت تو معلوم ہوگیا ہے

اور میں معاً خیال کرتا ہوں کہ درحقیقت دعا سے کام لینا ہی اچھا ہے

اس رؤیا کے بعض حصے ہیں جو میں نے بیان نہیں کئے (کیوں بیان نہیں کئے کیااس شریف قوم کا تتبع کیا ہے جس کے حق میں ارشاد ہوا تبدو نہا وتخفون کثیرا۔ اڈیٹر اہل حدیث) اوران میں سے بعض دوسرے حصوں کی تشریح ہو جاتی ہے بہرحال جو باتیں بتائی گئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ بعض فتنے بہت زیادہ خطرناک آنے والے ہیں اور وہ اسلام کے لئے بہت زیادہ مضر ہوں (اسلام کی فکر نہ کیجئے اپنے قدح کی خیرمنایئے۔ اڈیٹر اہل حدیث) مگر یہ ہمارے بس کی بات نہیں جیسا کہ رؤیا میں فرشتہ نے بتایا ہے دعا سے کام لیناہی اچھا ہے۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ آخر وقت تو معلوم ہوگیا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ ابھی وقت ہے ...ایک وقت دعا کی قبولیت کانہیں ہوتا اور ایک ہوتا ہے

(عرصہ ہوا کہ خلیفہ قادیان نے لکھا تھا کہ حکومت ہم سے دعا کی درخواست کرے تو اسے ضرور فتح ہوگی ۔ اسکے جواب میں حکومت نے غفلت سے یا کسی مصلحت سے قادیان میں دعا کی درخواست نہیں بھیجی ۔ غالبًا یہی وجہ ہے کہ جنگ طویل ہوگئی ہے۔ شائد گورنمنٹ کو خیال ہوگا کہ قادیانی ملہموں کی دعائیں ایسے رنگ میں قبول ہوتی ہیں جو داعی کے خلاف منشاء ہوتا ہے۔

چنانچہ مرزا صاحب نے دعا کی تھی جس کا مفہوم یہ تھا کہ: مولوی ثناء اللہ مجھ سے پہلے مر جائے۔ اس دعا کی قبولیت کا اعتراف خلیفہ قادیان اور امیر جماعت مرزائیہ لاہور دونوں نے کیا تھا مگر نتیجہ وہی ہوا جسکا اظہار استاد مومن خان نے یوں کیا ہے:

مانگا کریں گے اب سے دعا ہجر یار کی، آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ۔ (اڈیٹر اہل حدیث)

یہ جو کہا گیا ہے کہ آخر وقت تو معلوم ہو گیا ہے اس کے معنی یہی ہیں کہ جو وقت بتایا گیا ہے اس کے فاصلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی دعا کا وقت ہے جس سے اللہ تعالی ان فتنوں کو دور کر سکتا ہے یا ان کی ایسی شکل بدل سکتا ہے کہ وہ اسلام اور احمدیت کیلئے مضر نہ رہیں۔ اس رؤیا کے بعض حصے میں نے بیان نہیں کئے جن سے مضمون بالکل واضح ہو جاتا ہے مگر بہر حال اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں ایسے تغیرات ہونے والے ہیں کہ جو عقل مند اور درد مند دلوں کو ہلا دینے والے ہوں گے اور گو وہ دنیوی اور جنگی نوعیت کے ہوں گے مگر احمدیت اور اسلام کیلئے اتنا خطرناک اثر رکھنے والے ہوں گے کہ جسے دیکھ کر جنون کی کیفیت طاری ہو جائے (آپ ان تغیرات سے ڈرتے کیوں ہیں جب کہ آپ نے اعلان کیا ہوا ہے کہ اس جنگ میں برطانیہ کو فتح ہوگی۔ الفضل ۱۰ مئی ۱۹۴۲ء۔ پھر خوف وہراس کیسا! خلیفہ صاحب

دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا۔ سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

۔اڈیٹر اہل حدیث) (الفضل قادیان ۱۴۔ اپریل ۱۹۴۳ء ص ۳۔۴)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰۔ اپریل ۱۹۴۳ء مطابق ۲۴۔ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۱۸ ص ۵)

<u>ڈاکٹر بشارت احمد صاحب</u>

رکن جماعت احمدیہ لاہور کافی عمر پا کر انتقال کر گئے سب کا راستہ یہی ہے متوفی حکیم نور الدین خلیفہ اول قادیان کی طرح خاص فلسفیانہ دماغ رکھتے تھے آئندہ پرچے میں ہم ان دونوں فلاسفروں کی فلسفیانہ تحقیقات کا نمونہ دکھائیں گے انشاء اللہ۔ ڈاکٹر بشارت میں ایک خاص وصف تھا کہ میاں محمود خلیفہ قادیان کو کھری کھری سنانے میں باک نہیں محسوس کرتے تھے۔ اس لئے ہمیں بھی ان کے انتقال پر افسوس اور ان کے متعلقین سے ہمدردی ہے (اہل حدیث ۳۰۔ اپریل ۱۹۴۳ء مطابق ۲۴۔ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۱۸ ص ۶)

حکیم نورالدین اور ڈاکٹر بشارت احمد

خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے فرزانے دو

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

گذشتہ ہفتے ہم نے لکھا تھا کہ آئندہ پرچے میں ان دونوں صاحبوں کی فلسفیانہ تحقیقات میں مقابلہ کر کے دکھائیں گے۔ اتباع مرزا میں یہ دونوں صاحب بڑی عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ حکیم نورالدین کو نورالدین اعظم لکھا جاتا ہے اور ڈاکٹر بشارت احمد کے حق میں مولوی محمد علی صاحب فرماتے ہیں کہ:

ایک معمولی انسان نہ تھے بلکہ اولیاء اللہ میں سے تھے

(پیغام صلح ۲۸۔اپریل ۱۹۴۳ء ۳۱)

اس لئے ہم بھی ان کی فلسفیانہ تحقیقات دقیقہ کو پبلک کے سامنے لانا چاہتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ مسیح قادیان (مرزا غلام احمد) کے اتباع سے انسانی دماغ کہاں تک ترقی کر سکتا ہے۔

حکیم نورالدین صاحب پرانی طب کے ماہر تھے اسلئے ان کا فلسفہ بھی پرانا تھا۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب جدید علم طب (ڈاکٹری) کے ماہر تھے، اس لئے ان کا فلسفہ تحقیقات بھی جدید تھا۔ جس طرح یونانی فلاسفر اور جرمن ڈاکٹر کسی مضمون میں باہم مختلف ہوں تو تعجب نہیں اسی طرح یہ دونوں صاحب کسی ایک مسئلہ کی تحقیق میں مختلف ہوں تو مقام تعجب نہیں۔

اب ہم بغیر طول کلامی کے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ایک پیش گوئی کے متعلق ان دونوں صاحبوں کی فلسفیانہ تحقیقات باہم مختلف ہونے کے باوجود قابل قدر ہیں۔ ناظرین کو خوب یاد ہوگا کہ مرزا صاحب نے اپنی برادری کی ایک لڑکی کے والد کو پیغام نکاح دیا تھا۔ اس لڑکی کا نام محمدی بیگم اور اس کے والد کا نام احمد بیگ تھا جو ہوشیار پور (پنجاب) کا باشندہ تھا۔ آپ نے پیغام میں کہا تھا

کہ اگر یہ لڑکی کنوار پن کی حالت میں میرے نکاح میں نہ آئی تو اسکا خاوند مر جائے گا اور وہ بیوہ ہوکر میرے نکاح میں آئے گی۔

(کتاب شہادۃ القرآن۔ص ۸۰۔۸۱۔آئینہ کمالات اسلام۔ص ۵۷۶)

اس پیش گوئی کا انجام جو کچھ ہوا وہ سب کو معلوم ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مئی ۱۹۰۸ میں فوت ہو گئے اور مسمات محترمہ آج (مئی ۱۹۴۳ء) تک اپنے خاوند کے گھر میں آباد ہے جب یہ نکاح نہ ہوا تو مخالفوں کی طرف سے اس پیش گوئی پر سخت اعتراضات ہوئے مگر ان ہر دونامور فلاسفروں نے اس عقدہ لانیحل کو باتوں باتوں میں حل کر دیا جس طرح کسی شاعر نے جزء لایتجزی کی تقسیم کا مسئلہ (جس نے بڑے بڑے فلاسفروں اور متکلمین کو پریشان کر رکھا تھا) ایک لمحہ میں حل کر کے رکھ دیا جسکے متعلق اس شاعر کا ایک شعر یوں ہے

تقسیم جزء لایتجزی کی ہو گئی
سہواً سخن جو ان کے دہن سے نکل گیا

جس طرح شاعر نے یہ معرکہ آراء مسئلہ بڑی آسانی سے حل کر دیا اسی طرح ان دونوں فلاسفروں نے منکوحہ آسمانی کے مرزا صاحب قادیانی کے نکاح میں نہ آنے پر کئے گئے اعتراضات کو بڑی خوش اسلوبی سے حل کر دیا، ناظرین کی واقفیت کیلئے ہم دونوں صاحبوں کی علمی تحقیقات ذیل میں درج کرتے ہیں۔

حکیم نورالدین صاحب کی تحقیقات کا خلاصہ یہ ہے کہ محمدی بیگم سے مراد اسکی ذات خاص نہیں بلکہ اس کی اولاد در اولاد در اولاد اخیر تک، اسی طرح مرزا صاحب کی بھی خاص شخصیت مراد نہیں بلکہ اسکی اولاد در اولاد در اولاد اخیر تک، جب کبھی مرزا صاحب کے خاندان میں سے کسی لڑکے کا نکاح محمدی بیگم کی اولاد یا اولاد در اولاد سے کسی لڑکی کے ساتھ ہو گیا تو یہ پیش گوئی پوری ہو جائے گی۔

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اس نکاح سے مراد عرفی نکاح نہیں ہے بلکہ وہ تبلیغی کوششیں مراد ہیں جن کے ذریعہ سے جماعت احمدیہ انگلستان میں انگریزوں کو امت محمدیہ میں داخل کرتی ہے ان دونوں خلاصوں کے ملحوظ رکھ کر ناظرین موصوفین کے اصل الفاظ ملاحظہ کریں۔

حکیم صاحب نے پہلے وہ آیات لکھی ہیں جن میں بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ تم نے یہ کیا، تم نے وہ کیا، حالانکہ ان کے پرانے بزرگوں نے کیا تھا، اس کے بعد حکیم نورالدین صاحب لکھتے ہیں:

اب میں تمام اہل اسلام کو جو قرآن کریم پر ایمان لائے اور لاتے ہیں ان آیات کا یاد دلانا مفید سمجھ کر لکھتا ہوں کہ جب مخاطبت میں مخاطب کی اولاد مخاطب کے جانشین اور اس کے مماثل داخل ہو سکتے ہیں تو احمد بیگ کی لڑکی یا اس لڑکی کی لڑکی کیا داخل نہیں ہو سکتی؟ کیا آپ کے علم فرائض میں بنات البنات (لڑکیوں کی لڑکیوں) کو حکم بنات نہیں مل سکتا (بنات ذوی الفروض ہیں بنات البنات ذوی الارحام ہیں پھر ایک حکم میں کہاں۔ اڈیٹر) اور کیا مرزا کی اولاد مرزا کی عصبہ نہیں؟ میں نے بارہا عزیز میاں محمود کو کہا کہ اگر حضرت کی وفات ہو جائے اور یہ لڑکی نکاح میں نہ آئے تو میری عقیدت میں تزلزل نہیں آ سکتا (تزلزل کیسے آتا جب کہ گویا آپ کا قول ہے:

پھرے زمانہ پھرے آسمان ہوا پھر جا۔ بتوں سے ہم نہ پھریں ہم سے گو خدا پھر جا۔ اڈیٹر)

پھر یہی وجہ بیان کی والحمد للہ رب العالمین۔

(ریویو آف ریلیجنز قادیان بابت ۱۹۰۸ء ص ۲۷۹)

اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب لکھتے ہیں:

آسمانی نکاح کسی شخصیت کے ساتھ نہ تھا بلکہ اس حقیقت کے ساتھ تھا جو محمدی بیگم کے نام کے اندر مضمر تھی اور مامور من اللہ کی شان کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اسکا نکاح آسمان پر اگر کسی سے ہوگا تو وہ نکاح روحانی ہوگا اور کسی امت یا قوم سے ہوگا ایک معمولی عورت سے نہیں ہو سکتا۔ صحیح تعبیر کی طرف اس وقت ذہن منتقل نہ ہوا، تو نہ ہو (کس کا ذہن، صاحب الہام کا یا آپ کا۔ اڈیٹر اہل حدیث امرتسر) آج واقعات حقیقت کو ظاہر کر رہے ہیں۔ ہم ہر روز اسی دولہا کی بارات کو یورپ اور امریکہ میں چڑھتے دیکھتے ہیں ایسی اعلیٰ شان کی محمدی بیگم کا تزوج جس خوش قسمت کے ساتھ ہو اس سے مطالبہ کرنا کہ فلاں عورت سے نکاح کیوں نہ ہوا (حالانکہ وہ مشروط بشرائط تھا) ویسا ہی ہے جیسے کسی کو

کوئی سلطنت مل جائے اور لوگ اس سے مطالبہ کریں کہ تم نے تو کہا تھا ہمیں ایک گھوڑا ملے گا، وہ نہ ملا۔ حالانکہ اس بڑے انعام کے سامنے ادنی انعامات کوئی حقیقت نہیں رکھتے بلکہ اسی کے ضمن میں آجاتے ہیں۔

پس محمدی بیگم سے مراد وہی حقیقت ہے جو اس نام میں مضمر ہے اور یہ آسمانی نکاح ازل سے مقدر تھا جسکا اشارہ قرآن کریم میں تھا جس کی پیش گوئی حدیث میں تھی اور جسکے متعلق خود حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) فرماتے ہیں

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

اور یہی وہ محمدی بیگم ہے جس سے یتزوج و یولد له کے ماتحت معلوم ہوتا ہے کہ عالم کباب نے پیدا ہونا ہے یعنی مسیحی قوموں میں سے جو لوگ مسلمان ہوں گے ان میں فیضان محمدی اور تعلق روحانی مسیح موعود سے اللہ تعالی کس عظیم الشان انسان کو پیدا کرے گا یہاں بھی وہی غلطی لگی جو پہلے لگی تھی۔ (پیغام صلح لاہور ۲ جولائی ۱۹۲۳ء ص ۳۔۴)

ناظرین کرام! یہ ہے ان دونوں احمدی بزرگوں کا فلسفہ تحقیقات جس پر جماعت احمدیہ جتنا بھی ناز کرے بجا ہے۔ یہ فلسفہ کیسی عجیب وغریب علمی تحقیقات پر مبنی ہے جو ان دونوں حضرات نے پبلک کے سامنے پیش کی ہے اور کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ جماعت احمدیہ ان دونوں صاحبوں کے تبحر علمی پر فخر کرتی ہے۔ سچ ہے:

آ گیا داغ اس کے دل میں یہ غرور
شکل ہے دنیا میں لاثانی میری

(ہفت روزہ اہل حدیث ۷ مئی ۱۹۴۳ء مطابق یکم جمادی الاول ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۱۹ ص ۴۔۵)

<u>پٹی میں تو مبلغ موجود ہے</u>

جناب منشی محمد عبداللہ معمار لکھتے ہیں: الفضل قادیان میں موضع پٹی ضلع لاہور کے لئے ایک دیوانہ وار تبلیغ کرنے والے احمدی مبلغ کی ضرورت کا اشتہار نکلا ہے۔ ہمارے خیال میں پٹی میں کسی تنخواہ دار مبلغ کی ضرورت نہیں۔ وہاں تو احمدیت کا ایک بہت بڑا مبلغ پہلے سے موجود ہے یعنی جناب مرزا سلطان محمد صاحب

ناکح محترم محمدی بیگم منکوحہ آسمانی۔ وہ بفضل خدا فارغ البال بھی ہیں کیوں نہ انہی سے کام لیا جائے۔
(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ مئی ۱۹۴۳ء مطابق یکم جمادی الاول ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۱۹ ص ۶)

مرزا صاحب اپنے مقصد میں ناکام گئے

قادیان سے اس کی تصدیق

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ ناممکن ہے کہ ملک میں کوئی حرکت ہو، اور قادیانی جماعت اس میں اپنی تبلیغی شرکت نہ کرے۔ بلاخوف لائمۃ لائم ہم قادیانیوں کی اس جرأت کی داد دیتے ہیں کہ وہ کسی اچھے موقع محل کو ضائع نہیں جانے دیتی۔ مسلمانوں کو عموماً اور جماعت اہل حدیث کو خصوصاً چاہیے کہ ان لوگوں سے سبق حاصل کر کے غفلت کو چھوڑ دیں۔

دیکھئے پچھلے دنوں دہلی میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس ہوا اس موقع پر قادیانی جماعت کی طرف سے ایک تبلیغی ٹریکٹ شائع کیا گیا جس میں مسلمانوں کو مرزا صاحب کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے کی دعوت دی گئی مگر قدرت کے اسرار نہایت دقیق ہوتے ہیں جن کو سمجھنا راسخین فی العلم ہی کا کام ہے۔ ٹریکٹ مذکور کی تمہید میں لکھا ہے:

> آپ پر واضح ہو کہ آپ کی جدو جہد کا مرکزی نقطہ مسلمانان ہند ہیں اس لحاظ سے یہ مقصد محدود ہے اور اسکا دائرہ ایک ملک کے بسنے والے مسلمانوں تک منحصر ہے اور حالت یہ ہے کہ اس وقت دنیا بھر کے مسلمان اپنے مذہبی سیاسی تمدنی اور اقتصادی انحطاط کے پیش نظر بہت بڑے انقلاب کے محتاج ہیں جو تنزل و ادبار اس وقت جمہور مسلمانوں پر حاوی ہے اس کی گذشتہ تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔ سلطنتیں مضمحل ہو رہی ہیں کچھ قومیں تو اسلام سے اس قدر دور جا چکی ہیں کہ انہیں اسلام سے محض نام کا رشتہ رہ گیا ہے اور کچھ حکومتیں غیر مسلموں کے زیر سایہ زندگی گذار رہی ہیں۔ امراء کی حالت آپ سے مخفی نہیں۔ اور علماء جو درحقیقت دین کے علم بردار ہوتے ہیں ان کے اطوار میں نمایاں تغیر ہو چکا ہے وہ دوسروں کی اصلاح کرنے کی بجائے خود اصلاح کے

محتاج ہیں ۔ ذی ثروت اشخاص کی زندگی تعیش اورلہوو لعب میں گذر رہی ہے۔مسلم قوم بہ حیثیت قوم اس وقت اسلامی نظام سے یکسرمحروم ہے۔ افراد اس دینی روح اورسچے تقوی سے بے بہرہ ہو چکے ہیں جن پر مذہبی جماعتوں اور دینی سلسلوں کی بنیادیں استوار ہوا کرتی ہیں خلاصہ یہ کہ مسلمان کہلانے والے اسلام پرعمل پیرانہیں اور دین حنیف اس وقت کسمپرسی کے عالم میں ہے سچ ہے

بے کسے شددین احمد ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے درکارِ خود با دینِ احمد کار نیست

...اندریں حالات ضروری تھا کہ اللہ تعالی خودمسلمانوں کی دستگیری فرماتا اور اپنے کسی مامورکو برپا کرتا ۔ چنانچہ اس نے چودھویں صدی کے سر پر اپنے مجدد اعظم مسیح موعود ومہدی معہود حضرت میرزا غلام احمد قادیانی کوآنحضرت ﷺ کی ظلیت کاملہ کے لباس میں اپنی طرف سے مامور کرکے بھیجا تا نہ صرف ایک ملک کے مسلمانوں کو باعزت زندگی نصیب ہو بلکہ سارے ممالک کے مسلمان اوردوسرے لوگ اسلام کے اس پرچم کے نیچے جمع ہوکر ابدی نجات پائیں اور مذہبی تمدنی سیاسی اوراقتصادی مشکلات سے آزادہوں حضرت مسیح موعود (مرزاصاحب قادیانی) کہ یہ دعوت قرآن پاک کی تعلیم کے ماتحت ساری قوموں اورسارے ملکوں کیلئے ہےلیکن مسلمان اسکےاولین مخاطب ہیں۔

(الفضل قادیان ۲۵۔ اپریل ۱۹۴۳ء ص ۴)

مسلمانوں کی جس حالت کا نقشہ اس عبارت میں دکھایا گیاہے بالکل ٹھیک ہے۔ بلکہ صورت حال اس سے بھی بدتر ہے اور دن بدن بدترین ہوتی جارہی ہے۔مگر غورطلب بات یہ ہے کہ مرزا غلام احمدصاحب قادیانی کےآنے کے بعدمسلمانوں کی حالت بہتر ہوگئی یا اورزیادہ خراب ہوگئی؟

مرزا غلام احمدصاحب قادیانی کادعوی تھا کہ میں مسلمانوں کی کامل اصلاح کرنے کی غرض سے آیاہوں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

میرےآنے کے دومقصد ہیں۔مسلمانوں کیلئے یہ کہ اصل تقوی اورطہارت

پر فائز ہو جائیں وہ ایسے سچے مسلمان ہوں جو مسلمان کے مفہوم میں اللہ تعالی چاہتا ہے اور عیسا ئیوں کے لئے کسر صلیب ہو اور ان کا مصنوعی خدا نظر نہ آوے اور دنیا اسکو بھول جاوے اور خدائے واحد کی عبادت ہو۔

(الحکم قادیان ۱۷ جولائی ۱۹۰۵ء ص ۱۰)

قادیانی دوستو! اپنے اس ٹریکٹ کی روشنی میں مسلمانوں کا حال زار دیکھ کر تم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے حق میں کیا رائے قائم کرو گے؟ کیا وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر گئے یا ناکام گئے ؟

آپ ہی اپنے ذرا فعل عبث کو دیکھیں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۴ مئی ۱۹۴۳ء مطابق ۸ جمادی الاول ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۲۰ ص ۳۔۴)

قادیانی سوال کا جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

الفضل قادیان ۲۳۔ اپریل کے افتتاحیہ کی بنیاد پر سوال کیا ہے:

کیا ملہم کو الہام سمجھنے میں غلطی لگ سکتی ہے؟

یہ سوال اس روایت کی بنا پر کیا گیا جس میں ذکر ہے کہ جب آنحضرت ﷺ عبداللہ بن ابی منافق کا جنازہ پڑھنے لگے، تو حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا کہ حضور! خدا تعالی نے آپ کو منافقوں کا جنازہ پڑھنے سے منع کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خدا نے مجھے اختیار دے کر فرمایا ہے کہ اگر ستر دفعہ بھی استغفار کرو گے تو بھی میں ان کو نہیں بخشوں گا لیکن میں (پیغمبر) ان کے حق میں از راہ شفقت ستر دفعہ سے زیادہ بخشش مانگوں گا۔

اس روایت کی بنا پر الفضل ہم سے پوچھتا ہے کہ اس میں حضرت عمرؓ کی غلطی تھی یا آنحضرت ﷺ کو وحی الہی سمجھنے میں غلطی لگی؟

ہم الفضل کی اصل غرض کو سمجھ کر جواب دیتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو وحی کا

مفہوم سمجھنے میں غلطی نہیں لگی ،البتہ حضرت عمرؓ کے فہم میں غلطی واقع ہوئی ۔ اسی لئے دوسری آیت میں صاف لفظوں میں لا تصلّ علی احدٍ منھم کہہ کر منع فرمایا۔رہا نسخ کا سوال سو یہ بھی وارد نہیں ہوتا کیونکہ نسخ کا محل جملہ انشائیہ ہوتا ہے خبر یہ نہیں فاندفع ما اورد

ناظرین اب الفضل کی اصل غرض سنئیے ۔مرزا صاحب قادیانی نے کئی ایک الہامات بالفاظ وحی شائع کئے۔ جب واقعات نے ان کی تکذیب کی ،تو کہہ دیا کہ الہام کا مفہوم سمجھنے میں میرے فہم کی غلطی ہے ۔حالانکہ جس حصہ کو آپ فہم کی غلطی کہتے تھے وہ یا تو الہامی الفاظ ہوتے تھے یا الہامی الفاظ کا مقتضی ۔زمانہ دراز کے واقعات کو چھوڑیئے ، ہم زمانہ قریب کا ایک واقعہ پیش کرتے ہیں ۔ناظرین غور سے سنیں :

۱۸۹۳ء میں بمقام امرتسر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی کے درمیان مسئلہ الوہیت مسیح پر مناظرہ ہوا۔اس مناظرہ کے اخیر میں مرزا صاحب قادیانی نے پیش گوئی کی کہ عیسائی مناظر جو مسیح کو خدا مانتا ہے، وہ ۱۵ مہینے کے اندر ہاویہ میں گرایا جائے گا۔

ہاویہ میں گرنے کے لئے موت مقتضی میں داخل ہے کیونکہ علم اصول کی اصطلاح میں موت کا ذکر اقتضاء النص سے مفہوم ہوتا ہے ۔ چنانچہ سورۃ تبت میں اس کی مثال ملتی ہے ارشاد ہے

سیصلی نا راً ۔(ابو لہب) مرنے کے بعد جہنم میں داخل ہوگا ،

حالانکہ مرنے کا لفظ آیت میں نہیں ہے مگر مراد یہی ہے ۔اسی اصول سے مرزا صاحب قادیانی نے بھی ہاویہ کی تشریح میں بسزائے موت کا لفظ بڑھا کر یوں لکھا:

> وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں ۔
>
> (جنگ مقدس ۔آخری ورق)

جب اس مدت میں ڈپٹی عبداللہ آتھم پر موت وارد نہ ہوئی ،تو مرزا صاحب قادیانی نے اپنے حواریوں کے مشورہ سے بات یوں بنائی کہ موت کا لفظ الہام میں نہیں تھا، بلکہ میرا فہم تھا اور ہاویہ (جہنم) میں پڑنے سے مراد یہ ہے کہ ڈپٹی عبداللہ

آتھم جو امرتسر میں اکیلا رہتا تھا پیش گوئی کی ہیبت سے امرتسر چھوڑ کر اپنی لڑکی کے پاس فیروز پور چلا گیا (جہاں وہ بیاہی ہوئی تھی)

ناظرین یہ ہے مدعیان وحی و الہام کی کوشش اور یہ ہے ان کے الہاموں کا انجام۔ جو پہلے تو بڑی جرأت سے صریح الہام پیش کرتے ہیں جب پورا نہیں ہوتا تو ندامت مٹانے کو دوراز کار تاویلیں کرتے ہیں۔ سچ ہے

لو ان صدور الفعل یبدون للفتی
کاعقابه لم تلفه یتندموا

دوسرا فقرہ۔ اہل حدیث امرتسر ۲۳۔ اپریل ۱۹۴۳ء میں لکھا گیا تھا کہ مرزا نے اپنے لیکچر سیالکوٹ میں اعلان کیا ہوا ہے کہ:

ہمارا زمانہ صلاحیت کا ہے۔

اس پر ہم نے سوال کیا تھا کہ پھر دنیا میں یہ بدکاری اور بداعمالی کیوں ہے؟

الفضل قادیان ۱۱ مئی ۱۹۴۳ء اس کا جواب دیتا ہے کہ صلاحیت کا یہ کام تین سو سال میں ہو جائے گا۔ مرزا صاحب نے اتنی ہی مدت لکھی ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ ایسا کہنا بالکل غلط اور دفع الوقتی ہے کیونکہ مرزا صاحب نے دنیا کی عمر کے چھٹے ہزار کو گمراہی کا زمانہ بتا کر صاف لکھا ہے کہ:

ساتواں ہزار ہدایت ہے جس میں ہم موجود ہیں۔ (لیکچر سیالکوٹ ص ۷)

اسی صاف تصریح کو تین سو سال پر ڈال دینا دفع الوقتی نہیں تو کیا ہے؟

سنئے آپ لوگوں کا دعوی ہے کہ مرزا صاحب قادیانی منہاج نبوت کے مطابق آئے ہیں۔ یہ دعوی غلط ہے کیونکہ منہاج نبوت تو یہ ہے کہ نبی کی زندگی میں رشد و ہدایت اعلی پیمانہ پر ہوتی ہے، اس کے بعد تنزل شروع ہو جاتا ہے۔ حدیث کے الفاظ میں جملہ ثم یفشوا الکذب ہمارے دعوی کی تائید کرتا ہے۔ خدا نے ہمارے نبی ﷺ کو سراجاً منیراً کا لقب دیا ہے۔ یہ بدیہی بات ہے کہ چراغ کے پاس روشنی زیادہ ہوتی ہے اور دور کی روشنی کم ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ بالکل فنا ہو جاتی ہے۔ مرزا صاحب قادیانی کا دعوی تھا کہ میں بروز محمد، بلکہ خود محمد ہوں ملاحظہ ہو تریاق القلوب کلاں صفحہ ۱۰۱ پر ان کا یہ شعر

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

اس لحاظ سے ضروری تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زندگی میں ہدایت کی روشنی اتنی تیز ہوتی جتنی کہ حیات محمدی ﷺ میں تھی۔ لیکن ہوا کیا ؟

آج ہر طرف سے اسلام اور اہل اسلام پر مرثیئے پڑھے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے

گر مسلمانی ہمیں است کہ ایشاں دارند
وائے گر پس امروز بود فردائے

ہمارا سوال الفضل سے

ہمیں امید نہیں کہ الفضل ہمارا جواب دے، تا ہم پبلک کی آ گاہی کیلئے ہم سوال پیش کرتے ہیں جو زیادہ مشکل بھی نہیں۔

سوال یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کسی تصنیف میں کسی سائل کے جواب میں ایک فقرہ لکھا ہے جو یہ ہے:

نمازیں اپنے گھروں میں پڑھا کرو عنقریب یہ سب مسجدیں تمہیں مل جائیں گی

کیا یہ واقعہ ظہور پذیر ہو چکا ہے یا ہونے والا ہے۔

ہم سے پوچھو تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اس وعدہ کو مرزا غالب کے اس شعر کا مصداق جانتے ہیں

تیرے وعدے پر جئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۱ مئی ۱۹۴۳ء مطابق ۱۵ جمادی الاول ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۲۱ ص ۴۔۵)

قادیانی مسیح کی صداقت کا ثبوت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۵ مئی ۱۹۴۳ء میں ایک مضمون نکلا ہے جس میں

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی صداقت کا ثبوت کئی وجوہ سے دیا ہے۔ اس مضمون کو پڑھ کر سورہ عنکبوت ہمیں یاد آ گئی جس میں ذکر ہے

کمثل العنکبوت اتّخذت بیتاً و انّ او ھن البیو ت لبیت العنکبو ت۔(العنکبو ت :٤١)

ارشاد ہے مکڑی اپنا گھر بنا کر سمجھتی ہے کہ میں پناہ میں ہوں حالانکہ سب سے کمزور گھر مکڑی کا ہوتا ہے۔

یہی کیفیت مسیح قادیانی کی ہے مگر ہم ان کے اتباع کی ہمت کی داد دیتے ہیں کہ وہ ایک ریت کی دیور کو مضبوط کرنے کی کوشش کرتے ہیں مضمون مذکور کے دو حصے ہیں۔

ا۔ مریدان مرزا صاحب قادیانی کی قربانیاں یعنی باوجود تکلیف اور مصائب شاقہ کے انہوں نے احمدیت کو نہیں چھوڑا۔

۲،۔ مرزا صاحب قادیانی کے زمانہ میں شیطان کی آخری جنگ تھی جو ہو چکی۔

پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ احمدیوں میں مرزائیوں کو جو تکلیفیں ہوئی ہیں وہ بہائیوں کی تکالیف سے بہت ہی کم ہیں۔ خود قادیانیوں کی اپنی ہی شہادت ہے کہ ہزاروں بہائی اپنے مخالفوں کے ہاتھوں سے قتل ہوئے (کتاب تحریک بہائیت)

دوسری تکالیف ان کے علاوہ ہیں۔ پھر کیا بہائیوں کا حال اس دلیل پر نقض اجمالی نہیں ہے۔ بے شک ہے اس کا جواب دینا مضمون نگار کا فرض ہے۔

دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ بے شک مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے لکھا ہے کہ میرے زمانے میں شیطان کی آخری جنگ ہے لیکن آپ کی ساری عبارت دیکھنے سے حقیقت حال معلوم ہو سکتی ہے جو یہ ہے:

> شیطان نے خدا تعالی سے مہلت چاہی اور اس کو دی گئی۔ اسی وقت بہ سبب اس کے کسی نبی نے اس کو قتل نہ کیا۔ اس کے قتل کا وقت ایک ہی مقرر تھا کہ وہ مسیح موعود کے ہاتھ سے قتل ہو۔ اب تک وہ ڈاکوؤں کی طرح پھرتا رہا لیکن اب اس کی ہلاکت کا وقت آ گیا ہے۔ اب تک اخیار کی قلت اور اشرار کی کثرت تھی لیکن شیطان ہلاک ہوگا اور اخیار کی کثرت ہوگی اور اشرار چوہڑے چماروں کی طرح ذلیل بطور نمونہ کے باقی رہ جائیں گے۔

(منظور الٰہی) (ملفوظات احمدیہ جلد دوم۔ص ۳۱۷)

مرزا غلام احمد صاحب نے شیطان کو اپنے ہاتھوں قتل کر کے جو نتیجہ بتایا ہے وہ صحیح ہے ؟ نتیجہ یہ ہے کہ اشرار ذلیل وخوار یعنی کمیت اور کیفیت میں ان کی کوئی قدر نہ ہوگی۔ہم پوچھتے ہیں کہ کیا ایسا ہوگیا ؟

سب سے بڑے شریر اس وقت بقول مرزا غلام احمد صاحب ، یاجوج ماجوج ہیں۔کیا وہ ذلیل ہوگئے ؟

دوسرے درجے پر انبیاء کے مخالف ہیں۔کیا وہ ذلیل ہوگئے ؟

تیسرے درجے پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مخالف ہیں جن کے حق میں مرزا صاحب کا یہ عربی شعر ہے

ان العدی صاروا خنازیر الغلا
ازواجهم من دونهن الاكلب

(میرے دشمن جنگلوں کے سور ہیں ان کی بیویاں کتیوں سے بدتر ہیں)

کیا واقعہ میں ایسا ہوگیا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے مخالف چوہیڑے چماروں کی طرح ذلیل ہوگئے ہوں۔

یہ خواب کی باتیں ہیں جن کے حق میں کہنا بجا ہے
سپنے اندر راجہ بھئیو جاگت بھئیو نگال

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ مئی ۱۹۴۳ء مطابق ۲۲ جمادی الاول ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۲۲ ص ۵)

قادیانی اور لاہوری جماعتوں میں مباحثہ

پھر دوبارہ عشق کا دل میں اثر پیدا ہوا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد قادیانی کے اتباع کی کئی ایک جماعتیں ہیں مگر مشہور دو ہیں قادیانی لاہوری۔ان میں چند مسائل کے متعلق مدت سے اختلاف چلا آتا ہے۔سب سے بڑا اختلافی مسئلہ جو مدار کل ہے وہ نبوت مرزا کا مسئلہ ہے۔

اس مسئلہ اوراس کے فروعات کے متعلق ان دونوں جماعتوں میں تحریری اورتقریری رنگ میں عرصہ سے چھیڑ چھاڑ جاری ہے۔اس کے باوجودکبھی کبھی ان کو فیصلہ کن مناظرہ کا شوق بھی پیدا ہو جاتا ہے۔مگرتعجب ہے کہ اس شوق پرکیا چیز غالب آجاتی ہے کہ آخرکار یہ شوق دب جاتا ہے۔

اس مباحثہ کے متعلق گزشتہ تحریکات قابل ذکرنہیں ہیں، حال ہی میں جو تحریک پیدا ہوئی ہے وہ عجیب تر ہے ۔خلیفہ قادیان (مرزامحموداحمد) نے مولوی محمد علی صاحب لاہوری کواس شرط پرمباحثہ کی منظوری دی کہ:

میں (خلیفہ قادیان) مدعی ہونگا۔ پہلا پرچہ میرا ہوگا۔

دوسرا پرچہ محمد علی کا بحیثیت فریق ثانی۔

تیسرا پرچہ پھرمیرااور بحث ختم۔

جہاں تک قادیانی لٹریچراور واقعات کا ہمیں علم ہے خلیفہ قادیان(مرزامحموداحمد)ایسا کہنے میں اپنے باپ قادیانی مسیح کے متبع ہیں۔

۱۹۰۲ء میں جب انہوں نے مجھے تحقیق حق کیلئے قادیان پہنچنے کی دعوت دی اور میں جاپہنچااورپہنچ کراطلاع دی کہ میں آگیا ہوں تشریف لا یئے۔

مرزا غلام احمد صاحب نے جواب دیا کہ تم اپنے سوالات دوتین سطروں میں لکھ کر دے دو۔میں اس کے جواب میں تین گھنٹے تقریرکرونگا، ہرگھنٹہ کے بعد تم سے پوچھا جائے گا کہ کیا تمہاری تسلی ہوگئی؟ تم جواب میں صرف دوتین سطریں لکھ کر دے دینا، منہ سے نہ بولنا۔ بلکہ یہ بھی فرمایا کہ تمہارے منہ میں لگام دے کرتم کو صم بکم بٹھایاجائے گا

میں نے کہا واہ! سلطان القلم تیرے کیا کہنے۔

اللہ رے ایسے حسن پہ یہ بے نیازیاں
بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں

اس قسم کی شرائط ماننے کے قابل نہیں ہوتیں ۔ اسی لئے مولوی محمد علی لاہوری نے خلیفہ صاحب (مرزامحموداحمد) کی پیش کردہ شرائط کومنظورنہیں کیا۔

ہم بحیثیت غیر جانبدار ہونے کے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا کہنا بالکل بجا ہے کہ

آپ ہردوفریق کیلئے مرزا صاحب قادیانی کا طریق عمل اسوہ حسنہ ہے۔ پس جس طرح مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ۱۸۹۳ء میں بمقام امرتسر عیسائیوں سے مناظرہ کیا تھا اسی طرح آپ بھی کیجئے۔

یہ مناظرہ دو ہفتے تک بلا ناغہ جاری رہا تھا۔ آپ دو ہفتے نہیں کرنا چاہتے تو ایک ہفتہ ہی سہی، بلکہ اس سے بھی کم مدت کافی ہے مگر طریق عمل وہی ہو جو مرزا صاحب قادیانی اور عیسائیوں نے اختیار کیا تھا۔

یہ صورت ایسی ہے کہ فریقین میں سے کسی فریق کو اس سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ جائز بھی نہیں۔ جو فریق اس سے انکار کرے اس کے متعلق سمجھا جائے گا کہ وہ اپنے اندر ضعف پاتا ہے یا پکا احمدی نہیں ہے۔

ہمارا تجربہ یہ ہے کہ قادیانی جماعت اس سے انکار کرے گی کیونکہ وہ اس سے پہلے ہمارے مقابلہ میں انکار کرچکی ہے۔

ہم نے آواز اٹھائی تھی کہ مرزا غلام احمد صاحب متوفی قابل مصنف نہ تھے۔ احمدی جماعت چاہے تو اس مضمون پر ہمارے ساتھ مباحثہ کرکے آزمالے۔

قادیان سے اس چیلنج کی منظوری قریب قریب اسی طرح کی آئی جس طرح کی خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے مولوی محمد علی لاہوری کو دی تھی۔ اس پر ہم نے لکھا کہ ہمارا مباحثہ مرزا صاحب کے مباحثہ کی طرح نہ ہونا چاہیے۔ یہ سن کر انکار نہیں بلکہ فرار کرگئے۔ ایسا کیوں کیا محض اپنے ضعف کی وجہ سے اسی طرح قادیانی اور لاہوری مباحثہ کا وقوع پذیر ہونا مشکل ہے۔

ہماری درخواست:

چونکہ یہ مباحثہ (اگر ہوا) باتباع مرزا امرتسر میں ہوگا یا ہونا چاہیے، اس لئے ہم اپنی خدمات بلاطلب پیش کرتے ہیں۔

بڑی خدمت ہماری طرف سے یہ ہوگی کہ مسئلہ متنازعہ کے متعلق جو فریق ہم سے از قسم معلومات مدد طلب کرے گا ہم اس سے دریغ نہیں کریں گے چاہے کوئی فریق ہو۔

اسکے علاوہ آرام وآسائش کے متلعلق جو کچھ ہم سے بن پڑے گا ہم مہمانوں کی خدمت کریں گے کیونکہ ہمارا دلی مقصود ہے کہ ان دونوں فریقوں میں اختلاف رفع

ہو جائے اور وہ دونوں مل کر ایک محاذ بنا کر سامنے آ جائیں۔

اس خدمت کے صلہ میں ہم یہ درخواست کریں گے کہ آپ دونوں فریق ہمارے سامنے صنفی صورت چھوڑ کر نوعی شکل اختیار کر کے بیٹھ جائیں۔ ہمارے ساتھ اسی طریق سے گفتگو کریں جس طریق سے آپ دونوں فریق نے آپس کی ہوگی۔ ہماری گفتگو کا موضوع ہوگا: مرزا صاحب اپنے دعوی میں سچے نہ تھے۔

ناظرین کرام! ان دونوں فریقوں کا جھگڑا اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ ایک فریق کسی دوسرے فریق کے غم اور مصیبت میں تعزیت تک کرنے کا روادار نہیں۔ یہاں تک کہ اگر ایک فریق کا کوئی بڑا آدمی مر جاتا ہے تو دوسرا فریق اس کی موت کی خبر تک شائع نہیں کرتا۔ اس کی تازہ مثال ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی موت ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف جماعت میں ایک ممتاز رکن اور بڑی شخصیت کے مالک تھے۔ قادیانی اخباروں نے بہت عرصے کے بعد ان کا ذکر ناپسندیدہ الفاظ میں کیا۔ تعجب نہیں کہ ڈاکٹر صاحب عالم ارواح میں یہ خبر سن کر کہتے ہوں

میرے مرنے کی خبر سن کر پہلے تو وہ چپ رہے
پھر کہا تو یہ کہا منہ پھیر کر اچھا ہوا

باوجود اس اختلاف کے ہر دو فریق مرزا غلام احمد کے دعوی کی صداقت پر متفق ہیں۔ گو دعوی کی تشریح اپنے اپنے رنگ میں کرتے ہیں۔ اس لئے ان کی مثال شیعہ سنی کی سی ہے۔ باوجود اختلاف شدید کے دونوں گروہ صداقت محمد یہ کے قائل ہیں۔ اگر کوئی ایسا وقت آ جائے کہ کسی مخالف اسلام کی طرف سے چیلنج دیا جائے کہ مسلمان میرے ساتھ نبوت محمد یہ پر بحث کر لیں، تو کیا اس وقت ان دونوں فریقوں (شیعہ سنی) کا فرض نہ ہوگا کہ وہ اپنا باہمی اختلاف چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوں کیونکہ نبوت محمد یہ کا ثبوت دینا دونوں کا فرض ہے (جیسا کہ ۱۹۰۴ء میں نگینہ ضلع بجنور میں مسلمانان نگینہ، شیعہ سنی، نے کیا تھا) اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو دعوی ایمان میں جھوٹے ٹھہرینگے۔ مرزائیو!

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز
کاں سوختہ را جان شد و آ واز نیاید

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴ جون ۱۹۴۳ء مطابق ۲۹ جمادی الاول ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۲۳ ص ۳۔۵)

مرزا صاحب یقیناً ناکام گئے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

انبیاء کرام جس بات کی خبر دیتے تھے وہ بحکم الٰہی پوری ہو جاتی تھی۔ کیوں؟ اس لئے کہ مولانا رومی بتاتا ہے:

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

مرزا غلام احمد قادیانی کی پیش گوئیاں جب غلط ثابت کی جاتی ہیں تو ان کے مریدین ایسا جواب دیتے ہیں جس سے علم و تقدیر الٰہی پر دھبہ لگتا ہے۔

۱۔ جب پوچھا جاتا ہے کہ منکوحہ آسمانی سے مرزا صاحب قادیانی کا نکاح کیوں نہیں ہوا، تو جواب ملتا ہے کہ جب اس کا خاوند مرا ہی نہیں تو نکاح کیسے ہوتا (مولوی اللہ دتا) (مرنا بھی تو ضروری نہ تھا وہ مطلقہ بھی تو ہو سکتی تھی، اور مرزا کی عمر بھی ۱۹۴۹ تک بڑھائی جا سکتی تھی کہ سلطان محمد کے مرنے کے بعد وہ اس کی بیوہ سے شادی کر لیتے۔ بہاء)،

۲۔ اگر سوال ہوتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے مسیح موعود ہو کر حج نہیں کیا حالانکہ حدیث شریف میں مسیح موعود کے حج کرنے کا ذکر آیا ہے۔ تو جواب ملتا ہے کے مرزا صاحب قادیانی کے حق میں راستے کا امن نہیں تھا۔

۳۔ اگر سوال ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کہا تھا کہ میرا خاص مقصد مسلمانوں کو اعلیٰ درجے کا متقی بنانا ہے، کیا سب مسلمان متقی ہو گئے (مفصل دراہل حدیث ۱۴ مئی سال رواں)

اس سوال کا جواب بھی الفضل قادیان اسی اصول پر دیتا ہے جس پر مذکورہ بالا دو جواب مبنی ہیں۔ معاصر کے الفاظ یہ ہیں:

> مولوی ثناء اللہ کو اتنا تو سوچنا چاہیے کہ جو لوگ آپ (مرزا قادیانی) پر ایمان ہی نہیں لاتے اور آپ کے زمرہ متبعین میں شامل ہی نہیں ہوتے ان کی اصلاح ہو تو کیسے۔

جو بیمار طبیب کا بتایا ہوا نسخہ استعمال ہی نہ کرے اور اس کی ہدایات پر کار بند ہی نہ ہو، وہ اگر صحت یاب نہ ہو، تو طبیب کی قابلیت پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ہر عقل مند جس کو تعصب نہ اندھا نہ کر دیا ہو، یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ جو لوگ ان کے معتقد ہی نہیں ان کی اصلاح کیسے ہو سکتی ہے۔

(الفضل قادیان ۲۵ مئی ۱۹۴۳ء ص ۴)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: مجیب نے ہمارا سوال سمجھا ہی نہیں یا سمجھ کر دانستہ طرح دی ہے۔

سنئیے! ہمارا سوال مرزا صاحب قادیانی کے الہام اور اخبار پر تھا کیونکہ خدا تعالی کا الہام و اخبار صحیح واقعات پر مبنی ہوتا ہے مثلاً ارشاد ہوا تھا

۱۔ سیھزم الجمع و یولون الدبر۔(القمر:۴۵)۔

(مخالف لشکروں کو شکست ہوگی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے)

۲۔ و ھم من بعد غلبھم سیغلبون ۔ فی بضع سنین ۔(الروم:۳۔۴)

(رومی مغلوب ہونیکے بعد چند سالوں میں غالب آ جائیں گے)

علم الہی ہمیشہ سچا ہوتا ہے اگر اطلاع خداوندی میں کوئی رکاوٹ ہو، تو قدرت اس کو اٹھا دیتی ہے۔ بنی اسرائیل پر فرعون کے مظالم کا ذکر کر کے فرمایا

و نرید ان نمنّ علی الّذین استضعِفوا فی الارض و نجعلھم آئمّة و نجعلھم الوارثین ۔(القصص:۵) (ہم چاہتے تھے کہ کمزوروں پر احسان کریں اور ان کو لوگوں کا پیشوا اور زمین کا وارث بنا دیں)

ان آیات کی روشنی میں یہ اصول بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ خدا کے سچے ملہموں کی بتائی ہوئی خبریں کسی مانع کے منع کرنے، یا دشمن کے مزاحمت کرنے سے رک نہیں سکتیں۔ اس اصول کو ملحوظ رکھ کر الفضل کا عملہ اور دوسرے قادیانی و لاہوری ارکان مرزا صاحب قادیانی کا مندرجہ ذیل اعلان غور سے پڑھیں۔ آپ فرماتے ہیں:

میرا کام جس کے لئے میں اس میدان میں کھڑا ہوں، یہی ہے کہ میں عیسی پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور بجائے تثلیث کے توحید کو پھیلاؤں اور آنحضرت ﷺ کی جلالت اور عظمت اور شان دنیا پر ظاہر کروں۔

پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں۔ (اخبار بدر قادیان ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء)

مرزا جی کے مریدو! خدا کے سچے کلام قرآن مجید کی سنو! ارشاد ہے:

فلا تحسبنّ الله مخلف وعده رسله۔ ان الله عزیز ذو انتقام

۔(ابراہیم: ۴۸) (خدا کو اپنے پیغمبروں سے وعدہ خلافی کرنے والا ہرگز گمان نہ کرنا)

اس آیت کریمہ میں تین الفاظ تحسبنّ موکد بنون ثقیلہ، عزیز، اور ذوانتقام، قابل غور ہیں۔ پس جو شخص اللہ کے کلام پر ایمان رکھ کر خدائی وعدوں کو متخلف جانے، اس نے گویا خدا کو اس شعر کا مصداق سمجھا جو کسی شاعر نے اپنے محبوب کو مخاطب کر کے کہا ہے:

کیونکر مجھے باور ہو کہ ایفا ہی کرو گے
کیا وعدہ تمہیں کر کے مکرنا نہیں آتا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱ جون ۱۹۴۳ء مطابق ۷ جمادی الآخر ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۲۴ ص ۵۔۶)

نا قابل مصنف

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

عرصہ ہوا ہم نے اتباع مرزا کو چیلنج کیا تھا کہ ہم اپنی تحقیق کی بنا پر مرزا غلام احمد صاحب کو فن تصنیف میں نا قابل مصنف سمجھتے ہیں۔ آپ لوگ اگر اس کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں، تو اس مضمون پر ہمارے ساتھ مباحثہ کر لیجئے۔ بحث اسی طریق پر ہو گی جس طریق پر مرزا صاحب قادیانی کی عیسائیوں کے ساتھ امرتسر میں ہوئی تھی۔

اس چیلنج کو اس شرط کے ساتھ نہ قادیانیوں نے منظور کیا، نہ لاہوریوں نے ۔لاہوری تو بالکل ہی چپ سادھ گئے ملاحظہ ہو اہل حدیث امرتسر ۲۷ فروری، ۳۔ اپریل، ۲۹ مئی، ۲۴ جولائی، ۲۸۔ اگست، ۱۳۰ اکتوبر، ۲۰ نومبر، ۱۸ دسمبر ۱۹۴۲ء نیز اہل حدیث ۲۲ جنوری ۱۹۴۳ء۔

چونکہ ہماری تحقیق علم کلام اور علم منطق کے اصول پر مبنی تھی اسلئے ہم نے

بغرض افادہ عام اس مضمون کو رسالے کی شکل میں جمع کر دیا جس کی کاپیاں مطبع میں جا چکی ہیں۔ اس ہفتے یا اس سے اگلے ہفتے یہ رسالہ شائع ہو جائے گا۔انشاء اللہ۔

اس رسالہ میں ہم نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے استدلالات کو جانچا ہے جو انہوں نے مخالفین کے سامنے پیش کئے ہیں ۔ خاص کر براہین احمدیہ جو آپ کی مایہ ناز کتاب ہے ۔علم کلام کی حیثیت سے ہم نے تصنیفات مرزا میں سے تین کتابوں کا انتخاب کیا ہے۔

اول: براہین احمدیہ۔ دوم: آئینہ کمالات اسلام ۔سوم: چشمہ معرفت۔

ان تینوں کتابوں میں سے مرزا صاحب قادیانی کے عقلی دلائل پر نظر کی ہے اور کمال دیانت اور علمی ترازو سے جانچ کر ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب قابل مصنف نہ تھے اسلئے اس کتاب کا نام بھی یہی تجویز ہوا: نا قابل مصنف (مرزا)

مرزا غلام احمد صاحب کے جن استدلالات پر ہم نے تعاقب کیا ہے ان میں سے ایک استدلال آج یہاں نقل کرتے ہیں کیونکہ پیغام صلح لاہور نے حال ہی میں مرزا صاحب قادیانی کے طریق استدلال (دلیل) پر بڑے فخر سے مضمون لکھا ہے۔

ناظرین کو یہ بتا دیا مناسب ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے براہین احمدیہ میں اس مضمون پر بڑا زور دیا ہے کہ عقل انسان کو خدا کی ہستی کا یقین نہیں کرا سکتی ،صرف امکان بتا سکتی ہے ۔ یقین الہام ہی سے ہوسکتا ہے پیغام صلح نے اس مضمون کو اپنے الفاظ میں ادا کیا ہے کہ :

> حضرت (مرزا قادیانی) صاحب نے اس امر کا ثبوت کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے ہم کلام ہونے سے ہی اس کی ہستی کا ثبوت ملتا ہے،ایک مثال سے واضح کیا ہے۔
>
> آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی کمرہ اندر سے بند ہو، تو عقلی طور پر یہ اس کی شہادت ہے کہ اس کمرہ کے اندر ضرور کوئی زندہ ہستی ہونی چاہیے۔ لیکن امکانی طور پر یہ بھی ممکن ہے کہ کسی وقت کوئی ہستی اندر موجود تھی، لیکن اب اس پر موت وارد ہو چکی ہے لہذا وہ ہستی تو ہے لیکن مردہ یا یہ صورت ہے کہ اتفاقی طور پر اندر سے کسی طرح چٹخنی یا کنڈی وغیرہ لگ گئی ہے اور اندر کوئی

ہستی موجود نہیں ۔

لیکن اگر باہر سے دستک دینے یا بلانے پر اندر سے یہ آواز آئے کہ انا الموجود تو یہ ایک ایسا زبردست تجربہ ہوگا جس کی بنا پر بلانے والے کو یقین ہوتا ہے کہ کوئی زندہ ہستی موجود ہے جو بذریعہ الہام یا کلام اپنی ہستی کا ثبوت دے رہی ہے۔

یہی وہ تجربہ ہے جس کو قرآن کریم نے بھی ان الفاظ میں پیش کیا ہے ادعونی استجب لکم یعنی مجھے پکارو اور میں تمہیں جواب دونگا۔ اور تمہاری پکار قبول کرونگا اور جس کے ثبوت کے لئے حضرت صاحب نے اپنے وجود کو پیش کیا ہے۔

یہ نقشہ بھی یاد رہے کہ چونکہ اس زمانہ میں کیا دہریوں اور منکرین الہام کی طرف سے اور کیا دیگر مذاہب والوں کی طرف سے اور کیا عام مسلمانوں کی طرف سے اللہ تعالی کی صفت تکلم کا بڑی شد و مد سے انکار کیا گیا تھا، لہذا اب ضروری تھا کہ اسی شد و مد کے ساتھ اس زمانہ کا روحانی معالج اس الہام کے وجود کو پیش کرتا اور اللہ تعالی نے بھی اسی وجہ سے آپکے ساتھ بڑی کثرت سے ہم کلامی کی اور اس کی اہمیت اور ضرورت کو ہمارے دل و دماغ میں منقش کرنے کے لئے اس Phenomena کا اظہار لفظ نبی سے کر دیا لیکن ساتھ ہی وضاحت فرما دی کہ اس لفظ سے حقیقی نبوت مراد نہیں (یہ بحث آپ دونوں بھائیوں، قادیانی لاہوری میں متنازعہ ہے آپ جانیں اور وہ، ثناء اللہ)۔

(پیغام صلح لاہور۔۲ جون ۱۹۴۳ء ص ۱)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ہم نے اس استدلال کا ضعف رسالہ مذکور میں یوں بتایا ہے کہ یہ دلیل خاص ملہم (مخاطب الہام) کے حق میں مفید ہوسکتی ہے مگر غیر ملہموں کے حق میں یہ دلیل منقوض ہے کیونکہ غیر ملہم جو الہام پر ایمان لائیں گے تو اپنے کشف اور الہام سے نہیں لائیں گے بلکہ صاحب الہام پر حسن ظن ہونے کی وجہ سے اس کی بات کو مانیں گے جس کا ثبوت امت مسلمہ کے پہلے طبقہ میں ملتا ہے کہ صحابہ کرام جو ایمان سے مشرف ہوئے وہ

خدائی الہام پا کر نہیں ہوئے تھے بلکہ رسالت مآب پر حسن ظن رکھنے کی وجہ سے مشرف با ایمان ہوئے تھے۔ ان کا طریق استدلال یوں تھا کہ چونکہ صاحب الہام راست گو اور بڑا دیانت دار ہے اسلئے جو کچھ یہ کہتا ہے درست ہے اس کو الہام نہیں بلکہ حسن ظن کہا جاتا ہے۔

پس آپ کے مجدد صاحب نے منکرین خدا کے سامنے جو دلیل پیش کی تھی اس میں تقریب تام نہیں ہے (تقریب تام اس وصف کو کہتے ہیں کہ دلیل اپنے افراد کو جامع ہو اور غیر افراد کو مانع دخول ہو۔ یعنی نہ اس کے اپنے افراد باہر رہیں اور نہ غیر اس میں داخل ہوسکیں۔ دلیل کسی قسم کی ہو اس میں یہ وصف ہونا ضروری ہے) اور جس دلیل میں تقریب تام نہ ہو وہ ناقص ہوتی ہے۔ پس مرزا صاحب کی یہ دلیل جس کو پیغام صلح نے بڑے فخر سے نقل کیا ہے ناقابل تسلیم ہے۔ اور مرزا صاحب قادیانی ایسی دلیلیں پیش کرنیکی وجہ سے ناقابل مصنف ہیں۔
مرزا غلام احمد کی اس قسم کی بہت سی دلیلوں پر ہم نے عقلی اور نقلی اعتراضات کر کے ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب نہ صرف مسیح موعود نہ تھے بلکہ قابل مصنف بھی نہ تھے۔

نہ عارض نہ زلف دو تا جانتے ہیں
خدا جانے ہم ان کو کیا جانتے ہیں

نوٹ: رسالہ مذکور اپنی نوعیت میں پہلا رسالہ ہے جس میں خاص علم کلام اور علم منطق کے قواعد سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو ناقابل مصنف ثابت کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ خاص کر علماء وطلباء کے دیکھنے کے قابل ہے باوجود اصطلاحات علمیہ کے اس کو عام فہم اور آسان کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی تاکہ عوام اردو خوان اصحاب بھی فائدہ اٹھاسکیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸ جون ۱۹۴۳ء مطابق ۱۴ جمادی الآخر جلد ۴۰ نمبر ۲۵ ص ۴، ۵)

شیعہ، قادیانی اور علی محمد ایرانی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:
ان تینوں فرقوں میں باہم بہت کچھ اختلاف ہے مگر ایک امر میں یہ تینوں

شریک ہیں۔ وہ ہے عقیدہ امام مہدی۔ اہل سنت بھی امام مہدی کے ظہور کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ امام مہدی کی روایات کے متعلق مشہور عربی مورخ علامہ ابن خلدون کا قول ہے کہ ان میں سے کوئی روات صحت کو نہیں پہنچتی۔ تمام روایات ضعیف ہیں۔

آج کی صحبت میں ہم اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتے کیونکہ آج ہمارا مقصود بہائی رسالہ پیامبر کو جواب دینا ہے۔ قادیانی اور بہائی دونوں متفق ہیں کہ امام مہدی ظاہر ہو چکے ہیں۔ شیعہ اصحاب امام مہدی کے منتظر ہیں۔ ہم حیران ہیں بلکہ ہر دانش مند جب بہائیوں کے دلائل پر غور کرتا ہے تو ششدر رہ جاتا ہے کہ اتنا اہم عقیدہ اور دلائل ایسے کمزور جن پر ارشاد خداوندی کمثل العنکبوت صادق آئے۔

مرزائیوں اور بہائیوں کی ایک دلیل مشترک ہے جسے دونوں گروہ اپنے اپنے امام مہدی پر لگاتے ہیں۔ قادیانی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو امام مہدی قرار دے کر اور بہائی علی محمد باب کو مہدی مان کر روایت مہدی کا مصداق ٹھہراتے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ روایت کے الفاظ پر دونوں فریق غور نہیں کرتے۔ یوں ہی ایک دوسرے کے پیچھے بھاگے جاتے ہیں۔

سنئیے روایت کے الفاظ یہ ہیں:

لو کان الایمان معلقاً عند الثریا لنا له رجل من ابناء فارس

علم نحو میں بالتصریح مذکور ہے کہ حرف شرط لو ماضی کیلئے آتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے سلمان فارسی صحابی کو ملحوظ رکھ کر اہل فارس کی ذہانت کی تعریف فرمائی تھی کہ اگر ایمان و عرفان کا علم آسمان پر بھی چلا جاتا تو اہل فارس میں سے ایک آدمی اس کو وہاں سے بھی لے آتا۔

اس رجل سے کون مراد ہے۔ ہماری تحقیق یہ ہے کہ سلمان فارسی کی ذات خاص مراد ہے مگر ہم اس امر کو زیر بحث نہیں لانا چاہتے۔ اس وقت تین گروہ (قادیانی، بہائی اور حنفیہ) ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ پہلے ان سے نپٹ لیں۔

قادیانی گروہ اس روایت کو مرزا غلام احمد صاحب پر لگاتا ہے حالانکہ مرزا صاحب نسلاً مغل تھے (تریاق القلوب تقطیع کلاں۔ ص ۱۵۸ طبع اول) اور مغل قوم ایرانی نہیں ہے بلکہ چینی ترکستان کی رہنے والی ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب نے شیخ محی الدین ابن عربی کی ایک پیش گوئی جو کسی چینی بچے کے متعلق ہے، اپنے اوپر لگائی ہوئی ہے۔ قادیانیوں کے دعوی کی تردید کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے کہ مرزا صاحب فارسی الاصل نہیں تھے۔

دوسرا گروہ حنفیہ کا ہے جنکے بعض علماء امام ابوحنیفہ کو فارسی الاصل قرار دے کر یہ روایت ان پر چسپاں کرتے ہیں حالانکہ امام موصوف عراقی تھے نہ کہ فارسی۔ چونکہ ہمارا روئے سخن آج کی صحبت میں بہائیوں سے ہے اسلئے ہم انہی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

ناظرین بہائیوں کا عقیدہ ہے کہ علی محمد (جس کو وہ باب کہتے ہیں اور جو بوجہ دعوی مہدویت حکومت ایران کے حکم سے قتل کیا گیا) چونکہ تیرھویں صدی ہجری میں مہدی ہونے کا مدعی ہوا تھا اس لئے حقیقۃً امام مہدی تھا۔

اس دعوی کے ثبوت میں بہائی رسالہ پیامبر دہلی نے جو کچھ لکھا ہے وہ قابل دید وشنید ہے۔ ہمارے خیال میں یہ تحریر ایسی ہی دل چسپ اور لذید ہے جیسی عیسائیوں کی تحریر متعلقہ الوہیت مسیح ہوا کرتی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ناظرین بھی اس لطف میں شریک ہوں جو ہم نے پایا۔ اسلئے ہم اس کا ضروری اقتباس نقل کرتے ہیں۔ ناظرین حواشی میں جوابی نوٹ ملاحظہ کریں۔ بہائی مضمون نگار لکھتا ہے:

> مسلم دنیا میں یہ امر مسلّم ہے کہ آخری زمانہ میں اہل اسلام کی ناگفتہ بہ حالت کو سدھارنے کے لئے قائم آل محمد (مہدی موعود) اور مسیح موعود کا ظہور ہوگا، اس فرصت میں ہم صرف مہدی آخرالزمان کے اسم گرامی کے متعلق ہی بحث کریں گے۔
>
> اسلامی دنیا میں آج تک بے شمار مدعیان مہدویت ومسیحیت گذر چکے ہیں ہم ان کے صدق وکذب کے متعلق بحث کرنا نہیں چاہتے کیونکہ حق بذات خود ایسی روشن ہے کہ باطل اس پر کبھی غالب نہیں آسکتا۔ اس لئے مہدی آخر الزمان کی چند خصوصیات کا اولاً ذکر کر دینا ضروری ہے جو اسلامی لٹریچر میں موجود ہیں۔
>
> پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اسکا ظہور آخری زمانہ میں ہوگا ((یہ نمبر فیصلہ کن ہے اس کا مفصل ذکر آگے آتا ہے۔ ثناء اللہ)۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ صاحب شریعت ہوگا (صاحب شریعت مستقل رسول کو کہتے ہیں، یہ ہمیں مسلّم نہیں ۔ثناءاللہ)

تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کا ظہور، ظہور مسیح سے پہلے ہوگا۔

چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ۷ سال زندگانی کرے گا۔

چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ مسیح اس کا جنازہ پڑھے ۔

ساتویں خصوصیت یہ ہے کہ مسیح اس کے تابع ہوگا۔

آٹھویں خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنا کام مسیح کے سپرد کردے گا۔

نویں خصوصیت یہ ہے کہ ظہور مسیح نویں سال ہوگا کیونکہ مدت مہدی نو سال ہے

(تیسرے اور چھٹے نمبر میں تضاد ہے۔ تیسرے میں زمانہ مہدی سات سال بتایا گیا ہے اور چھٹے میں نو سال ،اس کے بعد مسیح کا ظہور ہوگا۔ چوتھے نمبر میں کہا گیا ہے کہ مسیح موعود امام مہدی کا جنازہ پڑھے گا حالانکہ نمبر۳ کی رو سے مہدی، مسیح موعود کے ظہور سے دو سال پہلے فوت ہو چکے ہوں گے۔ پھر نمبر ۵ کی رو سے مہدی اپنا کام مسیح کے سپرد کریں گے جو ان کی وفات کے دو سال بعد ظاہر ہونگے۔ ثناءاللہ)

دسویں خصوصیت یہ کہ مسیح ۱۹ سال بعد اعلان عام کرے گا کیونکہ زمانہ مہدی ۱۹ سال ہے۔

(یہ نمبر تیسرے اور چھٹے دونوں نمبروں کے خلاف ہے۔ نمبر۳ کی رو سے مدت مہدی ۷ سال اور نمبر کی رو سے مدت ۹ سال ہے۔ثناءاللہ)

گیارھویں خصوصیت یہ کہ مہدی قتل ہوگا۔

بارھویں خصوصیت یہ کہ وہ باشندگان ایران کا ایک فرد ہے (ان دونوں نمبر کا ثبوت مدعی کے ذمے ہے۔ثناءاللہ)۔

تیرھویں خصوصیت یہ کہ علم ثریا پر چلا جائے گا تو اسکے ذریعہ ملے گا (اسکا جواب تمہیدی نوٹ میں آچکا۔ثناءاللہ)۔

چودھویں خصوصیت یہ کہ اسکا نام علی محمد ہوگا۔

(عربی زبان میں ناموں کی ترکیب اس قسم کی نہیں ہوتی کہ دو نام ملائے جائیں مثلاً محمد علی، علی

محمد اور محمد حسن وغیرہ۔ اس کے علاوہ یہ حدیث صریح کے بھی خلاف ہے کیونکہ حدیث مرفوع میں امام مہدی کے نام کے متعلق یہ الفاظ یہ ہیں

یوا طیء اسمه اسمی و اسم ابیه اسم ابی، ابوداؤد و ترمذی وغیرہ۔

یعنی حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ امام مہدی کا نام محمد بن عبد اللہ ہوگا۔ کون مسلمان ہے جو ایک تصریح نبوی کے مقابلہ میں کوئی اور بات کہے یا سنے۔ ثناء اللہ)۔

پندرھویں خصوصیت یہ ہے کہ وہ قریشی ہاشمی النسل بنی فاطمہ میں سے ہوگا۔

متذکرۃ الصدر خصوصیات مہدی موعود کو ہم نے مختصراً ذکر کیا ہے۔ سب سے بڑی خصوصیت اس کا آخری زمانہ میں ظاہر ہونا ہے۔ اس لئے ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آخری زمانہ کونسا ہے

آخری زمانہ کا تعین

نواب صدیق حسن خان صاحب اپنی کتاب حجج الکرامۃ کے صفحہ ۳۹۵ پر تیرھویں صدی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

ملاحظہ انقلاب عالم وتقلب احوال بنی آدم کہ دریں زمان آخر است شاہد عدل است برآنکہ پیش ازیں رنگ گیتی بایں عنوان نبود۔ (لوگوں کے حالات کی تبدیلی اور دنیا کا انقلاب عظیم جو اس آخری زمانہ میں مشاہدہ میں آرہا ہے اس امر پر گواہ ہے کہ دنیا کی حالت اس سے پہلے کبھی ایسی نہ تھی)۔

پس جب علمائے دین نے اپنی دینی کتب کے حساب سے آخری زمانہ کو پالیا اور وہ زمانہ تیرھویں صدی ہے تو ضرور تھا کہ اس تیرھویں صدی میں کہ آخری زمانہ ہے، امام آخرالزمان کے ظہور کا انتظار کیا جاتا۔

(نواب صدیق حسن مرحوم نے خروج مہدی کے زمانہ کے متعلق مختلف اقوال نقل کئے ہیں اور یہ بھی کہا ہے کہ تیرھویں صدی کا زمانہ پہلی صدیوں کے زمانہ سے برا تھا لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ نواب صاحب کے نزدیک خروج مہدی کا زمانہ تیرھویں صدی ہے مضمون نگار کی اپنی ایجاد ہونے کی وجہ سے غلط ہے کیونکہ نواب صاحب نے اس بحث کے اخیر میں جو فیصلہ دیا ہے وہ قابل دید وشنید ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

ایں ہمہ تواریخ مستخرجہ مکاشفاں و عاملاں حجت رائے شایند بلکہ نوع از ادعا علم الغیب ست کہ حق تعالی مستاثر

بودہ واحدے ازخلق دراں باوے شریک نیست وخطا درکشف بسیار است ۔ حجج الکرامہ ص ۳۹۵ ۔
کہ یہ سب تاریخیں قیاسات اور مکاشفات ہیں جو دلیل کا کام نہیں دے سکتے بلکہ ایسا کہنا علم غیب کا دعوی کرنا ہے جو خدا کے ساتھ مخصوص ہے اور کشف وغیرہ میں غلطی بہت واقع ہوتی ہے ۔

اس فیصلہ کے باوجود مضمون نگار کا یہ کہنا کہ اسلام کے علماء اور صوفیا نے ظہور مہدی کے لئے تیرھویں صدی مقرر کی ہے تار عنکبوت سے زیادہ کمزور ہے ۔عربی کی مثل الغریق یتشبت بالحشیش ، اپنے معنوں میں بالکل صحیح ہے جس کا ترجمہ اردو میں یہ ہے: ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ ثناء اللہ)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تاریخ ظہور او درلفظ چراغ دین ، یافرہ وبحساب جمل عدد وے یک ہزار و دوصد وشصت وہشت میشود ۔

(حجج الکرامۃ ص۳۹۴)۔

(شاہ ولی اللہ نے امام آخرالزمان کے ظہور کی تاریخ لفظ چراغ دین میں پائی ہے اور حساب جمل کی رو سے چراغ دین کے اعداد ۱۲۶۸ھ ہوتے ہیں)

لیجئے ۱۲۶۸ھ بھی تیرھویں صدی میں ہی ہے ۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ عرفاء اسلام کے نزدیک تیرھویں صدی ہی آخری زمانہ ہے ۔ ورنہ اس صدی میں آخری زمانہ کے ظہور کی خبر کے کیا معنی ۔

شاہ صاحب کے قول کے متعلق نواب صاحب کا فیصلہ بالکل صاف ہے کیونکہ آپ کو ان سب بزرگوں سے پیچھے آنے کی وجہ سے سب کے اقوال پر اپنی رائے ظاہر کرنے کا موقع ملا ۔ اسی لئے آپ مختلف اقوال کے سلسلہ میں شاہ صاحب کے قول کی چند توجیہات کر کے لکھتے ہیں کہ

این سالہا گزشت واز مہدی نشانے در عالم یافتہ نشد وایں کشف صحیح نیامد (ص۳۹۴)۔یعنی یہ تمام سال یکے بعد دیگرے گزر گئے مگر امام مہدی کا ظہور نہ ہوا۔ لہذا یہ کشف بھی صحیح ثابت نہ ہوا۔،

مختصر یہ کہ بہائی مضمون نگار نے امام مہدی کی جتنی خصوصیات بتائی ہیں ان میں بالخصوص ، قابل توجہ صرف ایک ہے یعنی آپ کا اسم مبارک محمد بن عبداللہ ہوگا ،۔ ہاں آپ کی ایک اہم خصوصیت جسکو بہائی مضمون نگار چھوڑ گیا ہے وہ مقام خروج ہے اسکے متعلق نواب صدیق حسن صاحب مرحوم لکھتے ہیں :

ابو جعفر گفتہ برآمدن او در روز شنبہ دہم محرم یوم عاشورا باشد میان کن و مقام (ص ۳۹۳)۔

یعنی امام ابو جعفرؒ فرماتے ہیں کہ امام مہدی کا ظہور عاشورہ کے دن حرم کعبہ میں ہوگا۔ یعنی آپ وہاں کھڑے ہو کر دعوی کریں گے کہ میں مہدی موعود ہوں۔

اس موضوع پر باقی بحث ہم قادیانیوں کے لئے چھوڑتے ہیں کیونکہ ان کو اس مضمون سے خاص تعلق ہے ایسا نہ ہو کہ ان کو شکایت پیدا ہو کہ اہل حدیث نے ہمارا حق بھی نہیں چھوڑا۔ ہاں اگر انہوں نے اہل حدیث کے جواب کو کافی سمجھ کر خاموشی اختیار کر لی تو اس کو یہ کہنے کا حق حاصل ہوگا کہ:

وفا کے واسطے میری تلاش ہوتی ہے
کوئی زمانے میں جب دوسرا نہیں ملتا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ جون ۱۹۴۳ء مطابق ۲۱ جمادی الآخر ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۲٦ ص ۳۔۴)

مرزا قادیانی اور استاد ذوق

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مریدوں میں ایک خاص وصف ہے کہ اپنے پیر کی مدح سرائی میں مبالغہ سے پرہیز نہیں کرتے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ جب کسی آدمی کا اعتقاد اعتدال سے گزر جائے تو پھر قابو میں نہیں رہتا۔ جب یہ لوگ ایسے شخص کو مہدی مسیح موعود نبی اور رسول یا مجدد مانتے ہیں جو کسی طرح بھی ان القاب حسنہ کا مستحق نہیں ہے پھر اس کے حق میں جو کچھ بھی کہیں ان سے بعید نہیں ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعاوی کمالات کو کسی حیثیت سے بھی دیکھیں، اپنے اندر کمال نہیں دکھاتے۔ مجددیت میں فیل، مسیحیت میں فیل، کرشنیت میں فیل، ملہمیت میں فیل۔

آخری دعوی فن تصنیف میں کمال کا تھا اس کی تنقید بھی ہم نے اپنی تصنیف جدید رسالہ ناقابل مصنف مرزا میں کر دی ہے۔

آج ہم مرزا صاحب قادیانی کی شاعری پر کچھ لکھتے ہیں۔ اگر وہ باکمال شاعر ہوتے تو ہمیں زیادہ مفید ہوتا، بہ نسبت آپ کے بے کمال ہونے کے کیونکہ شاعری اور نبوت محمدیہ دونوں متضاد مفہوم ہیں ملاحظہ ہو آیت کریمہ

ما علّمناه الشّعر و ما ينبغي له۔

یہ آیت آنحضرت ﷺ کی شان میں ہے اور مرزا صاحب بروز محمدیت کے مدعی ہیں اس لئے جو وصف اصل میں مذموم ہو وہ بروز (نقل) میں بھی مذموم ہوتا ہے۔ مرزا صاحب قادیانی اپنی بروزیت محمدیہ کا ثبوت اس مصرع میں دیتے ہیں

منم محمد واحمد کہ مجتبیٰ باشد (تریاق القلوب)

اس لئے شعر گوئی آپ کی شان میں ویسی ہی بعید ہونی چاہیے تھی جیسی اصل کے حق میں ما ينبغي له کے ماتحت بعید تھی۔

خیر ہمیں اس سے کیا مطلب۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کی شاعری پر بھی فخر کیا جاتا ہے چنانچہ پیغام صلح مورخہ ۹ جون ۱۹۴۳ء کے صفحہ ۳ پر ایک مضمون نکلا ہے جس میں مرزا صاحب کی شاعری کو بہت سراہا گیا ہے۔ بڑی تعریف یہ کی گئی ہے کہ مرزا صاحب کی شاعری میں دوسرے شاعروں کی طرح کذب بیانی اور فحش گوئی نہیں ہے۔ ہم اس جگہ دو شعر نقل کرتے ہیں ایک مرزا قادیانی کا دوسرا استاد ذوق کا پھر ناظرین سے پوچھتے ہیں کہ ان دونوں میں کیا فرق ہے؛

استاد ذوق دہلوی کہتے ہیں

نام میرا سن کے مجنوں کو جمائی آ گئی
بید مجنون دیکھ کر انگڑائیاں لینے لگا

یہ شاعرانہ تخیل ہے اور بہت اچھا مضمون ہے البتہ شاعرانہ تخیل ضرور ہے۔

اب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا شعر بھی سن لیجئے۔ آپ کسی مخالف کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں؛

الا انني نبر و انت مذهب
الا انني اسد و انك ثعلب

یعنی میں خالص سونا ہوں تو ملمع ہے۔ میں خالص شیر ہوں تو لومڑ ہے (کرامات الصادقین)

مذکورہ بالا دونوں شعر (اردو وعربی) اظہار مبالغہ میں ہم معنی ہیں اس قسم کے اور بھی کئی اشعار مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی کتب میں ملتے ہیں جن میں شاعرانہ طریق پر مبالغہ آمیزی ہے۔

اب ہم مرزا صاحب کی فحش گوئی کی مثال میں ایک دو شعر پیش کرتے ہیں۔

آذیتنی خبثاً و لست بصادق
ان لم تمت با لخزی یابن بغاء

(مولوی سعد اللہ لدھیانوی کو مخاطب کر کے لکھا ہے: تو نے مجھے بہت تکلیف دی اے زانیہ کے بیٹے۔ اگر تو ذلت سے نہ مرے تو میں سچا نہیں۔ انجام آتھم۔)

کیا ہی لطیف کلام ہے۔

مرزا جی کے مریدو! کسی شخص کو زانیہ کا بیٹا کہنا اس کی ماں پر زنا کی تہمت ہے یا نہیں۔ اور زنا کی تہمت پر شریعت نے کتنے درے مقرر کئے ہیں۔ قرآن شریف کی سورۃ نور دیکھ کر اس کا جواب دینا اور یہ بھی بتانا کہ تم لوگ بھی یہ شعر پڑھنے کی وجہ سے سزا میں شریک ہوگے یا نہیں؟

دوسرا شعر۔ مرزا صاحب کی فحش گوئی اور دشنام دہی اپنے حق میں بدگوؤں تک محدود نہ تھی بلکہ ان کی بے گناہ عورتوں تک بھی پہنچ جاتی تھی۔

آپ لکھتے ہیں؛

ان العدی صاروا خنازیر الغلا
ازواجھم من دونھن الاکلب

(میرے مخالف جنگلوں کے سور ہیں اور ان کی بیویاں ایسی بری ہیں کہ کتیوں سے بھی کم درجہ ہیں (نجم الہدی)

ناظرین یہ دو تین مثالیں اس بزرگ کے کلام کی ہیں جو اپنے آپ کو بروز محمد کہتا تھا یعنی محمد ﷺ کا عکس یا فوٹو۔ اور محمد ﷺ کی شان میں قرآن مجید ناطق ہے

انك لعلی خلق عظیم اے پیغمبر آپ بڑے خلق پر ہیں۔

اور حدیث کے الفاظ ہیں

لم یکن رسول الله ﷺ فاحشاً ولا متفحشاً ۔

(رسول اللہ ﷺ فحش گو اور بدکلام نہ تھے)

عرب کا شاعر امرءالقیس بڑا فحش گو تھا اس کی فحش گوئی کا نمونہ یہ شعر ہے

اذا ما بقی من خلفها ان صرفت له

بشق و تحتی شقها لم تحول

اس شعر میں شاعر فحش ترین لفظوں میں اپنی محبوبہ کے آسن کا ذکر کرتا ہے مگر مرزا صاحب قادیانی کی طرح کسی کو ماں بہن یا بیوی کی دشنام نہیں دیتا۔ ناظرین اس سے اندازہ کر لیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے فن شاعری کو بھی کیسے چار چاند لگائے ہیں۔ اس پر دعوی ہے کہ:

آدمم نیز احمد مختار   در برم جامہ ہمہ ابرار

مرزا غلام احمد قادیانی صاحب اگرچہ احمد مختار اور تمام ابرار کا لباس رکھنے کے دعویدار ہیں، مگر اس حسن اخلاق اور حسن کلام کا نمونہ آپ میں نہیں ملتا جو اصل میں تھا۔ سچ ہے

گر مصور صورت آن دلربا خواہد کشید

حیرتے دارم کہ نازش را چساں خواہد کشید

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ جون ۱۹۴۳ء مطابق ۲۱ جمادی الآخر ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۲٦ ص ۵)

قادیانی توحید

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جماعت مرزائیہ کا یہ دعوی ہے کہ ہمارے نبی نے وہ توحید سکھائی ہے جو کسی نے نہیں سکھائی۔ مگر جب ان کی توحید کے حوالے پیش کئے جاتے ہیں تو حسب عادت (قرآن وحدیث کی نصوص صریحہ کی تاویلات کی طرح) مرزا صاحب قادیانی کی صریح عبارات پر بھی دست تصرف دراز کر جاتے ہیں۔ چنانچہ اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۱ جون ۱۹۴۳ء میں ہم نے دو حوالے متعلقہ توحید پیش کئے تھے۔ اخبار الفضل قادیان (۱۸ جون ۱۹۴۳ء) نے ان دونوں پر اپنا دست تصرف پھیر کر ان کا مفہوم بدل دیا۔ ایک حوالہ خطبہ الہامیہ کا تھا جس کی عبارت مرزا صاحب قادیانی کے الفاظ میں یہ ہے:

اعطیت صفة ا لا فناء وا لا حیاء

(مجھ، مرزا، کو فنا کرنے اور زندہ کرنے کی طاقت دی گئی)

اس کی تاویل الفضل نے یوں کی ہے کہ یہ افناء اور احیاء ہدایت کے متعلق ہے اور افناء سے مراد مخالفوں کے عقاید توڑنا ہے۔

حالانکہ مقام عبارت میں اس مفہوم کا کوئی قرینہ نہیں ہے۔ حقیقۃ الوحی میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مخاطب کر کے خدا کے الہامی الفاظ یہ ہیں:

انّما امرك اذا اردتّ شيئاً ان تقول له كن فيكون (اے مرزا تیری شان یہ ہے کہ جب تو کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے ہو جا کہہ دیتا ہے وہ فوراً ہو جاتی ہے)۔

الفضل اس حوالہ کے متعلق کیا ہی ناز سے لکھتا ہے کہ:

ہوسکتا ہے کہ اس الہام میں مرزا صاحب کو تعلیم دی گئی ہو کہ تم خدا کو مخاطب کر کے ایسا کہا کرو۔

الفضل کی یہ تاویل غلط بلکہ تحریف ہے کیونکہ الہامی عبارت کے سیاق میں صراحۃً یا دلالۃً صیغہ خطاب یعنی لفظ قل وغیرہ نہیں ہے، جس سے وہ مفہوم نکل سکتا جو الفضل قادیان نے نکالا ہے۔

آج ہم تیسرا حوالہ پیش کرتے ہیں جس سے مرزائی توحید کا پول کھل جائے گا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے توضیح المرام میں آنحضرت ﷺ کی شان میں یہ شعر لکھا ہے

شان احمد را کہ داند جز خداوند کریم
آن چناں از خود جدا شد کز میان افتاد میم

یعنی آنحضرت ﷺ اپنی ہستی سے ایسے خالی ہو گئے کہ میم درمیان سے اٹھ گئی۔ یعنی احمد سے احد ہو گئے۔

پس سورہ اخلاص کے الفاظ (قل هو الله احد) کے معنی یہ ہوئے کہ

میں (رسول اللہ) احمد بے میم (احد) ہوں

سچ ہے: خودی جب گئی خود خدا ہو گیا

قادیانی ممبرو! کتاب وسنت سے مرزا صاحب کے شعر کے مضمون کا ثبوت دے سکتے ہو: ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین ....

الفضل کے اسی پرچہ میں ہے کہ وہ جماعت

(اہل حدیث پر اس وجہ سے شرک کا الزام لگاتے ہیں کہ وہ حضرت مسیح کو

آج بھی زندہ مانتے ہیں)۔

یہ الزام کوئی نیا نہیں ہے۔ مرزا صاحب کی متعدد تصانیف میں یہ مذکور ہے (ملاحظہ ہو آئینہ کمالات اسلام ص۴۴ وغیرہ)۔

ہم اس الزام سے بہت خوش ہیں کیونکہ ہم تو اسکا جواب رکھتے ہیں مگر جماعت مرزائیہ پر اس الزام کا جو ردّ عمل ہوتا ہے وہ اسے دفع نہیں کرسکتی۔

ہمارا جواب تو یہ ہے کہ کسی جاندار (انسان ہو یا حیوان) کی زندگی ذاتی نہیں ہے بلکہ اذن الٰہی کے ماتحت ہے۔ ایک انسان آج ہمارے سامنے پیدا ہوتا ہے کل مرجاتا ہے کوئی سو سال عمر پاتا ہے، کوئی دوسو سال، کوئی پانچ سو سال، کوئی سات سو سال، بعض اس سے بھی زیادہ۔ چنانچہ حضرت نوح کی تبلیغی عمر قرآن مجید میں ساڑھے نو سو سال ملتی ہے۔ پھر اپنے مخالفین کے غرق ہونے کے بہت عرصہ بعد بھی زندہ رہتے ہیں جن کی زندگی کی آخری مدت ۱۴۰۰ سال بیان کی جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسانی زندگی کا مفہوم قضیہ ضروریہ مطلقہ نہیں ہے بلکہ مشروطہ عامہ ہے۔ جب تک مالک زندہ رکھنا چاہے زندہ رکھ سکتا ہے

ما کان لنفس ان تموت الا باذن الله کتابا مؤجلا

مرزائی دوستو! قضیہ ضروریہ مطلقہ، اور قضیہ مشروطہ عامہ کے سمجھنے میں کچھ دقت ہو تو مولوی سرور شاہ سے پوچھ لیں بشرطیکہ قادیان میں رہ کر ان پر بھی یہ مصرع صادق نہ آگیا ہے:

جو پڑھا لکھا تھا نیاز نے اک دم میں سارا بھلا دیا

تو یقیناً وہ ان دو قضیوں کے معنی بتا دیں گے۔

سوال: قادیانی ممبرو! چھٹی صدی ہجری میں جن مسلمانوں کا عقیدہ تھا کہ حضرت مسیح زندہ ہیں کیا ان پر بھی شرک کا الزام لگا سکتے ہو یا نہیں؟

اگر لگا سکتے ہو تو نوحؑ کی بابت کیا رائے رکھتے ہو۔

اگر اتنی مدت تک شرک لازم نہیں آتا تو اس سے زیادہ مدت تک کیوں لازم آتا ہے جبکہ کسی انسان کی حیات کا مضمون قضیہ ضروریہ مطلقہ نہیں ہے بلکہ مشروطہ عامہ ہے۔

جماعت احمدیہ ہر دو صنف سے ایک سوال:

حضرت مسیح کی حیات گوطول طویل ہو گی، مگر آخر کسی وقت ختم ہو جائے گی بحکم فلما تو فیتنی (قرآن) اور بحکم حدیث یأ تی علیه الفنا (تفسیر معالم) مگر اہل جنت کی زندگی تو غیر محدود ہو گی خا لدین فیها ابداً۔ غور سے پڑھو۔

کیا اہل جنت کو غیر محدود مدت تک زندہ ماننا مسیح کی محدود زندگی سے زیادہ متضمن شرک نہیں ہے؟ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دینا اور یہ سمجھ کر دینا کہ سائل کون ہے؟

سمجھ کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

ہے کوئی احمدی جو اس سوال کو اٹھائے۔ ہرگز نہیں کیونکہ یہ وہ بوجھل پتھر ہے جس کی بابت کہا گیا ہے

انا صخرة الوادی اذا ما زوحمت
و اذا نطقت فاننی الجوزاء

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ جولائی ۱۹۴۳ء مطابق ۲۸ جمادی الآخر ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۲۷ ص ۴۔۵)

ختم نبوت پر خاتم النبیین کی شہادت

مرزا قادیانی کی تصدیق

قادیانیوں کا انکار

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی مسلک کے متعلق ہمیں دوطرح کا رنج ہوتا ہے۔ ایک تو اس کی خام بنیاد پر، دوسرے اس کے حامیوں کی غلط گوئی اور غلط کاری پر۔ آج ہم بادل نخواستہ دوسرے رنج کی ایک مثال پیش کرتے ہیں۔

ہم بارہا کہہ چکے ہیں کہ بعض باتیں ایسی ہیں جو مرزا صاحب متوفی نے کھلے لفظوں میں تسلیم کی ہیں، مگر ان کے حواریوں نے قرآن و حدیث کی طرح مرزا صاحب قادیانی کے اقوال کو بھی تبدیل کر دیا جس کا ہمیں سخت افسوس ہے۔

اس کی دو وجوہ ہوسکتی ہیں۔ یا تو یہ لوگ مرزا صاحب قادیانی کے اقوال کو غلط سمجھتے ہیں، یا ان کو ان اقوال کا علم نہیں ہے۔ بہرحال ان باتوں میں سے ایک کی تعیین کرنا ان کا کام ہے۔ اس وقت اخبار الفضل قادیان ۲۵ جون کا پرچہ میرے سامنے ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری ہے۔ اس کی دلیل میں حضرت عائشہؓ کا قول نقل کیا ہے۔ اصل الفاظ یہ ہیں:

> حضرت عائشہؓ جن کا علمی پایہ محتاج تصریح نہیں انہوں نے خود اس غلطی کا ازالہ کیا۔ اور جب انہیں محسوس ہوا کہ بعض لوگ خاتم النبیین کا یہ مفہوم سمجھنے لگ گئے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے بعد کسی قسم کا نبی مبعوث نہیں ہوسکتا تو آپ نے سختی سے اس کی تردید کی اور فرمایا
>
> قولوا خاتم الانبیاء و لا تقولوا لا نبی بعدہ
>
> تم یہ تو کہو کہ رسول کریم ﷺ خاتم الانبیاء ہیں مگر یہ مت کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ (الفضل ۲۵ جون ۱۹۴۳ء ص ۱)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں؛ حضرت عائشہؓ کے اس قول کی جو تشریح لغات حدیث کی مشہور کتاب مجمع البحار میں کی گئی ہے، سردست ہم اس کا ذکر نہیں کرتے بلکہ خود خاتم الانبیاء ﷺ کا ارشاد مع تصدیق وتشریح مرزا غلام احمد صاحب قادیانی یہاں نقل کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ سنیئے مرزا غلام احمد صاحب حدیث نبوی کی تصدیق کرتے ہوئے اس کی تشریح یوں کرتے ہیں:

> الا تعلم ان الرب الرحیم المتفضل سمّی نبینا ﷺ خاتم الانبیاء بغیر استثناء و فسرہ نبینا فی قولہ لا نبی بعدی ببیان واضح للطالبین (حمامۃ البشری۔ ص ۲۰)۔ ترجمہ: کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالی نے ہمارے نبی ﷺ کا نام بلا استثنا (بغیر قید تشریعی وغیر تشریعی) خاتم النبیین رکھا اور خود آنحضرت ﷺ نے لا نبی بعدی کے واضح الفاظ میں اس کی تفسیر کر دی (یعنی حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا)

نہ صرف محدثین بلکہ کل اہل اسلام کا متفقہ اصول ہے کہ حدیث مرفوع کے مقابلہ میں قول صحابی کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ پس ہم اس اصول کے ماتحت حضرت عائشہ

کا قول سند نہیں سمجھتے ۔ اس کے علاوہ اس قول کی سند کی صحت کا ثبوت دینا مدعی کے ذمہ ہے اور مجمع البحار میں اس کی تشریح دیکھنا بھی اس کا فرض ہے ۔

بہر حال ہم مذکورہ بالا قول کو حدیث مرفوع کے مقابلہ میں سند نہیں مانتے اور قادیانی جماعت کے لئے بھی اس قول کے پیش کرنے کا حق نہیں جانتے کیونکہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی حدیث نبوی کے الفاظ لا نبی بعدی کی تصدیق وتشریح کر کے اس قول کو رد کر چکے ہیں ۔

مرزائی ممبرو! اگر آنحضرت ﷺ کا ارشاد لانبی بعدی اور اس کے متعلق آپ کے حکم عدل مرزا صاحب قادیانی کی تصدیق بھی آپ لوگوں کا یہ غلط عقیدہ چھوڑانے کو کافی نہیں تو ہم تمہیں حوالہ خدا کرتے ہیں ۔

باقی رہا نزول مسیح کا مسئلہ جسے الفضل نے مسلمانوں کے عقیدہ ختم نبوت کے منافی قرار دیا ہے، سو وہ بھی حدیث لا نبی بعدی کی روشنی میں بالکل صاف ہے کہ اس سے مراد وہ نبوت ہے جو بعدی کی مصداق ہو نہ وہ جو قبلی کی مصداق کی ہو ۔ حضرت عیسی کو نبوت آنحضرت ﷺ سے پہلے حاصل ہو چکی تھی نزول ثانی کے بعد ان کو نئی نبوت نہیں ملے گی ۔ مجمع البحار میں اسی نکتہ کی طرف اشارہ ہے ۔ ان دو مفہوموں میں فرق نہ کرنے والے کے حق میں یہ شعر صادق آئے گا

الٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے
دے آدمی کو موت پہ یہ بد ادا نہ دے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ جولائی ۱۹۴۳ء مطابق ۵ رجب ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۲۸ ص ۴)

موضع بھامڑی میں لڑائی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیان کے قریب بھامڑی ایک موضع ہے ۔ گزشتہ ایام میں وہاں جماعت مرزائیہ اور مقامی مسلمانوں کے درمیان لڑائی ہوئی جس کی مفصل رپورٹیں فریقین کی طرف سے ہمارے پاس پہنچی ہیں ۔ قادیانی رپورٹ تو اخبار الفضل کے ذریعہ آئی ہے

اور بھامڑی کے مسلمانوں کی رپورٹ قلمی پہنچی ہے۔ دونوں رپورٹوں میں بہت سا حصہ مشترک ہے اور کچھ اختلافی بھی ہے۔

مشترک مضمون کو سامنے رکھ کر اختلافی حصہ سامنے آ سکتا ہے۔ مشترک حصہ یہ ہے کہ قادیان سے ایک جماعت اپنے طریق پر مسلح ہو کر تبلیغی جلسہ کرنے کو بھامڑی پہنچی۔ بھامڑی والوں نے جلسے کا انعقاد نا پسند کیا۔ نہ صرف دل سے نا پسند کیا بلکہ زبان سے بھی روکا کہ یہاں جلسہ مت کرو۔ مگر قادیانیوں نے جلسہ کرنے پر اصرار کیا بلکہ ایک مرزائی کے مکان میں جلسہ کر دیا جس کے جواب میں مسلمانانِ دِہ نے بھی قریب ہی کسی جگہ جلسہ کیا۔

یہاں تک بات رہتی تو آئی گئی ہو جاتی، مگر بھامڑی کی رپورٹ مظہر ہے کہ قادیانیوں نے موضع کی گلیوں میں بشکل جلوس دورہ کر کے دلآزار نعرے لگائے۔ جس کا نتیجہ یہ خون خرابہ ہوا۔

ہم اس امر میں کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ مقدمہ عدالت میں جا پہنچا ہے۔ ہاں قادیانی جماعت کو ایک آیت پر توجہ دلاتے ہیں جسکے الفاظ یہ ہیں:

انلزمکموها وانتم لها کارهون

حضرت نوحؑ اپنے مخالفوں کو کہتے ہیں کہ کیا ہم دینی تعلیم تم پر ٹھونستے ہیں اس حال میں کہ تم اس کو نا پسند کرتے ہو۔

موضع بھامڑی کے مسلمان جب زبان سے بالاتفاق تمہارا وعظ سننا نہیں چاہتے تھے بلکہ سننے سے سخت نفرت کرتے تھے تو کیا ضرورت تھی کہ وہاں زبردستی جلسہ کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی جماعت کی نیت محض تبلیغ نہیں تھی بلکہ اپنا رعب جمانے کی بھی تھی۔

قادیانی بسیط رپورٹ میں یہ عجیب فقرہ لکھا گیا ہے کہ جماعت احمدیہ ہمیشہ پرامن تبلیغ کرتی ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم اس فقرہ کو واقعات کی روشنی میں صحیح نہیں پاتے کیونکہ جو لوگ خود باامن تبلیغ کرتے ہیں وہ دوسروں کو بھی اجازت دیا کرتے ہیں۔ احرار سے پہلے قادیان میں مسلمانوں کے پرامن جلسوں میں قادیانیوں نے لیمپ توڑے لٹھ چلائے خشت باری کی جن کی سزا بھی بھگتی۔ یہاں تک کہ ان کے بعض

خونخوار کارکن پھانسی پر لٹکائے گئے جن کی اپیل پریوی کونسل میں پہنچ کر خارج ہوگئی۔ ہم اس کے متعلق کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتے، البتہ حکام ضلع گورداسپور کو توجہ دلاتے ہیں کہ جبری تبلیغ کے کام کو خواہ کسی فریق کی طرف سے ہو، روک دیا کریں کیونکہ اس سے بدامنی پیدا ہوتی ہے۔

اخیر میں ہم سخت دلی رنج کا اظہار کرتے ہیں جو مذہبی جماعتوں کے ایسے تصادم سے ہوتا ہے۔ مذہبی تبلیغ اخلاق اور محبت سے ہونی چاہیے جہاں کوئی سننے سے بزور انکار کرے وہاں ارشاد خداوندی

ا ذا خا طبھم الجا ھلو ن قا لوا سلا ماً

پرعمل پیرا ہونا چاہیے۔اس مقدمہ کا جو انجام ہوگا وہ ناظرین تک پہنچایا جائے گا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ جولائی ۱۹۴۳ء مطابق ۵ رجب ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۲۸ ص ۴-۵)

بعثت مجددین

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تین روحانی مراتب کے دعویدار تھے:

مجدد، مہدی، مسیح موعود۔

چوتھے درجے پر یہ علمی دعوی تھا کہ میں سلطان القلم ہوں۔

الغرض جملہ القاب حسنہ آپ نے اپنے لئے انتخاب کئے ہوئے تھے۔ان تینوں دعاوی کا ثبوت موصوف اپنی زندگی میں مختلف طریقوں سے دیتے رہے، مگر ان کے مریدین ان سے آگے بڑھ گئے۔آج ہم ایک تازہ مثال پیش کرتے ہیں۔

لاہوری جماعت کے اخبار پیغام صلح میں بعثت مجددین کے عنوان سے ایک مضمون چند قسطوں میں نکلا ہے جس میں مضمون نگار نے بزعم خود بڑی تحقیق سے قرآن وحدیث کی روشنی میں مرزا صاحب قادیانی کو چودھویں صدی کا مجدد ثابت کیا ہے۔

ہم نامہ نگار کی محنت کی داد دیتے ہیں اور صاف لفظوں میں اعتراف کرتے ہیں کہ آپ کی محنت عیسائیوں کی محنت متعلقہ اثبات الوہیت مسیح اور آریوں کی محنت

متعلقہ اثبات نیوگ سے کسی طرح کم نہیں ہے، بلکہ ان دونوں سے بڑھ کر ہے۔ مگر یہ حکیمانہ قول بھی صحیح ہے

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

قابل مضمون نگار نے مندرجہ ذیل دعاوی کیئے ہیں:

۱۔ بحکم حدیث مجدد شروع صدی ہجری میں آنا چاہیے۔
۲۔ لیلۃ القدر ہزار راتوں یعنی ۸۳ سال ۴ ماہ سے افضل ہے۔
۳۔ ہر مجدد کی پیدائش ہر صدی کے ۸۴ ویں سال میں مقدر ہے تاکہ وہ صدی کے اخیر تک بالغ ہو کر خدمت دین انجام دے سکے۔
۴۔ مجدد اگر دعوی کرے تو اس کو مان لینا چاہیے، اگر نہ کرے تو اکابر امت کی شہادت کافی ہے۔
۵۔ مجدد کا کام ایک جدید علم کلام کی بنیاد ڈالنا اور ایک ایسی جماعت پیدا کرنا ہے جو اس علم کلام کے زور سے مخالفین پر غلبہ حاصل کرے۔

ان تمام دعاوی سے آپ نے نتیجہ نکالا ہے کہ اس زمانہ کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہیں اس بارے میں نامہ نگار کے اصل الفاظ یہ ہیں:

مدت کی تعیین بھی بتا دی ہے کہ اتنی مدت کے بعد خدا تعالی ایسے لوگوں کو مبعوث فرماتا ہے

انّ الله يبعث لهذه الامة على رأس كل مأة سنة من يجدد لها دينها ۔(سنن ابوداؤد)۔ (کہ خدا تعالی ہر صدی کے سر پر اس امت کے لئے ایک آدمی بھیجتا رہے گا جو اس کے دین (اسلام) کی تجدید کرے گا)۔

قرآن کریم کی سورہ القدر اس حدیث کا اجمال ہے سورہ القدر میں لیلۃ القدر کو ایک ہزار ماہ سے افضل بتایا ہے یعنی ۸۳ سال ۴ ماہ سے یہ ایک رات بہتر ہے جس میں خدا کا نور طلوع ہوتا ہے مدت بلوغت سمیت یہ ایک سو سال بنتے ہیں معلوم ہوا کہ آیت سے بھی یہی صدی کا سر مراد ہے۔

مجدد کا سب سے بڑا کام ایک ایسی جماعت کا قیام ہوتا ہے جو دین کی

حفاظت کرتی رہے۔ مجدد ان کے ہاتھوں میں وہ علم کلام دیتا ہے جو اس وقت کے مشکلات کا حل اور اعتراضات کا جواب ہوتا ہے۔

(پیغام صلح ۳۰ جون ۱۹۴۳ء ص ۷)

اب ہم اس حدیث اور قرآن کے مطابق بعثت مجددین پر نظر ڈالتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اب تک اپنے اس سچے وعدہ کے مطابق امت میں کتنے مجدد بھیجے ہیں ۔ ہر صدی کے مجدد کی بعثت پر امت کا اتفاق رہا ہے اور امت مسلمہ ہر صدی پر کسی نہ کسی آدمی کو ضرور مجدد تسلیم کرتی اور اس کے دعوی کی تصدیق کرتی رہی ہے لیکن میں یہاں صرف ان لوگوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کے دعاوی ہمیں ان کی تصنیفات سے بتصریح مل چکے ہیں باقی مجددین جن کے دعاوی ہمیں نہیں مل سکے ان کو امت مسلمہ کے مجدد تسلیم کرنے سے ہی ہم ان کو مجدد تسلیم کرتے ہیں۔ (پیغام صلح لاہور ۷ جولائی ۱۹۴۳ء ص ۶)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں :

مضمون نگار نے مجددین کی فہرست جو پیش کی ہے اس میں سب سے پہلے امام غزالیؒ کو لیا ہے، اسی لئے ہم بھی انہی کو مقدم رکھتے ہیں ۔

امام غزالی کی پیدائش ملک خراسان کے ضلع طوس کی ایک بستی طاہران میں ۴۵۰ھ میں ہوئی (الغزالی ص ۵) حالانکہ بقول مضمون نگار چاہیے تھا کہ آپ ۴۸۴ھ میں پیدا ہو کر ۵۰۰ھ میں اپنی مجددیت کا اظہار کرتے ۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ چھٹی صدی کے شروع میں آپ نے درس تدریس کا سلسلہ ترک کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور مرتے دم تک اسی حالت پر رہے (الغزالی ۔ ص ۲۳)

ان واقعات سے نامہ نگار کا تیسرا دعوی غلط ٹھہرا کہ کسی مجدد کی پیدائش ہر صدی کے ۸۴ ویں سال میں ہونی چاہیے ۔

اب ہم بحث کے مرکز پر آ کر دیکھتے ہیں کہ قادیانی مجدد مرزا صاحب کی پیدائش کس سنہ میں ہوئی ۔ خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا اعتراف ہے کہ میں ۱۲۶۱ھ میں پیدا ہوا۔ آپ لکھتے ہیں :

یہ عجیب بات ہے کہ میری عمر کے چالیس سال پورے ہونے پر صدی کا سر

بھی آ پہنچا۔تب خدا نے اپنے الہام کے ذریعے مجھ پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا مجدد اور صلیبی فتنوں کا چارہ گر ہے ۔ (تریاق القلوب طبع اول۔ص ۶۸)

مولانا ثناءاللہ فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ بقول مضمون نگار صاحب مجدد نہ تھے ورنہ اس کا تیسرا دعوی غلط ٹھہرے گا۔

ایک اور نظر سے بھی مرزا صاحب قادیانی کی مجددیت غلط ٹھہرتی ہے۔ کیونکہ آپ نے براہین احمدیہ کی تالیف ہی کے زمانہ میں یعنی تیرھویں صدی کے اندر ہی مجدد کا لقب اختیار کرلیا تھا، حالانکہ صدی کے پورے ہونے میں ابھی کئی سال باقی تھے (اشتہار بابت براہین ملحق بہ سرمہ چشم آریہ)۔

معلوم نہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی گاڑی قبل از وقت کیوں سٹیشن پر پہنچ گئی حالانکہ قرآن کریم جو قانون بتاتا ہے وہ یہ ہے

لا الشمس ينبغی لها ان تد ر ك القمر و لا الليل سا بق النهار و كل فی فلك يسبحو ن ۔(یس:۴۰)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خدائی تقدیریں بدلا نہیں کرتیں کیونکہ ان کی شان ہے ذلك تقدير العزيز العليم ۔مگر قادیان کا لیل ونہار اور ہی ہے جسکی بابت کہا گیا ہے

بیا در بزم رنداں تا بہ بینی عالم دیگر
بہشت دیگر و ابلیس دیگر و عالم دیگر

اس موضوع پر ہماری طرف سے تین کتابیں شائع ہوچکی ہیں جن کے نام یہ ہیں: علم کلام مرزا۔عجائبات مرزا۔ نا قابل مصنف مرزا۔

یہاں ہم نہایت اختصار کے ساتھ بتاتے ہیں کہ قادیانی مجدد اعظم نے اپنی بعثت کے زمانہ کا اکثر حصہ :

۱۔حضرت عیسیٰؑ کی وفات ثابت کرنے میں صرف کیا (بڑا کام کیا)۔
۲۔الہامی چیلنج دے کر کفار کو مرعوب کیا (بہت بڑا کام کیا)
۳۔یورپین اقوام (برطانیہ اور روس) کو بزعم خویش یاجوج ماجوج ثابت کیا (خوب کیا)
۴۔عیسائی قوم کے پادریوں کو دجال کہا اور ریل کو دجال کا گدھا قرار دیا۔

یہ ہے مرزا صاحب قادیانی کے جدید علم کلام کا خلاصہ بطور نمونہ۔

آپ اپنی مجددیت کے سارے زمانہ میں حضرت عیسیٰؑ کی حیات کا اعلان کرتے رہے (براہین احمدیہ۔ص ۴۹۹)۔

ہاں مجددیت کے مرتبہ سے ترقی کر کے جب آپ نے ۱۳۰۸ھ میں مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تو آپ نے حیات مسیح کا عقیدہ اپنے دعوی مسیحیت کے خلاف جان کر مسیح کی وفات کا اعلان کر دیا۔

سر سید احمد خان علی گڑھی کی تفسیر سے دلائل اخذ کر کے کچھ ایجاد بندہ کے ساتھ شائع کرنے شروع کر دیئے۔

اس موقع پر ہمیں ایک سوال سوجھا ہے جو جماعت مرزائیہ کی ہر دو صنف کے لئے قابل غور ہے۔ وہ یہ کہ وفات مسیح کے متعلق تو انجیل متی میں صاف لکھا ہے کہ :

مسیح نے چلا کر سولی پر جان دی :

پھر مرزا غلام احمد صاحب نے وفات مسیح ثابت کر کے عیسائیوں کا کون سا قلعہ فتح کر لیا جب کہ وہ خود ہی وفات مسیح کے قائل چلے آتے ہیں۔

مختصر یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب مجددیت کے زمانہ میں حیات مسیح کے قائل رہے۔ ہاں اپنی مسیحیت موعودہ کے زمانہ میں آپ نے اس سے انکار کر دیا یہاں اس سے بحث نہیں اس کی تردید کا موقع اور ہے۔

قادیانی علم کلام کے الہامی حصہ کے تو کیا کہنے۔ اس کے متعلق ہماری کتاب الہامات مرزا قابل ملاحظہ ہے۔

ہاں آپ نے مبلغین کی جو جماعت پیدا کی اس میں قریباً ۹۵ فی صدی ایسے لوگ ہیں جن کے حق میں نامہ نگار اور اس کی جماعت کی طرف سے فرقہ غالیہ اور طائفہ ضالہ وغیرہ القاب ہر روز شائع ہوتے رہتے ہیں۔

اگر قاعدہ للا کثر حکم الکل ، صحیح ہے (جو یقیناً صحیح ہے) تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا علم کلام اور ان کی امت کا فرقہ غالیہ ہونا مرزا صاحب کی صداقت کی دو بڑی نشانیاں ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ جولائی ۱۹۴۳ء مطابق ۱۹ رجب ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۳۰ ص ۵۔۶)

مرزا قادیانی کا مباہلہ اور اس کا اثر

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب بڑے فخر سے کہا کرتے تھے کہ جن لوگوں نے میرے ساتھ مباہلہ کیا وہ سب مر گئے اور یہ میری سچائی کی دلیل ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے صحیح معنی میں مباہلہ ہمارے علم میں ایک شخص کے سوا کسی سے نہیں کیا۔ باصطلاح شریعت اسلامیہ اور حسب تصریح مرزا صاحب صحیح معنی میں مباہلہ یہ ہے کہ فریقین بالمقابل دعا کریں (اربعین نمبر۲)

اس قسم کا مباہلہ آپ نے صرف مولوی عبدالحق غزنوی کے ساتھ مئی ۱۸۹۳ء میں کیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا غلام احمد صاحب، مولوی عبدالحق صاحب سے پہلے فوت ہو گئے اور مولوی عبدالحق صاحب، مرزا صاحب قادیانی کے بعد عرصہ دراز تک زندہ رہے۔ اس کے جواب میں جماعت مرزائیہ یہی کہتی رہی کہ یہ مباہلہ نہیں تھا بلکہ حضرت مرزا صاحب نے صرف اپنے لئے دعا کی تھی فریق مخالف کے لئے نہیں۔

شکر ہے کہ اس عذر بارد کا جواب خود قادیانی اخبار الفضل نے شائع کر دیا اس نے بڑی دور تیر مارا ہے یعنی اپنے نبی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ایک پرانا اشتہار نقل کر دیا جو بالاختصار درج ذیل ہے:

حضرت مسیح موعود کا آج سے ۵۰ سال پہلے کا ایک مکتوب:

سیدنا حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) ۱۸۹۳ء میں جب مسٹر عبداللہ آتھم کے ساتھ مباحثہ کرنے کے لئے امرتسر تشریف لے گئے تو وہاں پہنچ کر حضور نے جہاں مولوی عبدالحق صاحب غزنوی کے ساتھ مباہلہ کرنے کی اطلاع اور مقام مباہلہ اور تاریخ کی تعیین ایک اشتہار کے ذریعہ پبلک میں مشتہر فرمائی وہاں مولوی عبدالحق صاحب غزنوی کے ایک خط کے جواب میں خود بھی ایک مکتوب تحریر فرمایا۔ چونکہ حضور کا یہ مکتوب مجموعہ مکاتیب و اشتہارات میں شائع نہ ہوا، اس لئے آج مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی تاریخ

مرزا سے لے کر الفضل میں شائع کیا جاتا ہے۔ خاکسار ملک فضل حسین
صیغہ تالیف وتصنیف

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی
ازطرف عاجز عبد اللہ الصمد غلام احمد عافاہ اللہ و یدہ۔
میاں عبدالحق غزنوی کو واضح ہو کہ اب حسب درخواست آپ کے جس میں آپ نے قطعی طور پر مجھ کو کافر اور دجال لکھا ہے مباہلہ کی تاریخ مقرر ہو چکی ہے اور میرے امرتسر میں آنے کی دو ہی غرضیں تھیں، ایک عیسائیوں سے مباحثہ، دوسرے آپ سے مباہلہ۔
میں بعد استخارہ مسنونہ انہیں دوغرضوں کے لئے مع اپنے قبائل کے آیا ہوں اور جماعت کثیرہ دوستوں کی جو میرے ساتھ کا فرٹھہرائی گئی ہے، ساتھ لایا ہوں اور اشتہارات شائع کر چکا ہوں اور متخلف پر لعنت ہوگی اب جس کا جی چاہے لعنت سے حصہ لے میں تو حسب وعدہ میدان مباہلہ یعنی عیدگاہ میں حاضر ہوجاؤنگا۔ خدا تعالی کاذب اور کافر کو ہلاک کرے...الخ۔

(الفضل قادیان ۱۶جولائی ۱۹۴۳ء)

حضرت مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں: مرزائی دوستو! کیا اب بھی تم یہی کہو گے کہ یہ مباہلہ نہیں تھا؟ یا حسب دعا مرزا صاحب کافر کاذب پہلے ہلاک نہیں ہوا؟
چونکہ یہ واقعہ ہمارے شہر میں ہوا، اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ صحیح معنی میں یہی ایک مباہلہ ہوا تھا۔ باقی سب مرزا صاحب کی ایچا پیچیاں ہیں۔
مولوی غلام دستگیر مرحوم کا نام لیا جاتا ہے کہ انہوں نے مجھ سے مباہلہ کیا تھا حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ کہیں مولوی اسماعیل علی گڈھی کو مباہلہ بنایا جاتا ہے، حالانکہ ان کے مباہلے کا کوئی ثبوت نہیں۔
اہل حدیث میں بارہا ان فرضی مباہلوں کا ذکر آچکا ہے درحقیقت جو مباہلہ ہوا اور جس کا نتیجہ ظاہر ہوا یعنی حسب دعا مرزا صاحب، صادق کی زندگی میں کاذب ہلاک ہو گیا۔ اس کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے حالانکہ یہ مباہلہ فیصلہ کن ہے اور اس کا نتیجہ مہر نیم روز کی طرح بالکل واضح اور روشن ہے جس پر یہ کہنا بجا ہے

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰ جولائی ۱۹۴۳ء مطابق ۲۶ رجب ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۳۱ ص ۵)

قادیانی مشن پر اعتراض اور جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جن علاقوں میں قادیانی تحریک نہیں ہے وہاں کے احباب اس سلسلہ کو اہل حدیث میں بے کار جان کر اعتراض کیا کرتے ہیں ان کے لئے ایک خط کا اقتباس درج ذیل ہے جو دفتر میں راج گڑھ ریاست الور سے آیا ہے۔ نامہ نگار لکھتا ہے

قادیانی فتنہ اور اسکا پروپیگنڈہ ان دنوں زوروں پر ہے اس کے مبلغ بڑی تعداد میں ہر جگہ پہنچ رہے ہیں بہت سے پمفلٹ اردو انگریزی تقسیم کئے جارہے ہیں جن میں سے بعض میرے پاس بھی پہنچے ہیں جو اپنے اثر کے لحاظ سے خطرہ سے خالی نہیں۔ ایک انگریزی پمفلٹ کے ابتدائی حصہ کا ترجمہ اس عریضہ کے ہمراہ پیش ہے جس میں جناب والا کو بھی عبد اللہ نامی شخص انجمن ترقی اسلام (جماعت احمدیہ) سکندر آباد (حیدر آباد دکن) نے اکیس ہزار روپئہ کا چیلنج دیا ہے ممکن ہے کہ جناب والا کو اس کا علم نہ ہو۔ غرضیکہ اس جماعت احمدیہ کی جانب سے کہیں مسلم لیگ کی حمایت کے نام سے اس کے پلیٹ فارم پر اپنے مشن کا پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے کہیں اپنے آپ کو مسلمان اور مسلمانوں کا بہی خواہ کہہ کر دھوکہ دیا جاتا ہے اور اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے بدقسمتی سے انگریزی خواندہ طبقہ ان کے پروپیگنڈے سے زیادہ متاثر نظر آرہا ہے۔ بعض احباب نے ایسے ہی سوالات مجھ سے کئے جن سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کا رجحان اس طرف ہو چلا ہے۔

جمیل احمد فاروقی از راج گڈھ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں انہی حالات کی وجہ

سے اہل حدیث میں قادیانی مشن کا سلسلہ ضروری سمجھا گیا ہے۔

سیٹھ عبداللہ الہ دین کے انعام کا جواب یہ ہے کہ موصوف کا وعدہ انعام بھی قادیانی نبی کے وعدوں کی طرح تھا جس کی تفصیل انجمن اہل حدیث سکندر آباد دکن نے ایک رسالہ میں شائع کی ہوئی ہے جس کا نام ہے قادیانی حلف کی حقیقت۔ اسکا ایک نسخہ راقم خط کو بھیجا گیا ہے کوئی اور صاحب بھی اس رسالہ کو دیکھنا چاہیں تو ایک آنے کا ٹکٹ بھیج کر دفتر اہل حدیث امرتسر سے طلب کر لیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰ جولائی ۱۹۴۳ء مطابق ۲۶ رجب ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۳۱ ص ۵۔۶)

کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا

علماء کرام کی آراء رسالہ ناقابل مصنف مرزا پر

مولانا اعزاز علی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں

رسالہ ناقابل مصنف، مصنفہ جناب مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری دیکھا مرزا غلام احمد کی بعثت کاذبہ، معاشرت، ... وغیرہ کے تمام گوشے منظر عام پر آچکے تھے لیکن چونکہ اون کے نام سے کتابیں زیادہ شائع ہوئی ہیں اسلئے بہت سے اصحاب کو یہ شبہ ہوتا تھا کہ موصوف اپنے زمانہ کے بیمثل ..مصنف تھے اور اسکے خلاف لوگوں کے ذہن نشین کرنے میں صعوبت ہوا کرتی تھی قادر مطلق جزائے خیر دے مصنف ممدوح (مولانا ثناءاللہ امرتسری) کو کہ انہوں نے اس پہلو کو بھی اس طرح واضح کر دیا کہ کسی سمجھ دار کے ذہن میں یہ خیال باقی نہیں رہ سکتا ہے کہ وہ مصنفین کتب کی فہرست میں لکھے جاسکتے ہیں دعا ہے کہ موفق حقیقی مصنف علام کی اس سعی کو مشکور فرما کر اپنی مرضیات کی توفیق بیش از بیش عطا فرماوے۔

محمد اعزاز علی غفرلہ مدرس دارالعلوم دیوبند۔ ۱۱ رجب ۱۳۶۲ھ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰ جولائی ۱۹۴۳ء مطابق ۲۶ رجب ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۳۱ ص ۶)

مولانا حافظ عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر العلوم فرماتے ہیں:

مولانا ثناء اللہ صاحب کی تازہ تصنیف نا قابل مصنف ، میں مرزا صاحب آنجہانی کی چند کتابوں پر ناقدانہ نظر ڈالی گئی ہے اور مصنف نے خود ان ہی کی شہادت سے یہ ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب کا طرز استدلال اصول مناظرہ اور قواعد منطق کے خلاف ہے اور مرزا صاحب ان علوم سے نا آشنا تھے اس لئے وہ متکلم یا معقولی نہیں ہو سکتے اور نہ ان کے دلائل علم منطق اور مناظرہ کی میزان میں پورے اتر سکتے ہیں ۔ اس لئے ان کی تصانیف ناقص اور وہ نا قابل مصنف تھے ۔

اس موضوع پر اب تک علماء نے توجہ نہیں کی تھی اور گویا یہ عنوان اب تک اچھوتا تھا ۔ مولانا ثناء اللہ صاحب نے اس سلسلہ کو شروع فرما کر ایک بڑی ضرورت کو پورا فرما دیا ۔ فجزاہ الله احسن الجزاء ۔

مولانا کی لطیف محققانہ منصفانہ اور مناظرانہ تنقیدوں کو پڑھنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رسالہ اپنے مقصد میں کامیاب ہے اللہ تعالیٰ مصنف کو خدمت اسلام کی مزید توفیق عطا فرمائیں اور قادیانی فتنہ کو نیست و نابود فرمائیں آمین ثم آمین ۔ العبد ۔ عبداللطیف

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳۔ اگست ۱۹۴۳ء مطابق ۱۰ شعبان ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۳۳ ص ۵)

مولانا عبیداللہ رحمانی مبارک پوری ، مولانا نذیر احمد دہلوی رحمانی ، مولانا حکیم محمد بشیر مبارک پوری ، مولانا عبدالجلیل رحمانی ، مولانا عبیدالرحمٰن طالب رحمانی مدرسین مدرسہ رحمانیہ دہلی فرماتے ہیں :

اس کتاب (نا قابل مصنف) میں مولانا ثناء اللہ صاحب نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تین مایہ ناز کتابوں براہین احمدیہ ، آئینہ کمالات اسلام اور چشمہ معرفت پر جو ناقدانہ تبصرہ فرمایا ہے قابل دید ہے ۔ منطق و کلام اور مناظرہ کے اصول وضوابط کے استعمال واجراء پر مصنف علام کو جو قدرت خدا داد حاصل ہے زیر نظر کتاب میں آپ نے اوس سے پورا کام لیا ہے ۔

اس کتاب کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ مرزا صاحب کے دعاوی مجددیت مہدویت مسیحیت نبوت کی طرح سلطان القلم ہونے کا دعوی

بھی باطل ہے ..ہمیں امید ہے کہ مرزائی لٹریچر سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اس کتاب کی قدر کریں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰۔ اگست ۱۹۴۳ء مطابق ۱۸ شعبان ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۳۴ ص ۵)

مولانا شرف الدین شیخ الحدیث و ناظم مدرسہ سعیدیہ عربیہ دہلی فرماتے ہیں:

میں نے رسالہ نا قابل مصنف کا مطالعہ کیا۔ واقعی مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب نے جو مرزا صاحب قادیانی کے نا قابل مصنف ہونے کے دلائل لکھے ہیں وہ براہین قاطعہ ہیں، اس لئے کہ کسی مصنف کے نا قابل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس کا کلام سراسر صدق ہو، تناقض و حشو و زوائد طول، فضول و فحش و بدحواسی سے پاک ہو۔ قواعد علمیہ کے مطابق ہو ۔ سو مولانا نے ثابت کر دیا کہ مرزا صاحب قادیانی کا کلام ان امور سے بالکل معری ہے لہذا ان کی نا قابلیت ثابت ہوئی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۷۔ اگست ۱۹۴۳ء مطابق ۲۵ شعبان ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۳۵ ص ۵)

قادیان میں درس حدیث کی شکل میں تحریف حدیث

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

میر محمد اسحاق قادیانی (خلیفہ محمود قادیانی کے ماموں) ایک عالم شخص ہیں جو قادیان میں حدیث کا درس دیتے ہیں۔ حدیث کا درس سن کر ہمارے ناظرین خوش ہوئے ہوں گے کیونکہ جماعت اہل حدیث کا قول ہے:

کیا تجھ سے کہوں حدیث کیا ہے ۔ دردانہ درجِ مصطفیٰ ہے

مگر قادیانی درس حدیث میں ہم ایک خاص بات پاتے ہیں جو کسی اور درس حدیث میں نہیں ملتی۔ اگرچہ وہ خاص بات جزئی حقیقی کی شکل میں نہیں ہے بلکہ وہ دراصل قادیانی سلسلہ تعلیم کی ایک کڑی ہے ۔ اس سلسلہ کی پہلی کڑی وہ فقرہ ہے جو مرزا صاحب قادیانی نے لکھا ہے کہ حدیث میں جو آتا ہے کہ مسیح موعود دمشق میں نازل ہوگا (ازالہ اوہام) اس سلسلہ کی غلط کڑیاں کئی ایک ہیں جن میں سے ایک اور آج

ہم پیش کرتے ہیں۔

قرآن اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج دو مفسد اور خونخوار قومیں قیامت کے نزدیک ظاہر ہوں گی۔ صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی زمانہ میں دجال پیدا ہوگا جو یاجوج ماجوج کے علاوہ ایک شخص ہوگا۔ چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب بھی ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں کہ یاجوج ماجوج کا ذکر قرآن مجید میں ہے مگر دجال کا نہیں ہے۔ (ازالہ اوہام طبع اول۔ ص۷۳۲)۔

غرض یہ دو ہستیاں بالکل الگ الگ ہیں اور انکے افعال بھی الگ الگ ہیں۔ اس تمہیدی نوٹ کے بعد قادیان کا درس حدیث سنئے۔

میر اسحاق صاحب کا درس جو الفضل مورخہ ۲۴ جولائی ۱۹۴۳ء صفحہ ۳ پر شائع ہوا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج اور مسیح الدجال کا مصداق ایک ہستی ہے اور وہ یورپین اقوام ہیں جنہوں نے دنیا پر سیاسی تسلط جما رکھا ہے۔ میر اسحاق صاحب کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں۔

> مسیح دجال سے حضور ﷺ نے پناہ مانگی ہے۔ المسیح الدجال کون ہے۔ پہلے اس کی لغوی لحاظ سے تشریح سمجھ لینی چاہیے۔ لفظ مسیح۔ م س ح سے مشتق ہے اور بروزن فعیل صفت مشبہ ہے۔ اور یعنی ممسوح ہے، جس کے معنی ہاتھ پھیرنے کے ہیں۔
>
> حضرت مسیح ناصری کو مسیح اسلئے کہتے ہیں کہ خدا نے ان پر خیر و برکت کا ہاتھ پھیرا ورنہ اصل نام تو ان کا یسوع ہے اور المسیح الدجال کو دجال اس لئے قرار دیا کہ اس پر لعنت و پھٹکار کا ہاتھ پھیرا اور اس کو ملعون قرار دیا۔
>
> پھر اگر م زائد مانا جائے تو لفظ مسیح ساح یسیح میں سے بروزن مفعل ہوگا۔ اور اس کے معنی سیاحت کرنے والے کے ہیں....
>
> رسول کریم ﷺ کا اشارہ یورپین اقوام کی طرف ہے کیونکہ یہ قومیں تمام دنیا میں گھوم جانے والی تھیں۔ دنیا میں کون سی جگہ ہے جہاں ان کے قدم نہیں پہنچے۔ ہر جگہ ان کی سیادت و قبضہ کا سکہ جما ہوا ہے۔ خود قرآن مجید نے ان کے متعلق آج سے ساڑھے تیرہ سو برس قبل یہ وحی شائع کی من کل حدب

ینسلو ن ۔یعنی ہر بلندی سے دوڑ پڑیں گے جس طرح عقاب اوپر سے اپنے شکار کو دیکھ کر جھپٹتا ہے بعینہ قرآنی الفاظ میں ان کا ذکر ہے ذرا کہیں نشیب والی جگہ پائی جھٹ وہاں جا پہنچے ہیں ۔.....

یورپئن اقوام کی دو حیثیتیں ہیں ایک حیثیت تو مذہبی ہے جس کی وجہ سے انہیں دجال کہا گیا ہے اور دوسری حیثیت ان کی ایجادات و اختراعات کو فروغ دینے کے متعلق ہے اسلئے ان کا دوسرا نام یاجوج ماجوج بھی ہے یعنی آگ اور پانی سے کام لینے والے لوگ ۔

قرآن وحدیث سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ یہ اقوام صنائع و بدائع اور اختراع میں اس قدر ترقی کریں گی کہ انکی مثل کوئی اور قوم پیش نہ کرسکے گی ...(کیا جاپانی قوم بھی ان کی مثل پیش نہیں کرسکتی ۔ ثناء اللہ امرتسری) ...

پس یورپئن اقوام کی دو حیثیتیں ہیں ۔ایک دنیاوی یعنی ایجادات وصناعات واختراعات میں اس قدر ترقی کہ جس کی نظیر کوئی اور دوسری قوم نہیں پیش کر سکتی ۔ اور یہی وجہ انکی ترقی کی ہے دوسری حیثیت ان کی مذہبی ہے مگر مذہب کے لحاظ سے یہ سراسر دجال ہیں ان کے عقیدہ کفارہ میں حقیقت و صداقت کا ذرہ بھی نہیں ۔(الفضل قادیان ۲۴ جولائی ۱۹۴۳ء ص ۳)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں : ناظرین اس عبارت کو غور سے دیکھیں تو ان کو صاف معلوم ہو جائے گا کہ میراسحاق صاحب کے نزدیک دجال اور یاجوج ماجوج مختلف حیثیت سے یورپئن اقوام کے دو نام ہیں ۔ حالانکہ ایسا کہنا احادیث صریحہ کے خلاف ہے ۔احادیث نبویہ میں یاجوج ماجوج کا فعل فساد فی الارض آیا ہے اور مسیح الدجال کا فعل دعوی الوہیت آیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان اقوام میں سے کوئی بھی الوہیت کا دعوی نہیں کرتی ۔ میر صاحب نے اپنے مزعومہ مسیح الدجال کا عقیدہ کفارۃ المسیح بتایا ہے حالانکہ کفارۃ المسیح کے ماننے والے اپنے لئے الوہیت کے مدعی نہیں ہیں ۔ ہم اس بارے میں دو معتبر گواہ پیش کرتے ہیں ۔ پادری سلطان محمد خان صاحب اور پادری برکت اللہ صاحب ۔ان دونوں سے پوچھا جائے کہ کیا وہ اپنے لئے یا اپنی عیسائی قوم کے لئے الوہیت کے مدعی ہیں؟ ہرگز نہیں ۔

پھر یہ کیا انصاف ہے کہ کسی گروہ یا شخص کے ذمہ وہ بات لگائی جائے جس کا وہ قائل نہیں۔ میر اسحاق صاحب نے عرب کا شعر سنا ہوگا

قد اصبحت ام السّلیم تدعی
علیّ ذنب کلہ لم اصنع

یعنی ام سلیم مجھ پر ایسے الزام لگاتی ہے جن میں سے کسی کا ارتکاب میں نے نہیں کیا۔

خطرہ ہے عیسائی ارباب قلم اہل قادیان پر وہی الزام نہ لگائیں جو عرب شاعر نے ام سلیم پر لگایا تھا۔

میر اسحاق صاحب کے اس بیان میں لایدان لاحدٍ کا جملہ بھی ملتا ہے۔ یہ جملہ دراصل صحیح ترمذی کی روایت میں یاجوج ماجوج کے حق میں کلام خدا کی شکل میں آیا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ :

کسی کو ان یاجوج ماجوج کے مقابلہ کی طاقت نہ ہوگی۔

ہم خوش ہیں کہ میر اسحاق صاحب نے ترمذی کی یہ روایت پیش کی ہے اس لئے ہم بھی ایسی روایت کو مدار فیصلہ قرار دیتے ہیں۔ ترمذی کی روایت مذکورہ کے اخیر میں یہ جملہ بھی آیا ہے کہ :

خدا تعالیٰ یاجوج ماجوج کی گردن میں ایک پھوڑا پیدا کردے گا جس سے وہ یک دم مرجائیں فیموتون کموت نفس واحدۃ۔

اور یہ واقعہ مسیح موعود کی زندگی میں ان کی آنکھوں کے سامنے وقوع پذیر ہوگا اور مسیح الدجال یاجوج ماجوج کی موت سے پہلے باب لد پر حضرت مسیح موعود کے ہاتھوں قتل ہو چکا ہوگا۔

ان دونوں قوموں کی موت کے بعد حضرت مسیح موعود عرصہ دراز تک زندہ رہیں گے اور شادی کریں گے جس سے اولاد بھی پیدا ہوگی۔ ان واقعات کی تفصیل کتب احادیث صحیح ترمذی وغیرہ میں ملتی ہے۔

قادیانی دوستو! ہمیں اس بات کا گلہ نہیں ہے کہ آپ لوگ قرآن وحدیث میں تحریف کرتے ہیں کیونکہ یہ کام تو آپ کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے بلکہ آپ کے مذہبی قلعہ کی بنیاد اسی بنا پر قائم ہے۔ ہاں گلہ ہے تو یہ ہے کہ تم لوگ مرزا صاحب کو مسیح

موعود بنانے میں جو کوشش کرتے ہو وہ الٹی ان کے خلاف پڑتی ہے۔ دیکھئے بقول تمہارے یاجوج ماجوج اور دجال آج تمہارے سامنے زندہ دندناتے پھرتے ہیں حالانکہ تمہارے مسیح موعود عرصہ ہوا سر کھپا کر اور قلم توڑ کر تشریف لے گئے۔ اس پر بھی تم ایسی تحریریں شائع کرتے ہو جن سے قادیانی مسیحیت موعودہ کو نقصان پہنچتا ہے اس لئے تمہارے حق میں یہ کہنا بالکل بجا ہے

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو

لطف یہ ہے کہ جن قوموں کو مرزا صاحب قادیانی خود اور انکے اتباع یاجوج ماجوج کہتے ہیں انکی غلامی کا طوق اپنی گردن میں رکھتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ بحیثیت مذہب ان کی اطاعت اور انکی اعانت فرض و واجب ہے حالانکہ ان قوموں کا ہلاک اور تباہ ہونا مسیح موعود کی دعا سے مقدر ہے۔ باوجود اسکے میر اسحاق صاحب موصوف انہی حدیثوں کو درس میں پڑھاتے اور پیش کرتے ہیں۔ کیا ہی سچ ہے:

منکر مے بودن و ہم رنگ مستاں زیستن

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶۔ اگست ۱۹۴۳ء مطابق ۳ شعبان ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۳۲ ص ۴۔۵)

ستیارتھ پرکاش کے زہر کا قادیانی تریاق

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

میرے زمانہ طالب علمی کا سنا ہوا واقعہ ہے۔ مولانا محمود حسن صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ دیو بند میں سخت وبا پڑ گئی۔ لوگ ایک ہندو عطار کے پاس دوا لینے جاتے جو ایک ہی بوتل سے ہر قسم کا شربت دے دیتا۔ جب اس کا راز کھلا تو لوگوں نے اس پوچھا کہ لالہ جی یہ کیا کرتے ہو۔ ہوشیار لالہ جی نے کہا کہ میاں سفا (شفا) پرمیسر کے ہاتھ میں ہے، شربت کا کیا ہے کوئی پی لیا۔

اسی عطار کی بوتل کے مشابہ قادیان میں بھی ایک بوتل ہے جس سے ہر قسم کے شربت نکالے جاتے ہیں۔ نیلوفر کی ضرورت ہو، یا بنفشہ کی، یا بزوری کی ہو، سب ایک ہی بوتل سے دیئے جاتے ہیں۔ وہ بوتل کیا ہے، حضرت مسیح موعود مرزا غلام

احمد صاحب قادیانی کی ذات باصفات۔

سوامی دیانند نے ستیارتھ پرکاش لکھی جو حقیقت میں کتاب نہیں ہے بلکہ دو دھاری تلوار ہے، جس میں ہر مذہب کا ردّ ہے۔خصوصاً قرآن شریف پر ۱۵۹، اعتراض کیئے ہیں۔ یہ اعتراض کیسے ہیں اور انکا اثر کیا ہے۔اخبار الفضل قادیان ۳۔ اگست ۱۹۴۳ء کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں کہ:

ستیارتھ پرکاش نے مسلمانوں کے دلوں میں ناسور پیدا کر رکھا ہے۔

قادیانی اطباء نے آج تک اس ناسور کا کوئی نسخہ تجویز نہیں کیا (بخل اور رقابت کا برا ہو۔ثناء اللہ)۔اپنی اسلامی خدمت کے تقاضا کے اثر سے ان سے یہ بھی نہ ہو سکا کہ لکھ دیتے کہ اس ناسور کا نسخہ حق پرکاش دفتر اخبار اہل حدیث امرتسر سے شائع ہو چکا ہے۔ ہاں مدت مدید اور عرصہ دراز کے بعد یہ نسخہ تجویز کیا کہ ہماری الہامی بوتل سے شربت منگوا لو یعنی حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کی کتب متعلقہ تردید آریہ پڑھو۔ چنانچہ الفضل قادیان کے اپنے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں:

> آریہ سماج کے پھیلائے ہوئے زہر کے ازالہ کے لئے موجودہ زمانہ کے مصلح موعود نے جو تریاق مہیا فرمایا ہے اس سے فائدہ اٹھایا جائے یعنی اس لٹریچر کا خصوصیت سے مطالعہ کیا جائے جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے آریوں کے اعتراضات کے جواب میں شائع فرمایا ہے۔ایک خاص بات جو حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کی تصانیف میں پائی جاتی ہے اور جو آریوں کے خلاف قلم اٹھانے والے اور کسی مصنف کی تحریروں میں نہیں پائی جاتی وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے تازہ بتازہ نشانات والہامات کے ذریعہ اسلام کو زندہ مذہب ثابت کر دیا۔
>
> (الفضل قادیان۔۲۳ جولائی ۱۹۴۳ء ص ۱)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: بس یہ ہے الہامی بوتل جس سے ہر قسم کے شربت نکالے جاتے ہیں۔مگر حقیقت یہ ہے کہ اس بوتل میں سوائے رنگ دار پانی کے کچھ نہیں ہے۔فالودہ فروشوں کی دکانوں پر رنگا رنگ پانی کی بوتلیں رکھی ہوتی ہیں جن میں سوائے پانی کے کچھ نہیں ہوتا، مگر نادان لوگ انہی کو شربت سمجھتے

ہیں۔یہی حال مرزا قادیانی الہامی بوتل کا ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کتاب شہادۃ القرآن میں لکھا ہے کہ میری تین پیش گوئیاں تین بڑی قوموں کے لئے ہیں۔عیسائیوں کے لئے ڈپٹی عبداللہ آتھم والی پیش گوئی، ہندوؤں خصوصاً آریوں کے لئے پنڈت لیکھ رام والی پیش گوئی، مسلمانوں کے لئے محمدی بیگم والی پیش گوئی۔

ہم نے ان تینوں پیش گوئیوں کی بابت خصوصاً لیکھ رام والی پیش گوئی کی بابت جو تحقیق کی اس سے معلوم ہوا کہ یہ بالکل فالودہ فروشوں کی بوتلوں کے مشابہ ہے پنڈت لیکھ رام کی بابت مرزا صاحب قادیانی نے جوالہامی پیش گوئی کی تھی وہ اس کی زندگی میں پوری ہونی چاہیے تھی۔اس کا مرنا ،خاص کر قتل سے مرنا، پیش گوئی کی تکذیب کرتا ہے۔مگر قادیانی عطار غلط کو صحیح ثابت کرنے میں ایسے مشاق ہیں کہ یورپین وقائع نگار بھی ایسے مشاق نہ ہوں گے۔یہ دراصل بڑے میاں کی تعلیم کا اثر ہے جن کی طرف سے یہ عام اعلان تھا:

جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے۔

پنڈت لیکھ رام کی موت سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تکذیب کس طرح ہوتی ہے، اس کی تفصیل ہمارے رسالہ لیکھ رام اور مرزا میں ملاحظہ ہو۔

جس طرح آپ نے آریوں کے مقابلہ میں یہ الہامی پیشگوئی بڑے فخر سے کی تھی اسی طرح عیسائیوں کے مقابلے میں بھی ڈپٹی آتھم کی موت کے متعلق پیش گوئی کی تھی۔ایسے ہی منکوحہ آسمانی زوجہ مرزا سلطان محمد کے متعلق پیش گوئی تھی کہ اس کا میرے نکاح میں آنا تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔یہ تینوں پیشگوئیاں غلط ثابت ہوئیں جس پر ہمیں بڑے افسوس سے یہ کہنے کا موقع ملا

ہزار وعدوں میں گر ایک ہی وفا کرتے
قسم خدا کی نہ ہم تم کو بے وفا کہتے

باقی رہا مرزا صاحب قادیانی کے دلائل بمقابلہ سماج، سو اس کا نمونہ ہماری جدید تصنیف ناقابل مصنف مرزا میں ملاحظہ ہو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳۔اگست ۱۹۴۳ء مطابق ۱۰ شعبان ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۳۳ ص ۴، ۵)

(بعدازاں ستیارتھ کے چودھویں باب کی اشاعت پر سندھ حکومت نے پابندی لگادی تھی جیسا کہ پیغام صلح لاہور کے ذیل کے نوٹ سے ظاہر ہوتا ہے۔

حکومت سندھ اور ستیارتھ پرکاش

حال ہی میں حکومت سندھ نے ڈی فینس آف انڈیارولز کے ماتحت حکم دیا ہے کہ سندھ کے حدود کے اندر ستیارتھ پرکاش کی طباعت اور اشاعت اس وقت تک ممنوع رہے گی جب تک چودھواں باب اس میں سے نکال نہ دیا جائے۔

حکومت سندھ نے امن عامہ کی حفاظت کے پیش نظر یہ حکم صادر کیا ہے۔ اس مذکورہ باب میں اسلام اور قرآن مجید پر اتنے خطرناک اور غیر معقول دل آزار حملے کئے گئے ہیں کہ دنیا کا کوئی اخلاقی مذہبی اور قانونی ضابطہ اس کی اجازت نہیں دیتا اور صرف اسلام ہی نہیں بلکہ دوسرے مذاہب مثلاً عیسائیت ہندومت اور سکھ ازم پر بھی اس کتاب میں اتنے خطرناک حملے کئے گئے ہیں جو ان مذاہب کے متبعین کے لئے سخت اذیت رساں ہیں۔ اور اس کتاب کی دل آزاری اور اشتعال انگیزی کے خلاف تقریباً نصف صدی سے آواز بلند ہو رہی ہے اور ان تمام مذاہب کی طرف سے پرزور احتجاج کیا جارہا ہے۔

حکومت سندھ نے اس کتاب کے چودھویں باب پر پابندی عائد کر کے جس میں اسلام پر خطرناک حملے کئے گئے ہیں نہایت دانش مندانہ قدم اٹھایا ہے اور مذہبی دنیا میں رواداری اور رفق و ملائمت کے جذبات پیدا کرنے کے لئے یہ حکم صادر کیا ہے۔ لیکن حکومت سندھ کے اس واجب اور معقول اور نہایت دانش مندانہ حکم کے نفاذ پر آریہ سماج کے حلقوں میں ایک ہیجانی اور بحرانی کیفیت پیدا ہوگئی ہے اور بجائے اس کے آریہ صاحبان اس حکم کی معقولیت پر ٹھنڈے دل سے غور کرتے انہوں نے اس حکم کے خلاف اندھا دھند پروپیگنڈہ شروع کر دیا ہے اور اچھے پڑھے لوگوں نے ستیارتھ پرکاش دنیا کی الہامی کتب میں شامل کرنا شروع کر دیا حالانکہ اس کتاب کا مصنف نہ الہام کا مدعی تھا، اور نہ اس نے اس کتاب کو بطور الہامی کتاب کے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور اب تو یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اس کتاب کے جتنے اڈیشن سوامی دیانند بانی آریہ سماج کی زندگی میں شائع ہوئے ان میں تیرھواں اور چودھواں باب شامل تھے یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ یہ باب سوامی دیانند جی کی تصنیف نہیں ہیں بلکہ یہ بعد میں تصنیف کر کے کتاب میں شامل کئے گئے۔ (پیغام صلح ۱۵ نومبر ۱۹۴۴ء ص ۳)

احمدیوں کا باہمی مباحثہ اور منصفوں کا تقرر

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل قادیانی اور لاہوری جماعتوں کے مابین مباحثہ کی تحریک ہو رہی ہے اس میں تین منصف مقرر ہوئے ہیں جو اس مباحثہ میں امر تنقیح کا فیصلہ کریں گے۔ مولوی محمد علی امیر جماعت لاہور نے اس میں مداخلت کر کے اپنے فیصلہ کے لئے یہی صورت پیش کی ہے۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ

لاہوری اور قادیانی جماعتوں میں جتنے اختلافی مسائل ہیں ان پر مباحثہ کرنے کی دعوت لاہوری جماعت کی طرف سے دی جاتی ہے قادیان سے اسکی مقبولیت بھی آجاتی ہے مگر منصفوں کے تقرر کی گتھی نہیں سلجھتی۔ اس کے متعلق مولوی محمد علی کے الفاظ یہ ہیں:

میں کوئی بیس سال سے ...اختلافی مسائل کے متعلق ثالثوں کے تقرر کا مطالبہ کر رہا ہوں اور قادیانی جماعت اپنے خلیفہ کی سرکردگی میں اسکا انکار کر رہی ہے حالانکہ میرا ثالثوں کے تقرر کا مطالبہ نہایت معقول بھی تھا کہ کوئی غیر اس میں شامل نہ ہو، بلکہ تین چار ثالث میں جماعت قادیان سے منتخب کر لوں اور اسی قدر جناب میاں صاحب (مرزا محمود احمد) ہماری جماعت سے چن لیں۔ اور یہ لوگ صرف اس قدر فیصلہ کر دیں کہ کس فریق کے دلائل وزنی ہیں۔ ان کے اس فیصلہ کی وجہ سے کوئی فریق اپنے عقاید کو تبدیل کرنے کا پابند نہیں۔ میرے اس مطالبہ سے بیس سال سے لگاتار انکار ہو رہا ہے لیکن اب خود جماعت قادیان نے اس طریق کو جائز اور پسندیدہ قرار دیا اور اغلب یہ ہے کہ جناب میاں (محمود احمد) صاحب کی منظوری سے ایسا ہوا ہے۔

(پیغام صلح لاہور۔۴۔اگست ۱۹۴۳ء ص ۱)

ہم اس بارہ میں مولوی محمد علی صاحب کی تائید کرتے ہیں مگر بایں تفصیل کہ:
منصف کے لئے جماعت ہی سے کسی شخص کا ہونا ضروری نہ قرار دیا جائے

بلکہ منصف کی ذہانت اور قابلیت پر نظر کی جائے جیسا کہ مرزا صاحب متوفی نے کیا تھا چونکہ دونوں جماعتیں مرزا صاحب سے مستفیض ہیں اسلئے ہم انہیں کا فعل دونوں کے سامنے پیش کرتے ہیں جو ان کے لئے سند ہے۔

مرزا صاحب موصوف نے سوامی دیانند کے ساتھ مباحثہ میں منشی اندرمن مراد آبادی، سرسید احمد خان علی گڈھی، اور پادری رجب علی امرتسری کو منصف منظور کیا تھا۔ انکا یہ فعل دونوں جماعتوں کے لئے سند ہونا چاہیے کیونکہ ہر دو فریق کے نزدیک مرزا صاحب قادیانی پیشوا اور مقتداء ہیں۔

نتیجہ اس گفتگو کا یہ ہونا چاہیے کہ احمدیوں کے یہ دونوں فریق مل کر یا الگ الگ بسر کردگی اپنے امیروں کے پہلے میرے ساتھ مباحثہ کریں۔ عنوان مباحثہ مرزا صاحب قادیانی کا آخری فیصلے والا اشتہار ہوگا۔ اور اس بحث کیلئے ہائی کورٹ پنجاب کا کوئی جج ہو تو سب سے بہتر ہے۔ اگر نہ ہو سکے تو کم از کم سیشن جج ہونا چاہیے۔ مباحثہ تحریری ہوگا اور منصف کے سامنے ہوگا۔ میں اس امر کا مدعی ہونگا کہ مرزا صاحب قادیانی کا آخری فیصلہ میرے حق میں ہے۔ یعنی مرزا صاحب قادیانی اپنے دعوی میں غلطی پر تھے۔ یعنی آپ ملہمیت اور ماموریت کے دعاوی میں سچے نہ تھے۔ اس کا جواب دینا فریق ثانی کا حق ہوگا۔ پرچوں کی تعداد اور تحریر کے وقت کی حد بندی منصف کے سپرد ہوگی۔

ناظرین اگر شیعہ اور سنی اپنے اختلافی مسائل پر مباحثہ کرنے کی تیاری کر رہے ہوں اتنے میں کوئی غیر مسلم پادری یا پنڈت دونوں کو چیلنج دے کہ تم آپس میں کیا مباحثہ کرتے ہو، پہلے تم دونوں میرے ساتھ مباحثہ کرلو۔ تم اسلام کی فروعات پر جھگڑا کرتے ہو میں سرے سے اسلام کا ہی منکر ہوں اس لئے تمہارا مقدم فرض یہ ہے کہ پہلے میرے ساتھ مباحثہ کرلو۔ اس حالت میں شیعہ اور سنی جماعتوں کا یہ فرض ہوگا کہ وہ روس اور برطانیہ کے (جنگ عظیم دوم میں) اتحاد سے سبق حاصل کریں اور اپنی خانہ جنگی کو ملتوی کر کے مشترک دشمن کے سامنے ڈٹ جائیں۔ بے شک ان کا یہی فرض ہوگا اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو دونوں اسلام کے خیر خواہ متصور نہ ہوں گے۔ ٹھیک اسی طرح قادیانی اور لاہوری جماعتیں آپس میں خواہ کتنا ہی اختلاف رکھتی ہوں لیکن ہمارے

ساتھ تو ان کا اختلاف انکے اپنے اختلاف سے بڑھ کر ہے۔ مولانا حالی مرحوم نے ایک رباعی میں ہماری پیش کردہ مثال کو بڑی خوش اسلوبی سے نظم کیا ہے۔ فرماتے ہیں

کہتا تھا کل اک منکر قرآن و خبر
کیا لیں گے یہ اہل قبلہ باہم لڑ کر
کچھ دم ہے تو میدان میں آئیں ورنہ
کتا بھی ہے شیر اپنی گلی کے اندر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰۔ اگست ۱۹۴۳ء مطابق ۱۸ شعبان ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۳۴ ص ۴، ۵)

حج کی بندش مرزا قادیانی کی وجہ سے ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عربی زبان کا ایک شعر ہے جس کا ایک مصرع یہ ہے :

تمثل لی لیلی بکل سبیل

اس کا مطلب اردو مصرع میں یوں سمجھنا چاہیے : جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

یہی حال امت مرزائیہ کا ہے۔ دنیا میں کوئی واقعہ ہو۔ اچھا ہو یا برا۔ اس میں ان کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تصویر نظر آتی ہے۔

جاپان میں زلزلہ آئے، یا امریکہ میں، فوراً کہہ دیتے ہیں کہ مرزا صاحب کی وجہ سے آیا ہے۔ کئی سال سے حج بند ہے۔ گورنمنٹ نے اعلان کر دیا ہے کہ اس سال بھی عازمین حج کے لئے انتظام نہیں ہوسکتا، جس سے مسلمانوں کو سخت رنج ہوا، مگر قادیان میں گویا گھی کے چراغ چلے۔

بندش حج کی وجہ بقول اخبار الفضل یہ ہے کہ مسلم مخالفوں نے مرزا صاحب قادیانی کے حج نہ کرنے پر اعتراض کیا تھا حالانکہ آپ کے حق میں راستہ مخدوش تھا مگر مخالفوں نے اس عذر کو تسلیم نہیں کیا۔ خدا نے ان کو یہ دن دکھایا کہ راستہ مخدوش ہونے کی وجہ سے حج بند کیا۔ اس کے متعلق الفضل کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

جو لوگ رستہ کے پرخطر ہونے کے باوجود حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) پر

حج نہ کرنے کی وجہ سے اعتراض کرتے رہتے ہیں، انہیں معاصر احسان کے ان الفاظ کو غور سے پڑھنا چاہیے کہ ،

اگر راستہ پر خطر ہو، تو وہ امر مجبوری ہے،

اگر مسلمان حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) پر یہ سراسر بے جا اعتراض نہ کرتے تو ممکن ہے اللہ تعالی انکے لئے ایسے حالات پیدا ہی نہ ہونے دیتا کہ وہ سعادت حج سے محروم رہ کر راستہ کے خطرات کی مجبوریوں کا احساس کرتے۔ (الفضل قادیان ۔۱۰۔ اگست ۱۹۴۳ء ص ۱)

مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں ۔ اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے معاندانہ اعتراض کی وجہ سے خدا نے مرزا صاحب قادیانی کی صفائی کرنے کو حج بند کر دیا اور بتا دیا کہ راستہ مخدوش ہونیکی وجہ سے حج نہ کرنا قابل اعتراض نہیں ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ الفضل قادیان کا یہ جواب حق وصداقت سے بہت دور ہے۔ مسلمانوں کا اعتراض مرزا غلام احمد کے حج نہ کرنے پر ان کی وسعت اور تمول کے لحاظ سے نہ تھا ، بلکہ صادق ومصدوق رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی کی وجہ تھا۔ مسلم کی روایت میں ہے

مسیح موعود حج کریں گے اور مقام فج الروحاء سے احرام باندھیں گے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے نہ فج الروحا سے احرام باندھا ، اور نہ یلملم سے باندھا۔ نتیجہ صاف ہے کہ اگر آپ مسیح موعود ہوتے تو راستہ کی مشکلات خدا تعالی خود ہی اٹھا دیتا۔ جب اس نے نہیں اٹھائیں، تو معلوم ہوا کہ مرزا صاحب قادیانی خدا تعالی کے نزدیک مسیح موعود نہیں تھے۔

پس الفضل کا مضمون مسلم معترضین کی تردید میں نہیں ہے بلکہ تائید میں ہے۔ مرزا صاحب قادیانی کے ایسے مرید بہت کم ہوں گے جو حقیقت میں مرزا صاحب کی مدافعت کرتے ہوں ورنہ بہت سے ایسے ہیں جو بجائے مدافعت کے معترضین کی موافقت کر جاتے ہیں ۔ ان کے حق میں یہ کہنا بجا ہوگا:

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۷۔ اگست ۱۹۴۳ء مطابق ۲۵ شعبان ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۳۵ ص ۴)

☆☆☆☆☆

ہندوستان کے دور یفارمر

(مصنفہ صفر ۱۳۴۶ھ۔اگست ۱۹۲۷ء)

حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

تمہید: قرآن مجید کی تعلیم یہ ہے:

قل لعبادی یقو لوا التی ھی ا حسن ان الشیطا ن ینزع بینھم ان الشیطا ن کان للا نسا ن عدوا مبینا۔ (بنی اسرائیل:۵۳)

(یعنی اے رسول میرے بندوں کو کہہ دے کہ بات بہت ہی اچھی کیا کریں سخت کلامی سے شیطان ان میں عداوت ڈلوائے گا بے شک شیطان انسان کا صریح دشمن ہے)۔

اخلاقی صورت میں ہر ایک حکیم اور مصلح یہی تعلیم دیتا ہے۔ ہماری کتاب کے دو ہیرووں میں سے سوامی دیانند کا قول ہے

ہر جگہ اور ہر وقت انسان کو مناسب ہے کہ وہ شیریں کلامی کو کام میں لاوے کسی اندھے کو: اے اندھے، کہہ کر پکارنا سچ تو ضرور ہے لیکن سخت کلامی کے باعث ادھرم (بے دینی کا کام) ہے۔(اپدیش منجری۔ص۲۰)

یہ تو ہے سوامی دیانند جی کا قول، مگر فعل کیا ہے؟ اس کا ثبوت دو طرح سے ہے: ۱۔ اجمالی۔۲۔ تفصیلی۔

اجمالی بیان سوامی جی کی سوانح عمری کلاں کے دیباچہ میں لالہ منشی رام جی (بعد سوامی شردہانند جی) نے خود لکھا ہے جس کے اصلی الفاظ یہ ہیں:

ایک روز اثناء دیان کھیان (تقریر) میں شری سوامی جی مہاراج پورانوں کی اسمبھو (ناممکن) باتوں کا کھنڈن (ردّ) کرتے کرتے ان کے اخلاقی تعلیم کا کھنڈن کرنے لگے اس وقت پادری سکاٹ، مسٹر ریڈ کلکٹر (ضلع بریلی) اور مسٹر ایڈورڈس صاحب کمشنر قسمت معہ پندرہ بیس صاحبان انگریز کے رونق افروز تھے۔

سوامی جی نے پورانکوں کی پنج کنواروں کا ذکر کرتے ہوئے ایک ایک کے وصف بیان کرنا شروع کئے اور پورانکوں (ہندوؤں) کی عقل پر افسوس کیا کہ درو پدی کو پانچ خصم کرا کے اسے کماری قرار دینا، اور اسی طرح کنتی، تارا مندو دری وغیرہ کو کماری کہنا پورانکوں کی اخلاقی تعلیم کو ناقص ثابت کرتا ہے سوامی جی کا طرز بیان ایسا پر مذاق تھا کہ سامعین تھکنے کا نام نہیں جانتے تھے اس پر صاحب کلکٹر صاحب کمشنر وغیرہ ہنستے اور اظہار خوشی کرتے رہے۔ لیکن اس مضمون کو ختم کر کے سوامی جی مہاراج بولے، پورانیوں (ہندوؤں) کی تو یہ لیلا (حالت) ہے اب کرانیوں کی لیلا سنو۔ یہ ایسے بھرشت (ناپاک) ہیں کہ کماری (کنواری) کے بیٹا پیدا ہونا بتلاتے ہیں اور دوش (گناہ) سرو گیہ شدہ سوروپ پر ماتما (بےعیب خدا) پر لگاتے اور ایسا گھور پاپ کرتے ہوئے تنک بھی لچت (ذرہ بھی شرمندہ) نہیں ہوتے۔ اتنا کہنا ہی تھا کہ صاحب کلکٹر اور صاحب کمشنر کے چہرے غصے سے سرخ ہو گئے لیکن سوامی جی کا دکھیان اسی زور شور سے جاری رہا اس روز عیسائی مت کا دیا کھیان کے خاتمہ تک کھنڈن کرتے رہے۔ دوسرے روز صبح کو ہی خزانچی لکھشمی نارائن صاحب کی کمشنر بہادر کی کوٹھی پر طلبی ہوئی صاحب بہادر نے فرمایا کہ اپنے پنڈت صاحب کو کہہ دو کہ بہت سختی سے کام نہ لیا کریں ہم عیسائی لوگ تو مہذب ہیں ہم تو بحث مباحثہ میں سختی سے نہیں گھبراتے لیکن اگر جاہل ہندو اور مسلمان برافروختہ ہوئے تو تمہارے پنڈت سوامی کے دیا کھیان بند ہو جائیں گے۔ خزانچی صاحب یہ پیغام سوامی جی کے پاس پہنچانے کا وعدہ کر کے واپس چلے آئے لیکن سوامی جی تک یہ مضمون پہنچانے والا بہادر کہاں سے ملتا۔ کئی ایک ڈیہوڑی برداروں سے خزانچی نے استدعا کی لیکن کوئی بھی آگے بڑھنے کی ہمت نہ کر سکا آخر کار چٹھی ایک ناستک (دہریہ) پر پڑی اور اس کا ذمہ ٹھہرایا گیا کہ وہ معاملہ پیش کر دیوے۔ خزانچی صاحب معہ اس ناستک اور چند ایک دیگر آدمیوں کے اندر کمرے کے پہنچے جس پر ناستک نے صرف یہ کہ کر (کہ خزانچی صاحب کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں کیونکہ انہیں صاحب کمشنر

نے بلایا تھا) کنارہ کیا۔اور کل مصیبت گویا خزانچی صاحب کے سر پر ٹوٹ پڑی ۔اب خزانچی صاحب کہیں سر کھجلاتے ہیں کہیں گلا صاف کرتے ہیں آخر پانچ منٹ تک حیرت سے دیکھتے ہوئے سوامی جی نے فرمایا بھئی تمہارا تو کام کرنے کا سمہ ہی نہیں اس لئے تم سمہ کی قیمت نہیں سمجھ سکتے۔ میرا سمہ امولیہ ہے جو کچھ کہنا ہے کہہ دو۔اس پر خزانچی صاحب بولے:

مہاراج اگر سختی نہ کی جائے تو کیا حرج ہے۔اس سے اثر بھی اچھا پڑتا ہے اور انگریزوں کو ناراض کرنا بھی اچھا نہیں ہے۔وغیرہ وغیرہ۔،

یہ باتیں اٹک اٹک کر بڑی مشکل سے خزانچی صاحب کے منہ سے نکلیں۔

اس پر مہاراج ہنسے اور فرمایا:

ارے بات کیا تھی جس کے لئے گڑگڑاتا ہے اور ہمارا اتنا سمہ خراب کیا۔ صاحب نے کہا ہوگا کہ تمہارا پنڈت سخت بولتا ہے دیا کھیان بند ہو جائیں گے یہ ہوگا وہ ہوگا۔ ارے بھائی میں ہوّا تو نہیں کہ تجھے کھا لوں گا۔اس نے تجھ سے کہا تو مجھ سے سیدھا کہہ دیتا۔ ویرتھ اتنا سمہ (بے فائدہ اتنا وقت) کیوں گنوایا۔ (دیباچہ۔ص ۶۔۷)

اس اجمال ہی سے سوامی جی کا سبھاؤ اور طرز کلام معلوم ہوسکتا ہے تاہم تفصیل کے لئے ناظرین حوالہ جات مندرجہ ذیل ملاحظہ فرمائیں

سوامی جی کی مخاطب چار قومیں تھیں ہندو سکھ عیسائی اور مسلمان۔ چینی بدھ وغیرہ ہندوؤں میں داخل ہیں۔مندرجہ ذیل حوالجات سے ثابت ہوگا کہ سوامی جی نے تیرِ کلام چلانے میں کسی قوم کا لحاظ نہیں کیا بلکہ ہر ایک کو مساوی حق بخشا جس پر یہ کہنا بجا ہے

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

ہندوؤں کے متعلق سوامی جی کی تیز کلامی

ا: راجہ بھوج کے ڈیڑھ سو برس بعد ویشنو مت کا آغاز ہوا ایک سیٹھ کوپ نامی کنجر وان

قوم میں پیدا ہوا تھا اس سے یہ تھوڑا سا پھیلا اس کے پیچھے منی دا ہن بھنگی خاندان میں پیدا شدہ۔ (ستیارتھ پرکاش۔ باب ۱۱ فقرہ نمبر ۳۱)

(نوٹ: چونکہ ستیارتھ پرکاش کئی مرتبہ چھپی ہے اس کے صفحات باہمی مختلف ہیں کسی ناظر کے پاس کوئی طبع ہوگی کسی کے پاس کوئی۔ہم نے ان کی آسانی کے لئے یہی مناسب سمجھا کہ ستیارتھ پرکاش کے باب اور فقرے کا نمبر بتایا جائے۔ثناءاللہ امرتسری)

۲۔ (ہندوؤں کے مہا دیو بزرگ کی بابت): واہ رے ماں سے شادی نہ کی اور ہمشیرہ سے کر لی۔کیا اس کو جائز سمجھا جائے۔پھر اندر وغیرہ کو پیدا کیا۔ برہما، وشنو، رودھ اور اندران کو پالکی کے اٹھانے والے کہار بتایا۔اس قسم کے گپوڑے لمبے چوڑے طبع زاد لکھے ہیں (ستیارتھ پرکاش۔باب ۱۱ فقرہ ۳۳)

۳۔جیسے کوئی کسی چھلے۔چڑاوے تو گھنٹہ لے اور انگوٹھا دکھا وے۔اس کے آگے سے سب چیزیں لے کر آپ بھوگے۔ویسے ہی لیلا (حالت) ان پجاریوں یعنی پوجا بمعنی نیک اعمال کے دشمنوں کی ہے۔یہ لوگ چٹک مٹک جھلک بتوں کو بنا ٹھنا آپ ٹھگوں کی مانند بیچارے بیوقوف غریبوں کا مال اڑا کر موج کرتے ہیں (ستیارتھ پرکاش۔باب ۱۱ فقرہ نمبر ۵۲)

۴۔(بت خانوں کے متعلق): پنڈے پوجاری اندر کھڑے رہتے ہیں جب ایک طرف شالے نے پردہ کھینچا جھٹ پٹ بت آڑ میں آجاتا ہے۔تب سب پنڈے اور پوجاری پکارتے ہیں۔(ستیارتھ پرکاش۔باب ۱۱ فقرہ ۵۲)

تم بھینٹ کرو تمہارے گناہ چھوٹ جائینگے اب زیارت ہوگی جلدی کرو۔وے بیچارے سادہ لوح آدمی دغا بازوں کے ہاتھ لٹ جاتے ہیں۔(ستیارتھ پرکاش۔باب ۱۱ فقرہ ۵۸)

۵۔(ہردوار کے ذکر میں) پہاڑ کے اوپر سے پانی گرتا ہے گئو کے منہ کی شکل ٹکہ لینے والوں نے بنائی ہوگی۔اور وہی پہاڑ پوپ کا بہشت ہے۔وہاں اتر کاشی وغیرہ مقامات عابدوں کے لئے اچھے ہیں لیکن وہ دوکانداروں کے لئے وہاں بھی دوکانداری ہے۔دیو پریاگ پر ان کے گپوڑوں کی لیلا ہے۔ایسی گپیں نہ ہانکتے تو وہاں کو نجائے وہاں مہنت پوجاری اور پنڈے آنکھ کے اندھے گانٹھ کے پوروں سے مال اڑا کر عیش وعشرت کرتے ہیں ویسے ہی بدری نارائن میں ٹھگ ودیا والے بہت سے بیٹھیں۔

(ستیارتھ پرکاش۔باب ۱۱ فقرہ ۶۶)

۷۔(پنڈتوں کو مخاطب کر کے) اس تمہارے سورگ سے یہی جہان اچھا ہے جس میں دھرمشالا ہیں لوگ دان دیتے ہیں عزیز دوست اور ذات میں خوب دعوتیں ہوتی ہیں اچھے اچھے کپڑے ملتے ہیں تمہارے کہنے کے مطابق سورگ میں کچھ نہیں ملتا ایسے بے رحم کنجوس کنگال سورگ میں پوپ (ہندو پنڈت) جی خراب ہوں۔ وہاں بھلے لوگوں کا کیا کام ہے۔(ستیارتھ پرکاش۔باب ۱۱ فقرہ ۸)

۹۔(ہندو سادھوؤں کے ذکر میں): یہ سب اوصاف غیر مہذب بے عقل گرو کنڈوں (گپیوں) کے ہیں سادھوؤں کے نہیں۔(ستیارتھ پرکاش۔باب ۱۱ فقرہ ۹۰)۔

۱۰۔(ہندو پنڈتوں کے متعلق) ان لوگوں نے اپنے پیٹ بھرنے اور دوسروں کی بھی عمر برباد کرنے کے لئے ایک پاکھنڈ کھڑا کیا ہے۔(ستیارتھ پرکاش۔باب ۱۱ فقرہ ۱۰۰)

۱۱۔وید کے جاننے والے ایشور پر یقین رکھنے اور اس کو جاننے والے گورو کے پاس جاوے۔ان پاکھنڈیوں (ہندو پنڈتوں) کے دام میں نہ پھنسے۔(ستیارتھ پرکاش۔باب ۱۱ فقرہ ۱۰۶)

۱۲،(ویشنو نانک پینتھ کبیر پینتھ وغیرہ مت کے متعلق): یہ سب مذہب بے علمی سے پیدا ہوئے اور علم کے خلاف ہیں۔جاہل کمینے اور وحشی لوگوں کو بہکا کر اپنے جال میں پھنسا کر اپنی مطلب براری کرتے ہیں۔(ستیارتھ پرکاش۔باب ۱۱۔فقرہ ۱۰۶)

۱۳؛(ہندو پنڈتوں کے ذکر میں): پوپ جی کے زبانی گپوڑوں میں ایودھیا بہشت کو اڑ گئی۔یہ گپوڑہ لفظوں کی صورت میں اڑتا پھرتا ہے۔،(ستیارتھ پرکاش۔باب ۱۱ فقرہ ۶۷)

جینیوں کے متعلق

۱۴۔جینیوں کے سوائے اور کون ہوں گے جو ان کے برابر متعصب ہٹ دھرمی ضدی اور علم سے بے بہرہ ہوں۔(ستیارتھ پرکاش۔باب ۱۲ فقرہ ۹۵)

۱۵۔جین مذہب سب کے ساتھ دشمنی کرنے،مخالفت رکھنے،مذمت کرنے،حسد و غیر ہر کھنے کیلئے برے کاموں کے سمندر میں ڈبونے والا ہے۔(ستیارتھ پرکاش۔باب ۱۲ فقرہ ۹۶)

۱۶۔جینیوں کی مانند سنگ دل گمراہ کمینہ اور مذمت کرنے والا اور بھولا ہوا کوئی بھی دوسرے مذہب والا نہ ہوگا۔(ستیارتھ پرکاش۔باب ۱۲ فقرہ ۹۸)

۱۷۔جس طرح جین مذہب غیروں کے کینہ رکھنے والا ہے ایسا اور کوئی نہیں۔

(ستیارتھ پرکاش۔ باب۱۲فقرہ۱۰۱)

۱۸۔ الغرض یہ (جینی) لوگ اپنے مذہب کی کتابوں مقولوں اور سادھووں وغیرہ کی ایسی بڑائیاں مارتے ہیں کہ گویا یہ جینی لوگ بھاٹوں کے بڑے بھائی ہیں۔

(ستیارتھ پرکاش۔ باب۱۲فقرہ۱۰۷)

۱۹۔ اگر کوئی شخص حاسد اور کینہ ور بھی ہوتا ہم جینیوں سے بڑھ کر وہ بھی نہ ہوگا۔

(ستیارتھ پرکاش۔ باب۱۲فقرہ۱۰۸)

۲۰۔ اگر جینی لوگ طفلا نہ عقل والے نہ ہوتے تو ایسی باتیں کیوں مان بیٹھتے جس طرح بازاری عورت اپنے سوائے اور کسی کی تعریف نہیں کرتی اس طرح یہ بھی دکھائی دیتی ہے۔ (ستیارتھ پرکاش۔ باب۱۲ فقرہ۱۰۹)

۲۱۔ یہ بات جینیوں کی ہٹھ تعصب اور بے علمی کا نتیجہ نہیں تو کیا ہے

(ستیارتھ پرکاش۔ باب۱۲فقرہ۱۱۰)

۲۲۔ (جینیوں کو مخاطب کر کے) واہ جی واہ! علم کے دشمنوں! تم نے یہی سمجھا ہوگا کہ ہماری جھوٹی باتوں کی کوئی تردید نہیں کرے گا۔ اسی لئے یہ خوف دلانے والے الفاظ لکھے ہیں مگر یہ ناممکن ہے اب تم کو کہاں تک سمجھاویں تم تو جھوٹی مذمت اور دوسرے مذاہب سے مخالفت اور دشمنی کرنے پر ہی کمر بستہ ہو کر اپنی مطلب براری کرنے میں حلوا کھانے کی برابر (لذت) سمجھتے ہو۔ (ستیارتھ پرکاش۔ باب۱۲ فقرہ ۱۱۴)

۲۳: (جینیوں کے ذکر میں) بھلا جاہلوں کو اپنے مذہب کے پھندے میں پھنسانے کی اس سے بڑھ کر دوسری کون سی بات ہوگی ایسا بھونڈو (بے سمجھ) مذہب کون ہوگا۔

(ستیارتھ پرکاش۔ باب۱۲فقرہ۱۱۵)

۲۴: مورتی پوجا کا جتنا جھگڑا چلا ہے وہ سب جینیوں کے گھر سے نکلا ہے اور پاکھنڈوں کی جڑ یہی جین مذہب ہے۔ (ستیارتھ پرکاش۔ باب۱۲فقرہ۱۱۹)

سکھوں کے متعلق سوامی جی تیز کلامی

۲۵۔ نانک جی کا مدعا تو اچھا تھا لیکن علمیت کچھ بھی نہیں تھی ہاں زبان اس ملک کی جو کہگاؤں کی زبان ہے اس کو جانتے تھے وید آدی شاستر اور سنسکرت کچھ بھی نہیں

جانتے تھے اگر جانتے ہوتے تو، نھے، کو، ہزبھو، کیوں لکھتے اوراس کی مثال ان کا بنایا ہوا سنسکرتی شوتر ہے چاہتے تھے کہ میں سنسکرت میں بھی قدم رکھوں لیکن بغیر پڑھے سنسکرت کیوں کر کیسے آسکتی ہے عام گنواروں کے سامنے جنھوں نے سنسکرت کبھی سنی بھی نہیں تھی سنسکرتی بنا کر سنسکرت کے بھی پنڈت بن گئے۔ بات اپنی بڑائی عزت اور اپنی شہرت کی خواہش کے بغیر کبھی نہ کرتے ان کو اپنی شہرت کی خواہش ضرور تھی نہیں تو جیسی زبان جانتے تھے کہتے رہتے اور یہ بھی کہہ دیتے کہ میں سنسکرت نہیں پڑھا جب کچھ خود پسندی تھی تو عزت اور شہرت کے لئے کچھ دمبھ بھی کیا ہو گیا اسی لئے ان کے گرنتھ میں جا بجا ویدوں کی مذمت اور تعریف بھی ہے کیونکہ اگر ایسا نہ کرتے تو ان سے بھی کوئی وید کا معنی پوچھتا۔ جب نہ آتے تب عزت میں فرق آتا اس لئے پہلے ہی اپنے چیلوں کے سامنے کہیں کہیں ویدوں کے خلاف کہتے تھے اور کہیں کہیں وید کے بارے میں اچھا بھی کہا ہے۔ (ستیارتھ پرکاش۔ باب ۱۱ فقرہ ۹۸)

۲۶۔سکھ بت پرستی تو نہیں کرتے لیکن اس سے بڑھ کر گرنتھ (کتاب) کی پرستش کرتے ہیں کیا یہ بت پرست نہیں ہے؟ کسی بے جان چیز کے سامنے سر جھکانا یا اس کی پرستش کرنی تمام بت پرستی ہے جیسے پوجاری لوگ بت کا درشن کراتے اور نذریں لیتے ویسے نانک پنتھی لوگ گرنتھ (کتاب) کی پرستش کراتے کراتے بھینٹ بھی لیتے ہیں۔ لیکن بت پرستی والے جتنی وید کی عزت کرتے ہیں اتنی یہ لوگ گرنتھ صاحب والے نہیں کرتے۔ (ستیارتھ پرکاش باب ۱۱ فقرہ ۹۸)

عیسائیوں کے متعلق سوامی جی کی تیز کلامی

۲۷: خدا جھوٹا اور بہکانے والا ٹھہر۔ (ستیارتھ پرکاش باب ۱۳ فقرہ ۷)

۲۸: اگر ایسی باتوں کے کرنے والا انسان فریبی اور مکار ہوتا ہے تو خدا ویسا کیوں نہیں ہوا؟ کیونکہ اگر کوئی دوسرے سے مکاری کرے گا تو وہ خود فریبی مکار کیوں نہ ہو گا؟ اور جن تینوں کو لعنت دی وہ بلا قصور تھے تو پھر وہ خدا غیر منصف نہ ہوا؟ اور یہ لعنت خدا پر ہونی چاہیے تھی۔ (ستیارتھ پرکاش باب ۱۳ فقرہ ۷)

۲۹: انجیلی حاسد خدا نے سب کی زبان خلط ملط کر کے ستیاناس کر دیا اس نے یہ بڑا گناہ

کیا۔کیا یہ شیطان کے کام سے بھی برا کام نہیں ہے (ستیارتھ پرکاش باب ۱۳ص ۱۶)
۳۰۔تعجب ہے کہ جھوٹ اور مکر وفریب کی برکت سے اولیاء اور پیغمبر بن جاتے ہیں۔
جب ایسے عیسائیوں کے ہادیءدین ہوں ان کے مذہب میں کیوں نہ گڑ بڑ مچے۔
(ستیارتھ پرکاش باب ۱۳ فقرہ ۳۰)
۳۱۔خوب آدھی رات کو ڈاکو کی مانند بے رحم ہو کر انجیلی خدا نے لڑکے بالے بوڑھے اور چوپایوں تک کو بلاقصور مار ڈالا اور اسے ذرا بھی ترس نہ آیا۔(ستیارتھ باب ۱۳ فقرہ ۳۹)
۳۲۔ خدا کا بیلوں کی قربانی لینا اور قربان گاہ پر لہو چھڑکنا یہ کیسی وحشیانہ اور ناشائستہ بات ہے۔ (ستیارتھ پرکاش باب ۱۳ فقرہ ۴۵)
۳۳۔ دھن ہو موسی پیغمبر دہن ہے تمہارا خدا جو کہ عورت بچے بوڑھے اور جانور وغیرہ کی جان لینے سے بھی باز نہیں رہتا۔اس سے ساف ظاہر ہوتا ہے کہ موسی زنا کار (معاذ اللہ) تھا کیونکہ اگر زنا کار نہ ہوتا تو باکرہ یعنی کنواری لڑکیوں کو اپنے لئے کیوں منگواتا اور ایسی بے رحمی اور زنا کاری کا حکم کیوں دیتا۔ (ستیارتھ پرکاش باب ۱۳ فقرہ ۵۴)
۳۴۔(یسوع مسیح کی پیدائش کے متعلق) ان باتوں کو کوئی عالم نہیں مان سکتا ان باتوں کا ماننا بےعلم غیرمہذب آدمیوں کا کام ہے شائشچہ اور عالموں کا نہیں۔(ستیارتھ باب ۱۳ فقرہ ۶۰)
۳۵۔ اگر یسوع اب آپ خود علم سے محروم اور بچوں کی سی عقل والا نہ ہوتا تو اوروں کو لڑکوں کی مانند بننے کی تعلیم کیوں دیتا۔ (ستیارتھ پرکاش باب ۱۳ فقرہ ۷۵)
۳۶۔اس بات کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ عیسی غصہ ور تھا اور اسے موسموں کا علم نہ تھا اور اس کی بےعلم آدمیوں کی سی خصلت تھی۔ (ستیارتھ پرکاش باب ۱۳ فقرہ ۷۸)
۳۷۔ واہ عیسی صاحب آپ نے کس علم سے بتایا کہ ستارے گر پڑیں گے اور آسمان کیکون سی فوج ہے جو گر جائے گی؟ اگر عیسی تھوڑا بھی علم پڑھا ہوتا تو ضرور جان لیتا کہیہ ستارے سب دنیا ہیں اور وہ کیوں کر گر سکتے ہیں چونکہ عیسی بڑھئی کے گھر کا پیدا ہوا تھا ہمیشہ لکڑی چیرنے چھیلنے کاٹنے اور جوڑنے کا کام کرتا رہا ہوگا اسے اس جنگلی ملک میں جب پیغمبر بننے کا شوق پیدا ہوا تب ایسی باتیں بنانے لگا کتنی باتیں اس کے منہ سے اچھی بھی نکلیں لیکن بہت سی بری بھی ہیں وہاں کے لوگ جنگلی تھے اس کی باتوں پر یقین کر بیٹھے جیسا آج کل یورپ ترقی کر رہا ہے اگر ایسا ہی وقت ہوتا تو اس

کے معجزے کوئی بھی نہ مانتا باوجود کسی قدر علم ہونے کے عیسائی لوگ اب بھی ہٹ دھرمی اور پیچیدگی کی معاملات کی وجہ سے اس ردی مذہب سے کنارہ کش ہو کر مکمل سچائی سے بھرے ہوئے وید مارگ کی طرف رجوع نہیں ہوتے یہی ان میں نقص ہے۔

(ستیارتھ پرکاش باب ۱۳ فقرہ ۷۹)

۳۸۔ بھلا ایسی بات بجز بے علم اور سادہ لوح کے کوئی یہ بھی شائستہ آدمی کر سکتا ہے؟ عیسی کی اس بات کو آج کل کے عیسائی خداوند کا کھانا کہتے ہیں یہ بات کیسی بری ہے۔

(ستیارتھ پرکاش باب ۱۳ فقرہ ۸۳)

۳۹۔ واہ رے عیسائیوں کے پیشین گو خدا کے فرشتے نرسنگے کی آواز قیامت کی لیلا محض لڑکوں کا کھیل معلوم ہوتا ہے۔ (ستیارتھ پرکاش باب ۱۳ فقرہ ۱۰۷)

۴۰۔ (عیسائیوں کے بہشت کے متعلق) یہ گپوڑا پرانوں کے گپوڑوں کا بھی باپ ہے۔

(ستیارتھ پرکاش فقرہ ۱۲۷)

مسلمانوں کے متعلق ستیارتھ پرکاش

نمونہ شیریں کلامی شری دیانند سوامی ختم ہوا ناظرین ملاحظہ فرما کر دوسرے حصہ پر چلیں (یہ حصہ میں نے حذف کر دیا ہے۔ شائقین احتساب قادیانیت میں دیکھ سکتے ہیں۔ بہاء)

مرزا غلام احمد قادیانی

ہمارے پنجاب کے ضلع گورداسپور میں بٹالہ اسٹیشن سے گیارہ میل خام سڑک پر قصبہ قادیان ہے اس قصبہ میں مرزا قادیانی ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے آپ نے بہت کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سے کئی غیر مسلموں کے متعلق ہیں اور بہت سی مسلمانوں سے متعلق ہیں۔ ان کتابوں میں اپنے مخاطبوں (مسلموں اور غیر مسلموں) کو جب تیز کلامی سے مخاطب کیا تو مخالفوں کی طرف سے ان پر اعتراض ہوا کہ آپ سخت کلامی کیوں کرتے ہیں، تو آپ نے بجائے رک جانے کے اپنی سخت کلامی کی فلاسفی اور معقول حکمت اور فائدہ بنانے کو فرمایا اور خوب مفصل فرمایا آپ کے الفاظ یہ ہیں؛

سخت الفاظ کے استعمال کرنے میں ایک یہ بھی حکمت ہے کہ خفتہ دل اس سے بیدار ہوتے ہیں اور ایسے لوگوں کے لئے جو مداہنہ کو پسند کرتے ہیں

ایک تحریک ہو جاتی ہے مثلاً ہندوؤں کی ایک قوم ایسی قوم ہے کہ اکثر ان میں سے ایسی عادت رکھتے ہیں کہ اگر ان کو اپنی طرف سے چھیڑا نہ جائے تو وہ مداہنہ کے طور پر تمام عمر دوست بن کر دینی امور میں ہاں سے ہاں ملاتے رہتے ہیں بلکہ بعض اوقات تو ہمارے نبی ﷺ کی تعریف وتوصیف اور اس دین کے اولیاء کی مدح وثنا کرنے لگتے ہیں لیکن دل ان کے نہایت درجہ کے سیاہ اور سچائی سے دور ہوتے ہیں ان کے روبرو سچائی کو اس کی پوری مرارت اور تلخی کے ساتھ ظاہر کرنا اس نتیجہ خیر کا منتج ہوتا ہے کہ اسی وقت ان کا مداہنہ دور ہو جاتا ہے اور بالجہر یعنی واشگاف اور اعلانیہ اپنے کفر اور کینہ کو بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں گویا ان کی دق کی بیماری محرقہ کی طرف انتقال کر جاتی ہے سو یہ تحریک جو طبیعتوں میں سخت جوش پیدا کر دیتی ہے اگرچہ ایک نادان کی نظر میں سخت اعتراض کے لائق ہے مگر ایک فہیم آدمی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہی تحریک روبحق کرے کے لئے پہلا زینہ ہے جب تک ایک مرض کے مواد مخفی ہیں تب تک اس مرض کا کچھ علاج نہیں ہوسکتا لیکن مواد کے ظہور کے وقت ہر ایک طور کی تدبیر ہوسکتی ہے انبیاء نے جو سخت الفاظ استعمال کئے حقیقت میں ان کا مطلب تحریک ہی تھا، تا خلق اللہ میں ایک جوش پیدا ہو جائے اور خواب غفلت سے اس ٹھوکر کے ساتھ بیدار ہو جائیں اور دین کی طرف خوض اور فکر کی نگاہیں دوڑانا شروع کر دیں اور اس راہ میں حرکت کریں گو وہ مخالفانہ حرکت ہی سہی اور اپنے دلوں کا اہل حق کے دلوں کے ساتھ ایک تعلق پیدا کر لیں۔ گو وہ عدوّانہ ہی تعلق کیوں نہ ہو اسی کی طرف اللہ جل شانہ فرماتا ہے

فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا

یقیناً سمجھنا چاہیے کہ دین اسلام کو سچے دل سے ایک وہی لوگ قبول کریں گے جو بباعث سخت اور پرزور جگانے والی تحریکوں کے کتب دینیہ کے ورق گردانی میں لگ گئے ہیں اور جوش کے ساتھ اس راہ کی طرف قدم اٹھا رہے ہیں گو وہ قدم مخالفانہ ہی سہی۔ ہندوؤں کا وہ پہلا طریق ہمیں بہت مایوس

کرنے والا تھا جو اپنے دلوں میں وہ لوگ اس طرز کو زیادہ پسند کے لائق سمجھتے تھے کہ مسلمانوں سے کوئی مذہبی بات چیت نہیں کرنی چاہیے اور ہاں میں ہاں ملا کر گزارہ کر لینا چاہیے لیکن اب وہ مقابلہ پر آ کر اور میدان میں کھڑے ہو کر ہمارے تیز ہتھیاروں کے نیچے آ پڑے ہیں اور اس صید (شکار) قریب کی طرح ہو گئے ہیں جس کا ایک ہی ضرب سے کام تمام ہو سکتا ہے ان کی آ ہوا نہ سرکشی سے ڈرنا نہیں چاہیے دشمن نہیں ہیں وہ ہمارے شکار ہیں عنقریب وہ زمانہ آنے والا کہ تم نظر اٹھا کر دیکھو گے کہ کوئی ہندو دکھائی دے مگر ان پڑھوں لکھوں میں سے ایک ہندو بھی تمہیں دکھائی نہیں دے گا سو تم ان کے جوشوں سے گھبرا کر نومیدمت ہو کیونکہ وہ اندر ہی اندر اسلام قبول کرنے کے لئے تیاری کر رہے ہیں اور اسلام کی ڈیوڑھی کے قریب آ پہنچے ہیں۔ (ازالہ اوہام۔ص ۲۹۔۳۲۔قادیانی خزائن جلد ۳ ص ۱۱۷۔۱۱۹)

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے گو اپنا مافی الضمیر ظاہر کرنے میں زور بلاغت دکھایا مگر خدا کی پاک کتاب (قرآن مجید) سخت کلامی سے منع کیا ہے حکیم اور مصلح لوگ بھی یہی کہہ گئے ہیں

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنی تلخ کلامی کو بڑی حکمت پر مبنی جانتے تھے اس لئے ناظرین ان کی تلخ کلامی کو خوش کلامی کی طرح سنیں۔ آپ فرماتے ہیں

۱۔ (عیسائیوں نے) آپ (یسوع مسیح) (اس جگہ مرزا صاحب نے یسوع نام لکھا ہے مگر یسوع مسیح دراصل ایک ہی بزرگ ہیں چنانچہ خود مرزا صاحب لکھتے ہیں حضرت یسوع مسیح کی طرف سے سفیر کی حیثیت سے کھڑا ہوں اس لئے ہم نے اس جگہ دونوں نام یسوع مسیح لکھے ہیں۔ثناء اللہ) کے بہت سے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ (یسوع مسیح) سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ اور اس دن سے کہ آپ (یسوع مسیح) نے معجزہ مانگنے والوں کو گندی گالیاں دیں اور ان کو حرام کار اور حرام کی اولاد ٹھہرایا اسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا اور نہ چاہا کہ معجزہ مانگ کر حرام

کار اور حرام کی اولاد بنیں ۔ آپ (یسوع مسیح) کا یہ کہنا کہ میرے پیرو زہر کھائیں گے اور ان کو کچھ اثر نہیں ہوا یہ بالکل جھوٹ نکلا کیونکہ آج کل زہر کے ذریعہ سے یورپ میں بہت خودکشی ہو رہی ہے ۔ ہزار ہا مرتے ہیں ایک پادری خواہ کیسا ہی موٹا ہو، تین رتی امٹرکنیا کھانے سے دو گھنٹے تک بآسانی مرسکتا ہے یہ معجزہ کہاں گیا۔ ایسا ہی آپ (یسوع مسیح) فرماتے ہیں کہ میرے پیرو پہاڑ کو کہیں گے کہ یہاں سے اٹھ، وہ اٹھ جائے گا ۔ یہ کس قدر جھوٹ ہے،۔ بھلا ایک پادری صرف بات سے ایک الٹی جوتی کو تو سیدھا کر کے دکھلائے (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ۶ ۔ ۷ ۔ قادیانی خزائن ۔ ج ۱۱ ص ۲۹۰ ۔ ۲۹۱)

۲ ۔ آپ (یسوع مسیح) کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جنکے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شائد یہ بھی خدائی کیلئے ایک شرط ہوئی آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شائد اسی وجہ سے ہو جدی مناسبت درمیان ہے۔ ورنہ کوئی پرہیز گار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقعہ نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگاوے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے سمجھ والے سمجھ لیں ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے آپ (یسوع مسیح) وہی حضرت ہیں جنہوں نے یہ پیش گوئی بھی کی تھی کہ ابھی یہ تمام لوگ زندہ ہوں گے تو میں پھر واپس آجاؤں گا حالانکہ نہ صرف وہ لوگ بلکہ انیس نسلیں ان کے بعد بھی انیس صدیوں میں مر چکیں مگر آپ اب تک تشریف نہ لائے خود تو وفات پا چکے مگر اس جھوٹی پیش گوئی کا کلنک اب تک پادریوں کی پیشانی پر ہے سو عیسائیوں کی یہ حماقت ہے کہ ایسی پیش گوئیوں پر ایمان لاویں۔

(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ۷ ۔ ۸ ۔ قادیانی خزائن ج ۱۱ حاشیہ ص ۲۹۱، ۲۹۲)

۳ ۔ مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحی نبی کو اس (مسیح) پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے

مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔

(دافع البلاء حاشیہ ص۴۔ قادیانی خزائن ج ۱۸ حاشیہ ص ۷۱)

۴۔ یورپ کے لوگوں کو جسقدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسی علیہ السلام (اس جگہ قادیانی نے صاف لفظوں میں عیسی لکھ کر ساتھ اس کے علیہ السلام بھی لکھا ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مراد حضرت عیسی رسول اللہ ہی ہیں نہ کوئی اور۔ ثناء اللہ) شراب پیا کرتے تھے شائد کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔ (کشتی نوح حاشیہ ص ۶۶۔ قادیانی خزائن ج ۱۹ حاشیہ ص ۷۱)

۵۔ ہائے کس کے آگے یہ ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی تین پیش گوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں اور آج کون زمین پر ہے جو اس عقدہ کو حل کر سکے۔ (اعجاز احمدی ص ۱۴۔ قادیانی خزائن ج ۱۹ ص ۱۲۱)

۶۔ غرض حضرت مسیح کا یہ اجتہاد غلط نکلا۔ اصل وحی صحیح ہوگی مگر سمجھنے میں غلطی کھائی۔ افسوس ہے کہ جس قدر حضرت عیسی کے اجتہادات میں غلطیاں ہیں اس کی نظیر کسی نبی میں نہیں پائی جاتی۔ شائد خدائی کے لئے یہ بھی ایک شرط ہوگی مگر کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان کے بہت سے اجتہادوں اور غلط پیش گوئیوں کی وجہ سے ان کی پیغمبری مشتبہ ہوگئی ہے۔ (اعجاز احمدی۔ ص ۲۵)

۷۔ حضرت مسیح کے معجزات (عمل الترب) یعنی مسمریزم کے طریق سے تھے ایسے عملوں سے کاملین پرہیز کرتے رہے ہیں اگر یہ عاجز (مرزا قادیانی) اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالی کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

(ازالہ اوہام ص ۳۰۵، ۳۰۹۔ قادیانی خزائن ج ۳ حاشیہ ص ۲۵۵، ۲۵۸)

۸۔ اینک منم کہ حسب بشارات آمدم۔ عیسی کجاست تا بنہد پا بمنبرم

(ازالہ اوہام ص ۱۵۸۔ قادیانی خزائن ج ۳ ص ۱۸۰)

میں (مرزا) حسب بشارت آ گیا ہوں عیسی کہاں ہے کہ میرے منبر پر قدم رکھے)

۹: کربلائے ایست سیر ہر آنم۔ صد حسین است در گریبانم۔

(نزول المسیح ص ۹۹۔ قادیانی خزائن ج ۱۸ ص ۴۷۷)

ترجمہ: میری سیر ہر وقت کربلا میں ہے۔ سو (۱۰۰) حسین میری جیب میں ہیں۔

۱۰۔

شتان ما بینی و بین حسینکم
فانی اؤید کل آن و انصر
و ما حسین فاذکروا دشت کربلا
الی ھذہ الایام تبکون فانظروا
و انی بفضل اللہ فی حجر خالقی
أربی و اعصم من لیام تنمروا

اور مجھ میں اور تمہارے حسین میں بہت فرق ہے کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید مل رہی ہے مگر حسین پس تم دشت کربلا کو یاد کر لو اب تک روتے ہو پس سوچ لو اور میں خدا کے فضل سے اس کی کنار عاطفت میں ہوں پرورش پا رہا ہوں اور ہمیشہ کے لئے ان کے حملہ سے جو پلنگ صورت میں بچایا جاتا ہوں۔ (اعجاز احمدی۔ ص ۶۹۔ قادیانی خزائن ج ۱۹ ص ۱۸۱)

۱۱۔ اے بد ذات فرقہ مولویاں! تم کب تک حق کو چھپاؤ گے کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت چھوڑو گے اے ظالم مولویو تم پر افسوس کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کو پلایا۔

(انجام آتھم حاشیہ ص ۲۱۔ قادیانی خزائن ج ۱۱ حاشیہ ص ۲۱)

۱۲۔ (پیش گوئی متعلقہ موت عبداللہ آتھم کے کذب پر) اصرار کرتا ہے تو وہی قسم کھاوے اگر محمد حسین بٹالوی اس خیال پر زور دے رہا ہے وہی میدان میں آوے اگر مولوی احمد اللہ امرتسری یا ثناء اللہ امرتسری ایسا ہی سمجھ رہا ہے تو انہیں پر فرض ہے کہ قسم کھانے سے اپنے تقوی دکھلا دیں مگر کیا یہ لوگ قسم کھا لیں گے ہرگز نہیں کیونکہ یہ جھوٹے ہیں اور کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھا رہے ہیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ۲۵)

۱۳۔ چاہیے کہ ہمارے نادان مخالف انجام کے منتظر رہتے اور پہلے سے اپنی

بدگوہری ظاہر نہ کرتے بھلا جس وقت یہ سب باتیں (مرزا سلطان محمد داماد مرزا احمد بیگ کی موت، آسمانی منکوحہ محمدی بیگم کا میرے نکاح میں آنا وغیرہ) پوری ہو جائیں گی تو کیا اس دن یہ احمق مخالف جیتے ہی رہیں گے اور کیا اس دن یہ تمام لڑنے والے سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جائینگے ان بے وقوفوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں رہے گی اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جائے گی اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سوروں کی طرح کر دیں گے۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص۵۳۔قادیانی خزائن ج ۱۱ص ۳۳۷)

۱۴۔ (مولوی سعد اللہ لدھیانوی مرحوم کو مخاطب کر کے): اے احمق! دل کے اندھے! دجال تو تو ہی ہے...دجال تیرا ہی نام ثابت ہوا یا کسی اور کا۔حق سے لڑتا رہ...آخر اے مردار! دیکھے گا کہ تیرا کیا انجام ہوگا۔اے عدو اللہ تو مجھ سے نہیں بلکہ خدا تعالی سے لڑتا ہے۔

(اشتہار انعامی تین ہزار۔ص۱۲۔مجموعہ اشتہارات۔ج ۲ص ۷۸۔۷۹)

۱۵۔ (پادری آتھم کی پیش گوئی متعلقہ موت کی میعاد ختم ہونے کے موقع پر علماء اسلام کو مخاطب کر کے): اے بے ایمانو! نیم عیسائیو! دجال کے ہمراہیو! اسلام کے دشمنو! کیا پیش گوئی کے دو پہلو نہیں تھے، تو پھر کیا آتھم صاحب نے دوسرے پہلو رجوع الی الحق کے احتمال کو اپنے افعال اور اپنے اقوال سے آپ قوی نہیں کیا۔کیا وہ نہیں ڈرتے رہے۔کیا انہوں نے اپنی زبان سے ڈرنے کا اقرار نہیں کیا۔پھر اگر وہ ڈر انسانی تلوار سے تھا نہ آسمانی تلوار سے تو اس شبہ کو مٹانے کے لئے کیوں قسم نہیں کھاتے۔پھر جب کہ اس طرف سے ہزار ہا روپیہ انعام کا وعدہ نود کی طرح پا کر پھر بھی قسم سے انکار اور گریز ہے تو عیسائیوں کی فتح کیا ہوئی کیا تمہاری ایسی تیسی ہے۔

(اشتہار انعامی تین ہزار حاشیہ۔ص۵۔مجموعہ اشتہارات۔ج ۲ حاشیہ ص ۶۹۔۷۰)

۱۶۔ اب جو شخص اس صاف فیصلہ کے برخلاف شرارت اور عناد کی راہ سے بکواس کرے گا اور اپنی شرارت سے بار بار کہے گا کہ (پادری آتھم کے زندہ رہنے سے مرزا صاحب کی پیش گوئی غلط اور) عیسائیوں کی فتح ہوئی اور کچھ شرم وحیا

کو کام میں نہیں لائے گا اور بغیر اس کے کہ ہمارے اس فیصلہ کا انصاف کی رو سے جواب دے سکے انکار اور زبان درازی سے باز نہیں آئے گا اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں ہے پس حلال زادہ بننے کے لئے واجب یہ تھا کہ اگر وہ مجھے جھوٹا جانتا ہے اور عیسائیوں کو غالب اور فتح یاب قرار دیتا ہے تو میری اس حجت کو واقعی طور پر رفع کرے جو میں نے پیش کی ہے ورنہ حرام زادہ کی یہی نشانی ہے کہ سیدھی راہ اختیار نہ کرے۔

(انوار الاسلام۔ص ۳۰۔قادیانی خزائن ج ۹ ص ۳۱۔۳۲)

تلك كتب ينظر اليها كل مسلم بعين المحبة و المو دة و ينتفع من معارفها و يقبلني و يصدق دعوتي ا لا ذرية البغا يا الذين ختم الله على قلو بهم فهم لا يقبلو ن ۔ترجمہ: ان میری کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی آنکھ سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے مگر بدکار رنڈیوں (زناکاروں) کی اولاد جن کے دلوں پر خدا نے مہر کی ہے وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ص ۵۴۷۔۵۴۸۔قادیانی خزائن ج ۵ ص ۵۴۷۔۵۴۸)

۱۸۔مولانا شمس العلماء سید نذیر حسین (المعروف میاں صاحب) محدث دہلوی مرحوم کے حق میں لکھا:

اس نالائق نذیر حسین اور اس کے ناسعادت مند شاگرد محمد حسین کا یہ سراسر افتراء ہے۔ (انجام آتھم ص ۴۵۔قادیانی خزائن ج ۱۱ص ۱۱)

۱۹: حضرت میاں صاحب مرحوم کی وفات کی تاریخ مرزا صاحب نے یوں لکھی:

ما ت ضا ل ھا ئماً ۔ یعنی نذیر حسین گمراہی اور پریشانی میں مر گیا۔

(مواہب الرحمٰن ص ۱۲۷۔قادیانی خزائن ج ۱۹ص ۳۴۸)

۲۰۔(پادری آتھم کی پیش گوئی کے خاتمہ پر علماء اسلام کو مخاطب کر کے):

اے ہماری قوم کے اندھو! نیم عیسائیو! کیا تم نے نہیں سمجھا کہ کس کی فتح ہوئی

(اشتہار انعامی چار ہزار ص ۱۰۔مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ج ۲ص ۱۰۵)

۲۱: (موعود لڑکا پیدا نہ ہونے پر مخالفوں کو مخاطب کر کے لکھا):

واضح ہو کہ بعض مخالف نا خدا ترس جن کے دلوں کو زنگ بخل تعصب نے سیاہ کر رکھا ہے ہمارے اشتہار کو یہودیوں کی طرح محرف ومبدل کر کے اور کچھ کے کچھ معنی بنا کر سادہ لوح لوگوں کو سناتے ہیں اور نیز اپنی طرف سے اشتہارات شائع کرتے ہیں تا کہ دھوکہ دے کر ان کے یہ ذہن نشین کریں کہ جو لڑکا پیدا ہونے کی پیش گوئی تھی اس کا وقت گذر گیا اور وہ غلط نکلی۔ ہم اس کے جواب میں صرف لعنة الله على الكا ذبين کہنا کافی سمجھتے ہیں لیکن ساتھ ہی ہم افسوس بھی کرتے ہیں کہ ان بے عزتوں اور دیوثوں کو بباعث سخت درجہ کے کینہ اور بخل اور تعصب کی اب کسی کی لعنت ملامت کا بھی کچھ خوف اور اندیشہ نہیں اور جو شرم اور حیا اور خدا ترسی لازمہ انسانیت ہے وہ سب نیک خصلتیں ایسی ان کی سرشت سے اٹھ گئی ہیں کہ گویا اللہ تعالی نے ان میں وہ پیدا ہی نہیں کیں۔

(تبلیغ رسالت ج ا ص ۸۴۔ مجموعہ قادیانی اشتہارات۔ ج ا ص ۱۲۵)

۲۲۔ ہزار لعنت کا رسہ ہمیشہ کے لئے ان پادریوں کے گلے میں پڑ گیا جو علم عربی میں دخل رکھنے کا دم مارتے تھے۔

(اشتہار انعامی ۳ ہزار۔ ص ۱۰۔ مجموعہ قادیانی اشتہارات۔ ج ۲ ص ۷۷)

یہ بہت تھوڑا نمونہ ہے مرزا قادیانی کے کلمات ملفوظہ کا گو مرزا قادیانی نے اس قسم کی سخت کلامی کے جواز بلکہ استحسان کے لئے بہت زور قلم دکھایا ہے جو کتاب ہذا پر پہلے نقل ہو چکا ہے لیکن حق چونکہ فطرت کی آواز ہے اس لئے بقول:

حق برزبان جاری گردد

جناب مرزا غلام احمد قادیانی نے خود ہی اس قسم کی سخت کلامی او دلآزاری کی نسبت نہایت مستحسن رائے ظاہر فرمائی جو یہ ہے

تجربہ بھی شہادت دیتا ہے کہ ایسے بدزبان لوگوں کا انکام اچھا نہیں ہوتا خدا کی غیرت اس کے پیاروں کے لئے آخر کوئی کام دکھاتی ہے بس اپنی زبان کی چھری سے کوئی اور بدتر چھری نہیں۔

(خاتمہ چشمہ معرفت ۔ص ۱۵۔ قادیانی خزائن ج ۲۳ص ۳۸۶۔۳۸۷)

چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ قول بمنزلہ اعتراف جرم کے ہے اس لئے ہم بھی ان کے حق میں ایک فارسی شعر پڑھتے ہیں

بخش دے اس بت سفاک کو اے داور حشر
خون خود مجھ میں نہ تھا خون کا دعوی کیسا

حضرات ناظرین ! یہ کتاب مناظرات رنگ میں نہیں ہے کہ مصنف اپنی قوۃ استدلالیہ سے نتیجہ پیدا کرکے آپ کے سامنے رکھے بلکہ ایک تاریخی کتاب ہے جس میں مصنف کا اتنا ہی فرض ہے کہ واقعات صحیحہ ناظرین کے سامنے رکھ کر نتیجہ ان کی رائے پر چھوڑ دے سو میں (ثناءاللہ) ان دونوں ریفارمروں (سوامی جی اورمرزا جی) کے ملفوظات پیش کر کے یہ سوال کہ، ایسے تلخ گو ریفارمر ہو سکتے ہیں، آپ کے سامنے رکھ کر جواب کا منتظر ہوں ۔

ابوالوفا ثناءاللہ امرتسری مصنف کتاب ہذا ۔ اگست ۱۹۲۷ء

(منقول از احتساب قادیانیت جلد ۹)

☆☆☆☆☆

لا تجادلوا اهل الكتاب الا بالتی هی احسن

ناقابل مصنف

جس میں مرزا صاحب قادیانی کی تصنیفات کی اندرونی شہادات کی بنا پر ثابت کیا گیا ہے
کہ آپ قابل مصنف نہ تھے

مولفہ: مولانا ابوالوفا ثناء اللہ مولوی فاضل امرتسری

ثنائی برقی پریس ہال بازار امرتسر میں طبع ہوا

جمادی الآخر ١٣٦٢ھ مطابق جون ١٩٤٣ء

بسم الله الرحمان الرحيم۔ له الحمد
نحمدة و نصلی علی النبی و اهله

پہلے مجھے دیکھئے

مرزا صاحب قادیانی سب سے پہلے بحثیت مصنف نمودار ہوئے تھے۔ پھر مجدد بنے۔ پھر ترقی کر کے مسیح موعود بنے۔ ان سب ترقیوں کے ساتھ ساتھ فن تصنیف میں بھی ترقی کرتے گئے۔ یہاں تک کہ آپ کو الہام کے ذریعے سلطان القلم کا لقب ملا۔ (ریویو قادیان۔ بابت اگست ۱۹۴۲ء)۔ آپ کی مجددیت اور مسیحیت کی تنقید پر علماء کرام نے بکثرت کتابیں لکھیں۔ ہماری طرف سے بھی کئی ایک کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ البتہ

مرزا صاحب کے فن تصنیف پر کسی نے توجہ نہ کی تھی۔ حالانکہ یہ مضمون ضروری تھا۔ اس کے متعلق دو رسالے شائع کئے۔ ایک ' علم کلام مرزا ' دوسرا ' عجائبات مرزا '۔ مرزا صاحب کے اتباع کو جواب دینے کی جرائت نہ ہوئی۔ ہاں اس کا اثر ان کے دلوں پر یہ ہوا کہ مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری جو قادیانی مباحثات میں آج کل پیش پیش رہتے ہیں ۔ رسالہ علم کلام مرزا ہاتھ میں لے کر قادیان کے سالانہ جلسہ منعقدہ دسمبر ۱۹۴۳ء میں یوں گویا ہوئے کہ

مسیح موعود (مرزا صاحب) کو متکلمین کی اصطلاحات پر پرکھنا غلطی ہے۔ آپ نے اس کا دعویٰ ہی نہیں کیا۔ بلکہ آپ کو انبیاء کے طریق پر پرکھنا چاہیے ۔(الفضل قادیان دسمبر ۴۲ء)۔

حالانکہ یہی مولوی صاحب ہیں جو مذکورہ رسالہ شائع ہونے سے پہلے بڑے لمبے چوڑے مضمون لکھا کرتے تھے۔ جن کے عنوانات کا نمونہ یہ ہے

مسیح موعود (مرزا) کے علم کلام کی شاندار فتح ۔(مفصل در علم کلام مرزا۔ص ۷)

مرزا صاحب اپنے آپ کو انبیا کرام کے طریق پر شناخت کروانے سے انکار کرتے ہیں ۔ ملاحظہ ہو مکتوبات احمدیہ جلد پنجم صفحہ ۳۱ ۔ اس کے باوجود ہم نے مرزا صاحب کو انبیاء کے طریق پر جانچا اور خوب جانچا۔ (رسالہ الہامات مرزا وغیرہ ملاحظہ ہو) مگر اتباع مرزا مرزا صاحب کی تصنیفات کو معجزانہ تصنیفات کہہ کر ان کے دعاوی کی صحت پر بطور برہان پیش کیا کرتے ہیں ۔ اس لئے اس حیثیت سے بھی ان کو جانچنا ضروری ہوا۔

اظہار واقعہ: ہم نے بغرض تحقیق اخبار اہل حدیث میں چیلنج دیا تھا کہ مرزا صاحب قابل مصنف نہ تھے۔ مرزا صاحب کے مرید چاہیں تو اس موضوع پر ہم سے مباحثہ کر لیں۔ مباحثہ اسی طریق سے ہوگا جس طریق سے مرزا صاحب اور ڈپٹی آتھم عیسائی کے درمیان بمقام امرتسر مئی ۱۸۹۳ء میں ہوا تھا۔

قادیانی رسالہ ریویو آف ریلی جنز مباحثہ پر کچھ آمادہ ہوا۔ مگر بعد میں طریق مذکور پر بحث سے انکار کر کے میدان چھوڑ گیا۔ اس کی وجہ دراصل بقول شاعر یہ تھی کہ

نام میرا سن کے مجنوں کو جمائی آ گئی
بید مجنوں دیکھ کر انگڑائیاں لینے لگا

اس چیلنج اور جواب الجواب کا ذکر اخبار اہل حدیث مورخہ ۲۷ فروری ۔۳۔ اپریل ۔۲۹ مئی ۔۲۴ جولائی ۔ ۲۸ ۔ اگست ۔۳۰۔ اکتوبر ۔۲۰ نومبر ۔ ۱۸۔ دسمبر ۱۹۴۲ء نیز اہل حدیث ۱۲۔ جنوری ۱۹۴۳ء میں اور رسالہ ریویو قادیان بابت اپریل مئی جون جولائی اکتوبر دسمبر ۱۹۴۲ء نیز ریویو جنوری ۱۹۴۳ء میں ملتا ہے۔

اطلاع: رسالہ علم کلام مرزا اور عجائبات مرزا میں مرزا صاحب کی تصنیف پر بالائی نظر کی گئی ہے۔ اس رسالہ میں ان کے استدلات پر متکلمانہ طرز سے تنقیدی نظر ڈالی گئی ہے۔ جو بہت ضروری ہے۔

ناظرین سے عموماً اور اتباع مرزا سے خصوصاً درخواست ہے کہ وہ اس رسالہ کو دیکھنے سے پہلے مرزا صاحب کی عداوت یا محبت سے الگ ہو کر محض متکلمانہ حیثیت سے مطالعہ کریں ۔ اگر میرے کسی تعاقب میں غلطی پائیں تو از راہ کرم مجھے مطلع فرمائیں۔ میں شکریہ کے ساتھ قبول کرونگا۔

برکریماں کارہا دشوار نیست

خاکسار: ابو الوفا ثناء الله كفاه الله امرتسری۔

جمادی الآخر ۱۳۶۲ ھ مطابق جون ۱۹۴۳ء

مرزا صاحب کے استدلالات پر تنقید

دیباچہ کتاب ھذا میں لکھا گیا ہے کہ اس سلسلہ کے دو حصے پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ پہلا حصہ علم کلام مرزا کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ یہ اس کا تیسرا حصہ ہے۔ ناظرین ان تینوں حصوں میں نمایاں فرق پائیں گے۔

نوٹ: مرزا صاحب کی تصنیفات میں چند کتابیں ایسی ہیں جو متکلمانہ طریق پر خاص مخالفین اسلام کے خطاب میں لکھی گئی ہیں۔ ان کے نام ہی ان کا مضمون بتاتے ہیں۔ مثلاً براہین احمدیہ، آئینہ کمالات اسلام، چشمہء معرفت وغیرہ۔ میں نے بھی اس کتاب میں انہی کتابوں پر نظر رکھی ہے۔ آپ کی باقی تصانیف جو آپ کے دعویٰ مسیحیت وغیرہ کے متعلق ہیں ان کا حال انہی کتب ثلاثہ سے معلوم ہوسکتا ہے۔ بحکم

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

باوجود اس کے اگر ضرورت محسوس ہوئی تو دیگر کتب پر بھی تبصرہ کیا جائیگا۔ انشاء اللہ

مکرر گذارش: یہ رسالہ علم کلام کی حیثیت سے لکھا گیا ہے۔ یعنی علم منطق اور علم مناظرہ کے قواعد سے تصنیفات مرزا کو جانچا گیا ہے۔ اس رسالے کا اصل مقصد یہی ہے۔ مذہبی رنگ میں نکتہ چینی مقصود نہیں ہے۔ پس عام ناظرین کو عموماً اور اتباع مرزا صاحب کو خصوصاً چاہیے کہ وہ بھی اس رسالہ کو اسی حیثیت سے مطالعہ کریں۔

ہماری تحقیق کے مطابق مرزا غلام احمد صاحب کی تصنیفات براہین سے لے کر اخیر تک سب کی سب علوم معقولہ کے خلاف ہیں۔

توہم اول: اگر کسی صاحب کو یہ وہم گذرے کہ تصنیفات مرزا خصوصاً براہین احمدیہ اگر واقعی معقولیت سے گری ہوئی ہیں تو اس زمانہ کے علماء نے ان کی تعریف کیوں کی تھی؟۔

اس وہم کا دفعیہ یوں ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے اس کتاب کے فوائد ایسے کچھ دلفریب بتائے تھے جن کو سن کر ہر ایک ہم درد اسلام گرویدہ ہوسکتا تھا۔ جس کی مثال آجکل کی اشتہاری دعائیں ہیں کہ ایک ہی دعا کے ایسے فوائد بتائے جاتے ہیں کہ ضرورتمند کو گمان ہو جاتا ہے کہ یہ دوا واقعی ہر ایک مرض کیلئے مفید ثابت ہو گی۔ اب ہم ناظرین کی اطلاع کیلئے وہ فوائد نقل کرتے ہیں۔ ناظرین ان فوائد کو دیکھ کر اپنے اندر جو اثر پائیں گے اس سے اندازہ لگا سکیں گے کہ اس زمانہ کے نیک مسلمانوں پر اس تحریر کا کیا کچھ اثر ہوا ہوگا۔ وہ فوائد بالفاظ مرزا صاحب قادیانی یہ ہیں۔

بالآخر بعد تحریر تمام مراتب ضروریہ کے اس بات کا واضح کرنا بھی اسی مقدمہ میں قرین مصلحت ہے جو کن کن قسموں کے فوائد پر یہ کتاب مشتمل ہے تا وہ لوگ جو حقانی صداقتوں کے جان لینے پر جان دیتے ہیں اپنے روحانی محبوب کی خوشخبری پاویں اور تا ان پر جو راستی کے بھوکے اور پیاسے ہیں اپنی دلی مراد کا راستہ ظاہر ہو جاوے سو وہ فوائد چھ قسم کے ہیں جو بہ تفصیل ذیل ہیں

اول۔ اس کتاب میں یہ فائدہ ہے کہ یہ کتاب مہمات دینیہ کے تحریر کرنے میں ناقص البیان نہیں بلکہ وہ تمام صداقتیں کہ جن پر اصول علم دین کے مشتمل ہیں اور وہ تمام حقائق عالیہ کہ جن کی ہیئت اجتماعی کا نام اسلام ہے وہ سب اس میں مکتوب اور مرقوم ہیں اور یہ ایسا فائدہ ہے کہ جس سے پڑھنے والوں کو

ضروریات دین پر احاطہ ہو جاویگا اور کسی مغوی اور بہکانے والے کے پیچ میں نہیں آئینگے بلکہ دوسروں کو وعظ اور نصیحت اور ہدائت کرنے کیلئے ایک کامل استاد اور ایک عیار رہبر بن جائیں گے۔

دوسرا یہ فائدہ کہ یہ کتاب تین سو محکم اور قوی دلائل حقیقت اسلام اور اصول اسلام پر مشتمل ہے کہ جن کے دیکھنے سے صداقت اس دین متین کی ہر یک طالب حق پر ظاہر ہوگی بجز اس شخص کے کہ بالکل اندھا اور تعصب کی سخت تاریکی میں مبتلا ہو۔

تیسرا یہ فائدہ کہ جتنے ہمارے مخالف ہیں یہودی عیسائی مجوسی آریہ، برہمو، بت پرست، دہریہ، طبعیہ، اباحتی، لا مذہب کے شبہات اور وساوس کا اس میں جواب ہے اور جواب بھی ایسا کہ دروغ گو کو اس کے گھر تک پہنچایا گیا ہے۔ اور پھر رفع اعتراض پر کفائت نہیں کی گئی بلکہ یہ ثابت کر کے دکھلایا گیا ہے کہ جس امر کو مخالف ناقص الفہم نے جائے اعتراض سمجھا ہے وہ حقیقت میں ایک ایسا امر ہے کہ جس سے تعلیم قرآنی کی دوسری کتابوں پر فضیلت اور ترجیح ثابت ہوتی ہے نہ کہ جائے اعتراض۔ اور پھر وہ فضیلت بھی ایسے دلائل واضحہ سے ثابت کی گئی ہے کہ جس سے معترض خود معترض الیہ (اصل میں اسی طرح مرقوم ہے۔ثناءاللہ) ٹھہر گیا ہے۔

چوتھا یہ فائدہ جو اس میں بمقابلہ اصول اسلام کے مخالفین کے اصول پر بھی کمال تحقیق اور تدقیق سے عقلی طور پر بحث کی گئی ہے اور تمام وہ اصول اور عقائد ان کے جو صداقت سے خارج ہیں بمقابلہ اصول حقہ قرآنی کے انکی حقیقت باطلہ کو دکھلایا گیا ہے کیونکہ قدر ہر یک جوہر بیش قیمت کا مقابلہ سے ہی معلوم ہوتا ہے۔

پانچواں اس کتاب میں یہ فائدہ ہے کہ اس کے پڑھنے سے حقائق اور معارف کلام ربانی کے معلوم ہو جاویں گے اور حکمت اور معرفت اس کتاب مقدس کی کہ جس کے نور روح افروز سے اسلام کی روشنی بھی سب پر منکشف ہو جائے گی کیونکہ تمام وہ دلائل اور براہین جو اس میں لکھی گئی ہیں

اور تمام کامل صداقتیں جو اس میں دکھائی گئی ہیں وہ سب آیات بینات قرآن شریف سے ہی لی گئی ہیں۔ اور ہر ایک دلیل عقلی وہی پیش کی گئی ہے جو خدا نے اپنی کلام میں آپ پیش کی ہے اور اسی التزام کے باعث سے تقریباً باراں (اصل میں اسی طرح مرقوم ہے۔ ثناء اللہ) سیپارہ قرآن شریف کے اس کتاب میں اندراج پائے ہیں۔ پس حقیقت میں یہ کتاب قرآن شریف کے دقائق اور حقائق اور اس کے اسرار عالیہ اور اس کے علوم حکمیہ اور اس کے اعلیٰ فلسفہ ظاہر کرنے کیلئے ایک عالی بیان تفسیر ہے کہ جس کے مطالعہ سے ہر ایک صادق اپنے مولیٰ کریم کی بے مثل و مانند کتاب کا عالی مرتبہ مثل آفتاب عالمتاب کے روشن ہوگا۔

چھٹا یہ فائدہ ہے جو اس کتاب کے مباحث کو نہائت متانت اور عمدگی سے قوانین استدلال کے مذاق پر مگر بہت آسان طور پر کمال خوبی اور موزونیت اور لطافت سے بیان کیا گیا ہے اور یہ ایک ایسا طریقہ ہے کہ جو ترقی علوم اور پختگی فکر اور نظر کا ایک اعلیٰ ذریعہ ہوگا کیونکہ دلائل صحیحہ کے توغل اور استعمال سے قوت ذہنی بڑھتی ہے اور ادراک اور امور دقیقہ میں طاقت مدرکہ تیز ہو جاتی ہے اور بباعث ورزش براہین حقہ کے عقل سچائی پر ثبات اور قیام پکڑتی ہے اور ہر ایک امر متنازعہ کی اصلیت اور حقیقت دریافت کرنے کیلئے ایک ایسی کامل استعداد اور بزرگ ملکہ پیدا ہو جاتا ہے جو کہ تکمیل قوائے نظریہ کا موجب اور نفس ناطقہ انسان کے لئے ایک منزل اقصیٰ کا کمال ہے کہ جس پر تمام سعادت اور شرف نفس کا موقوف ہے '۔ (براہین احمدیہ ص ۱۳۵ تا ۱۳۸)

ناظرین! یہ ہیں وہ فوائد جو ایک مومن مسلمان کو اس کتاب کی طرف مائل کرنے کیلئے کافی سے زیادہ ہیں۔ اسی لئے اس زمانہ کے مسلمانوں نے عموماً اور بعض علماء نے خصوصاً اس کتاب کی تعریف کی اور اس کی اشاعت میں مرزا صاحب کی مدد کی۔ لیکن غور طلب سوال یہ ہے کہ کیا یہ فوائد حاصل ہوئے بھی؟

اس کا صحیح جواب یہی ہے کہ جبکہ موعودہ کتاب ہی وجود میں نہیں آئی تو اس کے فوائد کیسے حاصل ہو سکتے۔ رہی یہ بات کہ کتاب کیسے وجود میں نہیں آئی۔ حالانکہ

براہین احمدیہ کے نام سے یہ کتاب فروخت ہو رہی ہے۔اس کا جواب ہم اپنے رسالے علم کلام مرزا میں مفصل دے چکے ہیں۔ یہاں بالاجمال عرض کرتے ہیں کہ ان تین سو براہین حقہ میں سے ایک برہان بھی شائع نہیں ہوئی۔جس پر یہ کہنا بالکل بجا ہے

ہزار وعدوں میں گر ایک ہی وفا کرتے
قسم خدا کی نہ ہم ان کو بے وفا کہتے

توہم دوم: دوسرا وہم یہ کیا جاتا ہے کہ مخالفوں نے اس کا جواب دیکر دس ہزار روپیہ انعام وصول کیوں نہیں کیا۔جس کا اشتہار مرزا صاحب نے دے رکھا تھا۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ جس حالت میں دلائل ظہور پذیر ہی نہیں ہوئے تو جواب کس چیز کا ہوتا؟ آج تک مخالفوں کی طرف سے یہ معقول مطالبہ کیا جاتا رہا کہ وہ دلائل پیش کرو تو ہم غور کریں گے۔ پس ہم اس کتاب کے مصنف کو ان مواعید کی وجہ سے عرب کی محبوبہ سعاد کی مثل پاتے ہیں۔جس کے عاشق صادق نے کہا ہے

كانت مواعيد عرقوب لها مثلاً
ما مواعيدها الا الاباطيل

اظہار واقعہ: پنڈت لیکھ رام نے اس کتاب کے جواب میں جو تکذیب براہین لکھی تھی ہم اس کو بھی مصنف پنڈت صاحب کی جلد بازی پر مبنی سمجھتے ہیں۔ان کو چاہیے تھا کہ وہ مرزا صاحب سے ان کی تین سو دلائل والی کتاب کا تقاضا کرتے۔ اور جب تک مرزا صاحب قادیانی اپنی موعودہ کتاب شائع نہ کرتے، یہ شعر پڑھتے رہتے

مفت اٹھنے کے نہیں در سے تیرے یار کبھی
ایک مطلب کے لئے باندھ کے اڑ بیٹھ گئے

اصل کتاب کی براہین پر تنقید

(۱) براہین احمدیہ مضامین کے لحاظ سے اصل میں دو حصوں پر منقسم ہے۔ ایک اصل کتاب ہے دوسرے حواشی۔ ان دونوں حصوں میں جو کچھ حشو و زوائد اور طول پر ملول اور تکرار بے شمار ملتا ہے اسے ہم زیر بحث نہیں لاتے ناظرین اسے خود دیکھ سکتے ہیں۔ اس جگہ ہم اصل مقصود کا ذکر کرتے ہیں۔

اس سے ہماری مراد مرزا صاحب کی طرز تصنیف پر بحث کرنا ہے۔ جس سے کسی مصنف کی قابلیت یا عدم قابلیت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ اصل کتاب کے شروع میں ایک مقدمہ لکھا ہے جس میں چند مقاصد ہیں۔

علماء کی اصطلاح میں مقدمہ کتاب کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو مضمون کے لحاظ سے اص لکتاب سے جدا ہوتا ہے مگر اس میں کچھ مبادی ذکر کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ علم نحو اور علم منطق میں مقدمہ کو یوں بیان کیا جاتا ہے

المقدمة فی المبادی التی یجب تقدیمها علی المقاصد

(هدائت النحو وغیره)

علم نحو میں مبادی کی مثال کلمہ کلام مفرد اور مرکب وغیرہ کی تعریفات ہیں اور علم منطق میں دلالت کی تقسیم تضمنی التزامی وغیرہ مبادی کی مثالیں ہیں۔ علم اقلیدس میں خط نقطہ وغیرہ کی تعریف اور چند علوم متعارضہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد مقاصد شروع ہوتے ہیں۔ کیونکہ مبادی مقاصد نہیں ہوتے اور مقاصد مبادی نہیں ہوتے۔ ان دونوں میں امتیاز ہے۔ مگر مرزا صاحب نے مقدمہ میں مقاصد لکھے ہیں۔ (براہین ص ۸۳ ملاحظہ ہو)۔ جو اہل علم کی اصطلاح کے بالکل خلاف ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ جو کچھ لکھا ہے وہ مقاصد نہیں ہیں۔ گویا آپ نے دو غلطیاں کی ہیں۔ ایک تو مضمون مقدمہ کو مقاصد کہا ہے اور دوسرے جو کچھ اس میں بیان کیا ہے وہ مقاصد نہیں ہیں۔ ہماری گفتگو اہل علم کی اصطلاح پر مبنی ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی یا ان کے مرید اگر اہل علم کی اصطلاحات کے پابند نہیں ہیں تو ہم بھی ان کی طرف سے یہ شعر پڑھ کر اس اعتراض کو ختم کر دیں گے

نہ پیروی قیس نہ فرہاد کریں گے
ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

(۲) **تمہیدات**: مقدمہ ختم کرنے کے بعد آپ نے آٹھ تمہیدات لکھی ہیں۔ جو پانچ سو گیارہ صفحات میں ختم ہوئی ہیں۔ ان تمہیدات کو مضمون کے لحاظ سے مبادی کہہ کر مقدمہ میں درج کرتے تو بجا ہوتا مگر موصوف نے ایسا نہیں کیا بلکہ ان کو مقدمہ سے بالکل الگ کر دیا اور ان کی جگہ مقاصد کو دیدی۔ درس قرآن میں اس کی مثال یہ ہے کہ

قاعدہ بغدادی میں پارہ عم کو داخل کردیا اور پارہ عم و قاعدہ بغدادی کے حروف (ا ب ج د وغیرہ) کی جگہ دیدی ۔ ادنی طالب علم بھی اس طرز عمل کو اس مصرع کا مصداق سمجھے گا۔

خرد کا نام جنوں رکھدیا جنوں کا خرد

تمہیدات میں کیا مذکور ہے؟ ہم بالاختصار بتاتے ہیں۔

تمہید اول ۔ قرآن مجید آنے سے پہلے زمانے کے حالات ایسے خراب تھے جو کتاب اللہ کے نزول کے مقتضی تھے۔

تمہید دوم ۔ وہ براہین جو قرآن شریف کی حقیقت اور افضلیت پر بیرونی شہادتیں ہیں چار قسم پر ہیں ۔ایک وہ امور جو محتاج الاصلاح سے ماخوذ ہیں ۔ دوسرے وہ امور جو محتاج التکمیل سے ماخوذ ہیں ۔تیسرے وہ امور جو قدرتیہ سے ماخوذ ہیں ۔ چوتھے وہ جو امور غیبیہ سے ماخوذ ہیں ۔ (براہین ص ۱۳۹)۔

تمہید سوم ۔ جو چیز محض قدرت کاملہ خدا سے ظہور پذیر ہو خواہ وہ چیز اس کی مخلوقات میں سے کوئی مخلوق ہو خواہ وہ اس کی پاک کتابوں میں سے کوئی کتاب ہو جو لفظاً اور معناً اس کی طرف سے صادر ہو اس کا اس صفت سے متصف ہونا ضروری ہے کہ کوئی مخلوق اس کی مثل بنانے پر قادر نہ ہو۔ (براہین احمدیہ۔ص ۱۴۶)

تمہید چهارم ۔خداوند تعالی کی تمام مصنوعات سے یہ اصول ثابت ہوتا ہے کہ جو عجائب وغرائب اس نے اپنی مصنوعات میں رکھے ہیں ایک تو عام فہم ہیں ۔ دوسرے وہ امور جن میں دقت نظر درکار ہے۔ (براہین احمدیہ۔ص ۳۸۱۔۳۸۲)

تمہید پنجم: جس معجزہ کو عقل شناخت کر کے اس کے منجانب اللہ ہونے پر گواہی دے وہ ان معجزات سے ہزارہا درجہ افضل ہوتا ہے جو صرف بطور کتھا یا قصہ کے مد منقولات میں بیان کئے جاتے ہیں۔

تمہید ششم جسطرح مجوب الحقیقت معجزات عقلی معجزات سے برابری نہیں کر سکتے ایسا ہی پیشگوئیاں اور اخبار ازمنہ گذشتہ نجومیوں اور رمالوں اور کاہنوں اور مورخوں کے طریقہ بیان سے مشابہ ہیں ۔ان پیشگوئیوں اور اخبار غیبیہ سے مساوی نہیں ہوسکتیں کہ جو محض اخبار نہیں ہیں بلکہ انکے ساتھ قدرت الوہیت بھی شامل ہے (براہین ص ۴۶۷)

تمہید ہفتم ۔ قرآن شریف میں جس قدر باریک صداقتیں علم دین کی اور علوم دقیقہ الٰہیات کے اور براہین قاطعہ اصول حقہ کے مع دیگر اسرار اور معارف کے مندرج ہیں اگرچہ وہ تمام فی حد ذاتھا ایسے ہیں کہ قوی بشریہ ان کو بہ ہیئت مجموعی دریافت کرنے سے عاجز ہیں اور کسی عاقل کی عقل ان کے دریافت کرنے کیلئے بطور خود سبقت نہیں کرسکتی۔ کیونکہ پہلے زمانوں میں نظر استقرائی ڈالنے سے ثابت ہوگیا ہے کہ کوئی حکیم یا فیلسوف ان علوم ومعارف کا دریافت کرنے والا نہیں گذرا (مخالف کے حق میں یہ تمہید خود متنازع ہے مسلم نہیں ہے) لیکن اس جگہ عجیب بر عجیب بات ہے یعنی یہ کہ وہ علوم اور معارف ایک ایسے امی کو عطا کئے گئے جو لکھنے پڑھنے سے نا آشنا محض تھا ۔ (براہین ۔ص ۴۷۰۔۴۷۱)

تمہید ہشتم: جو امر خارق عادت کسی ولی سے صادر ہوتا ہے وہ حقیقت میں نبی متبوع کا معجزہ ہوتا ہے جسکی وہ امت ہے اور یہ بدیہی اور ظاہر ہے (براہین ص ۴۹۹)۔

ان تمہیدات ثمانیہ کو مقدمہ میں درج کر کے مبادی بنا دیا جاتا تو کچھ صحت ہو جاتی مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ خیر جو کچھ کیا گیا وہ ناظرین کے سامنے ہے۔ ان تمہیدات سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کتاب براہین احمدیہ نے جو تین سو دلائل بقول خود اس کتاب میں جمع کی ہیں ان سے یہ امور مشمولہ تمہیدات ثابت ہوتے ہیں ۔مگر حیرت کا مقام ہے کہ ان تمہیدات کو اتنا طول دیا ہے کہ اصل مضمون کے لئے جگہ نہیں رہی ۔ یعنی اصل کتاب کے صفحہ ۱۳۹ سے ۵۱۲ تک ان تمہیدات کو جگہ دی گئی ہے اور صفحہ ۵۱۲ پر جب اصل مضمون شروع کیا تو محض چند آیات کسی قدر تشریح کے ساتھ درج کر کے کتاب کو صفحہ ۵۶۲ پر ختم کر دیا اور ایسا بے موقع ختم کیا کہ دیکھنے والے کے منہ سے بے ساختہ یہ مصرع نکلتا ہے

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہء

لطف یہ ہے کہ ۲۳ سال انتظار کرانے کے بعد ایک اور کتاب شائع کی ۔ بظاہر تو اس کا نام براہین حصہ پنجم رکھا ۔ مگر حقیقۃً اس کو اصل کتاب سے نہ صوری تعلق نہ معنوی ۔ حالانکہ صفحہ ۹۳ اور ۱۳۶ وغیرہ پر مکرر سہ کرر لکھ چکے تھے کہ براہین کا مسودہ جس میں تین سو دلائل ہیں تیار ہو چکا ہے۔ پھر معلوم نہیں کہ وہ کہاں گیا ۔ نہ اپنے وعدے کی وفا کی ۔

نہ قیمت پیشگی ادا کرنے والوں کے تقاضا کی پرواہ کی ۔جس پر پیشگی قیمت ادا کرنے والوں کی زبان پر یہ شعر آنے لگا

بے نیازی حد سے گذری بندہ پرور کب تلک
ہم کہیں گے حال دل اور آپ فرمائیں گے کیا

(۳) طریق استدلال: مرزا صاحب نے اس کتاب کے مقدمہ میں اپنا طریق استدلال بھی بتایا ہے جو قابل دید وشنید ہے ۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی دلیل تمام نہیں ہوسکتی جب تک فریق مخالف کا نام نہ لیا جائے۔آپ کے اصل الفاظ یہ ہیں ۔

'کامل تحقیقات اور باستیفا بیان کرنا جمیع اصول حقہ اور ادلہ کاملہ کا اسی پر موقوف ہے کہ ان سب ارباب مذاہب کا جو برخلاف اصول حقہ کے رائے اور اختلاف رکھتے ہیں غلطی پر ہونا دکھلایا جائے۔ پس اس جہت سے ان کا ذکر کرنا اور ان کے شکوک کو رفع کرنا ضروری ہوا اور واجب ہوا ۔ اورخود ظاہر ہے کہ کوئی ثبوت بغیر رفع کرانے عذرات فریق ثانی کے کما حقہ اپنی صداقت کونہیں پہنچتا ۔مثلاً جب ہم اثبات وجود صانع کی بحث لکھیں تو تکمیل اس بحث کی اس بات پر موقوف ہوگی جو دہریہ یعنی منکرین وجود خالق کائنات کے ظنون فاسدہ کو دور کیا جائے ۔' (براہین ۔ص۸۳)

مرزا صاحب کا یہ بیان عقلی اور نقلی دونوں طریق کے خلاف ہے ۔علماء منطق کے نزدیک بہترین دلیل برہان ہے جو یقینی مقدمات سے مرکب ہوتا ہے ۔جس کی مثال یہ قیاس ہے۔ العالم مرکب و کل مرکب حادث ۔نتیجہ العالم حادث ۔ اس دلیل کا نتیجہ بالکل صحیح ہے ۔حالانکہ اس میں کسی منکر کا ذکرنہیں ہے۔ برہان میں ضرورت نہیں ہوتی کہ کسی مخالف یا منکر کا ذکر کیا جائے ۔شائد آپ کو یادنہیں رہا کہ آپ کی کتاب کا نام براہین ہے جو برہان کی جمع ہے ۔ پھر آپ کا یہ کہنا کہ دلیل میں مخالف کا ذکرضروری ہوتا ہے علم مناظرہ اورعلم میزان کے صریح خلاف ہے ۔ ہاں ہم مانتے ہیں کہ جدلیات میں مخالف کا ذکرضروری ہوتا ہے مگر براہین اس پر موقوف نہیں ہوتیں ۔ مرزا صاحب کا ایسا کہنا نقلی دلیل (قرآن مجید) کے بھی خلاف ہے ۔قرآن شریف نے دہریوں کے رد میں بہت سے دلائل دیئے ہیں جو حقیقۃً براہین قطعیہ ہیں مگر ان میں

دہریوں کا نام تک نہیں ہے ۔ چنانچہ ہم اس جگہ دو آیتیں درج کرتے ہیں جو یہ ہیں ۔

هوالذی جعل الشمس ضیاءً و قدره منازل لتعلموا عدد السنین و الحساب ۔ ما خلق الله ذالك الا بالحق ۔ یفصل الآیات لقوم یعلمون ۔ ان فی اختلاف اللیل و النهار وما خلق الله فی السموات و الارض لآیات لقوم یتقون ۔ پارہ ۱۱ رکوع ۶

(مختصر ترجمہ ۔ چاند سورج کی پیدائش اور رات دن کے آگے پیچھے آنے میں اور دوسری مخلوقات میں غور کرنے والوں کیلئے بہت سے دلائل ہیں)۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کا یہ اصول علم کلام عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے ۔

(۴) **عقل اور الہام**: مرزا صاحب نے براہین احمدیہ کے متن اور حواشی میں ان دونو لفظوں [عقل اور الہام] پر بڑی بحث کی ہے ۔ ہم نے بھی اس بحث کو بڑے غور سے مطالعہ کیا اور جس قدر غور کیا مرزا صاحب کے قلم کو خبط العشوا (کج رفتار) پایا ۔ عرب میں جو اونٹنی کج رفتار سے چلا کرتی ہے اسکی رفتار کو خبط العشوا کہتے ہیں ۔ چنانچہ معلقہ کا شعر ہے

رائیت المنایا خبط عشواء من تصب
تمته ومن تخط یعمره فیهرم

شاعر کہتا ہے کہ میں موت کو کج رفتار اونٹنی کی طرح دیکھتا ہوں جو کبھی کسی پر جا پڑتی ہے اور کبھی کسی پر ۔ میں نے مرزا صاحب کی تصنیفات میں ان کے قلم کو ایسی ہی اونٹنی جیسا پایا ہے جو اپنی چال میں بے قابو رہتی ہے ۔ مرزا صاحب کا قلم بھی لکھتے ہوئے بے قابو ہو جاتا ہے ۔ اس حال میں ان کو اجتماع ضدین یا ارتفاع نقیضین کی بھی خبر نہیں رہتی ۔ اس عنوان کے ماتحت ہم اپنے اس دعوی کا ثبوت دیتے ہیں ۔

مرزا صاحب قادیانی ایک اصول وضع کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

۔ اگر کوئی کتاب مدعی الہام کی کسی ایسے امر کی تعلیم کرے جس کے امتناع پر کھلی کھلی دلائل عقلیہ قائم ہوتی ہیں تو وہ امر ہرگز درست نہیں ٹھیر سکتا ۔ بلکہ وہ کتاب ہی باطل یا محرف یا مبدل کہلائے گی کہ جس میں کوئی ایسا خلاف عقل امر لکھا گیا ۔ پس جبکہ تصفیہ ہر ایک امر کے جائز یا ممتنع ہونے کا

عقل ہی کے حکم پر موقوف ہے اور ممکن اور محال کی شناخت کرنے کیلئے عقل ہی معیار ہے تو اس سے لازم آیا کہ حقیقت اصول نجات کی بھی عقل ہی سے ثابت کی جائے۔ (براہین احمدیہ۔ص ۸۸)

ناظرین کے ذہن میں اس اقتباس کا مضمون آ گیا ہوگا کہ بقول مرزا صاحب عقل کو الہام پر ترجیح ہے۔ بالفاظ دیگر الہامی تعلیم کو جانچنے کے لئے عقل ہی معیار ہے۔ اس کا خلاف بھی ملاحظہ کیجئے۔ آپ لکھتے ہیں:

'اب ہم کہتے ہیں کہ وجود قدیم حضرت باری میں تب ہی دہریہ کو ایک قیاس پرست کے ساتھ نزاع کرنے کی گنجائش ہے کہ مخلوقات پر نظر کرنے سے واقعی شہادت صانع عالم پیدا نہیں ہوتی۔ یعنی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ فی الحقیقت ایک صانع عالم موجود ہے۔ بلکہ صرف اس قدر ظاہر ہوتا ہے کہ ہونا چاہیے۔ اور اسی وجہ سے امر معرفت صانع عالم کا صرف قیاسی طور سے دہریہ پر مشتبہ ہو جاتا ہے۔ ... پس جس کے نزدیک معرفت الٰہی صرف مخلوقات کے ملاحظہ تک ہی ختم ہے اس کے پاس اس اقرار کرنے کا کوئی سامان موجود نہیں کہ خدا فی الواقعہ موجود ہے بلکہ اس کے علم کا اندازہ صرف اس قدر ہے کہ ہونا چاہیے۔ اور وہ بھی تب کہ جب دہریہ مذہب کی طرف نہ جھک جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ حکماء متقدمین میں سے محض قیاسی دلائل کے پابند رہے انہوں نے بڑی بڑی غلطیاں کیں۔ اور صدہا طرح کا اختلاف ڈال کر بغیر تصفیہ کرنے کے گزر گئے۔ اور خاتمہ ان کا ایسی بے آرامی میں ہوا کہ ہزارہا شکوک اور ظنون میں پڑ کر اکثر ان میں سے دہریے اور طبعی اور ملحد ہو کر مرے۔ اور فلسفہ کے کاغذوں کی کشتی ان کو کنارہ تک نہ پہنچا سکی۔'

(براہین احمدیہ۔ص ۱۵۰۔۱۵۱)

ناظرین کرام اس عبارت کو بغور پڑھیں گے تو نتیجہ صاف پائیں گے کہ مرزا صاحب نے عقل کو بہت کم درجہ میں رکھ کر اتنا گھٹایا ہے کہ وہ خدا کی ہستی کا ثبوت دینے سے بھی قاصر ہے۔ حالانکہ پہلے اسی عقل کو معیار بتا چکے ہیں اور یہ بات ہر اہل علم پر واضح ہے کہ معیار کا رتبہ ذی معیار (مثبت) سے اعلیٰ ہوتا ہے کیونکہ مثبت کا حسن و قبح

معیار ہی سے پرکھا جاتا ہے۔ اہل منطق نے منطقی قوانین کو استدلال کا معیار بتایا ہے کیونکہ منطق کی تعریف یہ ہے

آلة قانونية تعصم مراعاتها الذهن عن الخطاء فی الفکر

(تہذیب منطق)۔

یعنی علم منطق ایسا علم ہے کہ اس کا لحاظ رکھنے سے انسان کے استدلال اور فکر میں غلطی نہیں ہوتی۔ اس کے خلاف اگر کوئی کہے کہ علم منطق کے قواعد سے استدلال صحیح حاصل نہیں ہوسکتا تو یہ علم منطق کی صریح توہین ہے۔

اب ہم بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب کا یہ کلام الہام خداوندی کے بھی خلاف ہے۔حالانکہ آپ الہام ہی کی تائید میں لکھ رہے ہیں۔اسکی تفصیل ملاحظہ ہو۔

قرآن مجید نے جن امور کا یقین دلایا ہے ان سب کیلئے کلمہ طیبہ بطور عنوان مقرر کیا ہے جس کے دو جزء ہیں۔ پہلا جزء لا اله الا الله ہے دوسرا جزء محمد رسول الله ہے۔ پہلے جزء کے اثبات کیلئے ارشاد ہے و هو الذی مد الارض و جعل فیها رواسی و انهاراً ۔ و من کل الثمرات جعل فیها زوجین اثنین یغشی الیل النهار ۔ ان فی ذالك لآیات لقوم یتفکرون ۔(پارہ ۱۲۔رکوع ۸)

یعنی زمین کے پھیلانے پہاڑوں کے نصب کرنے دریاؤں کے جاری کرنے اور مختلف قسم کے پھلوں کے پیدا کرنے میں فکر کرنے والوں کیلئے بہت سے نشانات ہیں۔

دوسرے جزء کے اثبات کے لئے ارشاد ہے قل انما اعظکم بواحدة ۔ ان تقوموا لله مثنی و فرادی ثم تتفکروا ما بصاحبکم من جنة ۔ ان هو الا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید (پارہ ۲۲۔رکوع ۱۲)۔ یعنی اے منکرو تم اکیلے اکیلے یا دو دو مل کر غور کرو کہ تمہارے ساتھی (پیغمبر) کو جنون نہیں ہے بلکہ وہ سخت عذاب سے ڈرانے والا ہے۔

ان دونوں آیتوں میں فکر کرنے والوں کو خاص توجہ دلائی گئی ہے کہ اپنے فکر سے مسئلہ الوہیت اور رسالت کو سمجھیں۔فکر اگر غیر مفید فعل ہوتا یعنی اس سے یقین کا درجہ حاصل نہ ہوسکتا تو کلام اللہ میں اسکو علم کا ذریعہ نہ بتایا جاتا۔فکر کے معنی اہل منطق کے

نزدیک یہ ہیں ترتیب امور معلومة لاثبات المطلوب
پس معلوم ہوا کہ خود الہامی کتاب نے فکر کو ذریعہ ایمان بتایا ہے یعنی فکر ہی سے کلمہء اسلام کے دونوں جزء ثابت ہو سکتے ہیں۔ مرزا صاحب نے جس امر (الہام) کی حمایت میں فکر اور قیاس کی تذلیل کی تھی اسی نے ان دونوں کو قوت دیکر تائید فرمادی۔ اب مرزا صاحب عالم برزخ میں یہ شعر پڑھتے ہوں گے

ہم نے چاہا تھا کہ حاکم سے کریں گے فریاد
حیف ہے وہ بھی تیرا چاہنے والا نکلا

ایک اور طرح سے: مرزا صاحب کا مافی الضمیر یہ ہے کہ فکر و قیاس بغیر تائید الہام کے یقین کے درجہ تک نہیں پہنچا سکتے۔ آپ کا یہ دعوی بہت کمزور بلکہ منقوض ہے۔ آپ نے خیال نہیں فرمایا کہ الہام کے مخاطب دو قسم کے اشخاص ہوتے ہیں۔ ایک خود صاحب الہام یعنی جس پر الہام نازل ہوتا ہے اور دوسرے اس کے سننے والے۔ ملہم (صاحب الہام) کے حق میں تو آپ ایسا کہہ سکتے ہیں لیکن سننے والے تو اپنی عقل و فکر ہی سے کام لیکر یقین کا درجہ پائیں گے۔ ان کے فکر کی ترتیب یوں ہوگی
کہ یہ ملہم ہمیشہ سچ بولتا ہے۔ اس لئے اس نے الہام کا نام لیکر خدا پر افترا نہیں کیا۔ چنانچہ شاہ نجاشی حضرت ابوبکرؓ اور عبداللہؓ بن سلام سے اسی قسم کا فکر منقول ہے۔ قرآن مجید کی آیہ کریمہ ثم تتفکروا میں (جو اوپر مذکور ہوئی ہے) اسی غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے۔ لطف یہ ہے کہ خود بھی کتاب براہین کے صفحہ ۲۱۴ پر دلیل انی کو برہان قرار دیا ہے۔ دلیل انی اسکو کہتے ہیں کہ اثر کے وجود سے مئوثر کا علم ہو۔ جیسے روشن دان سے دھوپ دیکھ کر سورج کا علم حاصل کیا جائے۔ یہ دلیل یقینیات کی قسم سے ہے۔ خود مرزا صاحب قادیانی نے چشمہ معرفت کے صفحہ ۵۶ پر اس دلیل کا ذکر کیا ہے۔

(۵) الہامی کتاب اپنی دلیل خود بیان کرے ۔ اس عنوان کا مطلب یہ ہے کہ بقول مرزا صاحب الہامی کتاب وہی ہوتی ہے جو خود ہی اپنا دعوی بیان کرے اور خود ہی دلائل دے۔ مرزا صاحب نے اس اصول کو اپنی مختلف تصانیف میں بڑی رنگ آمیزی سے بیان کیا ہے۔ یہاں تک کہ ان کے اتباع مرزا صاحب کے علم کلام کا یہ طرہ امتیاز بتاتے ہیں۔ ہم کئی مرتبہ بتا چکے ہیں کہ اس اصول کے موجد علامہ ابن رشد

اندلسی ہیں ۔ ان کی کتاب فلسفہ ابن رشد میں اس کا ثبوت ملتا ہے ۔ خیر ہمیں اس سے مطلب نہیں ہے ۔ بلکہ ہمارا مقصد مرزا صاحب کے استدلال پر گفتگو کرنا ہے ۔ علم کلام میں دلیل کے واسطے تقریب تام کا ہونا ضروری ہے اور تقریب تام کے معنی یہ ہیں کہ دلیل کے تمام مقدمات صحیح ہونے کے علاوہ دلیل اپنے تمام افراد کو جامع ہو ۔ اور غیر افراد کو مانع ہو۔ اگر جامع نہ ہو تو ایسی دلیل پر جو اعتراض وارد ہو اسکو نقض اجمالی کہتے ہیں ۔ مرزا صاحب کی اس دلیل پر نقض اجمالی صاف وارد ہوتا ہے کیونکہ آپ سابقہ الہامی کتب کو مانتے ہیں حالانکہ ان میں یہ وصف نہیں پایا جاتا ۔ یہ بات مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے ۔ چنانچہ آپ کتب سابقہ کو ناقص کہتے ہیں ۔ ملاحظہ ہو براہین کا حاشیہ صفحہ ۱۰۹ ۔ ۱۱۰ ۔ اس لئے آپ قرآن مجید ہی کو اس وصف سے موصوف مانتے ہیں ۔ اس اصول کو قرآن مجید کی فضیلت یا خصوصیت میں بیان کرتے تو اچھا ہوتا یعنی یوں لکھتے کہ

> ' قرآن مجید میں یہ فضیلت یا خصوصیت ہے کہ وہ اپنے دعوے کی دلیل بھی بیان کرتا ہے اور دوسری الہامی کتب اس وصف سے خالی ہیں ' ۔

تو ایسا کہنے سے نقض اجمالی وارد نہ ہوتا لیکن سلطان القلم کو کون سمجھاتا ۔

(۶) کلام الٰہی کا بے مثل ہونا ضروری ہے ۔ مرزا صاحب نے اس بات پر زور دیا ہے یا یوں کہیے کہ بطور دلیل پیش کیا ہے کہ الہامی کتاب کا بے مثل ہونا بھی ضروری ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو الہامی کتاب بے مثل نہ ہو یا بے مثل ہونے کی مدعی نہ ہو وہ حقیقۃً الہامی کتاب نہیں ہے ۔ یعنی بے مثل ہونا اسکی صداقت کی دلیل ہے ۔ یہ دلیل بھی منقوض ہے کیونکہ قرآن مجید کے سوا کوئی الہامی کتاب بے مثل ہونے کی مدعی نہیں ہے پھر وہ الہامی کتاب کیسے ہو سکتی ہے ۔ اس نقض اجمالی کا جواب مرزا صاحب نے کیوں نہیں دیا ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نقض ان کے خیال میں نہیں آیا ۔

(۷) نجات کیلئے یقین چاہیے ۔ اس کی تشریح مرزا صاحب یوں کرتے ہیں ۔

> ' یقینی طور پر نجات کی امید یقین کامل پر اس لئے موقوف ہے کہ مدار نجات کا اس بات پر ہے کہ انسان اپنے مولیٰ کریم کی جانب کو تمام دنیا اور اس کے عیش و عشرت اور اس کے مال و متاع اور اس کے تمام تعلقات پر یہاں تک کہ اپنے نفس پر بھی مقدم سمجھے اور کوئی محبت خدا کی محبت پر غالب ہونے نہ

پائے ۔'' (براہین احمدیہ۔ صفحہ ۱۴۸)

یہ دعوی اگر صاحب الہام کیلئے مخصوص ہے تو اعتراض نہیں ۔ اگر آپ کی مراد عام ہے تو صاحب الہام ہو یا غیر ہو تو منقوض ہے کیونکہ تمام امت کو یہ درجہ حاصل نہیں ہے ۔ اسی لئے قرآن مجید کی نص صریح میں اشاد ہے ۔

یظنون انھم ملاقوا ربھم (پارہ ۱ رکوع ۵) ۔

یعنی خدا سے ملنے کا ظن غالب رکھتے ہیں ۔ ظن راجح خیال کا نام ہے جس کا درجہ یقین سے کم ہوتا ہے ۔ اس پر بھی قرآن مجید نے نجات متفرع کی ہے ۔

(۸) ایک سوال اور اس کا جواب

مرزا صاحب نے براہین کے صفحہ ۱۴۳ پر چند تمثیلیں لکھی ہیں ۔ جن کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ واقعات اور مسائل دقیقہ فلسفیہ اور الہامیہ کو نہ جاننے والہ جاننے والے کی طرح بیان کردے تو ماننا پڑے گا کہ ایسے شخص کو امور غیبیہ پر اطلاع ملتی ہے ۔ اس سے آپ کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے باوجود ناخواندہ ہونے کے مسائل دقیقہ الہامیہ بتائے ۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ پر خدا کی طرف سے الہام ہوتا تھا ۔ اس مقام پر آپ نے ایک معترض کا سوال نقل کیا ہے ۔ جس کے الفاظ یہ ہیں ۔

شائد کوئی معترض اس تمہید پر یہ اعتراض کرے کہ ان سہل اور آسان منقولات کا بیان کرنا جو مذہبی کتابوں میں مدون اور مرقوم ہیں بذریعہ سماعت بھی ممکن ہے ۔ جس میں لکھا پڑھا ہونا کچھ ضروری نہیں ۔ کیونکہ نا خواندہ آدمی کسی واقعہ کو کسی خواندہ آدمی سے سن کر بیان کرسکتا ہے ۔ یہ کچھ مسائل دقیقہ علمیہ نہیں ہیں جنکا جاننا بغیر تعلم باقاعدہ کے محال ہو (براہین احمدیہ ص ۱۴۳)

یہ اعتراض ایک ایسے شخص کی طرف سے بھی ہوسکتا ہے جو قرآن مجید کے سوا کسی اور الہامی کتاب کو مانتا ہو اور ایسے شخص کی طرف سے بھی جو خدا کو تو مانتا ہو مگر کسی کتاب کو الہامی نہ مانتا ہو ۔ اسی طرح ایسے شخص کی طرف سے بھی وارد ہوسکتا ہے جو نہ خدا کو مانتا ہو اور نہ کسی الہامی کتاب کو یعنی دھریہ ۔ یہ ہے اعتراض کی وسعت ۔

اب مرزا صاحب قادیانی کا جواب سنئے ۔

آپ نے جواب دیتے ہوئے معترض کو ایک خاص قسم میں محدود کر دیا ہے اس

لئے جواب ناقص ہے۔ مرزا صاحب قادیانی کے الفاظ یہ ہیں:

' ایسے معترض سے یہ سوال کیا جائیگا کہ تمہاری کتابوں میں کوئی ایسی باریک صداقتیں بھی ہیں یا نہیں جن کو بجز اعلی درجہ کے عالم اور اجل فاضل کے ہر ایک شخص کا کام نہیں کہ دریافت کر سکے بلکہ انہیں لوگوں کے ذہن ان کی طرف سبقت کرنیوالے ہیں جنہوں نے زمانہ دراز تک ان کتابوں کے مطالعہ میں خون جگر کھایا ہے اور مکاتب علمیہ میں کامل استادوں سے پڑھا سیکھا ہے۔ پس اگر اس سوال کا یہ جواب دیں کہ ایسی اعلی درجہ کی دقیق صداقتیں ہماری کتابوں میں موجود نہیں ہیں بلکہ ان میں تمام موٹی اور سرسری اور بے مغز باتیں بھری ہوئی ہیں جن کو عوام الناس بھی ادنی التفات سے معلوم کر سکتے ہیں اور جن پر ایک کم فہم لڑکا بھی سرسری نظر مار کر ان کی تہ تک پہنچ سکتا ہے اور جن کا جاننا کچھ فضیلت علمیہ میں داخل نہیں بلکہ غائت کار مثل ان کتابوں کے ہیں جن میں قصے کہانیاں لکھی جاتی ہیں یا جو محض اطفال اور عوام کے مطالعہ کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ تو افسوس ایسی گئی گذری کتابوں پر ...لیکن اگر کسی قوم کی یہ رائے ہو کہ ان کی الہامی کتابوں میں باریک صداقتیں بھی ہیں جن پر احاطہ کرنا بجز ان اعلی درجہ کے اہل علم کے جن کی عمریں انہیں میں تدبر کرتے کرتے فرسودہ ہوگئی ہیں اور جن میں ایسی صداقتیں بھی ہیں جن کی تہ اور مغز تک وہی لوگ پہنچتے ہیں جو نہائت درجہ کے زیرک اور عمیق الفکر اور راسخ فی العلم ہیں تو اس جواب سے خود ہمارا مطلب ثابت ہے۔ کیونکہ اگر ایک امی اور ناخواندہ آدمی ان حقائق دقیقہ کو ان کتابوں میں سے بیان کرے جن کو باقرار ان کے عوام اہل علم بھی بیان نہیں کر سکتے صرف خواص کا کام ہے تو بلا شبہ بیان اس امی کا ثبوت اس بات کے کہ وہ امی ہے امور غیبیہ میں داخل ہوگا اور یہی تمثیل سوم کا مطلب ہے '۔ (براہین احمدیہ ص ۱۴۳ تا ۱۴۵)

ناظرین خود ملاحظہ فرمائیں کہ ہمارے اس دعوی میں کہ مرزا صاحب نے معترض کے وسیع اعتراض کو تنگ کرکے جواب دیا ہے۔ کچھ شک ہے؟ سردست ہم اس

پر بحث نہیں کرتے کہ یہ جواب صحیح ہے یا غلط؟ مگر اس میں شک نہیں کہ جواب کو محدود کر دیا گیا ہے اور ان اشخاص سے مخصوص کر دیا ہے جو کسی کتاب کو الہامی مانتے ہوں ۔ یہ امر قابل مصنف کی شان سے بعید ہے ۔

مرزا صاحب کے مریدو! ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ ہماری تنقید کو مرزا صاحب کیعقیدت مندی سے الگ ہوکع دیکھنا ۔ اگر اسی عقیدت مندی میں مبتلا ہو کر دیکھو گے تو نتیجہ کچھ نہ تھا ۔ اور تمہارا طرز عمل اس شعر کا مصداق ہوگا ۔

مجھے تو منظور مجنوں کو لیلی
نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

(۹) مرزا صاحب کا حسن کلام ۔

جملہ معترضہ: یہاں پہنچ کر ہماری نظر مرزا صاحب کی اس عبارت پر پڑی جو مرزا صاحب کے حسن کلام کا نمونہ ہے ۔ آپ کلام الٰہی کی فصاحت و بلاغت وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے اس کے منکروں کو ایسی شیریں کلامی سے مخاطب کرتے ہیں جو اپنے اندر خاص کیفیت رکھتی ہے ۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ براہین احمدیہ اس زمانہ کی تصنیف ہے جبکہ عوام اہل اسلام کی طرف سے مرزا صاحب کی مخالفت نہیں ہوئی تھی ۔ علماء اسلام کے خلاف آپ نے ابھی کوئی لفظ نہیں لکھا تھا اور غیر مسلموں کے برخلاف بھی اس وقت تک کوئی قابل ذکر تصنیف شائع نہ ہوئی تھی ۔ اس کے باوجود آپکی طبیعت کی تیزی ملاحظہ ہو کہ غیر مسلموں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں ۔

'غافلو اور عقل کے اندھو ۔ کیا تمہارے نزدیک خدا کے کلام کی فصاحت بلاغت مکھی کے پروں اور پاؤں سے بھی کم تر اور خوبی میں فروتر ہے' ۔

(براہین احمدیہ ۔ص ۱۷۵)

اس کے بعد جب آپ نے علماء سے مخاطبت شروع کی تو آپ کی طبیعت میں سختی اور کلام میں تیزی بہت بڑھ گئی ۔ جس کا نمونہ یہ فقرہ ہے ۔

'او بد ذات فرقہ مولویاں ۔ تم کب تک حق چھپاؤ گے ۔ کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت چھوڑو گے ۔ اے ظالم مولویو ۔ تم پر افسوس کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کو پلایا ۔ (انجام آتھم)

اس پر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا۔

لگے ہو منہ چڑانے دیتے دیتے گالیاں صاحب
زباں بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجئے دہن بگڑا

(۱۰) خاتمہ کتاب براہین احمدیہ

ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ مرزا صاحب نے مطبوعہ براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ براہین احمدیہ جس میں تین سو دلائل حقیت قرآن اور صداقت نبوت محمدیہ دئے گئے ہیں ہم مکمل طور پر تصنیف کر چکے ہیں۔صفحہ۹۳ ص ۹۹ ص ۱۳۶ (براہین احمدیہ) ملاحظہ ہوں۔اب حقیقت واقعیہ سنئے۔آپ کتاب ہذا کے صفحہ ۵۱۲ پر لکھتے ہیں کہ

'باب اول ۔: ان براہین کے بیان میں جو قرآن شریف کی حقیت اور افضلیت پر بیرونی شہادتیں ہیں۔'

اس کے بعد چند آیات مع ترجمہ لکھ کر صفحہ ۵۶۲ پر کتاب کا خاتمہ ایسے ناپسندیدہ طریق پر کیا ہے جس پر کوئی قابل مصنف تو کیا معمولی مصنف بھی نہیں کر سکتا ۔مثلاً آپ لکھتے ہیں کہ

'سوئی بغیر دھاگہ کے ناکارہ ہے اور کوئی کام سینے کا اس سے انجام پذیر نہیں ہوسکتا۔اسی طرح عقلی فلسفہ بغیر تائید خدا کی کلام کے متزلزل اور غیر مستحکم اور بےشہادت اور بے بنیاد ہے۔

پائے استدلالیاں چوبیں بود پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود'

منقد ۔ناظرین غور فرمائیں کہ آپ نے اپنی تصنیف کی کشتی کس طرح منجدھار میں چھوڑی ہے جس پر یہ کہنا بجا ہے

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہء
باز مے گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

حسب دستور یہ بھی نہیں لکھا کہ باقی مضمون آئندہ جلدوں میں شائع ہوگا۔ یہاں تک کہ اخیر میں 'باقی دارد' بھی نہیں لکھا۔

اس کے تئیس سال کے بعد براہین کی پانچویں جلد شائع کی ۔اس کو صرف اپنی مسیحائی کے ذکر سے پر کردیا۔چوتھی جلد کی انتہا کا کوئی ربط پانچویں جلد کی ابتدا کے

ساتھ نہیں دکھایا۔ اس کی تفصیل ہمارے رسالہ 'علم کلام مرزا' میں مل سکتی ہے۔ اس کے باوجود کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے ایک بے نظیر کتاب (براہین احمدیہ) شائع کر کے اسلام کی بہت بڑی خدمت کی ہے جس پر بے ساختہ ہمارے منہ سے نکلتا ہے

اللہ رے ایسے حسن پہ یہ بے نیازیاں
بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں

ناظرین! ہم نے بطور اختصار چند نمونے پیش کئے ہیں۔ ورنہ قد بقی خبایا فی الزوایا (یعنی ابھی بہت سی باتیں مخفی رہ گئی ہیں)۔ مرزا جی کے مریدو۔

کبھی فرصت میں سن لینا بڑی ہے داستاں میری

خلیفہ قادیان اور امیر جماعت لاہور سے درخواست

آپ دونوں صاحب گو چند مسائل میں باہم مختلف ہیں۔ اسی لئے آئے دن ایک دوسرے کو مباحثہ کا چیلنج دیتے رہتے ہیں۔ مگر اس امر پر متفق ہیں کہ مرزا صاحب کی تصنیفات خواص اور عوام کو مفید ہیں۔ اسی لئے قادیانی اور لاہوری دونو جماعتیں مرزا صاحب کی کتب کو مکرر سہ کرر چھپوا کر شائع کر رہی ہیں۔ آپ لوگوں کے اسی فعل پر ہماری درخواست متفرع ہے کہ وہ براہین احمدیہ جس کا مسودہ مرزا صاحب تیار کر چکے تھے اور جس کا ذکر مرزا صاحب نے اس کتاب کے صفحہ ۹۳ وغیرہ پر کیا ہے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ جس کی عدم اشاعت کا اعتراف اور آئندہ اشاعت کا مژدہ مرزا صاحب نے آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۳۰۶ پر دیا ہوا ہے۔ سب کام چھوڑ کر سب سے پہلے اس کتاب کے مسودہ کو شائع کر دیں تاکہ اسلام کی خدمت مکمل ہو جائے جس کیلئے مرزا صاحب مبعوث ہوئے تھے اور آپ نے اس کتاب کی تعریف کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اعلان کیا تھا کہ

'اس کتاب میں دھوم دھام سے حقانیت اسلام کا ثبوت دکھلایا گیا ہے کہ .....جس سے ہمیشہ کے مجادلات کا خاتمہ فتح عظیم کے ساتھ ہو جائیگا۔'

(اشتہار عرض ضروری ملحقہ براہین احمدیہ)

اگر آپ لوگوں نے یہ اسلامی خدمت انجام نہ دی اور ہمارا یقین ہے کہ نہیں

دینگے۔تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ مرزا صاحب کا یہ بیان متعلقہ تکمیل مسودہ کتاب حقیقت نہیں بلکہ شاعرانہ تخیل تھا۔جس کی مثال عرب کے مشہور شاعر متنبّی کے کلام میں ملتی ہے۔جو یہ کہتا ہے۔

انا صخرة الوادی اذا ما زوحمت
و اذا نطقت فا ننی الجوزاء

تنقید۔'آئینہ کمالات اسلام

اس کتاب کا نام اپنا مضمون بتانے کو کافی ہے کہ یہ کتاب اس غرض سے لکھی گئی ہے کہ اس میں اسلام کے کمالات بتائے جائیں۔اس لئے ہم نے اس کو بڑے غور وفکر سے پڑھا مگر افسوس ہے کہ ہمیں اس میں متکلمانہ طریق استدلال کی حیثیت سے کوئی کمال نظر نہیں آیا۔ ہاں اسلامی کمالات پیش کرنے کی بجائے آپ نے اپنے کمالات کا اظہار کیا ہے۔ بالفاظ دیگر اپنی مسیحیت موعودہ کا ڈھنڈورہ پیٹا ہے اور اسی کو اسلامی کمالات کا نمونہ قرار دیا ہے جو بالاختصار درج ذیل ہے۔

(۱) صداقت اسلام پر دلیل۔

'خدا جس کے وجود پر ایمان ہے اس کی ہستی اور قدرت کے کچھ آثار بھی ظاہر ہوں پہلے زمانہ کے نشان دوسرے زمانہ کیلئے کافی نہیں ہو سکتے کیونکہ خبر معائنہ کی مانند نہیں ہوسکتی اور امتداد زمانہ سے خبریں ایک قصہ کے رنگ میں ہو جاتی ہیں ۔ ہر ایک نئی صدی جو آتی ہے تو گویا ایک نئی دنیا شروع ہوتی ہے۔اس لئے اسلام کا خدا جو سچا خدا ہے ہر ایک نئی دنیا کیلئے نئے نئے نشان دکھلاتا ہے ۔اور ہر ایک صدی کے سر پر اور خاص کر ایسی صدی کے سر پر جو ایمان اور دیانت سے دور پڑ گئی ہے اور بہت سی تاریکیاں اپنے اندر رکھتی ہے ایک قائم مقام نبی کا پیدا کر دیتا ہے جس کے آئینہ فطرت میں نبی کی شکل ظاہر ہوتی ہے اور وہ قائم مقام نبی متبوع کے کمالات کو اپنے وجود کے توسط سے لوگوں کو دکھلاتا ہے اور تمام مخالفوں کو سچائی اور حقیقت نمائی اور پردہ دری

کے رو سے ملزم کرتا ہے۔ سچائی کی رو سے اس طرح کہ وہ سچے نبی پر ایمان نہ لائے پس وہ دکھلاتا ہے کہ وہ بھی سچا تھا اور اس کی سچائی پر آسمانی نشان یہ ہیں ۔ اور حقیقت نمائی کی رو سے اسی طرح کہ اس نبی متبوع کے تمام تعلقات دین کا حل کر کے دکھلا دیتا ہے اور تمام شبہات اور اعتراضات کا استیصال کر دیتا ہے۔ اور پردہ دری کی رو سے اس طرح کہ وہ مخالفوں کے تمام پردے پھاڑ دیتا ہے اور دنیا کو دکھلا دیتا ہے کہ وہ کیسے بیوقوف اور معارف دین نہ سمجھنے والے اور غفلت اور جہالت کی تاریکی میں گرنے والے اور جناب الٰہی سے دور ومہجور ہیں ۔ اس کمال کا آدمی ہمیشہ مکالمہ الٰہیہ کا خلعت پا کر آتا ہے اور زکی اور مبارک اور مستجاب الدعوات ہوتا ہے اور نہائت صفائی سے ان باتوں کو ثابت کر کے دکھلا دیتا ہے کہ خدا ہے اور وہ قادر اور بصیر اور سمیع اور علیم اور مدبر بالارادہ ہے اور درحقیقت دعائیں قبول ہوتی ہیں اور اہل اللہ سے خوارق ظاہر ہوتے ہیں۔ پس صرف اتنا ہی نہیں کہ وہ آپ ہی معرفت الٰہیہ سے مالامال ہے بلکہ اس کے زمانہ میں دنیا کا ایمان عام طور پر دوسرا رنگ پکڑ لیتا ہے اور وہ تمام خوارق جن سے دنیا کے لوگ منکر تھے اور ان پر ہنستے تھے اور ان کو خلاف فلسفہ اور نیچر سمجھتے تھے یا اگر بہت نرمی کرتے تھے تو بطور ایک قصہ کہانی کے ان کو مانتے تھے اب اس کے آنے سے اور اس کے عجائبات ظاہر ہونے سے نہ صرف قبول ہی کرتے ہیں بلکہ اپنی پہلی حالت پر روتے اور تاسف کرتے ہیں کہ وہ کیسی نادانی تھی جس کو ہم عقلمندی سمجھتے تھے اور وہ کیسی بے وقوفی تھی جس کو ہم علم اور حکمت اور قانون قدرت خیال کرتے تھے۔ غرض وہ خلق اللہ پر ایک شعلہ کی طرح گرتا ہے اور سب کو کم وبیش حسب استعدادات مختلفہ اپنے رنگ میں لے آتا ہے۔ اگرچہ وہ اوائل میں آزمایا جاتا اور تکالیف میں ڈالا جاتا ہے اور لوگ طرح طرح کے دکھ اس کو دیتے طرح طرح کی باتیں اس کے حق میں کہتے ہیں اور انواع اقسام کے طریقوں سے اس کو ستاتے اور اسکی ذلت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ برہان حق اپنے ساتھ رکھتا ہے اس لئے ان سب

پر غالب آتا ہے اور اس کی سچائی کی کرنیں بڑے زور سے دنیا میں پھیلتی ہیں اور جب خدا تعالی دیکھتا ہے کہ زمین اسکی صداقت پر گواہی نہیں دیتی تب آسمان والوں کو حکم کرتا ہے کہ وہ گواہی دیں۔ سو اس کیلئے ایک روشن گواہی خوارق کے رنگ میں دعاؤں کے قبول ہونے کے رنگ میں اور حقائق و معارف کے رنگ میں آسمان سے اترتی ہے اور وہ گواہی بہروں اور گونگوں اور اندھوں تک پہنچتی ہے اور بہتیرے ہیں جو اس وقت حق اور سچائی کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔ مگر مبارک وہ جو پہلے سے قبول کر لیتے ہیں کیونکہ انکو بوجہ نیک ظن اور قوت ایمان کے صدیقوں کی شان کا حصہ ملتا ہے اور یہ اس کا فضل ہے جس پر چاہے کر دے۔

اب اتمام حجت کیلئے یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ اسی کے موافق جو ابھی میں نے ذکر کیا ہے خدائے تعالی نے اس زمانہ کو تاریک پا کر اور دنیا کو غفلت اور کفر اور شرک میں غرق دیکھ کر اور ایمان اور صدق اور تقوی اور راستبازی کو زائل ہوتے ہوئے دیکھ کر مشاہدہ کر کے مجھے بھیجا ہے کہ تا وہ دوبارہ دنیا میں علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کو قائم کرے اور تا اسلام کو ان لوگوں کے حملہ سے بچائے جو فلسفیت اور نیچریت اور اباحت اور شرک اور دہریت کے لباس میں اس الہی باغ کو کچھ نقصان پہنچانا چاہتے ہیں' (ص ۲۴۶ تا ۲۵۱)

منقد ۔ ناظرین کرام! اس سارے اقتباس کا مفہوم استدلال کی شکل میں اتنا ہے کہ اسلام اس لئے سچا مذہب ہے کہ اس میں باکمال انسان پیدا ہوتے آئے ہیں۔ اس زمانہ میں ان کی مثال میں ہوں۔

مرزا غلام احمد صاحب کے دعوی مسیحیت کی تنقید ہم اپنے متعدد رسائل الہامات مرزا وغیرہ میں کر چکے ہیں۔ یہاں ضرورت نہ تھی مگر چونکہ مرزا صاحب نے اپنے دعوی مسیحیت کو اسلام کی صداقت پر بشکل استدلال پیش کیا ہے اس لئے اس پر بحث کرنا اس کتاب کے موضوع میں آسکتا ہے۔ مذکورہ بالا دعوی کا معیار بھی آپ نے اسی کتاب میں بتایا ہوا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

'بد خیال لوگوں پر واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کیلئے ہماری

پیشگوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان [معیار] نہیں ہوسکتا ۔' (ص ۲۸۸)

ہم ایک پیشگوئی بطور مثال اسی کتاب سے پیش کرتے ہیں ۔ مرزا صاحب نے پیش گوئی کی تھی کہ محمدی بیگم بنت احمد بیگ ہوشیار پوری میرے نکاح میں ضرور آئیگی ۔ اس کو آپ نے اپنے صدق یا کذب کا معیار قرار دیا تھا ۔ چنانچہ آپ کسی سائل کے جواب میں لکھتے ہیں

' (یہ پیشگوئی) میرے صدق اور کذب کی شناخت کیلئے کافی شہادت ہے ۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ خدا تعالی کذاب اور مفتری کی مدد کرے لیکن ساتھ اس کے میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اس پیشگوئی کے متعلق دو پیش گوئی اور ہیں جن کو میں اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء میں شائع کر چکا ہوں جن کا مضمون یہی ہے کہ خدا تعالی اس عورت کو بیوہ کر کے میری طرف رد کریگا ۔ اب انصاف سے دیکھیں کہ نہ کوئی انسان اپنی حیات پر اعتماد کرسکتا ہے نہ کسی دوسرے کی نسبت دعوی کرسکتا ہے کہ وہ فلاں وقت تک زندہ رہے گا یا فلاں وقت تک مر جائے گا ۔ مگر میری اس پیشگوئی میں نہ ایک بلکہ چھ دعوی ہیں ۔

اول ۔ نکاح کے وقت تک میرا زندہ رہنا ۔

دوم ۔ نکاح کے وقت تک اس لڑکی کے باپ کا زندہ رہنا ۔

سوم ۔ پھر نکاح کے بعد اس لڑکی کے باپ کا جلدی سے مرنا جو تین برس تک نہیں پہنچے گا ۔

چہارم ۔ اس کے خاوند کا اڑھائی برس کے عرصہ تک مر جانا ۔

پنجم ۔ اس وقت تک کہ میں اس سے نکاح کروں اس لڑکی کا زندہ رہنا ۔

ششم ۔ پھر آخر یہ کہ بیوہ ہونے کی تمام رسموں کو توڑ کر باوجود سخت مخالفت اسکے اقارب کے میرے نکاح میں آجانا ۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۳۲۴ و ۳۲۵)

گو یہ عبارت مرزا صاحب کا مافی الضمیر بتانے کیلئے کافی ہے تاہم مزید توضیح کے لئے ہم ایک اور کتاب کی عبارت بھی پیش کرتے ہیں ۔ مرزا صاحب نے کتاب ضمیمہ انجام آتھم میں بھی اس پیشگوئی کا ذکر کر کے مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً کے دربار میں گویا اس کی رجسٹری کرادی ہے ۔ چنانچہ آپ کے اصل الفاظ یہ ہیں ۔

'اس پیشگوئی کی تصدیق کیلئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیشگوئی فرمائی ہے کہ یتزوج و یولد له یعنی وہ مسیح موعود بیوی کریگا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں۔ کیونکہ عام طور پر شادی ہر ایک کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خوبی نہیں۔ بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے۔ گویا رسول اللہ ﷺ ان سیہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔' (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳)۔

اس موقع پر ہم بصد مسرت اظہار کرتے ہیں کہ مسمات محترمہ (محمدی بیگم) اور اس کا خاوند ماہ اپریل ۱۹۴۳ء تک (اپریل ۱۸۹۲ء میں ان کا نکاح ہوا تھا اس لئے ہم نے اپریل ہی لکھا ہے) بحکم خدا دونو زندہ ہیں۔ نہ مسمات مذکور کا خاوند فوت ہوا اور نہ خود بیوہ ہو کر مرزا صاحب کے نکاح میں آئی۔ بلکہ مرزا صاحب خود ہی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو عدم آباد تشریف لے گئے۔ جس پر آج ۳۵ سال گزر گئے ہیں۔ اس موقع پر یہ کہنا ہمارا حق ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے جس دلیل کو اپنی صداقت پر پیش کیا ہے اسی کو ہم بطور معارضہ ان کی تکذیب پر پیش کر سکتے ہیں کیونکہ عدم تزوج بزبان رسالت، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی پوری تکذیب ہے۔ سچ ہے

حباب بحر کو دیکھو یہ کیسا سر اٹھاتا ہے
تکبر وہ بری شے کہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے

پس باصطلاح علم کلام مرزا صاحب کے استدلال میں تقریب تام نہ پائی گئیجو ناقابل مصنف ہونے کا ثبوت ہے۔

(۲) نشان طلب کرنا فاسقوں کا کام ہے

مرزا صاحب نے باریک نظر سے ایک خاص نکتہ پیدا کیا ہے جسے انہوں نے اپنے خیال میں اسلام کی بڑی خدمت سمجھا ہے۔ آپ نے اس بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی نبی سے نشان مانگنا بدکار لوگوں کا کام ہے۔ اور نشان

دیکھنے کے بعد ایمان مقبول نہیں ہے۔اس بارے میں آپ کے الفاظ یہ ہیں۔

'ایمان اسی بات کا نام ہے کہ جو بات پردہ غیب میں ہو اس کو قرائن مرجحہ کے لحاظ سے قبول کیا جائے یعنی اس قدر دیکھ لیا جائے کہ مثلاً صدق کے وجوہ کذب کے وجوہ پر غالب ہیں اور قرائن موجوہ ایک شخص کے صادق ہونے پر بہ نسبت اس کے کاذب ہونے کے بکثرت پائے جاتے ہیں۔ یہ تو ایمان کی حد ہے لیکن اگر اس حد سے بڑھ کر کوئی شخص نشان طلب کرتا ہے تو وہ عند اللہ فاسق ہے اور اسی کے بارے میں اللہ جل شانہ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ نشان دیکھنے کے بعد اس کو ایمان نفع نہیں دے گا۔'

(آئینہ کمالات اسلام۔ص ۳۳۴)

اس بیان میں آپ کی کچھ ذاتی غرض بھی ہے۔ چونکہ مرزا صاحب نبوت و رسالت کے مدعی تھے اس لئے لوگ مرزا صاحب سے نشان بھی مانگتے تھے جس کا پورا کرنا ان کیلئے مشکل تھا۔اس لئے آپ نے اس تدبیر سے ان کو روک دیا۔ یہ مضمون آپ نے انجیل متی سے اخذ کیا ہے جس میں یہ فقرہ مسیح کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ آج کل کے حرام کار نشان مانگتے ہیں۔ (باب ۲۹ فقرہ ۱۲)۔ حالانکہ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ مسیح کے حواریوں نے مائدہ کا نشان مانگا تھا اور ساحران فرعون موسوی معجزہ دیکھ کر ایمان لائے تھے جو خدا کے ہاں مقبول ہوا۔

ناظرین! یہ ہے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا علم کلام جو نہ منقول سے ماخوذ ہے نہ معقول کے مطابق ہے۔

نہ عارض نہ زلف دوتا دیکھتے ہیں
خدا جانے وہ ان میں کیا دیکھتے ہیں

(۳) **دعوی مجددیت پر دلیل** ۔ آپ نے اس کتاب میں اپنی مجددیت پر دلائل دیئے ہیں۔ان میں سے ایک دلیل یہ دی ہے کہ میں حدیث شریف کی رو سے چودھویں صدی کے سر پر مبعوث ہوا ہوں اس لئے مجدد ہوں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں

'اول وہ پیشگوئی رسول اللہ ﷺ کی جو تواتر معنوی تک پہنچ گئی ہے جس کا مطلب یہ کہ خدا تعالی نے وعدہ فرمایا ہے کہ ہر ایک صدی کے سر پر وہ

ایسے شخص کو مبعوث کریگا جو دین کو پھر تازہ کر دیگا اور اس کی کمزوریوں کو دور کر کے پھر اپنی اصلی طاقت اور قوت پر اس کو لے آویگا۔ اس پیشگوئی کی رو سے ضرور تھا کہ کوئی شخص اس چودھویں صدی پر ہی خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوتا اور موجودہ خرابیوں کی اصلاح کیلئے پیش قدمی دکھلاتا۔ سو یہ عاجز عین وقت پر مامور ہوا ہے۔ اس سے پہلے صدہا اولیاء نے اپنے الہام سے گواہی دی تھی کہ چودھویں صدی کا مجدد مسیح موعود ہوگا اور احادیث صحیحہ نبویہ پکار پکار کر کہتی تھیں کہ تیرھویں صدی کے بعد ظہور مسیح ہے۔ پس کیا اس عاجز کا یہ دعویٰ اس وقت عین اپنے محل اور اپنے وقت پر نہیں ہے۔'

(آئینہ کمالات اسلام۔ ص ۳۴۰)

ناظرین! یہ دلیل غلط ہے کیونکہ آپ کی کتاب براہین احمدیہ ۱۲۹۷ھ میں طبع ہوئی۔ اثناء تصنیف میں آپ نے اس کتاب کا جو اشتہار دیا تھا اس میں لکھا ہے کہ:

'مصنف کو اس بات کا علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات کے مشابہ ہیں۔'

(تبلیغ رسالت جلد اول ص ۱۵)

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب چودھویں صدی کے مجدد نہیں بلکہ یوں کہیے کہ مجدد ہی نہیں ہیں۔ کیونکہ مجدد صادق ہر صدی کے شروع میں آتا ہے اور جو شخص صدی کے اخیر میں مجددیت کا دعویٰ کرے اس کی تردید کیلئے خود اس کا دعویٰ ہی کافی ہے۔

اپنے دعویٰ مجددیت کے ثبوت میں لکھتے ہیں کہ

'اس زمانہ کے مجدد کا نام مسیح موعود رکھنا اس مصلحت پر مبنی معلوم ہوتا ہے کہ اس مجدد کا عظیم الشان کام عیسائیت کا غلبہ توڑنا اور ان کے حملوں کو دفع کرنا اور ان کے فلسفہ کو جو مخالف قرآن ہے دلائل قویہ کے ساتھ توڑنا اور ان پر اسلام کی حجت پوری کرنا ہے کیونکہ سب سے بڑی آفت اس زمانہ میں اسلام کیلئے جو بغیر تائید الٰہی دور نہیں ہوسکتی عیسائیوں کے فلسفیانہ حملے اور مذہبی نکتہ چینیاں ہیں۔ جن کے دور کرنے کیلئے ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی

آوے اور جیسا کہ میرے پر کشفاً کھولا گیا۔ حضرت مسیح کی روح ان افتراؤں کی وجہ سے جو ان پر اس زمانہ میں کئے گئے اپنے مثالی نزول کیلئے شدت جوش میں تھی ...سو خدا تعالی نے اس جوش کے موافق اس کی مثال کو دنیا میں بھیجا تا وہ وعدہ پورا ہو جو پہلے کیا گیا تھا۔' (آئینہ کمالات اسلام۔ص ۳۴۱)

اس دعوی کی تائید میں آپ کی ایک ڈائری بھی ہے جس میں ذکر ہے کہ مسیحی مذہب کو ملیا میٹ کرنا میرا فرض ہے۔ چنانچہ آپ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

'میرا کام جس کیلئے میں اس میدان میں کھڑا ہوں یہی ہے کہ میں عیسی پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور بجائے تثلیث کے توحید کو پھیلاؤں اور آں حضرت ﷺ کی جلالت اور عظمت و شان دنیا پر ظاہر کر دوں۔ پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں۔'

(اخبار بدر قادیان ۱۸ جولائی ۱۹۰۶ء)

واقعات سے بڑھ کر کوئی شہادت نہیں ہوسکتی۔ واقعہ یہ ہے کہ براہین احمدیہ کی تصنیف کے وقت مرزا صاحب نے عیسائیوں کا شمار پانچ لاکھ لکھا ہے (اشتہار عرض ضروری۔ ص ۵۔ ملحقہ براہین احمدیہ)۔ آج یہ شمار کہاں تک پہنچا ہے؟ اس بارے میں عیسائی رسالہ المائدہ ملاحظہ ہو جس میں لکھا ہے کہ

جدید مردم شماری (۱۹۴۱ء) کی رو سے ہماری تعداد ایک کروڑ ہے۔

(المائدہ۔ لاہور۔ بابت ماہ اگست ۱۹۴۲ء ص ۲)

پس نتیجہ صاف ہے کہ مرزا صاحب کے دعوی اور دلیل میں تقریب تام نہیں ہے۔ جو ایک لائق متکلم کی شان سے بعید ہے۔ اگر اتباع مرزا میں سے کوئی صاحب یوں کہیں کہ ہمارے حضرت صاحب نے عیسائی مذہب کا ستون یوں توڑا ہے کہ مسیح کو مردہ ثابت کر دیا ہے۔ تو ہم کہیں گے کہ مسیح کی بابت تو انجیل میں بھی لکھا ہے کہ اس نے چلا کر جان دی (انجیل متی)۔ پس مرزا صاحب نے اگر قرآنی دلائل سے مسیح کی وفات ثابت کی ہے تو آپ سے پہلے سر سید احمد علی گڑھی بھی کر چکے ہیں۔ اس لئے بحکم الفضل للمتقدم یہ فضیلت سر سید کو حاصل ہے۔ اور بقول مرزا صاحب مجدد ہونے کے حق دار بھی وہی ہیں مگر وہ بھی چونکہ شروع صدی میں نہیں آئے اس لئے انکے اتباع

بھی اگر دعوی کریں تو غلط ہے۔
(۴) مسلمان کسی غیر مسلم سے میرا مقابلہ کرائیں ۔
مرزا صاحب نے اپنے دعوی کی صداقت پر یہ دلیل بھی پیش کی ہے:

'یہ لوگ جو مسلمان کہلاتے ہیں اور میری نسبت شک رکھتے ہیں کیوں اس زمانہ کے کسی پادری سے میرا مقابلہ نہیں کراتے' (آئینہ کمالات اسلام ۔ص ۳۴۸)

اس بیان کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بطور دلیل پیش کیا ہے۔اس لئے اس پر نظر کرنا ہمارا حق ہے۔

غیرت خداوندی : مرزا صاحب قادیانی کی کتاب آئینہ کمالات اسلام فروری ۱۸۹۳ء میں چھپی ہے جس میں مرزا صاحب نے بڑی تعلّی سے اپنے آپ کو مناظرانہ رنگ میں پیش کر کے مسلمانوں کو چیلنج کیا کہ میرا مباحثہ کسی پادری سے کیوں نہیں کراتے ۔خدا کی غیرت دیکھئے کہ جونہی یہ کتاب شائع ایک معمولی شخص (محمد بخش پاندہ) کے ذریعہ سے عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ کی تحریک اٹھی ۔شدہ شدہ اسی سال مئی ۱۸۹۳ء میں بمقام امرتسر عیسائیوں سے مرزا صاحب کا مباحثہ ٹھن گیا۔ جو پندرہ روز تک جاری رہا۔ جس کے آخر میں اپنا کمال ظاہر کرنے کو آپ یوں گویا ہوئے کہ

میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنا پڑا۔معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں ۔اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کیلئے وقت تھا۔ میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالی کے نزدیک جھوٹ پر ہے ۔ وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا اٹھانے کیلئے تیار ہوں ۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے ۔ روسیاہ کیا جاوے۔ میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے ۔مجھ کو پھانسی دیا جاوے ۔ ہر ایک بات کیلئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کریگا۔ زمین آسمان بدل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی ۔ (جنگ مقدس۔ص ۱۸۹)

اس بیان کی تنقید کرنے کی ضرورت نہیں۔ساری دنیا جانتی ہے کہ آپ کا مد مقابل مسیحی مناظر ڈپٹی آتھم عیسائی جس کی بابت آپ نے ۵ ۔ جون ۱۸۹۳ء کو پیش

گوئیکی تھی کہ وہ پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا ۔ جس کی انتہائی تاریخ ۵ ۔ ستمبر۱۸۹۴ء تھی ۔ وہ پندرہ ماہ کی مقررہ مدت گذار کر بلکہ ۲۳ ماہ ۲۲ دن مزید زندہ رہ کر ۲۷ ۔ جولائی ۱۸۹۶ء کو فوت ہوا ۔ (کتاب انجام آتھم ص ۱) ۔

ناظرین ! یہ ہے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا متکلمانہ استدلال اور روحانی طاقت کا نمونہ ۔ باقی کو اسی پر قیاس کر لیجئے ۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

نوٹ اس مضمون کو ہم مرزا صاحب قادیانی کے ان الفاظ پر ختم کرتے ہیں کہ مدعی کاذب کی پیش گوئی ہرگز پوری نہیں ہوتی ۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۳۳۶)

سچ ہے

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

تنقید بر : چشمہ معرفت

اس کتاب پر ہم نے خاص طور پر نظر ڈالی ہے کیونکہ یہ آریوں کے جواب میں لکھی گئی ہے ۔ مگر افسوس ہے کہ متکلمانہ طرز پر استدلال کا ثبوت اس میں بہت کم ملتا ہے ۔ جو کچھ ملتا ہے نفی کے قریب ہے ۔ ساری کتاب میں دعوے پر دعوی اور بیان پر بیان پایا جاتا ہے ۔ استدلال کی شکل نہیں ہے ۔ ایسی کتاب مریدوں کے حق میں تو مفید ہوسکتی ہے مگر مخالف اس کو بجوئے نار زد (بے فائدہ چیز) کا مصداق سمجھ کر ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتا ہے ۔ اس کتاب کے شروع میں آپ نے ایک اشتہار لکھا ہے جس میں دعوی کیا ہے کہ میں نے قرآن حدیث اور مباہلوں سے اپنی مسیحیت ثابت کردی ۔ اس مقام پر آپ نے چند اشخاص کا نام بھی لیا ہے جن کے ساتھ مرزا غلام احمد صاحب نے بزعم خویش مباہلہ کیا تھا ۔ اور وہ آپ کی زندگی میں فوت ہوگئے تھے ۔ آپ کے اصل الفاظ یہ ہیں ۔

’پہلے میں نے صاف صاف ادلہ کتاب اللہ اور حدیث سے اپنے دعوے

کوثابت کیا مگر قوم نے دانستہ ان دلائل سے منہ پھیرلیا۔ پھر میرے خدا نے بہت سے آسمانی نشان میری تائید میں دکھلائے مگر قوم نے ان سے بھی کچھ فائدہ نہ اٹھایا اور پھر ان میں سے کئی لوگ مباہلہ کیلیئے اٹھے اور بعض نے علاوہ مباہلہ کے الہام کا دعوی کر کے پیشگوئی کی کہ فلاں سال یا کچھ مدت تک ان کی زندگی میں ہی یہ عاجز ہلاک ہو جائے گا مگر آخر کار وہ میری زندگی میں خود ہلاک ہو گئے ...کہاں ہے مولوی غلام دستگیر جس نے اپنی کتاب فیض رحمانی میں میری ہلاکت کیلیئے بد دعا کی تھی اور مجھے مقابل پر رکھ کر جھوٹے کی موت چاہی تھی ؟ کہاں ہے مولوی چراغدین جموں والہ جس نے الہام کے دعوے سے میری موت کی خبر دی تھی اور مجھ سے مباہلہ کیا تھا ۔کہاں ہے فقیر مرزا جو اپنے مریدوں کی بڑی جماعت رکھتا تھا جس نے بڑے زور شور سے میری موت کی خبر دی تھی اور کہا تھا کہ عرش پر سے خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ شخص مفتری ہے آئندہ رمضان تک میری زندگی میں ہلاک ہو جائے گا ۔لیکن رمضان آیا تو پھر آپ ہی طاعون سے ہلاک ہو گیا۔

کہاں ہے سعد اللہ لودہانوی جس نے مجھ سے مباہلہ کیا تھا اور میری موت کی خبر دی تھی ۔آخر میری زندگی میں ہی طاعون سے ہلاک ہو گیا۔

کہاں ہے مولوی محی الدین لکھو کے والہ جس نے مجھے فرعون قرار دے کر اپنی زندگی میں ہی میری موت کی خبر دی تھی اور میری تباہی کی نسبت کئی اور الہام شائع کئے تھے ۔آخر وہ بھی میری زندگی میں ہی دنیا سے گزر گیا۔

کہاں ہے بابو الہی بخش صاحب مئولف عصائے موسی اکونٹنٹ لاہور جس نے اپنے تئیں موسی قرار دیکر مجھے فرعون قرار دیا تھا اور میری نسبت اپنی زندگی میں ہی طاعون سے ہلاک ہونے کی پیشگوئی کی تھی ۔اور میری تباہی کی نسبت اور بھی بہت سی پیشگوئیاں کی تھیں ۔ آخر وہ بھی میری زندگی میں ہی اپنی کتاب عصائے موسی پر جھوٹ اور افترا کا داغ لگا کر طاعون کی موت سے بصد حسرت مرا۔' (اشتہار چشمہ معرفت)

ان اصحاب میں سے کسی کے ساتھ آپ کا حقیقی مباہلہ نہیں ہوا کیونکہ حقیقی

مباہلہ کی جوتعریف ہمارے اور مرزا صاحب کے درمیان مسلم ہے وہ یہ ہے کہ فریقین بالمقابل دعا کریں (اربعین نمبر۲)۔ مذکورہ اصحاب میں سے کسی کے ساتھ ان معنی کی رو سے مرزا صاحب قادیانی کا مباہلہ نہیں ہوا۔ ہاں جس بزرگ سے ہوا آپ نے ان کا ذکر نہیں کیا۔ وہ ہیں صوفی عبدالحق غزنوی مرحوم۔ جن سے مباہلہ کرنے کو آپ استخارہ کر کے امرتسر آئے اور عیدگاہ بیرون دروازہ رام باغ میں مئی ۱۸۹۳ء میں آپ نے بالمقابل مباہلہ کیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ آپ پہلے مر گئے تھے اور صوفی عبدالحق صاحب بہت عرصہ بعد فوت ہوئے (جس کے بہت سے گواہ موجود ہیں)۔ اس لئے آپ کی یہ دلیل ناقص بلکہ انقص ہے۔ باقی رہا قرآن اور حدیث سے ثبوت تو اس کا کہنا ہی کیا۔ قرآن مجید سے تو کیا ہی ثابت ہوگا وہ تو سارا ہی آپ کی تکذیب سے پر ہے۔ ایک حدیث بھی سن لیجئے۔

مسیح موعود کے حق میں آنحضرت ﷺ نے قسمیہ فرمایا ہے کہ وہ مقام فج الروحا سے حج اور عمرے کا احرام باندھیں گے چنانچہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

عن ابی هريرة قال والذی نفسی بيده ليهلن ابن مريم بفج الروحاء حاجاً او معتمراً الحدیث صحیح مسلم ج۱ باب جواز التمتع فی الحج والقران

اس حدیث کے ماتحت آپ نے نہ حج کیا نہ عمرہ کیا اور نہ ہی احرام باندھا۔ ساری عمر یہی کہتے رہے کہ میرے لئے راستے کا امن نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر آپ سچے مسیح موعود ہوتے تو آپ کیلئے امن ہو جاتا تاکہ آنحضرت ﷺ کی قسمیہ پیشگوئی ثابت ہوتی۔ پس بقول آپ کے جبکہ آپ کے حق میں امن نہیں تھا تو معلوم ہوا کہ اس حدیث کی روشنی میں آپ سچے مسیح موعود نہیں ہیں۔ لہذا آپ کا یہ بیان آپ کے دعوی کا مبطل ہے۔

(۲) تردید تناسخ

آریوں کے عقیدہ تناسخ کی تردید بلکہ ابطال وید کرتے ہوئے آپ نے یہ بڑی دلیل پیش کی ہے کہ کسی آریہ کی موجودہ بیوی پچھلی جون میں شائد اس کی ماں ہو۔ چنانچہ آپ کے شستہ الفاظ یہ ہیں:

’ تناسخ کے عقیدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پرمیشر پاکیزگی کی راہوں پر چلانا نہیں چاہتا کیونکہ تناسخی جنم کے ساتھ کوئی فہرست پرمیشر نہیں بھیجتا جس سے معلوم ہو کہ دوبارہ آنے والی روح فلاں شخص کی ماں ہے اور فلاں شخص کی دادی اور فلاں شخص کی بہن اور اس طرح پر محض پرمیشر کی لا پرواہی کی وجہ سے لوگ دھوکہ کھا کر حرامکاری میں پڑ جاتے ہیں ۔ کیونکہ جس مرد کی کسی عورت سے شادی ہوئی اور شادی سے ایک مدت دراز پہلے اس کی ماں اور دادی اور ہمشیرہ مر چکی ہیں تو اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ جس عورت سے شادی کی گئی ہے شائد وہ اس کی ماں ہی ہو ۔ یا دادی ہو ۔ یا ہمشیرہ ہو ۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ ایسی حرامکاری پھیلنے کی پرمیشر کو کچھ پرواہ نہیں بلکہ وہ عمداً چاہتا ہے کہ ناپاکی دنیا میں پھیلے ۔ ‘ (چشمہ معرفت ص ۳۴)

مرزا صاحب نے اس اعتراض میں علم منطق کا خلاف کیا ہے ۔ علم منطق کا قانون بتانے سے پہلے یہ بتانا مفید ہوگا کہ ہر قوم میں نکاح کا رشتہ موت یا طلاق تک رہتا ہے ۔ باصطلاح منطق اس کو قضیہ مشروط عامہ کہنا چاہیے ۔ اس قضیہ میں وصف اٹھ جانے سے حکم بدل جاتا ہے ۔ اہل منطق اس قضیہ کی مثال یوں دیا کرتے ہیں ۔ الكاتب متحرك الاصابع ما دام كاتباً ۔ (کاتب کی انگلیاں حرکت کرتی ہیں جب تک وہ کاتب ہے) ۔ جب کتابت کا فعل ختم ہو جائے تو حرکت ضروری نہیں ہے ۔ اسلامی شریعت میں اس کی واضح مثال ملتی ہے کہ منکوحہ عورت کو اپنے خاوند سے پردہ نہیں ہے لیکن طلاق ہو جانے کے بعد نکاح ٹوٹ جاتا ہے تو پردہ بھی لازم ہو جاتا ہے ۔ اس اصول کے مطابق آریہ کہہ سکتے ہیں کہ والدین اور اولاد وغیرہ کا تعلق موت تک ہے اس کے بعد نہیں ہے ۔ بالفاظ دیگر قضیہ مشروط عامہ ہے ۔ جس طرح اسلام میں نکاح کا تعلق موت یا طلاق تک ہے ۔ پس آپکا سارا استدلال تار عنکبوت سے زیادہ کمزور ہے

(۳) وید پر شرک پھیلانے کا الزام

آپ نے بڑے حوصلہ سے وید پر الزام لگایا ہے کہ وہ شرک کی تعلیم دیتا ہے ۔ آپ اس دعوی پر کوئی وید منتر لکھ دیتے تو ہم اسے دیکھتے کہ وہ آپ کے دعوے کا مثبت

ہے یا نہیں ۔لیکن جو دلیل آپ نے پیش کی ہے وہ ایسی خام ہے کہ اس کا نام مضحکۃ الصبیان (بچوں کا کھلونا) رکھا جائے تو بالکل موزوں ہوگا۔

حقیقت ہے کہ آپ نے وید نہ سنسکرت میں پڑھے نہ ہندی میں ۔ بلکہ شائد اردو میں بھی نہیں دیکھے۔محض سنی سنائی باتوں سے کام لیتے رہے۔اس لئے اس بارے میں آپ کے اقوال بھی مختلف ہیں ۔ چنانچہ اسی کتاب میں وید کی تعلیم کے متعلق آپ لکھتے ہیں کہ

(۱) ' اگر وید جل کی پوجا کی ہدائت نہ کرتا تو گنگا مائی کے پوجنے والے کیوں پیدا ہو جاتے ۔ ہردوار وغیرہ مقامات کے بڑے بڑے میلوں پر جا کر دیکھنا چاہیے کہ کس صدق اور کس ارادت سے کئی لاکھ ہندو گنگا کی پوجا کرتے ہیں ۔اور گنگا کے لاکھوں برہمنوں کا ان کے چڑھاووں پر گذارہ ہے اور گنگا سے انواع اقسام کی مرادیں مانگی جاتی ہیں ۔اور یہ سب لوگ وید کے پیرو کہلاتے ہیں ۔اگر وہ وید کے ماننے والے نہ ہوتے تو ہندو مذہب میں شمار نہ کئے جاتے ۔ بلاشبہ اب بھی ایک بڑا حصہ ہندووں کا گنگا کو پرمیشر کر کے مانتا ہے یہاں تک کہ یہ قدیم سے رسم ہے کہ پہلا بچہ گنگا مائی کی نذر کیا جاتا تھا جس کو جل پردا کہتے تھے اور اس طرح پر نہائت بے رحمی سے گنگا میں ڈال کر اس کو ہلاک کر دیتے تھے ۔مگر گورنمنٹ انگریزی نے اپنے خاص حکم سے اس بدرسم کو دور کر دیا اور لاکھوں جانوں کو ہلاکت سے بچایا ۔'

(چشمہ معرفت ۔ص ۳۷)

ناظرین اس اقتباس کا مطلب صاف ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب ہندووں کی گمراہی (گنگا پرستی وغیرہ) کا باعث وید کی تعلیم کو قرار دیتے ہیں ۔ اب اس کی تردید سنئے ۔آپ فرماتے ہیں ۔

(۲) ' ہم یہ نہیں کہتے کہ درحقیقت یہی ویدوں کی تعلیم ہے ۔ بلکہ ہر ایک جگہ جو ہم اس رسالہ میں ایسا کریں گے تو اس سے مراد یہی ہے کہ غلطی سے یہی تعلیم ویدوں کی سمجھی گئی ہے اور پھر رفتہ رفتہ اس پر حاشیے چڑھائے گئے یہاں تک کہ مخلوق پرستی اصل مذہب آریہ ورت قرار دیا گیا' (چشمہ معرفت ص ۳۷)

اس میں ویدک تعلیم کو شرک سے خالی ٹھیرا کر ویدوں کی بریت ظاہر کی گئی ہے ۔اب تیسرا اقتباس اس کے خلاف ملاحظہ ہو۔

(۳)۔ 'یہ فتنہ جو آریوں میں مخلوق پرستی کا پیدا ہوا دراصل تمام الزام اس کا وید کی تعلیم پر ہے ۔ کیونکہ جب رگ وید اور دوسرے ویدوں میں صریح اور کھلے طور پر آتش پرستی آب پرستی اور آفتاب پرستی اور ماہتاب پرستی وغیرہ مخلوق پرستیوں کا ذکر ہے تو پھر جن لوگوں نے یہی تعلیم وید کی سمجھ لی ان کا کیا قصور ہے؟ اگر ویدوں میں صاف اور صریح لفظوں میں مخلوق پرستی کی ممانعت ہوتی تو ویدوں کے ماننے والے اور پڑھنے پڑھانے والے پنڈت کیوں مخلوق پرستی میں گرفتار ہو جاتے اور کیوں بڑے بڑے پنڈت جن کو وید کنٹھ کہتے ہیں اس بلا میں پھنس جاتے ؟ اور کیوں ہندو لوگ بت شکن بادشاہوں کے جانی دشمن بن جاتے اور کیوں وہ لڑائیاں ہوتیں جو سلطان محمود غزنوی کے مقابل سومنات کے بت کی حمائت کیلئے ہندو راجاؤں نے کیں اور باہمی لڑائیوں سے خون کی ندیاں بہ گئیں؟ پس یہ تمام گمراہ فرقے اور بت پرستی کے حامی درحقیقت وید سے ہی پیدا ہوئے ہیں ۔''

(چشمہ معرفت ۔ص ۳۷)

ناظرین! یہ عبارت اپنا مضموں بتانے میں صاف ہے کہ ہندووں کی مخلوقپرستی ویدوں کے سر تھوپی گئی ہے ۔اب اس کی بھی تردید سنئے ۔آپ اپنی کتاب پیغام صلح میں لکھتے ہیں کہ

(۴) 'ہم خدا سے ڈر کر وید کو خدا کا کلام جانتے ہیں اور جو کچھ اس کی تعلیم میں غلطیاں ہیں وہ وید کے بھاشکاروں [شارحین] کی غلطیاں ہیں ۔'

(کتاب پیغام صلح ۔ ص ۲۵)

اس کے بھی برخلاف سنئے ۔

(۵)۔ ' وید نے انسان کی حالت پر رحم کرکے کوئی نجات کا طریق پیش نہیں کیا ۔ بلکہ وید کو صرف ایک ہی نسخہ یاد ہے جو سراسر غضب اور کینہ سے بھرا ہوا ہے ۔اور وہ یہ کہ ایک ذرہ سے گناہ کیلئے ایک لمبا اور ناپیدا کنار سلسلہ

جونوں کا تیار کر رکھا ہے ‘ (چشمہ معرفت ۔ ص ۴۳)

ناظرین ! ایسا شخص بھی علم کلام کی رو سے قابل مصنف کہلا سکتا ہے جس کے اقوال اتنے مختلف ہوں جتنے مرزا صاحب کے آپ نے ملاحظہ کئے ہیں ۔ اس کے باوجود [بقول: اس برتے پہ تتا پانی] آپ سلطان القلم اور رئیس المتکلمین بھی ہیں ۔ سچ ہے

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

وید اور خدا کی ہستی

مندرجہ ذیل اقتباس میں مرزا صاحب نے دعوی کیا ہے کہ ویدوں سے خدا کی ہستی کا ثبوت نہیں ملتا ۔ کیونکہ خدا روح اور مادے کا خالق نہیں ہے ۔ اس بارے میں آپ کے الفاظ یہ ہیں ۔

’افسوس وید نے ایک ایسا حلیہ پرمیشر کا دکھلایا ہے گویا ہر ایک عیب اور غضب اور کینہ وری اور بے رحمی میں اس کی کوئی نظیر نہیں ۔ نہ قدرت کامل نہ رحم نہ اخلاق نہ اپنے وجود کا پتہ دے سکا کہ میں موجود ہوں کیونکہ اس کے وجود کا پتہ یا تو اسکی خالقیت سے ملتا ہے تا مصنوع کو دیکھ کر صانع کو شناخت کیا جاتا مگر بموجب تعلیم وید کے وہ ارواح اور ذرات عالم کا پیدا کنندہ نہیں اور یا اس کے وجود کا پتہ اس کے تازہ نشانوں اور معجزات سے ملتا ۔ سو وہ نشانوں کے دکھلانے پر قادر نہیں ۔ پس درحقیقت آریوں کا ایسے پرمیشر پر احسان ہے کہ باوجودیکہ اس نے کوئی ثبوت اپنی ہستی کا نہیں دیا پھر بھی اس کو مانتے ہیں ۔‘ (چشمہ معرفت ۔ ص ۵۱)

(اس پر تبصرہ کرنے سے پہلے ہم قارئین کو بتاتے چلیں کہ الفضل مورخہ ۸ جون ۱۹۴۳ء میں ملک فضل حسین کے نام سے ایک مضمون نکلا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ویدوں میں کہیں نہیں ملتا کہ روح مادہ قدیم ہے ۔ اس احمدی مضمون نگار نے احمدی ہونے کے باوجود مرزا صاحب کی تردید کر دی ۔ افسوس)

مرزا غلام احمد صاحب کا یہ بیان بھی علم منطق کے خلاف ہے ۔ اگر چہ آریہ

لوگ روح اور مادہ کو قدیم مانتے ہیں مگر ان سے مرکب چیز کو قدیم نہیں کہتے۔ مادہ کے اجزا باہم ترکیب پا کر عناصر اربعہ بنتے ہیں۔ مادہ اور ارواح کی ترکیب سے کل حیوانات (انسان وغیرہ) بنتے ہیں۔اہل منطق کا مشہور قیاس ہے کہ

العالم مرکب و کل مرکب حادث فالعالم حادث فله محدث

پس جب عالم مرکب ہے اور ہر مرکب حادث ہے تو بقول اہل منطق اس کیلئے محدث (پیدا کنندہ) کا ہونا ضروری ہے۔اس لئے ویدوں یا آریوں کے روح مادہ کو قدیم کہنے سے خدا کی ہستی کا انکار لازم نہیں آتا۔کیونکہ از روئے مقولہ مرکبات کو ترکیب دینے والا یا وجود میں لانے والا کوئی ہونا چاہیے۔پس وہی خدا ہے۔ایسی حالت میں وید پر یہ الزام لگانا کہ اس نے خدا کی ہستی کا ثبوت نہیں دیا بالکل غلط ہے اور علم منطق سے ناواقفی کی دلیل ہے۔

(۵) مرزا صاحب کے کمال علمی کی مثال

منطقی اصطلاح میں دلیل دو قسم کی ہوتی ہے۔ انی اور لمی ۔دلیل انی اس کو کہتے ہیں جس میں معلول سے علت کا علم حاصل ہو۔جیسے مخلوق سے خالق کا علم حاصل ہوتا ہے۔اور حرارت بدن سے بخار کا علم ۔ اور دلیل لمی اس کو کہتے ہیں جس میں علت سے معلول کا علم حاصل ہو۔جیسے روشن دان میں سورج دیکھنے سے دھوپ کا علم حاصل ہوتا ہے۔اب مرزا صاحب کا علم کلام ملاحظہ ہو۔آپ فرماتے ہیں۔

> 'اب جاننا چاہیے کہ دلیل دو قسم کی ہوتی ہے۔ایک لمی اور لمی دلیل اس کو کہتے ہیں کہ دلیل سے مدلول کا پتہ لگا لیں۔جیسا کہ ہم نے ایک جگہ دھواں دیکھا تو اس سے ہم نے آگ کا پتہ لگا لیا۔اور دوسری دلیل کی قسم انی ہے اور انی اس کو کہتے ہیں کہ مدلول سے ہم دلیل کی طرف انتقال کریں جیسا کہ ہم نے ایک شخص کو شدید تپ میں مبتلا پایا تو ہمیں یقین ہوا کہ اس میں ایک تیز صفرا موجود ہے جس سے تپ چڑھ گیا۔'

(چشمہ معرفت ۔ص ۵۵۔۵۶)

اس اقتباس پر ہم کئی وجوہ سے نظر کرتے ہیں۔ دونوں تعریفوں میں مرزا صاحب نے مدلول کا لفظ بولا ہے جس سے دونو تعریفیں غلط ہوگئی ہیں۔ کیونکہ مدلول

اس کو کہتے ہیں جس کو ثابت کیا جائے۔ دلیل انی اور لمی میں دونو چیزیں مدلول بھی ہوتی ہیں اور دلیل بھی۔ مثلاً آپ کا یہ کہنا کہ دلیل لمی اس کو کہتے ہیں کہ۔ دلیل سے مدلول کا پتہ لگائیں۔ یہ تعریف انی پر بھی صادق آتی ہے کیونکہ اس میں بھی دلیل ہی سے علم حاصل کیا جاتا ہے۔ مثلاً مخلوق سے خالق کا علم حاصل کرنے میں مخلوق دلیل ہے اور خالق مدلول ہے۔ اسی لئے دنیائے جہاں کو عالم کہا جاتا ہے جو اسم آلہ کا صیغہ ہے (فصول اکبری وغیرہ)۔ اس کے معنی ہیں ما یعلم به الصانع اس لئے دلیل لمی کی تعریف منقوض ہے۔ اسی طرح دلیل انی کی تعریف بھی غلط ہے۔ بقول مرزا صاحب دلیل انی اس کو کہتے ہیں کہ مدلول سے دلیل کی طرف انتقال کریں۔ یہ تعریف فی نفسہ غلط ہے۔ ہم بتا آئے ہیں کہ مدلول اس کو کہتے ہیں جس کو ثابت کیا جائے۔ چاہے وہ علت ہو یا معلول۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب جو علمی اصطلاحات نہ جاننے کی وجہ سے غلطی کھا گئے ہیں۔ اسی لئے وہ مدلول اور معلول کو مترادف سمجھتے ہیں۔ دلیل اور علت کو ہم معنی قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ دلیل لمی میں دلیل علت ہوتی ہے اور مدلول معلول ہوتا ہے۔ اور دلیل انی میں اس کے برعکس دلیل معلول ہوتی ہے اور مدلول علت ہوتا ہے۔ جیسے حدوث عالم میں عالم دلیل ہے اور خالق مدلول۔ مرزا صاحب چونکہ علوم عقلیہ سے ناواقف تھے جس کا ثبوت اس مثال کے علاوہ مرزا صاحب کا وہ قول ہے جو کتاب سرمہ چشم آریہ میں آپ نے بڑے زور سے لکھا ہے کہ قضیہ دائمہ مطلقہ قضیہ ضروریہ مطلقہ سے اخص ہوتا ہے۔ (طبع چہارم ص۹۴)۔ اسی لئے آپ دلیل لمی اور انی کی تعریفیں غلط کر گئے۔ اس پر بھی آپ کو دعوی ہے کہ میں سلطان القلم ہوں۔ سچ ہے

بت کریں آرزو خدائی کی
شان ہے تیری کبریائی کی

(۲) اس مقام کا دوسرا اقتباس یہ ہے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

'اس جگہ ہم انشاء اللہ تعالی دونوں قسم کی دلیلیں پیش کریں گے۔ سو پہلے ہم لمی دلیل ضرورت الہام کے لئے پیش کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ انسان کے جسم کا جسمانی اور روحانی نظام ایک ہی قانون

قدرت کے ماتحت ہے۔ پس اگر ہم انسان کے جسمانی حالات پر نظر ڈال کر دیکھیں تو ظاہر ہوگا کہ خداوند کریم نے جس قدر انسان کے جسم کو خواہشیں لگا دی ہیں ان کے پورا کرنے کیلئے بھی سامان مہیا کئے ہیں۔ چنانچہ انسان کا جسم بباعث بھوک کے اناج کا محتاج تھا سو اس کیلئے طرح طرح کی غذائیں پیدا کی ہیں۔ ایسا ہی انسان بباعث پیاس کے پانی کا محتاج تھا سو اس کیلئے کوئیں اور چشمے اور نہریں پیدا کر دی ہیں۔ اسی طرح انسان اپنی بصارت سے کام لینے کیلئے آفتاب یا کسی اور روشنی کا محتاج تھا سو اس کیلئے خدا نے آسمان پر سورج اور زمین پر دوسری اقسام کی روشنی پیدا کر دی ہے۔ اور انسان اس ضرورت کیلئے کہ سانس لے اور نیز اس ضرورت کیلئے کہ کسی دوسرے کی آواز سن سکے ہوا کا محتاج تھا سو اس کے لئے خدا نے ہوا پیدا کر دی ہے۔ ایسا ہی انسان بقائے نسل کیلئے اپنے جوڑے کا محتاج تھا سو خدا نے مرد کیلئے عورت اور عورت کے لئے مرد پیدا کر دیا ہے۔ غرض خدا تعالیٰ نے جو جو خواہشیں انسانی جسم کو لگا دی ہیں ان کیلئے تمام سامان بھی پیدا کر دیا ہے۔ پس اب سوچنا چاہیے کہ جبکہ انسانی جسم کو باوجود اس کے فانی ہونے کے تمام اس کی خواہشوں کا سامان دیا گیا ہے تو انسان کی روح کو جو دائمی اور ابدی محبت اور معرفت اور عبادت کیلئے پیدا کی گئی ہے کس قدر اسکی پاک خواہشوں کے سامان دئے گئے ہوں گے۔ سو وہی سامان خدا کی وحی ہے۔‘

(چشمہ معرفت۔ص ۵۶)

اہل علم حضرات غور فرمائیں۔ اس اقتباس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے جسمانی ضروریات کا انتظام کیا ہے اسی طرح روحانی ضرورتوں کا بندوبست بھی کیا ہے۔ پس یہ تمثیل ہے۔ دلیل لمی نہیں۔ ورنہ کوئی صاحب ہمیں بتائیں کہ اس میں علت کیا ہے اور معلول کیا؟ کچھ بھی نہیں بلکہ تمثیل ہے اور تمثیل کو دلیل لمی یا انیکہنا انہی لوگوں کا کام ہے جو کہتے ہیں کہ دمشق سے مراد قادیان ہے۔

مرزا صاحب قادیانی میں ایک کمال تھا جس کا اعتراف ہمیں بھی ہے کہ وہ طول کلامی میں اتنے بڑھ جاتے تھے کہ ناواقف سامع کو ان کے اصل مدعا اور حشو و

زوائد میں تمیز نہیں رہتی تھی۔ بلکہ بعض دفعہ وہ خود بھی اصل مقصود بھول جاتے تھے۔ مثلاً آپ نے مذکورہ اقتباس کے شروع میں لکھا ہے کہ

'اس جگہ ہم انشاء اللہ دونوں قسم کی دلیلیں (انی اور لمی) پیش کریں گے۔ پہلے ہم دلیل لمی ضرورت الہام کیلئے پیش کرتے ہیں۔' (ص ۵۶)۔

آپ کو چاہیے تھا کہ آپ دلیل لمی کے بعد دلیل انی سے بھی کام لیتے۔ مگر افسوس ہے کہ کہ ہمیں صفحہ ۵۶ سے ۸۷ تک دلیل انی کا کوئی پتہ نہیں چلا۔ ہاں تحریر طوالت کی وجہ سے دلفریبی ضرور ہے۔ جس کی تمنا استاد غالب مرحوم نے بھی کی ہے جو کہتے ہیں۔

ملے تو حشر میں لے لوں زبان ناصح کی
عجیب چیز ہے یہ طول مدعا کیلئے

درخواست: مرزا صاحب کے مریدوں میں سے کوئی صاحب ہمیں مرزا صاحب کی پیش کردہ دلیل انی کا پتہ بتائیں تو ہم ان کے بہت مشکور ہوں گے۔

(۵) مرزا صاحب کی غلط گوئی بلکہ فحش گوئی

ہم نہائت افسوس سے اظہار کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کے علم کلام میں ایک خاص وصف تھا وہ غلط گوئی کے علاوہ فحش گوئی سے بھی اپنے مخاطب کو ساکت کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ آپ کی یہ عادت مخالفین اسلام کے علاوہ علماء اسلام کے حق میں بھی برابر نظر آتی ہے۔ ہمیں اپنے موضوع سے نکل جانے کا اندیشہ ہے ورنہ ہم بہت سی مثالیں پیش کر سکتے تھے۔ تفصیل کیلئے ہمارا رسالہ 'ہندوستان کے دو ریفارمر' ملاحظہ ہو۔ جس میں مرزا صاحب قادیانی اور سوامی دیانند بانی آریہ سماج کی خوش کلامیوں کا نمونہ دکھایا گیا ہے۔ سر دست ہم اس کتاب [چشمہ معرفت] سے ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

'جو کچھ وید نے اپنا فلسفہ اور علم طبعی ظاہر کیا ہے وہ یہی ہے کہ ہندووں کے پرمیشر کو ایک انسان کا فرزند قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اندر آریوں کا پرمیشر کشلیا کا بیٹا ہے۔ اور نیز یہ کہ عناصر اور اجرام سماویہ سب پرمیشر ہی ہیں۔ اور نیز وہ تعلیم دیتا ہے کہ ان تمام چیزوں سے مرادیں مانگی جائیں۔ اور نیز

یہ تعلیم جو نہائت گندی اور قابل شرم تعلیم ہے یعنی یہ کہ پرمیشر ناف سے دس انگلی نیچے ہے (سمجھنے والے سمجھ لیں)۔' (چشمہ معرفت۔ص ۱۰۶)

اس اقتباس میں مرزا غلام احمد صاحب نے کئی ایک دعاوی غلط کئے ہیں اور فحش نویسی سے کام لیا ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

پہلی غلطی تو یہ ہے کہ اس کتاب میں آپ کا خطاب آریوں سے ہے اور ذکر ہندوؤں کا لے بیٹھے۔ اور ہندوستان کا ہر چھوٹا بڑا جانتا ہے کہ اس بارے میں آریوں اور ہندوؤں کا سخت اختلاف ہے۔ کوئی آریہ، کوشلیا کے بیٹے کو پرمیشر نہیں مانتا اور نہ عناصر کو خدا جانتا ہے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ہندو بھی اس کے قائل نہیں ہیں کیونکہ عناصر مرکب ہیں اور ہر مرکب حادث ہوتا ہے۔ البتہ ہندو لوگ اوتار کا عقیدہ بے شک رکھتے ہیں۔ لیکن ان کے ہاں اوتار کی تشریح یہ ہے کہ کسی انسان کے ساتھ پرمیشور کا خاص تعلق ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ انسان پرمیشور کا مظہر اتم بن جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر اس بارے میں مرزا صاحب بھی ہندوؤں کے ہم عقیدہ ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں

' رائیتنی فی المنام عین الله فتیقنت اننی هو (آئینہ کمالات ص ۵۶۴)۔ (یعنی میں نے خواب میں اپنے کو خدا دیکھا پس میں نے یقین کر لیا کہ میں وہی ہوں)۔ ناف سے دس انگلی نیچے والی چیز کو پرمیشور کوئی بھی نہیں کہتا۔ اللہ رے! دعوی مسیحیت اور یہ فحش گوئی

اللہ رے ایسے حسن پہ یہ بے نیازیاں
بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں

(۶) مرزا صاحب کے حوالوں کی کیفیت اور گرفت کی کمزوری

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی عادت تھی کہ آپ حوالہ دیتے ہوئے احتیاط نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ قرآن مجید کی آیات بھی غلط لکھ دیتے تھے۔ (مثال کے طور پر یہ آیت ہے یوم یاتی ربك فی ظلل من الغمام ۔ (حقیقة الوحی ص ۔۱۵۴)۔ استدلال بھی انہی الفاظ سے کیا ہے) ناظرین مندرجہ ذیل اقتباس بغور پڑھیں گے تو سلطان القلم کا زور قلم ملاحظہ کرینگے۔ آپ لکھتے ہیں۔

' جب ہم نے وید کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ درحقیقت وید کے پرمیشر

نے کئی جگہ وید میں جھوٹ بولا ہے۔ چنانچہ وید کا یہ صریح جھوٹ ہے جو پنڈت دیانند اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں وید کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ جب روح بدن سے نکلتی ہے تو وہ اکاش میں پہنچ کر پھر رات کو کسی گھاس پات پر پڑتی ہے اور اس گھاس کو کوئی کھا لیتا ہے تو وہ روح نطفہ کی شکل میں ہو کر کسی عورت کے اندر چلی جاتی ہے اور اس سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اب بتلاؤ کہ اس سے زیادہ جھوٹ کونسا ہوگا کہ روح کو ایک جسمانی چیز بنا دیا۔
(چشمہ معرفت ۔ ص ۱۱۴)

مرزا صاحب نے یہ مضمون اس کتاب میں متعدد مرتبہ لکھا ہے (ملاحظہ ہو صفحات ۱۲۲ '۱۲۸' ۱۲۹ وغیرہ)۔ اس اقتباس میں وید کے پرمیشور پر جھوٹ کا الزام لگایا ہے۔ حالانکہ جھوٹ کے مرتکب خود ہوئے ہیں۔ اس کا ثبوت دینا ہمارے ذمہ ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب نے ۱۸۸۶ء میں ہوشیار پور پنجاب میں ماسٹر مرلی دھر آریہ سے مباحثہ کیا تھا۔ جس میں وہ حوالہ دیا تھا (جس کی تفصیل آگے آتی ہے)۔ جب مباحثہ مطبوع ہو کر شائع ہوا تو پنڈت لیکھرام آریہ مصنف کتاب 'خبط احمدیہ' کے صفحہ ۶۱ پر بڑی سختی سے اس حوالے کا مطالبہ کیا۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

'ہم مرزا صاحب کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ اس کا ثبوت دیں کہ ستیارتھ پرکاش میں کہاں ہے کہ روح اوس کی طرح زمین پر کسی بوٹی وغیرہ پر گرتی ہے' (نسخہ خبط احمدیہ ص ۲۶۳)

شکایت بجا ہے۔ یہاں پہنچ کر ہم پنڈت لیکھرام کی شکایت کرنے سے بھی نہیں رک سکتے کہ انہوں نے مرزا صاحب کے مزاج شناس ہونے کے باوجود مرزا صاحب کے اس فعل کو قرآن مجید کی تعلیم کا اثر بتایا ہے۔ چنانچہ پنڈت جی کے دلآزار الفاظ یہ ہیں:

'ناظرین خود ہی انصاف کریں کہ قرآنی تعلیم کی برکت سے حضرت (مرزا صاحب) نے کس قدر چالاکی کی اور کیا ہی الہامی تائید سے اصل عبارت کو راستی سے صحیح صحیح نقل کیا ہے۔' (نسخہ خبط احمدیہ۔ص ۲۶۳)

پنڈت لیکھرام کی اس تحریر کو جس میں مرزا صاحب کا فعل قرآن مجید کی ہدایت کے ماتحت بتایا گیا ہے ہر ایک آریہ (بشرطیکہ اپنے چوتھے اصول کو ملحوظ رکھے) ناپسند کریگا۔

ناظرین! مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اس مباحثے کا ذکر اسی کتاب (چشمہ معرفت) میں یوں کیا ہے:

'مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ بمقام ہوشیار پور مجھے ایک آریہ مرلی دھر نام سے مباحثہ کا اتفاق ہوا اور میں نے اس کے آگے یہی بات پیش کی کہ دیانند کا یہ قول کہ روح شبنم کی طرح کسی گھاس پات پر پڑتی ہے اور اس کو کوئی شخص کھالیتا ہے تو روح اس ساگ کے ساتھ ہی اندر چلی جاتی ہے اور اس سے بچہ پیدا ہوتا ہے یہ سراسر باطل قول ہے اور اس سے روح کا دوٹکڑہ ہونا لازم آتا ہے۔ اور اس تقریر میں میں نے ستیارتھ پرکاش کا حوالہ دیا جو دیانند کی ایک کتاب ہے۔ تب مرلی دھر نے ستیارتھ پرکاش پیش کی کہ کہاں اس میں ایسا لکھا ہے۔ تب میرے دل میں خیال گذرا کہ ضرور اس شخص نے کوئی چالاکی کی ہے جو یہ کتاب پیش کرتا ہے۔ میں نے وعدہ کیا کہ چونکہ میں ناگری نہیں پڑھ سکتا اس لئے بعد میں تلاش کر کے وہ موقعہ اپنی کتاب میں لکھ دونگا۔ پھر میں قادیان آیا اور ایک برہمو صاحب جو نیک طبع اور بے تعصب تھے اور ان کا نام نوبین چندر تھا میں نے انکی طرف ایک خط لکھا کہ کیا آپ مجھے بتلا سکتے ہیں کہ ایسا مضمون ستیارتھ پرکاش کے کس موقعہ پر ہے۔ ان کا جواب آیا کہ یہ مضمون ستیارتھ پرکاش میں موجود ہے مگر یہ آریہ لوگ بڑے چالاک اور افترا پرداز ہیں۔ انہوں نے پہلی کتاب جس میں یہ مضمون تھا تلف کر دی ہے اور نئی کتاب چھپوائی ہے اور اس میں سے یہ مضمون نکال دیا ہے اور لکھا کہ وہ پہلی کتاب میرے پاس موجود ہے مگر اب میں لاہور جانے والا ہوں اور میں نے تمام کتابیں وطن کی طرف بھیج دی ہیں اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ بیس دن کے اندر ستیارتھ پرکاش کے اس مقام کی نقل کر کے بیجدونگا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے وعدہ کے مطابق اس مقام کی نقل بھیج دی اور میں نے اس کو اپنی کتاب سرمہ چشم آریہ میں درج کر دیا۔'

(چشمہ معرفت۔ ص ۱۱۸۔۱۱۹)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے حسب وعدہ سرمہ چشم آریہ میں (

طبع اول کے بعد) اس کا حوالہ یوں نقل کیا ہے۔

'اب ہم ستیارتھ پرکاش کا وہ مقام لکھتے ہیں جسکے لکھنے کا ماسٹر مرلی دھر کو وعدہ دیا گیا تھا اور وہ یہ ہے۔ ستیارتھ پرکاش ۱۸۷۵ء آٹھواں سملاس صفحہ ۲۶۳۔

سوال۔ جنم اور موت وغیرہ کس طرح ہوتے ہیں؟

جواب۔ لنگ شریر یعنی جسم دقیق (روح) اور ستھول شریر جسم کثیف باہم ملکر جب ظاہر ہوتے ہیں تب اس کا نام جنم یعنی پیدائش ہوتا ہے اور دونوں کی علیحدگی سے غائب ہو جانے کو موت کہتے ہیں۔

سو اس طرح سے ہوتا ہے کہ روح اپنے اعمال کے نتائج سے گردش کرتی اور اپنے افعال کی تاثیر سے گھومتی ہوئی پانی یا کسی اناج یا ہوا سے ملتی ہے۔ پھر جب وہ پانی یا کسی بوٹی وغیرہ سے مل جاتی ہے تو جیسے جس کے افعال کا اثر یعنی جتنا جس کو سکھ یا دکھ ہونا ضروری ہے خدا کے حکم کے موافق ویسی جگہ اور ویسے ہی جسم میں مل کے شکم مادر میں داخل ہوتی ہے اس کے جسم کے حصہ کی کشش سے اس کا جسم بنتا ہے۔ اس طریقہ سے پرمیشر نے مقرر کر رکھا ہے روح نکلنے کے بعد آفتاب کی کرنوں کے ساتھ اوپر کو کھینچی جاتی ہے اور پھر چاند کے نور کے ساتھ [اوس کی طرح] زمین پر کسی بوٹی وغیرہ پر گرتی ہے۔ پھر بموجب طریقہ مذکورہ بالا جسم اختیار کرتی ہے۔''

(حاشیہ سرمہ چشم آریہ۔ طبع چہارم۔ ص ۶۸۔ ۶۹)

ہر چند مرزا صاحب نے کسی برہمو دوست سے امداد لیکر حوالہ بتانے میں سبکدوشی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ مگر ہمارے خیال میں سبکدوشی حاصل نہیں ہوئی۔ بلکہ مزید ذمہ داری بڑھ گئی۔ مرزا صاحب کے پاس تو ستیارتھ پرکاش ۱۸۷۵ء کی تھی ہی نہیں اور نہ وہ ہندی پڑھ سکتے تھے۔ جس کا ان کو اعتراف ہے۔ ہاں ہم خدا کے فضل سے ہندی پڑھ سکتے ہیں اور ہندی کی اصل ستیارتھ پرکاش ۱۸۷۵ء ہمارے پاس ہے۔ اس لئے ہم اس کی ہندی عبارت مع اردو ترجمہ ناظرین کے سامنے رکھ دیتے ہیں (یہاں مولانا امرتسری نے ہندی عبارت لکھی ہے جو ہمیں لکھنا نہیں آتی اس لئے اس کو

چھوڑ دیا گیا ہے اور صرف اردو ترجمہ پر اکتفا کیا جا رہا ہے جو یوں ہے)۔ اردو ترجمہ ۔ روح اور جسم کی ملاوٹ سے ظاہر ہونا اس کا نام پیدائش ہے اور روح و جسم کا علیحدہ ہو کر غائب ہو جانا اس کا نام موت ہے۔ جو اس طرح ہوتا ہے کہ روح اپنے اعمال کی وجہ سے گھومتی ہوئی پانی یا کسی جڑی بوٹی یا ہوا میں ملتی ہے۔ پھر جیسا جس کے افعال کا اثر یعنی سکھ دکھ جتنا جس کو ہونا ضروری ہے پرمیشور کے حکم کے مطابق ویسی جگہ اور ویسے ہی جسم میں مل کر شکم میں داخل ہو جاتی ہے ....روح جسم سے نکل کر باہر کی ہوا میں مل جاتی ہے۔ پھر ہوا کے ساتھ ادھر ادھر گھومتی ہے۔ کبھی سورج کی کرنوں کے ساتھ اونچے اور چاند کی کرنوں کے ساتھ نیچے آ جاتی ہے یعنی ہوا کے ساتھ اوپر نیچے اور درمیان رہتی ہے ۔ '(ترجمہ ہندی ستیارتھ پرکاش مطبوعہ ۱۸۷۵ء)

ناظرین یہ ترجمہ پڑھ کر ہمیں بتائیں کہ مرزا صاحب نے جو دعوی کیا تھا کہ روح اوس کی طرح جڑی بوٹی پر گرتی ہے (جس کا مطالبہ پنڈت لیکھرام نے کیا تھا) مرزا صاحب اس سے سبکدوش ہو گئے ؟ ہرگز نہیں ہوئے۔ (حاشا وکلا)۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا صاحب قادیانی نے اس حوالہ میں غلطی ہی نہیں کی بلکہ بہت ہی جرائت اور دیدہ دلیری سے کام لیا ہے جو ایک قابل مصنف کی شان سے بہت بعید ہے۔ مرزا صاحب قادیانی نے یہ الزام آریوں پر کئی جگہ لگایا ہے۔ جس کی مثال تاریخ تصنیف میں نہیں ملتی۔ مرزا جی کے مریدو۔

قتل عاشق کسی معشوق سے دور نہ تھا
پر تیرے عہد سے پہلے تو یہ دستور نہ تھا

اس کے علاوہ مرزا صاحب کی جرأت ملاحظہ ہو کہ سوامی دیانند کی تحریر کی غلطی کی وجہ سے ویدوں کو اور ویدوں کے پرمیشر کو جھوٹا کہا [قرآن مجید نے ایسے فعل کو نہائت مذموم قرار دے کر ارشاد فرمایا ہے انما یفتری الکذب الذین لا یومنون بآیات الله ۔ پارہ ۱۴ ۔رکوع ۱۳۔ یعنی جھوٹ افترا کرنا بے ایمان لوگوں کا کام ہے] بلکہ اس کتاب میں بہت کچھ تحقیر آمیز الفاظ میں ویدوں کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ مندرجہ ذیل اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

(ا) الہامی کتاب کی ایک یہ بھی نشانی ہے کہ جس میں یہ مذکور ہو کہ روح بدن سے نکل کر پھر شبنم کی طرح کسی گھاس پات پر پڑتی ہے اور دو ٹکڑے ہو کر

مرد اور عورت کے اندر چلی جاتی ہے۔' (چشمہ معرفت۔ ص۱۳۰۔۱۳۱)

(۲) غرض اس وجہ سے مضمون پڑھنے والے (آریہ) نے اس نشانی کا ذکر نہیں کیا کہ یہ وید کا بیان ایک غلط بیان ہے۔ غالباً اس کو یہ بات سوجھ گئی ہے کہ اس نشانی کے پیش کرنے سے وید کا تمام تار و پود جھوٹ کا مجموعہ ثابت ہوگا اور نہ صرف جھوٹ بلکہ اس کی جہالت اور ناواقفیت بھی ثابت ہوگی کہ ایسا خدا کے قانون قدرت سے بے خبر ہے کہ روح کو شبنم کی طرح گھاس پات پر نازل کرتا ہے۔ حالانکہ گھاس پات کے مادہ کے اندر خود کیڑے موجود ہیں۔ ان پر یہ کونسی ایسی شبنم پڑی تھی۔ اس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ زمین کے سب نباتات جمادات حیوانات کیڑوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ اور زمینی مادہ کے سب کچھ اندر ہے اوپر سے کچھ نہیں آتا'۔

(چشمہ معرفت۔ ص۱۳۲)

(۳) کیا وید کے رشیوں کے معدہ اور دماغ اور دوسرے اعضاء میں کیڑے نہیں تھے؟ اور مرد اور عورت کی منی بھی کیڑوں سے خالی نہیں۔ اور زمین اور زمین کے نیچے کون سا ایسا مادہ ہے جو کیڑوں سے خالی ہے۔ آریوں کو خیال کرنا چاہیے تھا کہ کب اور کس راہ سے ان پر شبنمی روح پڑ گئی۔ آخر جھوٹ کی کوئی حد ہے۔ لیکن وید تو جھوٹ بولنے میں حد سے بڑھ گیا اور اس نے خدا کے بدیہی اور محسوس اور مشہود اور قدیم قانون قدرت کو ایسا ہاتھ سے پھینک دیا جیسا کہ کوئی ایک کاغذ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دے۔'

(چشمہ معرفت۔ ص۱۳۲)

ناظرین کرام! جرمنی کے ڈکٹیٹر ہٹلر نے اپنی کتاب میری جدوجہد میں لکھا ہے کہ جھوٹ کو باور کرانے کا طریق یہی ہے کہ بار بار اس کا ذکر کیا جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ آخر کار باور کرلیں گے۔ ہم نے سمجھا تھا کہ اس تجویز کا موجد ہٹلر ہے لیکن مرزا صاحب کی تصنیفات دیکھ کر ہماری رائے بدل گئی۔ اب ہم اس رائے پر مضبوطی سے قائم ہو گئے ہیں کہ اس تجویز کے اول مرتکب عامل مرزا صاحب قادیانی ہی ہیں جو جھوٹ کو باور کرانے کیلئے اس کو بار بار دہرایا کرتے تھے۔ یہ تو ایک ہی مثال

ہے ہم نے آپ کی تصنیفات میں ایسی بہت سی مثالیں دیکھی ہیں جن کے ذکر کرنے کا یہاں موقع نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمایئے کہ آپ نے سوامی دیانند کی کتاب ستیارتھ کا حوالہ دیا ہے جو بجائے خود غلط ہے، پھر اس غلطی کو ویدوں کے سر تھوپ دیا ہے۔ حالانکہ سوامی دیانند نے اگر ایسا کہا ہے تو ویدوں کے حوالہ سے نہیں کہا۔ پھر خواہ مخواہ ویدوں کی تحقیر کرنا اور مذاق اڑانا کسی قابل مصنف کا کام نہیں ہوسکتا۔ مرزا صاحب

ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا
یہ تمہارے زمانے میں دستور نکلا

(۷) عقیدہ قدامت نوعی

آریوں کا عقیدہ ہے کہ روح اور مادہ قدیم ہے۔ مرزا صاحب نے اس عقیدہ تو خوب مذاق اڑایا ہے مگر خود اپنا عقیدہ جو بتایا ہے وہ اس سے بھی زیادہ پر مذاق ہے۔ اسکی تشریح یہ ہے کہ مخلوق کے افراد تو یقیناً حادث ہیں خواہ وہ کسی نوع کے ہوں مگر سلسلہ نوع قدیم ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں۔

> خدا کی صفات خالقیت رازقیت وغیرہ سب قدیم ہیں حادث نہیں ہیں۔ پس خدا تعالی کی صفات قدیمہ کے لحاظ سے مخلوق کا وجود نوعی طور پر قدیم ماننا پڑتا ہے نہ شخصی طور پر۔ یعنی مخلوق کی نوع قدیم سے چلی آتی ہے۔ ایک کے بعد دوسری نوع خدا پیدا کرتا چلا آیا ہے۔ سو اسی طرح ہم ایمان رکھتے ہیں اور یہی قرآن شریف نے ہمیں سکھایا ہے۔ [چشمہ معرفت۔ ص۱۶۰]

ایضاً۔ اس مضمون کی تکمیل مرزا صاحب نے اسی کتاب میں دوسری جگہ یوں کی ہے۔

> ’خدا کی صفت افنا اور اہلاک بھی ہمیشہ اپنا کام کرتی چلی آتی ہے۔ وہ کبھی معطل نہیں ہوتی‘ (چشمہ معرفت۔ ص ۲۶۸)

ناظرین! اس تکمیل کی تشکیل قادیان کے ممتاز عالم مولوی میر محمد اسحاق جو مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان کے ماموں ہیں۔ مرزا صاحب کی تعلیم کے ماتحت یوں کرتے ہیں۔

> ’جب سے خدا ہے تب ہی سے وہ مخلوق پیدا کرتا چلا آیا ہے اور جب تک وہ رہے گا اور ہمیشہ رہیگا اس وقت تک وہ مخلوق پیدا کرتا چلا جائیگا۔ نہ خدا

کے پیدا کرنے کی ابتدا ہے نہ انتہا۔ (کتاب حدوث روح و مادہ۔ص ۲۴۴)

مرزا صاحب کے مذکورہ بالا اقتباس میں کئی غلطیاں ہیں۔جن کی تفصیل یہ ہے۔

اول: کسی موصوف کی صفات دو قسم کی ہوتی ہیں۔ایک اضطراری دوسری اختیاری۔ اضطراری صفت وہ ہوتی ہے جسے موصوف روک نہ سکے۔ جیسے سورج کی صفت روشنی ہے اور آگ کی صفت حرارت وغیرہ۔اختیاری صفت وہ ہوتی ہے جسے موصوف اپنے حسب منشا جاری کرسکتا ہے یا روک سکتا ہے۔ جیسے کاتب کا لکھنا یا متکلم کا بولنا۔ یہ بات قابل غور ہے کہ خدا تعالی کی صفات کس قسم کی ہیں۔اضطراری ہیں یا اختیاری ؟ اسلامی شریعت کے علاوہ عقل سلیم بھی شہادت دیتی ہے کہ خدا کی صفات اضطراری نہیں ہیں بلکہ اختیاری ہیں۔خود مرزا صاحب قادیانی خدا کو مدبر بالارادہ مانتے ہیں۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ص ۲۴۸)۔

سب سے بڑا ثبوت جو ہر ایک سمجھ سکتا ہے یہ ہے کہ بظاہر خدا تعالی کی بعض صفات میں تضاد بلکہ تناقض ہے مثلاً احیا (زندہ کرنا) اور اہلاک (مار ڈالنا)۔اگر یہ دونوں صفتیں باوجود قدامت اضطراری ہوتیں تو مخلوقات کی کیا حالت ہوتی ؟ اگر احیا کا اثر ہوتا تو سب چیزیں موجود ہو جاتیں۔اگر افنا کا اثر ہوتا تو کوئی چیز وجود پذیر نہ ہوتی۔

دوسری غلطی: علم منطق کا اصول ہے کہ کلی طبعی کا وجود خارجی اسکے افراد میں ہوتا ہے۔ والحق ان وجود الطبعي بمعنى وجود اشخاصه (تہذیب منطق) پس نوع بحیثیت نوع ایک کلی طبعی ہے۔اس کا خارجی وجود کسی فرد کے ضمن میں ہوگا وہ فرد چونکہ مرکب ہوگا اس لئے بحکم کل مرکب حادث وہ حادث ہوگا۔پھر قدامت نوعی کا وجود کیسے متحقق ہوگا۔

تیسری غلطی: مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مادہ کو حادث مانتے ہیں اور مادہ اولی سے عناصر بنتے ہیں اور عناصر کی ترکیب سے موالید ثلاثہ بنتے ہیں۔جس نوع کا مادہ حادث ہے وہ نوع کیسے قدیم ہوسکتی ہے۔

چوتھی غلطی: مرزا صاحب کا مسلمہ ہے کہ مادہ ہر حالت میں حادث ہے اور آریوں کا عقیدہ ہے کہ مادہ حالت اولی میں قدیم ہے مگر بصورت عناصر مرکب ہونے کی وجہ سے حادث ہے۔اس لئے پرمیشور [خدا] کی ضرورت ثابت ہوتی ہے۔مرزا صاحب

آریوں کو الزام دیتے ہیں کہ تمہارے عقیدہ (قدامت مادہ وغیرہ) کی رو سے خدا کی ہستی کا ثبوت نہیں ملتا۔ آریہ ان کے جواب میں کہہ سکتے ہیں کہ اگر ہمارے عقیدہ (قدامت مادہ) کی وجہ سے خدا کی ہستی کا ثبوت نہیں ملتا تو تمہارے عقیدہ قدامت نوعی سے بھی نہیں مل سکتا۔ ہمارے عقیدہ کے مطابق مرکب کی ترکیب اگر خالق کے وجود کی مثبت نہیں ہے تو آپ کے عقیدہ کی رو سے کیسے مثبت ہوگی؟

مرزا صاحب کا کمال: موصوف کی تصنیفات میں ہم نے یہ کمال دیکھا ہے کہ وہ اپنی بہت سی باتوں کی تردید خود ہی کر جاتے ہیں۔ انکو اسکی خبر بھی نہیں ہوتی جو دراصل تصرف قدرت ہے۔ چنانچہ اسی مسئلہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

ابتدا میں خدا کی صفت وحدت کا دور تھا... یہ دور قدیم اور غیر متناہی ہے۔
صفت وحدت کے دور کو دوسری صفات پر تقدم زمانی (حاصل) ہے۔'

(چشمہ معرفت۔ص ۲۶۳)

اہل علم غور فرمائیں کہ جس صورت میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مسلم ہے کہ وحدت الٰہی کو دوسری صفات پر تقدم زمانی حاصل ہے تو مخلوقات کیلئے قدامت نوعی کہاں رہی۔ سچ ہے

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

(۸) خدا کہاں سے پیدا ہوا

مرزا غلام احمد صاحب قادیانینے آریوں سے یہ عجیب سوال کیا ہے کہ خدا کہاں سے پیدا ہوا؟ چنانچہ آپ کے الفاظ ہیں۔

' آریوں کی بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ خدا کی بے انتہا قدرتوں اور بے انتہا اسرار کو اپنے نہایت محدود علم کے پیمانہ سے ناپتے ہیں اور جو باتیں انسان کیلئے غیر ممکن ہیں وہ خدا کے نزدیک بھی غیر ممکن ٹھراتے ہیں۔ اسی بنا پر ان کا اعتراض ہے کہ روحیں کہاں سے پیدا ہوئیں اور مادہ کہاں سے پیدا ہوا؟ تعجب کہ وہ پہلے کیوں اس سوال کو حل نہیں کرتے کہ خدا کہاں سے اور کس

طرح پیدا ہوا۔ جبکہ اس بات کو ماننا پڑتا ہے کہ خدا کی قدرتیں ناپیدا کنار ہیں اوراس کے اسرار وراء الوراء ہیں اور ہمارے مشاہدات اسکے گواہ ہیں۔ تو پھر یہ بیہودہ منطق خدا تعالی کی قدرت کی نسبت کیوں استعمال کی جاتی ہے'۔

(چشمہ معرفت۔ص ۱۶۱)

یہ سوال سن کر ہماری حیرت کی حد نہیں رہی کہ ہم مرزا صاحب کی نسبت کیا رائے قائم کریں۔ ہم سچ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب اگر زندہ ہوتے تو ہم ان کی خدمت میں حاضر ہو کر بادب پوچھتے کہ جناب آپ کا یہ سوال آریوں پر اس صورت میں وارد ہوسکتا تھا جبکہ روح مادہ اور خدا کی حقیقت فریقین میں یکساں مسلم ہوتی۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ آپ روح مادہ کو مخلوق و حادث مانتے ہیں اور آریہ ان کو غیر مخلوق اور قدیم کہتے ہیں۔ مگر خدا کی ذات کو دونو فریق قدیم مانتے ہیں۔ اس لئے آریہ آپکے عقیدہ حدوث روح و مادہ کی بنا پر آپ سے پوچھتے ہیں کہ خدا نے ان چیزوں کو کس چیز سے پیدا کیا۔ آپ اس کا جوب کسی اور طریق سے دیتے تو اچھا ہوتا لیکن یہ کیا غضب کیا کہ الٹا ان پر سوال کر دیا کہ خدا کہاں سے پیدا ہوا؟ کیا آریہ لوگ خدا کو مخلوق مانتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ پھر ان پر یہ سوال کیوں وارد کیا گیا؟

ایک مولوی صاحب نے کسی دیہاتی بے نماز کو نماز کا وعظ فرمایا۔ دیہاتی نے کہا کہ مولوی صاحب پہلے یہ سوال حل کر دیجئے کہ آپ نے اپنے بیٹے کی شادی میں جو دعوت کی تھی تو کھانے میں نمک زیادہ کیوں ڈالا تھا۔ مولوی صاحب نے بڑے تعجب سے کہا کہ میری نصیحت سے اس بات کا کیا تعلق؟ دیہاتی نے جواب دیا کہ تعلق ہو نہ ہو یونہی بات سے بات نکل آتی ہے۔

(۹) مرزا صاحب کی معقولیت یا نسیان

آپ نے اس کتاب میں ایک عجیب اصول لکھا ہے کہ۔

' یہ بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی زبان تو کوئی اور ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہ سکے۔ کیونکہ اس میں تکلیف ما لا یطاق ہے (چشمہ معرفت۔ص ۲۰۹)

اس کے برعکس آپ براہین احمدیہ میں اپنا انگریزی الہام

آئی لو یو

[I Love You]۔

آئی شل گو یو لارج پارٹی آف اسلام

[I shall give you large party of Islam]

درج کر کے لکھ چکے ہیں کہ میں اس کا ترجمہ نہیں جانتا ۔ اصل الفاظ یہ ہیں

' چونکہ اس وقت کوئی انگریزی خوان نہیں ہے اور نہ اس کے پورے معنی کھلے ہیں اس لئے بغیر معنی کے لکھا گیا۔' (براہین احمدیہ ۔ ص ۵۵۶)

ناظرین! اگر الہام کے وقت کوئی انگریزی دان نہیں تھا تو کاپی لکھتے وقت مل جاتا یا کتاب کی طباعت کے وقت مل سکتا تھا۔ یہ کتاب امرتسر میں چھپی ہے جہاں اس زمانہ میں بھی سینکڑوں انگریزی دان موجود تھے ۔ جانے دیجئے کہ انگریزی دان موجود تھے یا نہیں ۔ بہر حال الہام کے مخاطب (مرزا صاحب) انگریزی دان نہیں تھے ۔ تاہم الہام ان کو انگریزی میں ہوا۔ بقول مرزا غلام احمد صاحب اس کی ایک وجہ تو الہام کی بیہودگی ہے ۔ دوسری وجہ بقول شاعر

شوخ من ترکی و من ترکی نمے دانم

(۱۰) پنڈت لیکھرام کی موت سے وید کی تردید

مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے حواری لیکھ رام کے قتل کے واقعہ کو بہت بڑا معجزہ بتایا کرتے ہیں ۔ یہاں تک کہ اس واقعہ کو ویدوں کی تکذیب پر بطور دلیل پیش کرتے ہیں ۔ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اس رسالہ میں ہماری غرض مرزا صاحب کے استدلالات پر بحث کرنا ہے ۔ ان کے عقائد اور الہامات سے تعرض کرنا نہیں ہے ۔ چونکہ مرزا صاحب قادیانی نے اس واقعہ (قتل لیکھ رام) کو تکذیب وید پر بطور دلیل پیش کیا ہے اس لئے اس پر بحث کرنا اس رسالہ کے موضوع میں آ سکتا ہے ۔مرزا صاحب قادیانی کا دعوی تھا کہ میں نے لیکھ رام کے قتل ہونے کا الہام شائع کیا تھا بلکہ تاریخ بھی بتادی تھی ۔اس کے متعلق آپ لکھتے ہیں کہ

کیا بموجب اصول آریوں کے وید کے بعد الہام الٰہی ہونا یہ خارق عادت امر نہیں ہے پس جب لیکھ رام کی موت نے اس بات کو ثابت کر دیا کہ وہ قادر خدا اس زمانہ میں بھی برخلاف وید کے مقرر کردہ قانون کے الہام کرتا ہے تو وید کا سارا قانون قدرت دریا برد ہو گیا۔ اس صورت میں وید کی بات کا کوئی بھی اعتبار نہ رہا۔ ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔'

(چشمہ معرفت۔ص۲۲۲)

اس اقتباس کو ہم اپنے لفظوں میں دلیل کی شکل میں پیش کریں تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ بقول آریہ قضیہ سالبہ کلیہ کے طور پر ویدوں کے بعد الہام کا نزول بند ہے۔ مجھ مرزا قادیانی کو پنڈت لیکھ رام کے قتل کے متعلق جو الہام ہوا تھا وہ سچا ہو گیا۔ لہذا میرا یہ الہام بصورت موجب جزئیہ کے ویدوں کے سالبہ کلیہ کی نقیض بن کر ابطال وید کا موجب ہوا۔

ناظرین! یہ ہے ہمارے لفظوں میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے استدلال کی منطقیانہ تقریر۔ اب اس کا جواب سنئے۔

پنڈت لیکھ رام سے متعلق مرزا غلام احمد صاحب نے جو پیشگوئی کی تھی وہ اس کے قتل یا موت کی نہ تھی بلکہ خارق عادت عذاب کی تھی۔ ہمارے اس دعوی کا ثبوت اس معاہدہ سے ہو سکتا ہے جو پنڈت لیکھ رام اور مرزا صاحب قادیانی کے درمیان پیش گوئی کے خاتمہ کے متعلق ہوا تھا۔ جسے خود مرزا صاحب قادیانی نے بھی شائع کیا تھا۔ آپ کے الفاظ میں مذکورہ معاہدہ کی عبارت یہ ہے۔

'وہ معاہدہ جو نشانوں کے دیکھنے کے لئے اس راقم (مرزا) اور لیکھ رام کے مابین تحریر پایا تھا... اس معاہدے کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی پیشگوئی لیکھ رام کو سنائی جائے اور وہ سچی نہ ہو تو وہ ہندو دھرم کی سچائی کی دلیل ہو گی (مولانا امرتسری یہاں فرماتے کہتے ہیں یہ کیسی غلط شرط ہے۔ مرزا صاحب کی یا کسی اور ملہم کی پیشگوئی غلط ہونے سے یہ نتیجہ تو نکل سکتا ہے کہ پیشگوئی کرنے والا جھوٹا ہے لیکن اس سے یہ ثابت کرنا یا اسے تسلیم کرنا کہ ہندو مذہب سچا ہے کسی قابل مصنف کا کام نہیں۔ مرزائی دوستو کیا کہتے ہو)

اور فریق پیش گوئی کرنے والے (مرزاملہم) پر لازم ہوگا کہ آریہ مذہب اختیار کرے یا تین سوساٹھ روپیہ لیکھ رام کو دیدے ...اگر پیش گوئی کرنے والہ سچا نکلے تو اسلام کی سچائی کی یہ دلیل ہوگی اور پنڈت لیکھ رام پر یہ واجب ہوگا کہ اسلام قبول کرے ...پھر اس کے بعد وہ پیشگوئی بتائی گئی جس کی رو سے ۶ ۔مارچ ۱۸۹۷ء کو لیکھ رام کی زندگی کا خاتمہ ہوا ۔'

(استفتاء مصنفہ مرزا غلام احمد ۔ ص ۹)

ناظرین کرام ! یہ معاہدہ صاف بتا رہا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کی الہامی پیش گوئی کا وقوع ایسے طریق پر ہونا چاہیے تھا کہ پنڈت لیکھ رام اسلام قبول کرسکتا یعنی زندہ رہتا ۔پس اس کا مر جانا یا مارا جانا پیش گوئی کی تصدیق نہیں بلکہ تکذیب کرتا ہے ۔ کیونکہ اس کیلئے اسلام قبول کرنے کا موقع ہی نہیں رہا ۔ یہ ہے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا استدلال اور ہماری طرف سے اس کا ابطال ۔اس پیشگوئی کی تفصیل ہمارے رسالہ 'لیکھ رام اور مرزا' میں ملاحظہ ہو۔

(۱۱) نیستی سے ہستی کا ثبوت

فلاسفہ یونان اور براہمہ ہند پیدائش دنیا کے سلسلہ میں قدامت مادہ کے قائل رہے ہیں ۔یعنی وہ نیستی سے ہستی نہیں مانتے ۔موجودہ آریہ بھی انہی کے ہم خیال ہیں کہ نیستی سے ہستی نہیں ہوسکتی ۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ان سب کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

'جب سے خدا نے مجھے یہ علم دیا ہے کہ خدا کی قدرتیں عجیب در عجیب اور عمیق در عمیق اور وراء الوراء اور لا یدرک ہیں ۔تب سے میں ان لوگوں کو جو فلسفی کہلاتے ہیں پکے کافر سمجھتا ہوں اور چھپے ہوئے دہریہ خیال کرتا ہوں ۔ میرا خود ذاتی مشاہدہ ہے کہ کئی عجائب قدرتیں خدا تعالی کی ایسے طور پر میرے دیکھنے میں آئی ہیں کہ بجز اسکے کہ ان کو نیستی سے ہستی کہیں اور کوئی نام ان کا ہم رکھ نہیں سکتے ... اس کی قدرت کا یہ راز ہے کہ وہ نیست سے ہست کرتا ہے جیسا کہ اس بات پر ہزارہا نمونے ہماری نظر کے سامنے ہیں ۔

بعض درخت ایسے ہیں کہ ان کے پھل جیسے جیسے پکتے جاتے ہیں وہ پر دار کیڑوں کی طرح بنتے جاتے ہیں اور بعض درخت ایسے ہیں کہ ان کے پتوں میں بڑے بڑے پرندے پیدا ہو جاتے ہیں ان میں سے ایک آک کا درخت بھی ہے اور اسکی نظیریں ہزار ہا ہیں نہ صرف ایک دو۔ پس اس جگہ بجز اس کے کیا کہہ سکتے ہیں کہ وہ نیستی سے ہستی ہے اور یہ ایک ایسا راز قدرت ہے کہ ہم اس کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے۔' (چشمہ معرفت ص ۲۶۹)

ہم حیران ہیں کہ اس کو مخالف کے دعوی کی تردید کہیں یا تسلیم۔ مرزا صاحب کے مریدوں کو اس پر خاص توجہ کرنی چاہیے نہ بحیثیت مرید جس کا اصول ہو کہ

پیر من خس است اعتقاد من بس است

بلکہ ایک محقق متکلم کی طرح سوچنا چاہیے۔ مرزا صاحب نے جو مثالیں پیش کی ہیں ان میں نیستی سے ہستی کا ثبوت ملتا ہے یا ہستی سے ہستی کا؟ پھلوں وغیرہ میں کیڑے پیدا ہونا تو مادے کا ثبوت دے رہا ہے۔ آریہ کہہ سکتے ہیں کہ پھل وغیرہ تو بجائے خود کیڑوں کی پیدائش کیلئے مادہ کا حکم رکھتے ہیں۔ ہمارے خیال میں مرزا صاحب قادیانی بدن کی جوؤں اور چارپائی کے کھٹملوں کی مثالیں پیش کرتے تو مذکورہ بالا مثال سے اچھا ہوتا۔ گو یہ بھی اس شعر کا مصداق ہوتا

ایں کرامت ولی ما چہ عجب
گربہ شاشید و گفت باراں شد

لطیفہ ۔ مذکورہ بالا اقتباس میں مرزا صاحب فلاسفروں پر بہت خفا نظر آتے ہیں۔ چنانچہ آپ ان کا نام پکے کافر رکھتے ہیں۔ لیکن آگے چل کر آریوں کے اعتراض متعلقہ شیطان کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انسان کے دل میں دو قسم کے القا ہوتے ہیں۔ ایک نیک دوسرا بد۔ نیک القا کی تحریک فرشتہ کی طرف سے ہوتی ہے اور بد القا کی تحریک شیطان کی طرف سے۔ پھر اپنی دلیل کی تائید یا پشتیبانی انہی پکے کافروں کے قول سے کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

' قدیم عقلمندوں اور فلاسفروں نے مان لیا ہے کہ القاء کا مسئلہ بیہودہ اور لغو نہیں ہے۔ بے شک انسان کے دل میں دو قسم کے القاء ہوتے ہیں۔ نیکی

کا القاء اور بدی کا القاء۔ (چشمہ معرفت۔ص ۲۸۰۔۲۸۱)

مجھے خیال آتا ہے کہ یہ پکے کافر (فلاسفر) مرزا غلام احمد صاحب کا یہ اقتباس دیکھ کر بڑے ترنم سے یہ شعر پڑھیں گے

وفا کے واسطے میری تلاش ہوتی ہے
کوئی زمانہ میں جب دوسرا نہیں ملتا

(۱۲) اہل زمانہ کی حالت سے استدلال

مرزا غلام احمد صاحب نے اس استدلال میں بہت طوالت سے کام لیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عوام کی گمراہی کے علاوہ علماء اسلام اور امرائے اسلام کی بد اعمالیاں میرے مبعوث ہونے کے اسباب ہیں۔ میری پیشگوئیاں اور دعائیں اور مخالفین کے ساتھ میرے مباہلے میری صداقت کے نشانات ہیں۔ چنانچہ آپ کی طویل عبارت کو ہم بالاختصار چند نمبروں میں پیش کرتے ہیں۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

۱: عوام الناس میں جس قدر بد رسمیں پھیلی ہوئی ہیں جو مخلوق پرستی تک پہنچ گئی ہیں ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ بعض پیر پرستی میں اس قدر حد سے بڑھ گئے ہیں جو اپنے پیروں کو معبود قرار دیدیا ہے۔ (چشمہ معرفت۔ص ۳۱۱)

۲: وہ لوگ جو پیر اور سجادہ نشین کہلاتے ہیں اکثر لوگوں میں ان میں سے بدعملی حد سے بڑھ گئی ہے اور وہ لوگ خدا تعالی کی طرف نہیں بلکہ اپنی طرف بلاتے ہیں اور اکثر ان میں بڑے چالاک اور دین فروش ہوتے ہیں۔ (چشمہ معرفت۔ص ۳۱۱)

۳: اکثر علماء کے کام ملونی سے خالی نہیں ہیں۔ وہ علوم نبویہ کے وارث کہلاتے ہیں مگر ان پاک علوم کے خلاف کام کرتے ہیں۔ روحانیت اور اخلاص اور صدق و وفا سے کچھ بھی ان کو خبر نہیں۔ (چشمہ معرفت۔ص ۳۱۱)

۴: اس زمانہ میں اسلام کے اکثر امراء کا حال سب سے بدتر ہے۔ وہ گویا خیال کرتے ہیں کہ وہ صرف کھانے پینے اور فسق و فجور کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔ دین سے وہ بالکل بے خبر اور تقوی سے خالی اور تکبر اور غرور سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں (چشمہ معرفت۔ص ۳۱۲)

۵: یہ تو اس زمانہ کے اکثر مسلمانوں کا اندرونی حال ہے اور جو بیرونی مفاسد پھیل گئے ہیں انکا تو شمار کرنا مشکل ہے۔ اسلام وہ مذہب تھا کہ اگر مسلمانوں میں سے ایک آدمی بھی مرتد ہو جاتا تھا تو گویا قیامت برپا ہو جاتی تھی۔ مگر اب اس ملک میں مرتد مسلمان جو عیسائی ہوگئے یا جنہوں نے اور مذھب اختیار کرلیا ہے دو لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔ بلکہ مسلمانوں کی ادنی اور اعلی قوموں میں سے کوئی ایسی قوم نہیں جس میں سے ایک گروہ عیسائی نہ ہوگیا ہو۔ (چشمہ معرفت۔ص۔۳۱۲)

۶: اس زمانہ میں جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے خدا تعالی نے مجھے اصلاح کرنے کیلئے مامور کر کے بھیجا اور میرے ہاتھ پر نشان دکھلائے .. جو معجزات مجھے دیئے گئے بعض ان میں سے وہ پیشگو ئیاں ہیں جو بڑے بڑے غیب کے امور پر مشتمل ہیں کہ بجز خدا کے کسی کے اختیار اور قدرت میں نہیں کہ ان کو بیان کر سکے اور بعض دعائیں ہیں جو قبول ہو کر ان سے اطلاع دی گئی اور بعض بد دعائیں ہیں جن کے ساتھ شریر دشمن ہلاک کئے گئے۔ (چشمہ معرفت۔ص۳۱۳)

اس تقریر کو بطریق استدلال یوں سمجھنا چاہیے کہ چونکہ اس زمانہ میں بیشمار مفاسد پیدا ہو گئے تھے جو اس امر کے متقاضی تھے کہ کوئی مصلح آئے جو ان خرابیوں کی اصلاح کرے، اس بنا پر خدا نے مجھے مصلح اعظم بنا کر بھیجا ہے۔ میرے دعوے کی صداقت میری پیشگوئیاں میری دعائیں اور میرے وہ مباہلے گواہ ہیں جن کے اثر سے میرے دشمن ہلاک ہو گئے۔

ناظرین! مرزاصاحب نے اپنے دعوے کی صداقت پر اپنی پیش گوئیوں سے جو استدلال کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ آپ کی پیش گوئیوں میں سے تین اہم پیش گوئیاں اس ملک کی تین بڑی قوموں سے متعلق تھیں۔ پہلی پیش گوئی کا تعلق مسلمانوں سے تھا جس کا مفصل ذکر کتاب ہذا میں سابقاً ہو چکا ہے۔ دوسری پیشگوئی عیسائیوں کے متعلق تھی یہ بھی غلط ثابت ہوئی جیسا کہ بتایا جا چکا ہے۔ تیسری پیش گوئی ہندوؤں سے متعلق تھی اس کا ذکر بھی اسی کتاب میں سابقاً آچکا ہے۔ ان کے علاوہ مرزا صاحب کی کچھ اور پیشگوئیاں بھی ہیں۔ ان سب کا ذکر ہماری کتاب 'الہامات مرزا' وغیرہ میں ملتا ہے۔ جس میں آپکی تمام پیشگوئیوں کو غلط ثابت کیا گیا ہے۔ مباہلہ والی

دلیل بھی غلط ہے کیونکہ مباہلے کی صحیح تعریف جو فریقین میں مسلم ہے بالفاظ مرزا صاحب قادیانی یہ ہے۔

'مباہلہ کے معنی لغت اور نیز شرعی اصطلاح کے رو سے یہ ہیں کہ دونو فریق ایک دوسرے کے لئے عذاب اور خدا کی لعنت چاہیں۔' (اربعین نمبر۲)

اس تعریف کے ماتحت مرزا غلام احمد صاحب کا مباہلہ صرف ایک ہی شخص (صوفی عبدالحق غزنوی) کے ساتھ بمقام امرتسر ماہ مئی ۱۸۹۳ء میں ہوا تھا۔ جس کے نتیجہ میں مرزا صاحب صوفی صاحب سے پہلے فوت ہو گئے تھے۔

البتہ مسئلہ دعا خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ مگر افسوس ہے کہ جماعت احمدیہ مرزا صاحب کی دعا کی قبولیت سے منکر ہو جاتی ہے۔ سنئے۔ آپ کی اہم اور اشہر دعا ہم پیش کرتے ہیں جس کی قبولیت کے متعلق بقول مرزا صاحب ان کو خدا کی طرف سے الہام بھی ہوا تھا۔ اس کی سرخی مرزا صاحب کے قلم سے یوں مرقوم ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

اس سرخی کے نیچے قرآن مجید کی ایک آیت لکھی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

یستنبئونك احق هو۔ قل ای و ربی انه لحق

اس آیت سے آپ کا مقصود یہ بتانا ہے کہ میں نے مولوی ثناء اللہ کے حق میں جو دعا کی ہے وہ بحکم خدا ضروری پوری ہو کر رہے گی۔ اس دعا کا خلاصہ یہ ہے:

مولوی ثناء اللہ صاحب! تم نے مجھے دکھ دیا۔ دور دراز ملکوں میں مجھے بدنام کیا کہ یہ شخص جھوٹا ہے۔ پس میں دعا کرتا ہوں کہ اے قادر مطلق خدا! ہم دونوں میں سچا فیصلہ فرما۔ جو تیری نظر میں جھوٹا ہے اس پر سچے کی زندگی میں موت وارد کر۔ ربنا افتح بيننا و بين قومنا بالحق و انت خير الفاتحين۔ مرزا غلام احمد مسیح موعود۔ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء۔

اس دعا کے بعد مرزا صاحب کو الہام ہوا:

اجیب دعوة الداع۔ اخبار بدر قادیان۔ ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء

پس مرزا صاحب کی یہی ایک دعا ہے جس کی بابت ہمارا عقیدہ ہے کہ ضرور

قبول ہوئی ۔مگر جماعت احمدیہ اس کی قبولیت سے انکاری ہے ۔

المختصر: ساری کتاب کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نہ مسیح موعود تھے، نہ مجدد زماں، نہ صاحب الہام ۔ یہاں تک کہ قابل مصنف بھی نہ تھے ۔ باوجود اس کے ان کے اتباع محض اپنی قلبی شہادت سے ان کو مسیح موعود، مجدد اور تصنیف میں سلطان القلم سمجھتے ہیں ۔گویا یہ شعر ان کے حق میں بخوبی صادق ہے کہ

نہ عارض نہ زلف دوتا دیکھتے ہیں
خدا جانے وہ ان میں کیا دیکھتے ہیں

اطلاع ۔ضرورت ہوئی تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی باقی کتابوں پر بھی نظر کی جائیگی ۔انشاء اللہ

وما توفیقی الا باللہ ابوالوفا ثناء اللہ کفاہ اللہ امرتسری

☆☆☆☆☆

و الصلوة و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آله و صحبه اجمعین۔ و الحمد لله رب العالمین

فقیر بارگاہ صمدی ۔ محمد بہاء الدین